

تاریخ اشاعت

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر: پروگریسیو بکس لاہور

تاریخ اشاعت: ۱۹۸۳

مطبع: افتخار انصاف پرنٹرز - لاہور

قیمت: ۳۵ روپے پیپر بک - ۲۲ روپے مجلہ سنہری ڈائی وار

پروگریسیو بکس

لاہور

پیش لفظ

طب یونانی کی قدیم نادر و نایاب کتب کی فراہمی، ان کی اشاعت اور ان کے تراجم، کونسل کے ترجیحی پروگراموں میں شامل ہیں۔ کونسل کے لٹریچر ریسرچ یونٹ ان ہی مقاصد کے تحت کام کر رہے ہیں۔ پیش نظر کتاب بارہویں صدی عیسوی کے عظیم فلسفی اور معالج ابوالولید محمد ابن رشد (۱۱۹۸-۱۱۲۶) کی فن طب پر عربی زبان میں ایک اہم کتاب "کتاب الکلیات" کا اردو ترجمہ ہے۔ ابن رشد نے ارسطو کی فلسفہ اور معالجات پر مشتمل کتابوں کے عربی تراجم کا مطالعہ کیا تھا۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر بے شمار کتابیں تصنیف کیں۔ جس میں ارجوزہ ابن سینا اور جالینوس کے بعض رسائل کی شرح بھی شامل ہے۔ ابن رشد کی شہرت ایک فلسفی کی حیثیت سے زیادہ ہوئی۔ ان کی کتاب "کتاب الکلیات" میں بھی فلسفہ کارنگ نظر آتا ہے۔

"کتاب الکلیات" اس سے پہلے ہندوستان میں کہیں شائع نہیں ہوئی۔ البتہ پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں یورپ میں لاطینی اور عبرانی زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہوئے ہیں۔ اجمل خاں طبیبہ کالج علی گڑھ کی لائبریری میں اس کا ایک فوٹو اسٹیٹ نسخہ (شائع شدہ ۱۹۳۹ء) موجود تھا جسے حاصل کر کے پہلے خط نستعلیق میں نقل کیا گیا (کیونکہ یہ نسخہ قدیم اور نامانوس عربی رسم الخط میں ہے اور فوٹو کاپی ہونے کی وجہ سے اسے پڑھنا بھی دشوار ہے) پھر اس کا اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ کام لٹریچر ریسرچ یونٹ میں جو کونسل کے تحت تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں قائم ہے جناب حکیم شکیل احمد شمسی صاحب کی زیر نگرانی انجام پایا۔

قدیم کتاب ہونے کے علاوہ اس کی اہمیت یوں بھی ہے کہ یہ طب کے موضوع پر ایک خاص انداز کی کتاب ہے۔ جس میں طب کے تمام موضوعات مسائل کے اصول کلیہ بیان کر دیے گئے ہیں۔ علی گڑھ

فہرست

پیش لفظ

مقدمہ مصنف

کتاب التشریح الاعضاء

کتاب الصحی

کتاب المرض

کتاب العلامات

کتاب الادویہ والاعذیہ

کتاب حفظ الصحی

کتاب شفاء الامراض

۱

۵

۳۰

۸۰

۱۳۵

۲۱۲

۳۲۲

۴۰۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس تالیف کا مقصد یہ ہے کہ فن طب کے ضروری مضامین ایجاز و اختصار کے ساتھ اس طرح جمع کر دیے جائیں جو اس فن کے ہر اس طالب کے لیے ایک شاہراہ بن جائے جو اس فن کے شعبوں کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم ان نظریات کو پیش کرنے کی کوشش کریں گے جو سچائی اور حقیقت کے مطابق ہوں گے۔

فن طب ایسے مسلم الثبوت اصول کی عملی واقفیت کا نام ہے جو جسم انسانی کی صحت کی بقاء اور بیماری کے ازالہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس مقصد کو زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک ہر ہر بدن میں ملحوظ رکھا جاتا ہے، کیونکہ اس فن کی غرض و غایت یہ نہیں ہے کہ نتائج سو فیصد صحیح ہوں، بلکہ یہ فن ضروری تدابیر، ضروری مقدار میں وقت کے مطابق مہیا کرتا ہے، اور پھر نتیجہ کا انتظار کیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے جہاز رانی یا سپہ گری کے فنون میں۔ (تدابیر بروئے عمل لانا اور نتائج کا انتظار کرنا) چونکہ تمام عملی فنون تین بنیادی امور پر مشتمل ہیں خواہ وہ اصحاب فن کی رائے سے مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔

۱۔ موضوعات کا علم۔

۲۔ غایت یعنی مقصد کا علم۔

۳۔ ذرائع اور آلات کا علم، جن سے حصول مقاصد ممکن ہو سکے۔

اس لیے فن طب بھی لازمی طور پر اولاً تین قسموں میں منقسم ہے۔

پہلی قسم: موضوعات میں ان اعضاء بسیطہ و مرکبہ کا بیان ہے جن سے مل کر بدن انسان

بنا ہے۔

دوسری قسم: فن طب کی غایت حفظانِ صحت اور ازالہ مرض ہے، اس بنا پر اس کی دو

قسمیں کی گئی ہیں۔

(الف) صحت کی تعریف اور وہ تمام اسباب جن سے صحت کا قیام ہے، اور یہ اسباب چار ہیں۔
(۱) اسباب مادی (۲) اسباب صوری (۳) اسباب فاعلی (۴) اسباب غائی اور
ان کے تعلقات۔

(ب) مرض کی تعریف اور اس کے تمام اسباب و متعلقات۔

تیسری قسم: چونکہ حفظانِ صحت اور ازالہ مرض کے لیے صرف حالاتِ صحت اور حالاتِ مرض کا
جاننا ہی کافی نہیں ہے اس لیے اس کی مزید دو قسمیں (جو آلات و ذرائع سے متعلق ہیں) کی گئی ہیں۔

(الف) تدابیرِ حفظانِ صحت۔

(ب) تدابیرِ ازالہ مرض۔

صحت و مرض ابتداء ہی سے واضح نہیں ہوتے لہذا علاماتِ صحت اور علاماتِ مرض کا علم بھی ضروری
ہے اس لیے علامات کی بحث بھی فنِ طب کا ایک جزء ہے۔

مذکورہ بالا تصریح کی روشنی میں فنِ طب کو سات بڑے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ بدنِ انسانی کے اعضاءِ بسیطہ و مرکبہ کا بیان۔

۲۔ صحت کی تعریف اور اس کے اقسام و متعلقات۔

۳۔ مرض کی تعریف اور اس کے اقسام و عوارضات۔

۴۔ علاماتِ صحت و علاماتِ مرض۔

۵۔ دوائیں اور غذائیں یعنی صحت و مرض کے ذرائع۔

۶۔ تدابیرِ حفظانِ صحت۔

۷۔ ازالہ مرض پر عمومی بحث۔

پیش نظر تصنیف میں مذکورہ ساتوں عنوانات بالترتیب بیان کیے جائیں گے، کیونکہ فنِ طب کی
بنیادی تقسیم یہی ہے۔ چونکہ تمام علوم کے لیے کچھ تسلیم شدہ موضوعات و مبادیات ہوتے ہیں، خواہ یہ
مبادیات بذاتِ خود واضح ہوں یا کسی دوسرے فن سے اس کو سمجھا جائے۔ لہذا ضروری ہے کہ ہم پہلے
تسلیم شدہ مبادیات کا علم حاصل کریں جو بیشتر فنِ طب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اس
کتاب کے مذکورہ ساتوں عنوانات بالترتیب بیان کیے جائیں گے۔

اس فن کا ایک حصہ نظری ہے جسے ہم 'علمِ طبیعی' کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا حصہ 'عملی' ہے جس میں

طب عملی اور فن تشریح شامل ہیں۔

علم طبیعی سے ہمیں زیادہ تر اسبابِ صحت و مرض خصوصاً اسبابِ مادی مثلاً عناصر و عنصریہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ طب عملی کے ذریعہ اکثر دواؤں کے قوی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ دواؤں کے قوی و افعال جاننے کے لیے محض قیاس ناکافی ہے، بلکہ اس کے لیے ماہرینِ فن کے تجربات ہی مشعلِ راہ بن سکتے ہیں۔ باقی رہا فن تشریح تو اس کے موضوعات کے بیشتر اجزاء تسلیم شدہ ہیں، طبیب کے لیے بحیثیتِ طبیب فن تشریح کے مسلمہ مبادیات کا جاننا ممکن نہیں بلکہ طبیب کو اس سے واقفیت ایک دوسرے فن یعنی فن تشریح کے ماہر ہونے کی حیثیت سے ہوگی۔ ایسی حالت میں ایک طبیب کے لیے فن تشریح کے صرف مشہور مبادیات کا جاننا ضروری ہے، بالخصوص وہ مبادیات جن کے تمام اجزاء کا یقینی علم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا جیسا کہ دواؤں کے تجربہ میں حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ فنِ طب کے اس حصہ کا علم حاصل کرنے کے لیے بقراط نے انسانی عمر کو ناکافی قرار دیا ہے، لیکن ادویہ کے قیاسی علم کے سلسلہ میں یہ بات نہیں کہی جاسکتی۔ خود ہمارے زمانے میں فن تشریح پر جن بہت سے اعضاء کا مشاہدہ کیا گیا ہے ان کی معلومات کو حتمی نہیں کہا جاسکتا حالانکہ یہ فن اب ختم ہوتا جا رہا ہے۔

ماہر علم طبیعیات اور طبیب دونوں کا موضوع "جسمِ انسان" ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ ماہر علم طبیعی صحت و مرض پر ان کے موجوداتِ طبیعی ہونے کے لحاظ سے بحث کرتا ہے، جبکہ طبیب کا مقصد حفظانِ صحت اور ازالہ مرض ہے، اسی لیے طبیب کو اس فن کے اصول و کلیات کا علم حاصل کرنے کے بعد بھی ایک طویل مشق و تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے، عملی تجربہ کے بغیر مہارت کا حصول ناممکن ہے۔ اس فن کے جو اصول ضبطِ تحریر میں آچکے ہیں جب ان کا تجربہ کیا جاتا ہے تو ان کیفیات کا تحریر میں لانا مشکل ہے جو اس تجربہ کا نتیجہ ہوتی ہیں (یعنی مہارت ایک مفہوم کیفیت ہے) مسلسل تجربات کے بعد طبیب کو کچھ خاص اصول و مقدمات کا علم حاصل ہو جاتا ہے جن سے ان کو جسمِ انسانی پر تجربہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ان تمام عملی فنون کی طرح ہے جن میں غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ ارسطو عملی فنون میں مہارت کو "بالقوی" بتاتا ہے۔

طب کی تعریف اگر اس طرح کی جائے کہ یہ صحت و مرض اور ان کے متعلقات کا علم ہے تو یہ تعریف صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس میں علم طبیعی بھی شامل ہو جائے گا، اور اس طرح طبیب و ماہر طبیعیات کا امتیاز باقی نہ ہوگا۔ اسی طرح بعض اطباء کا یہ کہنا بھی قابلِ توجہ نہیں ہے کہ بدن

انسان میں ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جو نہ صحت ہے اور نہ مرض۔ اس لیے کہ فعل محسوس میں 'ضرر' اور 'لاضرر' کے درمیان کوئی درمیانی حالت نہیں ہے۔ البتہ درجات کم و بیش ہو سکتے ہیں۔ صحت و مرض دونوں اگر الگ الگ اعضاء اور الگ الگ زمانہ میں پائے جائیں تو کوئی درمیانی حالت نہیں بن سکتی جیسا کہ علم منطق کا اصول ہے۔

اس مقدمہ سے اس فن کی غرض و غایت، اجزاء اور طریقہ بحث کا اندازہ کرانے کی کوشش کی گئی ہے، اب تمام ابواب بالترتیب بیان کیے جائیں گے۔

کتاب التشریح الاعضاء

جسم انسانی میں اعضاء کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اعضاء متشابهۃ الاجزاء | یہ وہ اعضاء ہیں جن کے جزء اور کل کا ایک ہی نام ہوتا ہے جیسے گوشت اور ہڈی، کیونکہ گوشت اور ہڈی کے جزء کو بھی گوشت اور ہڈی ہی کہا جائے گا۔

(۲) اعضاء مرکبہ | یہ وہ اعضاء ہیں جو مختلف اجزاء سے مل کر بنتے ہیں، جیسے ہاتھ جو کہ گوشت، عصب اور وتر وغیرہ سے مرکب ہے۔

اعضاء بسیطہ (متشابهۃ الاجزاء) مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ عظام، ۲۔ اعصاب، ۳۔ وتر، ۴۔ عروق، ۵۔ رباط، ۶۔ گوشت، ۷۔ چربی، ۸۔ جلد، ۹۔ غشاء، ۱۰۔ خون، ۱۱۔ بلغم، ۱۲۔ مرۃ سودا، ۱۳۔ مرۃ صفراء، ۱۴۔ ریح، (روح ان بخارات کو کہا جاتا ہے جو قلب و دماغ میں پائے جاتے ہیں)
- پہلے اعضاء بسیطہ اور اس کے بعد اعضاء مرکبہ بیان کیے جائیں گے۔

۱۔ اعضاء متشابهۃ الاجزاء کو اعضاء بسیطہ اور اعضاء مفردہ بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔ اعضاء مرکبہ کو اعضاء ترکیبہ بھی کہا جاتا ہے۔

۳۔ مصنف کے نزدیک عضو وہ ہے جو بدن کا حصہ ہو خواہ ٹھوس اور منجمد ہو یا تیل۔ اسی بنا پر مصنف نے اخلاط و ارواح کو بھی اعضاء میں شمار کیا ہے جبکہ عرف عام میں بدن کے ٹھوس اور منجمد حصہ کو ہی عضو کہا جاتا ہے۔

عظام (ہڈیاں)

سر: | دانتوں کو چھوڑ کر سر میں تیس ہڈیاں ہیں۔
 کھوپڑی :- اس میں چھ ہڈیاں ہوتی ہیں۔ کھوپڑی پر ان ہڈیوں کے بیرونی جوڑوں کو 'شون' کہتے ہیں۔

اوپر کا جبرٹا :- اس میں چودہ ہڈیاں ہوتی ہیں۔ رخساروں اور کانوں کی ہڈیاں بھی اسی میں شامل ہیں۔

نیچے کا جبرٹا :- اس میں دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔

وند :- یہ ایک ہڈی ہے اور کھوپڑی کے نیچے و پیچھے کی جانب کھوپڑی اور بالائی جبرٹے کے درمیان میں ہوتی ہے۔

یہ تمام ہڈیاں آپس میں دندانے دار جوڑ کے ذریعہ ملی ہوئی ہوتی ہیں البتہ نچلے جبرٹے کی دونوں ہڈیاں سادہ جوڑ کے ذریعہ ملی ہوتی ہیں۔

دانت | دونوں جبرٹوں میں سولہ سولہ دانت ہیں، جن میں دو ثنایا، دو رباگی، دو انیاب اور دائیں بائیں پانچ پانچ داڑھیں ہوتی ہیں۔ بعض اشخاص میں داڑھوں کی تعداد کم بھی ہوتی ہے، یعنی پانچ پانچ کے بجائے چار چار داڑھیں بھی ہوتی ہیں۔ بالائی جبرٹے کی ہر داڑھ میں صرف دو ہی جڑیں ہوتی ہیں۔ باقی تمام دانتوں میں ایک ایک جڑ ہوتی ہے۔ اس طرح پورے سر کی ہڈیوں کی مجموعی تعداد پچپن ہوتی ہے۔

فقرات | سر کے پیچھے کی جانب بڑے سوراخ سے گردن کے مہرے (فقرات عنق) شروع ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد سات ہے۔ ان مہروں میں دونوں جانب سوراخ ہوتے ہیں۔ یہ مہرے پشت کے مہروں سے ملتے ہیں، جن کی تعداد سترہ ہے جس میں بارہ سینہ کے مہرے ہیں، ان مہروں پر سینہ کی حد ختم ہوتی ہے، پانچ کمر کے مہرے ہیں، اس طرح دماغ سے سر تک مہروں کی مجموعی تعداد چوبیس ہے۔ بعض اشخاص میں ایک مہرہ کم یا زیادہ بھی ہوتا ہے، لیکن ایسا کم دیکھا گیا ہے۔

کمر کے مہروں کے اختتام پر عظیم عجز (سرین کی ہڈی) ملتی ہے جو مہروں کی شکل کی تین ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ نیچے کی جانب اس ہڈی سے عظیم عصعص (دچی کی ہڈی) ملی ہوئی ہے، یہ بھی تین چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کا مجموعہ ہے جن میں تیسری (نیچے کی طرف آخری) ہڈی ہی دراصل عصعص ہے، یہ ہڈی سے مشابہت

رکھنے والی ایک کڑی ہے، گردن کے دو ابتدائی مہروں کے علاوہ ریڑھ کی ہڈی کے تمام مہروں کا جوڑ
مفصلی ہے۔ گردن کے پہلے مہرے کا جوڑ اس طرح بنتا ہے کہ عظیم قحف (چند یا کی ہڈی) سے دو زائدے
بکل کر اس مہرے کے دو گڑھوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ عظیم عجز (سرین کی ہڈی) دونوں جانب
دونوں طرف کی عظیم خاصرہ (کوٹھے کی ہڈی) سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اس عظیم خاصرہ میں حق الورک
ہوتا ہے جس میں عظیم فخذ (ران کی ہڈی) کا سر رمانہ، داخل رہتا ہے۔ یہ تمام ہڈیاں پھیپے کی جانب
کی ہیں۔

سامنے کی جانب گردن سے نیچے کی ہڈیاں درج ذیل ہیں :

۱۔ ہنسی کی دو ہڈیاں۔

۲۔ شانے کی دو ہڈیاں۔

۳۔ سینہ کی ہڈیاں۔

۴۔ ہاتھ کی ہڈیاں۔

۵۔ پیرو کی ہڈیاں۔

۶۔ پیر کی ہڈیاں۔

ہنسی کی ہڈی (عظیم ترقوۃ) | یہ ہڈی باہر کی جانب ابھری ہوئی اور اندر کی جانب گہری ہوتی ہے۔
اس کا ایک سراکاندھے اور عظیم العضد (بازو کی ہڈی) کے سر سے اور
دوسرا سینہ کے بالائی جانب نقرہ حلق (حلق کے گڑھے) کے پاس ملتا ہے۔

شانے کی ہڈی (عظیم الکتف) | پشت کی جانب ایک چوڑی ہڈی ہے جس کا سرا غضروفی ہوتا ہے جہاں پر
یہ ہڈی ترقوۃ سے ملتی ہے وہ حصہ گولائی لیے ہوتا ہے۔ اس میں
ایک گڑھا ہوتا ہے جس میں عظیم العضد کا سر داخل رہتا ہے۔

سینہ کی ہڈیاں (عظام الصدر)

عظم قص :- یہ سات ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ اس کا نچلا کنارہ غضروفی ہوتا ہے۔

پسلیاں :- دونوں جانب بارہ بارہ ہوتی ہیں جن کی شکل محدب ہوتی ہے۔ درمیانی پسلیاں
زیادہ لمبی ہوتی ہیں، ان میں سے سات پسلیاں پھیپے کی جانب پشت کے مہروں سے اور سامنے
کی جانب اپنے غضروفی سروں کے ذریعہ عظام قص سے ملتی ہیں۔ باقی پانچ پسلیاں عظم قص سے

بفسیر طے ختم ہو جاتی ہیں، ان کا نام "صلوع الخلف" ہے۔ چنانچہ دبانے سے یہ پسلیاں دب جاتی ہیں (جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ پسلیاں مکمل نہیں ہیں)۔

عظم اقص کے نیچے شکم میں اور کوئی ہڈی نہیں ہے البتہ شکم کے نیچے پیڑ کی ہڈی ہوتی ہے۔

باتھ کی ہڈیاں

یہ میں ہوتی ہیں۔

عظم العصد:- ایک ہوتی ہے اور بیرونی جانب محذب اور اندرونی جانب مقعر ہوتی ہے۔ اس کا سر نقسہ کتف میں داخل رہتا ہے اور زیریں سر اکھنی پر ختم ہوتا ہے جس کی شکل گہری سے مشابہ ہے اور اس میں زند اعلیٰ کا سر داخل ہوتا ہے۔

عظم زند (کلانی کی ہڈی):- یہ دو ہوتی ہیں۔ جن کی لمبائی اکھنی سے گئے تک ہے۔ ان میں ایک چھوٹی ہے جو زند اعلیٰ کہلاتی ہے۔ دوسری نسبتاً بڑی ہے جو زند اسفل کہلاتی ہے۔ ان دونوں ہڈیوں کے نچلے کناروں پر زاندے (اُبھار) ہوتے ہیں، جن سے گئے کا جوڑ بنتا ہے۔

عظام رسغ (پہنچے کی ہڈی):- یہ آٹھ ہڈیاں ہیں۔ جو بالترتیب دو جھوں میں رکھی ہوتی ہیں جن سے مل کر پہنچہ بنتا ہے۔ یہ ٹھوس ہڈیاں ہیں۔ ان میں مغز نہیں ہوتا۔ ان ہڈیوں کی شکل تقریباً گول اور کچھ اٹھی ہوئی ہوتی ہے، ان سب کے ملنے سے پہنچے کی مناسب شکل بن جاتی ہے۔

عظام مشط (ہتھیلی کی ہڈیاں):- یہ چار ہیں، جن سے پنجرہ بنتا ہے۔ ان کی جڑیں مضبوط رباطات کے ذریعہ پہنچے کی ہڈیوں سے ملی ہوئی ہوتی ہیں۔

عظام اصابع (انگلیوں کی ہڈیاں):- یہ پندرہ ہیں اور ہر انگلی میں تین تین ہوتی ہیں جو ایک دوسرے سے ملی ہوتی ہیں۔ ان کو سلامیات کہتے ہیں۔ سلامیات عظام مشط کے ساتھ مل کر مضبوط جوڑ بناتی ہیں۔ انگوٹھے کا پہلا سلامیہ زند اعلیٰ کے زیریں کنارے سے مل کر ایک نسبتاً چوڑا اور لوچ دار جوڑ بناتا ہے۔

پیر کی ہڈیاں

ان کی تعداد انتیس ہے۔

عظم العقد:- یہ ایک ہے۔ بیرونی جانب ابھری ہوئی اور اندرونی جانب گہری۔ اس کا سر

گول ہے جسے "رمانۃ الفخذ" کہتے ہیں، نیچے کی جانب اس کا سراپنڈلی کی دو ہڈیوں میں سے بڑی ہڈی کے نقرہ (گڑھے) میں داخل ہوتا ہے۔

پنڈلی کی ہڈیاں | یہ دو ہیں جن کی لمبائی گھٹنے تک ہوتی ہے۔ ان میں بڑی "زند اسفل" اور چھوٹی "زند اعلیٰ" کہلاتی ہے۔ ان دونوں ہڈیوں کے زیریں سرے ٹخنے کے قریب مل جاتے ہیں۔ اس طرح پیر میں تین جوڑے ہوتے ہیں۔

(الف) چھپے کی جانب جہاں عظم الفخذ کا سر عظم الورک میں داخل ہوتا ہے۔
 (ب) گھٹنے کا جوڑ جہاں عظم الفخذ کا زیریں سر ازند اسفل کے نقرہ میں داخل ہوتا ہے۔ اس جوڑ کو ایک گول غضروفی ہڈی ڈھکے ہوئے ہے جسے "عین الرکبتہ" کہتے ہیں۔
 (ج) جہاں سامنے کی جانب سے "عظم زورقی" اور نیچے کی جانب سے "عظم عقب" ٹخنے سے ملتی ہے۔

عظام رسخ القدم | یہ عظم زورقی اور عظم عقب سے ملی ہوئی تین ہڈیاں ہیں جو پیر کے گتے کو مناسب شکل دیتی ہیں۔

عظام مشط قدم | یہ پانچ ہڈیاں ہیں جو پیر کے گتے کی ہڈیوں سے ملی ہوتی ہیں۔
سلامیات | ہر انگلی میں ان ہڈیوں کی تعداد تین ہوتی ہے سوائے انگوٹھے کے۔ اس میں صرف دو ہوتی ہیں۔

جالیئوس کے قول کے مطابق بدن انسانی میں ہڈیوں کی مجموعی تعداد ۲۴۸ ہے۔ اس میں سمسمانیہ (وہ چھوٹی چھوٹی ہڈیاں جو مفاصل کے خلاء کو پُر کرتی ہیں) و عظم حنجرہ اور ایک وہ غضروفی ہڈی جسے بعض مشرین قلب میں بتاتے ہیں، شامل نہیں ہیں۔

یہاں مفاصل کی شکلیں بیان کرنے سے احتراز کیا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ کے مباحث سے مفاصل کی حقیقی شکلیں متصوّر نہیں ہوتیں۔

عروق

عروق کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ضواریب (شرائین)

۲۔ غیر ضواریب (اوردہ)

عروق ضواریب

یہ دو پرتوں سے مل کر بنی ہیں۔ دونوں پرتوں کے اجزاء ایک جیسے ہیں۔ اندرونی پرت کے ریشے چوڑائی میں ہیں۔ یہ پرت نسبتاً سخت ہے، بیرونی پرت کے ریشے لمبائی میں ہوتے ہیں۔ شرایین قلب سے نکلتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ قلب کے بائیں جوف سے دو شرایین نکلتی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے جس میں ایک ہی پرت ہوتی ہے۔ یہ پرت جسم انسانی کی تمام شرایین کی پرتوں کے مقابلہ میں باریک ترین ہے۔ یہ شریان پھیپھڑے میں داخل ہو کر شاخ درشاخ منقسم ہو جاتی ہے۔ دوسری شریان زیادہ بڑی ہوتی ہے جس کو اُبہر (اورٹی) کہتے ہیں۔ شریان ابہر کی جڑ سے دو شرایین نکلتی ہیں، ایک جو چھوٹی ہے قلب کے دائیں جوف کی طرف چلی جاتی ہے اور دوسری قلب کے چاروں طرف گھوم کر عضلات قلب میں داخل ہوتی ہے اور وہاں شاخ درشاخ ہو کر پھیل جاتی ہے۔ مذکورہ دو شاخوں کے بعد ابہر کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک جسم کے زیریں اعضاء کی طرف اور دوسری بالائی اعضاء کی طرف چلی جاتی ہے۔

بالائی شاخ | اوپر چڑھتے وقت بالائی شاخ کی ایک ایک شاخ دونوں جانب چلی جاتی ہے اور اپنے متعلقہ اعضاء میں پہنچ جاتی ہے یہاں تک کہ بغل میں پہنچ کر اس میں سے ایک اور شاخ نکلتی ہے جو ورید ابلی کے ساتھ ساتھ ہاتھ تک چلی جاتی ہے۔ بغل میں اس کی اور بہت سی شاخیں ہو جاتی ہیں جن کی کچھ چھوٹی چھوٹی شاخیں بازو کے سلیجی اور گہرائی والے عضلات میں چلی جاتی ہیں، کہنی تک یہ شریان گہرائی میں رہتی ہے، اس کے بعد کچھ اوپر آ جاتی ہے۔ اکثر جسموں میں اس مقام پر اس کی حرکت محسوس ہوتی ہے۔ یہ کہنی سے کچھ نیچے تک ورید ابلی کے نیچے اس سے ملی ہوئی چلتی ہے اس کے بعد پھر گہرائی میں چلی جاتی ہے، یہاں اس کی بہت سی باریک باریک شاخیں کلائی کے عضلات میں پھیل جاتی ہیں۔ کچھ اور آگے پہنچ کر پھر اس کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک عظم زند اعلیٰ کے اوپر سے گزرتی ہوئی نیچے تک جاتی ہے جسے چٹو کر نبض دیکھی جاتی ہے۔ دوسری شاخ جو چھوٹی ہے زند اسفل کے اوپر سے گزرتی ہوئی پہنچے تک جاتی ہے۔ یہ دونوں شاخیں ہتھیلی میں پھیل جاتی ہیں۔ کبھی کبھی ان دونوں کی حرکتیں ہتھیلی کی پشت پر محسوس ہوتی ہیں۔ بالائی

شاخ جب لنبہ (منسل کی دونوں ہڈیوں کے ملنے کی جگہ) تک پہنچتی ہے تو اس کی مزید دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ان دونوں شاخوں میں سے ایک شاخ ووج غائر (گردن کی گہری ورید) سے کچھ آگے بڑھ جاتی ہے، اور اوپر چڑھتی ہوئی کھوپڑی کے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ یہ شریان جن راستوں سے گزرتی ہے وہاں کے اندرونی اعضاء کے لیے مختلف شاخیں چھوڑتی چلی جاتی ہے۔ کھوپڑی میں داخل ہونے کے بعد اس شریان کی بہت سی شاخیں ہو جاتی ہیں جو ایک جال کے مانند دماغ کے نیچے بچی رہتی ہیں، اصطلاحاً اسے شبکہ کہتے ہیں۔ یہ جال پھر دو شریانوں کی شکل میں جمع ہو کر گہرائی میں چلا جاتا ہے، اور جال بننے سے قبل کی حالت لوٹ آتی ہے، یہ دونوں دماغ میں داخل ہو کر بہت سی شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ دوسری شاخ جو چھوٹی ہے اوپر چڑھ کر چہرے اور سر کے سطحی حصوں میں پھیل جاتی ہے، اس کی حرکت کان کے پیچھے اور پیٹھ میں محسوس ہوتی ہے۔ وواجین کے قریب محسوس ہونے والی حرکت دراصل بڑی شاخ کی حرکت ہے جو ووج غائر سے کچھ آگے بڑھ جاتی ہے (جس کا بیان اوپر کیا جا چکا ہے) مذکورہ دونوں شریاں "شریان سباتی" کے نام سے مشہور ہیں۔

زیریں شاخ | قلب سے نکل کر جسم کے زیریں حصوں کی طرف آنے والی شاخ پشت کے مہروں کے اوپر سے گزر کر نیچے آتی ہے، ہر مہرے کے قریب اس سے دو شاخیں دائیں و بائیں نکلتی ہیں اور متعلقہ اعضاء میں چلی جاتی ہیں۔ سب سے پہلی شاخ پھیپھڑے میں جاتی ہے پھر کچھ شاخیں پسلیوں کے درمیانی عضلات میں چلی جاتی ہیں، دو شاخیں حجاب حاجز میں آتی ہیں۔ کچھ شاخیں معدہ، جگر، طحال، ثرب، امعاء، گردے، رحم، فوطے، مثانہ اور قضیب میں چلی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اور شاخیں بھی نکلتی ہیں جو ان مقامات کے بیرونی عضلات میں جاتی ہیں۔ آخری مہرہ تک پہنچ کر اس شریان کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک ایک شاخ دونوں پیروں میں چلی جاتی ہے، پیروں میں اس کی شاخیں وریدوں کی مانند ہوتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ شریانیں گہرائی میں ہوتی ہیں، ان کی حرکت کینج ران ٹخنے کے نیچے اٹری میں اور وتر عظیم کے قریب دونوں پیروں کی سطح پر محسوس ہوتی ہے۔

عروق غیر ضواریب (وریدیں)

وریدوں میں ایک پرت ہوتی ہے۔ وریدیں اس بڑی ورید کی شاخیں ہیں جو محذب جگر

سے نکلتی ہے۔ جگر سے نکلتے ہی کچھ دور جا کر اس سے دو شاخیں نکلتی ہیں۔ پہلی شاخ جو بڑی ہے بدن کے زیریں حصوں کی طرف چلی جاتی ہے، دوسری شاخ جسم کے بالائی حصوں کی طرف جاتی ہے۔

بالائی شاخ | حجاب عاجز کے پاس اس میں سے دو شاخیں نکل کر حجاب عاجز میں پھیل جاتی ہیں اور اس کے اندر نفوذ کر جاتی ہیں۔ اس کے بعد ان سے باریک باریک وریدیں نکل کر غشاء منصفہ الصدر، غلاف قلب اور غدہ توتہ میں پھیل جاتی ہیں۔ بالائی شاخ سے ایک اور بڑی شاخ نکل کر قلب کے داہنی اذن تک چلی جاتی ہے، یہاں یہ تین شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

(الف) سب سے بڑی شاخ قلب کے داہنے جوف میں داخل ہوتی ہے۔

(ب) قلب کے بیرونی سطح پر چاروں طرف گھوم کر پھیل جاتی ہے۔

(ج) تیسری شاخ سینہ کے زیریں حصوں میں پہنچ کر وہاں کے اعضاء کو غذا پہنچاتی ہے۔

بڑی شاخ قلب سے آگے سیدھی اوپر کی جانب ہنسلی کی ہڈیوں کے ملنے کی جگہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اس راستہ سے گزرتے ہوئے دونوں جانب اس سے چھوٹی چھوٹی بہت سی شاخیں نکلتی ہیں۔ چنانچہ کچھ شاخیں ان اندرونی اعضاء کے مقابل بیرونی عضلات میں چلی جاتی ہیں۔ بغل کے سامنے پہنچنے پر اس سے ایک بڑی شاخ نکلتی ہے جو بغل سے گزر کر ہاتھوں میں چلی جاتی ہے، اس کا نام باسلیق ہے۔

نقرہ حلق کے پاس یہ دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہے، ایک شاخ داہنی جانب اور دوسری بائیں جانب چلی جاتی ہے۔ ان دونوں کی مزید دو دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ دونوں میں سے ایک شاخ شانے کے اوپر سے گزرتی ہوئی ہاتھ کے بیرونی جانب آ جاتی ہے۔

اسے "قیغال" کہتے ہیں۔ دوسری شاخ دونوں جانب مزید دو دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

ایک شاخ گہرائی میں ہوتی ہے جو گردن میں اوپر چڑھتی ہوئی کھوپڑی میں چلی جاتی ہے۔ کھوپڑی میں داخل ہونے سے پہلے گردن میں اس کی بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں ہو جاتی ہیں، جو گردن کے اندرونی اعضاء میں چلی جاتی ہیں، یہ شاخ "ودج غائر" کہلاتی ہے۔

دوسری شاخ باہر رہ کر اوپر کی جانب چڑھتی ہے اور شاخ در شاخ تقسیم ہو کر چہرہ، سر، آنکھوں اور ناک میں چلی جاتی ہے۔ یہ "ودج ظاہر" کہلاتی ہے۔

قیغال جب بازو سے گزرتی ہے تو بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اس میں سے نکل کر بازو میں پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح باسلیق سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر بازو کے اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔

قیغال جب بازو سے گزرتی ہے تو بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اس میں سے نکل کر بازو میں پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح باسلیق سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر بازو کے اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔

قیغال جب بازو سے گزرتی ہے تو بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اس میں سے نکل کر بازو میں پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح باسلیق سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر بازو کے اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔

قیغال جب بازو سے گزرتی ہے تو بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اس میں سے نکل کر بازو میں پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح باسلیق سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر بازو کے اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔

قیغال جب بازو سے گزرتی ہے تو بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اس میں سے نکل کر بازو میں پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح باسلیق سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر بازو کے اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔

قیغال جب بازو سے گزرتی ہے تو بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اس میں سے نکل کر بازو میں پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح باسلیق سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر بازو کے اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔

قیغال جب بازو سے گزرتی ہے تو بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اس میں سے نکل کر بازو میں پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح باسلیق سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر بازو کے اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔

قیغال جب بازو سے گزرتی ہے تو بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اس میں سے نکل کر بازو میں پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح باسلیق سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر بازو کے اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔

قیغال جب بازو سے گزرتی ہے تو بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اس میں سے نکل کر بازو میں پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح باسلیق سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر بازو کے اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔

قیغال جب بازو سے گزرتی ہے تو بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں اس میں سے نکل کر بازو میں پھیل جاتی ہیں۔ اسی طرح باسلیق سے بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل کر بازو کے اندرونی حصوں میں پھیل جاتی ہیں۔

جاتی ہیں۔ جب قیفال اور باسلیق گھنی کے جوڑے کے پاس پہنچتی ہیں تو ان میں کی ایک ایک شاخ نکل کر ایک دوسرے سے مل کر نیچے اترتی ہیں اور گھنی پر پہنچ کر ان دونوں سے ایک ورید بن جاتی ہے جس کا نام "اکل" ہے۔ قیفال کی دوسری شاخ کلانی کے بیرونی حصوں کی طرف بڑھتی ہوئی زنداعلیٰ پر آجاتی ہے۔ اسے "جبل الذراع" کہتے ہیں۔ ورید باسلیق کی شاخ جو نیچے ہوتی ہے وہ کلانی کے اندرونی جانب ہوتی ہوئی زندا سفلی کے سرے تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی ورید کی کچھ شاخوں سے مل کر "ورید اسلم" بنتی ہے، جو خنصر و بنصر کے درمیان ہے۔

زیریں شاخ پشت کے مہروں سے گزرتی ہوئی نیچے اترتی ہے۔ سب سے پہلے اس کی کچھ شاخیں گردوں کے پردوں اور جھلیوں، نیزان کے قریبی اعضاء میں چلی جاتی ہیں۔ پھر اس سے دو بڑی شاخیں نکل کر دونوں فوطوں میں چلی جاتی ہیں، مزید برآں اس کی ایک ایک شاخ دونوں جانب ہر مہرہ کے نزدیک نکل کر قریبی اعضاء میں چلی جاتی ہے۔ مثلاً رحم اور مثانہ میں جو اندرونی اعضاء ہیں اور مراق شکم اور دونوں پہلوؤں میں جو بیرونی اعضاء ہیں۔

زیریں شاخ جب آخری مہرہ تک پہنچتی ہے تو دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہے جس میں سے ایک شاخ داہنے پیر میں اور دوسری بائیں پیر میں چلی جاتی ہے۔ ہر پیر میں اس کی کچھ شاخیں نکل کر ان کے عضلات میں پھیلتی ہیں۔ بعض شاخیں گہرائی میں اور بعض بیرونی جانب رہتی ہیں یہاں تک کہ گھٹنے کے پاس پہنچ کر اس کی مزید تین شاخیں ہو جاتی ہیں۔ درمیانی شاخ سے کچھ شاخیں نکل کر پنڈلی کے اندرونی اور بیرونی تمام عضلات میں پھیل جاتی ہیں۔ ایک شاخ پنڈلی کے جانب سے گزرتی ہوئی اندرونی ٹخنہ کے قریب ظاہر ہوتی ہے، اسے "ورید صافن" کہتے ہیں۔ آخری شاخ پنڈلی کے بیرونی جانب سے گزرتی ہوئی بیرونی ٹخنہ تک آجاتی ہے، جو ٹخنہ کے قریب نمایاں ہوتی ہے۔ اس کا نام "ورید عرق النساء" ہے۔ ورید صافن اور ورید عرق النساء پیروں میں پہنچ کر مختلف شاخوں میں تقسیم ہو کر پھیل جاتی ہیں، خنصر و بنصر کے نزدیک عرق النساء کی اور انگوٹھے کے نزدیک صافن کی شاخیں ہوتی ہیں۔

اعصاب

یہ دماغ اور حرام مغز سے نکلتے ہیں۔ دماغ اور حرام مغز ہی دراصل تمام اعصاب کا منبع ہیں۔ حرام مغز جو ایک غشاء سے ڈھکا ہوا ہے، موخر دماغ سے نکل کر عظم عصعص تک آتا ہے اس لیے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حرام مغز دماغ سے نکلتا ہے۔ ہر دو مہروں کے مقام اتصال پر حرام مغز سے اعصابی

جوڑے نکلتے ہیں جن میں سے ایک دائیں اور دوسرا بائیں طرف چلا جاتا ہے یہاں تک کہ عصص پر باکر ختم ہو جاتا ہے جہاں سے ایک ہی عصب کا سرا نیچے کی طرف نکلتا ہے۔

دماغی اعصاب

دماغ سے اعصاب کے سات جوڑے نکلتے ہیں۔

پہلا جوڑا | دماغ سے نکل کر آنکھوں میں آتا ہے، یہ دونوں اعصاب خول دار ہیں۔ اپنے مبداء سے کچھ دور جا کر دونوں کا راستہ ایک ہو جاتا ہے، یہ دونوں پھر الگ ہو جاتے ہیں لیکن کھوپڑی کے اندر ہی رہتے ہیں، اس کے بعد کھوپڑی سے باہر آ کر ہر عصب اپنی جانب کی آنکھ میں چلا جاتا ہے۔

دوسرا جوڑا | جس مقام سے پہلا جوڑا نکلا تھا اس سے ذرا پیچھے سے دوسرا جوڑا نکلتا ہے۔ ہر عصب ایک سوراخ کے ذریعہ جو آنکھ کے گڑھے میں ہے، باہر آتا ہے اور آنکھ کے عضلات میں پھیل جاتا ہے۔

تیسرا جوڑا | یہ دوسرے جوڑے کے پیچھے سے نکلتا ہے جو بطن مقدم اور بطن ثانی کے ملنے کی جگہ ہے۔ شروع میں یہ چوتھے جوڑے سے ملتا ہے پھر اس سے الگ ہو کر چار شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ پہلی شاخ نیچے کی جانب حجاب حاجز سے گزر کر شکم میں آجاتی ہے، باقی میں سے کچھ شاخیں چہرہ، کان اور ناک میں پھیل جاتی ہیں، اور کچھ اپنے بعد والے جوڑے سے مل جاتی ہیں۔

چوتھا جوڑا | یہ تیسرے جوڑے کے پیچھے سے شروع ہوتا ہے اور تالو میں پھیل جاتا ہے۔

پانچواں جوڑا | اس کی بعض شاخیں کانوں اور بعض چہرے کے عضلات میں پھیل جاتی ہیں۔

چھٹا جوڑا | اس کی بعض شاخیں حلق اور زبان میں جاتی ہیں اور کچھ شاخیں جگر کے قریبی عضلات میں چلی جاتی ہیں۔ گردن سے گزرتے ہوئے اس کی کچھ شاخیں حنجرہ کے عضلات میں جاتی ہیں۔ جب یہ عصب سینہ میں پہنچتا ہے تو اس میں سے کچھ اور شاخیں نکلتی ہیں جن میں سے کچھ پھر اوپری طرف لوٹ کر حنجرہ کے عضلات میں مل جاتی ہیں اور کچھ غلاف

قلب، پھیپھڑہ، مری اور اس کے آس پاس پھیل جاتی ہیں۔ اس عصب کا باقی بڑا حصہ حجاب حاجز سے گزر کر نیچے آتا ہے، اور پھر اس کا بیشتر حصہ فم معدہ سے اور باقی غشاء کبد، طحال اور تمام احشاء سے مل جاتا ہے۔ اسی مقام پر اس کی کچھ شاخیں تیسرے جوڑے کی کچھ شاخوں سے بھی ملتی ہیں۔

یہ جوڑا مبداءِ حرام مغز کے قریب موخر دماغ سے شروع ہوتا ہے اور ساتواں جوڑا | زبان و حنجرہ کے عضلات میں پھیل جاتا ہے۔

شخاعی اعصاب

حرام مغز سے اعصاب کے ۳۱ جوڑے اور ایک تنہا عصب نکلتا ہے۔ جن کی تفصیل

یہ ہے :-

۱۔ گردن کے مہروں کے درمیان سے ۸ جوڑے

۲۔ پشت کے مہروں سے ۱۲ جوڑے

۳۔ کمر کے مہروں سے ۵ جوڑے

۴۔ عظم عجز سے ۲ جوڑے

۵۔ عظم عصعص سے ۳ جوڑے

۶۔ عظم عصعص کے وسطی کنارے سے ایک عصب

پہلا جوڑا | گردن کے پہلے مہرہ کے سوراخ سے نکلتا ہے اور اوپر چڑھ کر سر کے عضلات میں پھیل جاتا ہے۔

دوسرا جوڑا | گردن کے پہلے اور دوسرے مہرہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ اس کے ہر عصب کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک شاخ جنبذہ راس (سر کے پیچھے کی بلندی) اور دوسری گردن اور شانے کے عضلات میں جاتی ہے۔

تیسرا جوڑا | یہ جوڑا گردن کے دوسرے اور تیسرے مہرہ کے درمیان سے نکلتا ہے، اس کے ہر عصب کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک شاخ رخسار کے عضلات میں اور دوسری شانوں کے درمیانی عضلات میں چلی جاتی ہے۔

چوتھا جوڑا | گردن کے تیسرے اور چوتھے مہرہ کے درمیان سے نکلتا ہے، اس کے ہر عصب کی بھی دو شاخیں ہو جاتی ہیں، ایک پشت کے عضلات میں اور دوسری

سامنے کی طرف رخسار اور اس کے اوپر کے عضلات میں پھلی جاتی ہے۔

پانچواں جوڑا | گردن کے چوتھے اور پانچویں مہرہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ اس کے ہر عصب کی کئی شاخیں ہو جاتی ہیں، کچھ حجاب حاجز میں، کچھ سر اور گردن کے بعض عضلات میں اور کچھ شانے کے عضلات میں پھلی جاتی ہیں۔

چھٹا جوڑا | گردن کے پانچویں اور چھٹے مہرہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔

ساتواں جوڑا | گردن کے چھٹے اور ساتویں مہرہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔

آٹھواں جوڑا | ساتویں اور آٹھویں مہرہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ اس جوڑے پر گردن کے مہرے پورے ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ جوڑوں کے اعصاب کی متعدد شاخیں ہو جاتی ہیں، جن میں کچھ سینہ، گردن اور پشت کے عضلات اور حجاب حاجز میں پھیلتی ہیں، لیکن آٹھویں جوڑے کے عصب کی کئی شاخ حجاب حاجز میں نہیں جاتی۔ چھٹے جوڑے کی کچھ شاخیں بازو، کلائی اور شانے میں اور ان کے عضلات میں پھیل جاتی ہیں۔ ساتویں جوڑے کی کچھ شاخیں بازو کے عضلات میں اور کچھ اس کے علاوہ بازو کی جلد میں پھیلتی ہیں۔ آٹھویں جوڑے کی کچھ شاخیں کلائی کی جلد اور کچھ کلائی کے عضلات میں پھلی جاتی ہیں۔

نواں جوڑا | ریڑھ کی ہڈی کے آٹھویں اور نویں مہروں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ آٹھواں مہرہ پشت کا پہلا مہرہ ہے۔ اس کے ہر عصب کی کچھ شاخیں پسلیوں کے درمیانی عضلات میں، کچھ پشت کے عضلات میں، اور کچھ نیچے کی طرف آکر شانے میں پھیل جاتی ہیں۔

دسواں جوڑا | یہ نویں اور دسویں مہرہ کے درمیان سے نکلتا ہے، اس کی ایک شاخ آگے کی طرف آگر پسلیوں اور سینہ کے متعلقہ عضلات میں پھیل جاتی ہے دوسری شاخ پشت اور شانے کے عضلات میں پھیل جاتی ہے۔ اعصاب کے نکلنے اور پھیلنے کا یہ سلسلہ انیسویں

جوڑے تک جاری رہتا ہے۔

بیسواں جوڑا | یہ کمر کے مہروں (فقرات قطنی) سے نکلنے والا پہلا عصب ہے جو انیسویں اور بیسویں مہرے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ کمر کے پانچویں مہرہ تک اسی طرح پانچ جوڑے نکلتے ہیں۔ ان میں سے بعض سامنے آکر عضلات شکم میں اور بعض کمر کے جانبی عضلات میں پھیل جاتے ہیں۔ ان پانچ جوڑوں میں اوپر کے تین جوڑوں سے دماغ سے آنے والی ایک عصب ملتی ہے۔ باقی دو جوڑوں سے بڑی بڑی شاخیں پستلی کی طرف اتر کر پیر میں چلی جاتی ہیں۔

بچیسواں جوڑا | یہ پہلا جوڑا ہے جو عظم عجز (سرین کی ہڈی) کے پہلے حصہ سے نکلتا ہے۔ اسی طرح دوسرا عظم عجز کے دوسرے حصہ سے اور تیسرا تیسرے حصہ سے نکلتا ہے۔ یہ سارے پشت کے زیریں حصہ کے بیرونی جانب مل جاتے ہیں۔ اور ان کی بہت سی شاخیں نیچے کی جانب دونوں پیروں میں چلی جاتی ہیں۔ عظم عصص (رچی کی ہڈی) سے نکلنے والے تینوں جوڑے اور ایک تنہا عصب، عضلات قضیب، عضلات مقعد، عضلات مثانہ اور ان کے آس پاس کے عضلات میں پھیل جاتے ہیں۔

رباطات

رباطات، ہڈی اور عصب کے درمیانی جوہر سے بنے ہیں (یعنی ان کا جوہر ہڈی سے نرم اور عصب سے سخت ہے) یہ جوڑ بنانے والی ہڈیوں کے سروں سے نکلتے ہیں۔

اوتار

یہ رباط اور عصب کے درمیان کی چیز ہے، ان کا مبداء اعصاب و رباطات ہیں۔

(صفحہ ۱۶ سے آگے)

(جو صحیح ہے) لیکن تفصیل میں پشت کے اعصاب کا سلسلہ انیسویں جوڑے پر رسم کر دیا ہے، جب کہ یہ بیسویں جوڑے پر رسم ہونا چاہئے۔ اس طرح انعامی اعصاب کے جوڑوں کی صحیح تعداد پوری نہیں ہو پاتی۔
۱۔ دماغی اعصاب کا چھٹا جوڑا۔ (کتاب المدد فی الجراحۃ جلد اول صفحہ ۱۷۷)

گوشت

گوشت کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) جو عصب اور وتر سے مل کر بنا ہے، اسے عصلہ ہتے ہیں، جسم میں اس گوشت کی مقدار سب سے زیادہ ہے۔ اس کا تفصیلی تذکرہ اعضاء آلیہ میں کیا جاتے گا۔ (۲) گوشت خالص اس میں ریشے زیادہ ہوتے ہیں۔ جسم میں اس کی مقدار سب سے کم ہے۔ (۳) لحم غددی۔

لحم مفرد (گوشت خالص) ران میں، ریڑھ کی ہڈی کے اندرونی جانب اور دانتوں کے درمیان ہوتا ہے۔

لحم غددی (خصیوں، پستانوں، زبان کی جڑ، بقلوں کے نیچے، کنج ران، کانوں کے پیچھے اور گردن میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کا گوشت آنتوں اور عروق کے چاروں طرف بھی ہوتا ہے۔

غشایہ

غشائیں چونکہ اندرونی اعضاء مرکبہ کے ساتھ ساتھ ہوتی ہیں، اس لیے ان کا بیان اعضاء مرکبہ کے بیان کے ساتھ کیا جاتے گا۔

اخلاط

جسم انسانی میں چار اخلاط پاتے جاتے ہیں۔ ۱۔ خون ۲۔ بلغم ۳۔ مرۃ صفرا ۴۔ مرۃ سودا۔

اعضاء بسیطہ میں جلد، ناخون اور بال بھی شامل ہیں۔ جن کی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

اعضاء بسیطہ میں دو قسم کی روئیں بھی شامل ہیں۔ ایک روح قلب میں اور ایک سر میں ہے۔ (روح حیوانی و روح نفسانی) جگر میں کسی روح کا وجود معلوم نہیں ہوتا۔

نوٹ: مصنف نے روح کی دو ہی قسمیں بیان کی ہیں، اور روح طبعی کے وجود کا انکار کیا ہے، لیکن جمہور اطباء میں ارواح کے قائل ہیں۔

اعضاء بسیطہ کا حسب ضرورت تذکرہ کر دیا گیا ہے تاہم وسیع مطالعہ کی راہیں کھلی ہوتی ہیں۔ اب ہم اعضاء آلیہ سے بحث کریں گے، سب سے پہلے عضلات کا بیان کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ اعضاء بسیطہ سے قریب تر ہیں۔

عضلات

عضلہ، سرخ گوشت، رباط، عصب اور غشاء سے مرکب ہے، غشاء سب سے اوپر ہوتی ہے۔ عضلہ رباطات کے ذریعے ہڈیوں سے بندھا ہوتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب عصب، عضلہ کے بالائی کنارہ پر پہنچتا ہے تو اس کی شاخیں ہو کر عضلہ کے گوشت کے ریشوں میں مل جاتی ہیں۔ عضلہ کے نیچے کی ہڈی سے رباط نکلتا ہے جو عصب اور گوشت میں مل جاتا ہے۔ ان تمام اجزاء کے ملنے سے عضلہ بن جاتا ہے۔ عصب کی شاخیں جب عضلہ کے نیچے کی طرف آجاتی ہیں تو رباط سے اس طرح مل جاتی ہیں کہ ان کا کوئی حصہ گوشت سے نہیں ملتا، اس طرح وتر بن جاتا ہے۔ وتر آگے بڑھ کر عضلہ کے نیچے کی طرف والے عضو سے مل جاتا ہے۔ جالینوس کے قول کے مطابق بدن انسانی میں عضلات کی تعداد پانچ سو انتیس (۵۲۹) ہے۔

عضلات کی اقسام

عضلات، اپنی شکل، مقدار، وضع، وتر نکلنے کی کیفیت اور بناوٹ کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔

کچھ عضلات بڑے ہوتے ہیں اور کچھ چھوٹے۔ بڑے عضلات کی مثال ران کے عضلات، اور چھوٹے عضلات کی مثال آنکھ کے عضلات ہیں۔

شکل کے لحاظ سے

بعض عضلات تنکونے ہیں، مثلاً سینہ کے عضلات، اور بعض عضلات گول ہیں، مثلاً شانہ کے چاروں طرف کا عضلہ۔

بعض عضلات ایسے ہیں جن کے گوشت میں عصب نہیں ہے۔

بعض عضلات ایسے ہیں کہ دو عضلات سے ایک وتر نکلتا ہے، اور بعض ایسے ہیں کہ ہر عضلہ سے دو یا تین وتر نکلنے

ہیں۔ یہ کیفیت ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔

وضع کے اعتبار سے | بعض عضلات کی وضع عضو کے لحاظ سے بالکل سیدھی ہوتی ہے، جب کہ بعض عضلات ایسے نہیں ہوتے۔

ہر عضلہ کی تفصیل بیان کرنا طوالت کا باعث ہے، اور علاج بالغذاء و علاج بالدواء کے فن میں یہ تفصیلات کچھ زیادہ مفید بھی نہیں ہیں۔ البتہ ان کی اہمیت فن جراحی میں زیادہ ہے۔ دوائی و غذائی علاج کے فن میں عضلات کی تفصیل سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ان عضلات کے بارے میں تفصیلی بیان ان کے منافع بیان کرتے وقت آئے گا، جو کتاب صحت میں بیان کیے جاتیں گے۔

سر کی تشریح

سر کی طبعی شکل گول ہے، جس کے دونوں جانب پیٹا پن ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے موم کے ایک گولے کو دونوں جانب سے دبا دیا جاتے۔ سر کے اندر کئی جوف ہیں، جو ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں، ان کو بطون دماغ کہتے ہیں۔ ان میں دو بطن (بطون مقدم) دماغ کے سامنے کے حصہ میں، ایک بطن (بطن اوسط) درمیان میں، اور ایک (بطن مؤخر) پیچھے کی جانب ہوتا ہے۔ ان بطون کے ایک دوسرے سے ملنے کی جگہ پر مناسب شکل کے اجسام ہیں جو بطن کے ایک جانب کے راستہ کو بند کر دیتے ہیں، اور دوسرے بطن کی طرف جانے والے راستے کو کھول دیتے ہیں۔ دماغ کے دونوں بطن مقدم سے سر پرستان کے مانند دو زائدے نکلتے ہیں جو عظم مصفاة تک پہنچتے ہیں (یہ ہڈی چھلنی کی طرح سوراخ دار ہے)، اس ہڈی میں بہت سے ٹیڑھے سوراخ ہوتے ہیں۔ یہ ہڈی کھوپڑی میں ناک کے آخری سرے پر واقع ہے۔

دماغ میں دو غشائیں ہوتی ہیں ایک غشاء سخت اور موٹی ہے، اور دوسری رقیق۔ غشاء رقیق جسے "ام الراس" کہا جاتا ہے دماغ سے لگی رہتی ہے اور بہت سے مقامات نیز دماغی ساخت کے اندر تک ملی رہتی ہے۔ موٹی غشاء کھوپڑی سے ملی ہوتی ہے۔ اس سخت غشاء میں دو جگہوں پر بہت سے سوراخ ہوتے ہیں، ایک اس سوراخ کے نزدیک جو ناک کے آخری سرے یعنی 'مصفاة' پر ہے۔ دوسرے تالو کی ہڈی کے نزدیک۔ یہ ہڈی بھی سوراخ دار ہے۔ دماغ کے نیچے موٹی غشاء کے اوپر سر کی طرف جانے والی شرا تین سے ایک عجیب قسم کا جال بن جاتا ہے۔

حرام مغز

جس طرح کھوپڑی دماغ کو گھیرے ہوئے ہے اسی طرح حرام مغز ریڑھ کی ہڈی کے مہروں سے گھرا ہوا ہے، اس کو دو غشائیں گھیرے ہوئے ہیں، جو دماغ کی دونوں غشاؤں سے نکلتی ہیں۔ حرام مغز سے اعصاب بھی نکلتے ہیں۔

آنکھ کی تشریح

آنکھ، سات طبقات اور تین رطوبات سے مل کر بنی ہے۔ پہلا طبقہ کھوپڑی کے قریب ہے، یہ غشائی ہے۔ یہ دماغ کی موٹی غشا سے نکلتا ہے۔ اس کا نام طبقہ صلبہ ہے، پھر اس سے ملا ہوا باہر کی جانب، ایک دوسرا غشائی طبقہ ہے، یہ دماغ کی پتلی غشا سے نکلتا ہے۔ اسے طبقہ مشیمہ کہتے ہیں۔ اس سے ملا ہوا ایک طبقہ جو بال کے مشابہ ہے، دماغی عصب (عصب مجوفہ) سے بنتا ہے۔ (یہ طبقہ شبکیہ ہے) اس طبقہ کے بیچ میں ایک سیال رطوبت ہے، جسے رطوبت زجاجیہ کہتے ہیں۔ اس رطوبت کے بیچ میں کسی قدر چھٹی گول شکل میں اور اولے کی طرح ایک شفاف رطوبت ہے، اسے رطوبت جلید یہ کہتے ہیں۔ اس کا نصف حصہ رطوبت زجاجیہ میں ڈوبا ہوا ہے، اور آدھا حصہ جو باہر ہے وہ ایک شفاف، مکرہی کے جالے کے مشابہ طبقہ سے ملا ہوا ہے۔ یہ طبقہ عنکبوتیہ ہے۔ پھر اوپر کی جانب اس طبقہ سے ملی ہوئی ایک سفید رطوبت ہے، جس کا رنگ انڈے کی سفیدی کی مانند ہے، یہ رطوبت بیضیہ کہلاتی ہے۔ اس رطوبت کے اوپر بیرونی جانب ایک پتلی غشا ہے جو اندرونی جانب یعنی رطوبت بیضیہ کی طرف رو میں دار اور بیرونی جانب سے چکنی ہے۔ اس غشا کا رنگ مختلف اشخاص میں مختلف ہوتا ہے، بعض لوگوں میں یہ بہت زیادہ سیاہ اور بعض میں کم سیاہ ہوتا ہے، کچھ لوگوں میں اس کا رنگ نیلا ہوتا ہے۔ اس غشا کے بیچ میں، رطوبت جلید یہ کے سامنے ایک سوراخ ہے، جو مختلف حالتوں میں سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے۔ یہ سکڑنا اور پھیلنا رطوبت جلید یہ کے لیے روشنی کے مطابق ہوتا ہے۔ تیز روشنی میں یہ سکڑتا اور اندھیرے میں پھیلتا ہے۔ اس سوراخ کو حدقہ اور اس غشا کو طبقہ عنیبیہ کہتے ہیں۔ اس طبقہ سے ملا ہوا ایک اور طبقہ ہے جو موٹا، صاف اور سخت ہے۔ یہ طبقہ سفید سینگ کے باریک تراشے کی مانند ہے، اور طبقہ قرنیہ کہلاتا ہے۔ اس کا رنگ اپنے نیچے والے طبقہ (طبقہ عنیبیہ) کے رنگ کی طرح نظر آتا ہے

(یعنی یہ شفاف ہے) اس کے اوپر ایک اور سخت اور سفید رنگ کا طبقہ ہے، جس کا نام طبقہ ملتئمہ ہے لیکن اس طبقہ کا کوئی حصہ آنکھ کی سیاہی پر نہیں ہوتا، یہ آنکھ کا سفید حصہ ہے، جو قحف (کھوپڑی) کی بیرونی جلد سے نکلتا ہے۔ طبقہ قرنیہ، طبقہ صلبیہ سے، طبقہ عنیبیہ طبقہ مشیمہ سے اور طبقہ عنکبوتیہ طبقہ شبکیہ سے نکلتا ہے۔

ناک کی تشریح

ناک کے دونوں نتھنے اوپر جا کر دو دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔ ایک حصہ منہ کے آخری سرے تک جاتا ہے، اور دوسرا اُس ہڈی تک جاتا ہے جو چھلنی کے مشابہ ہے، اور دماغ کے سرپستان کے مشابہ دو زائدوں کے سامنے ہوتی ہے (عظم مصفاة) ان دونوں راستوں پر ایک موٹی غشاء چڑھی رہتی ہے، جو منہ کی غشاء سے نکلتی ہے۔

کان کی تشریح

کان کا راستہ ایک سخت ہڈی میں ہے، جسے عظم حجری کہتے ہیں۔ یہ ہڈی پیچ در پیچ ہے، یہ ہڈی پیچدار طور پر گذرتی ہوتی پانچویں دماغی عصب سے مل جاتی ہے۔ اسی عصب سے وہ غشاء نکلتی ہے جو عظم حجری پر پھیلی ہوتی ہے۔ باہر کی طرف کا غضروفی حصہ کان کہلاتا ہے، جس کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں۔

زبان کی تشریح

زبان، سفید رنگ کا نرم گوشت ہے، جس میں بہت سی، ایک دوسرے سے لپٹی ہوئی رگیں ہوتی ہیں، جن میں خون ہوتا ہے۔ زبان کی جسامت کے لحاظ سے اس میں شریانوں، وریدوں اور عصاب کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ زبان کے اوپر جو غشاء ہے وہ منہ کی غشاء کا ہی حصہ ہے۔ زبان کے نیچے دو سوراخ ہیں جو اس کی جڑ کے نیچے کے غدود کے قریب ہوتے ہیں۔

حلق اور منہ کی تشریح

منہ کے آخری سرے پر دو راستے ہیں، ایک سامنے کی جانب جو حلقوم ہے، اور قصبہ ریہ کہلاتا

ہے۔ دوسرا راستہ پیچھے کی جانب، گدی کے پاس گردن کے مہروں پر ہے، اسے مری کہتے ہیں، جس سے کھانے پینے کی اشیاء گذرتی ہیں۔ حلقوم وہ کشادہ راستہ ہے جس میں سانس لیتے وقت ہوا اندر داخل ہوتی اور باہر خارج ہوتی ہے۔ اس کے اوپر ایک ڈھکن ہوتا ہے جو لقمہ نکلنے وقت بند ہو جاتا ہے، تاکہ لقمہ کا کوئی حصہ اس راستے میں داخل نہ ہو سکے۔ اس لیے کہ اگر اس میں کوئی چیز داخل ہو جاتی ہے تو کھانسی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی مقام پر حلقوم کے پاس وہ آلہ ہے جس سے آواز پیدا ہوتی ہے، یہ آلہ ایک عضو ہے جسے جگر کہتے ہیں۔ یہ تین کریوں سے مل کر بنا ہے، جو آواز کے لیے مناسب ہے۔ ان تین کریوں سے ایک نلکی بن جاتی ہے۔ جو بانسری سے مشابہ ہے، اور اسی جوف میں ایک حصہ وہ بھی ہے جو لسان المزمار (بانسری کی زبان) کے مشابہ ہے۔ یہاں عضلات کافی تعداد میں ہیں۔

سینہ اور پھیپھڑوں کی تشریح

عظم ترقوہ سے لے کر عظم خاصرہ (کمر کی ہڈی) تک کا حصہ دو بڑی تجاویف میں منقسم ہے۔ ایک بالائی جوف ہے، جس میں قلب اور پھیپھڑے ہیں، دوسرا زیرین جوف ہے جس میں معدہ، آنتیں جگر، تلی، گردے، مثانہ اور رحم ہیں۔ یہ دونوں تجاویف حجاب حاجز کے ذریعہ ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں۔ حجاب حاجز، سینہ کی ہڈی کے نچلے سرے سے شروع ہو کر دونوں جانب ترچھے طور پر نیچے جاتا ہے، یہاں تک کہ پشت کے بارہویں مہرے پر پہنچتا ہے، اور اس طرح بالائی وزیرین جوف کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ بالائی جوف پھر ایک پردہ کے ذریعہ دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ یہ پردہ درمیان سے گذرتا ہے، اور پشت کے مہروں سے ملا ہوتا ہے۔ اوپر کا یہ پورا جوف صدر (سینہ) کہلاتا ہے، جس کی حد اوپر کی جانب دونوں ہنسل کی ہڈیاں اور نیچے کی جانب حجاب حاجز ہے۔

پھیپھڑے کی وضع یہ ہے کہ قصبۃ الریہ (سانس کی نالی) منہ کے آخری سرے سے شروع ہوتی ہے، جیسا کہ اس سے قبل بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ ہنسل کی ہڈی سے ذرا نیچے آکر اس کے دو حصے ہو جاتے ہیں (دونوں پھیپھڑوں میں ایک ایک نالی چلی جاتی ہے) پھر ہر حصہ کی بہت سی شاخیں ہو جاتی ہیں، اور ایک جال سا بن جاتا ہے، جس کے چاروں طرف پھیپھڑے کا گوشت ہوتا ہے۔ قصبۃ الریہ کی انہیں شاخوں، اس کے نچلے عروق اور ارد گرد کے گوشت سے مل کر پھیپھڑا بنا ہے۔ ایک پھیپھڑا سینہ کے جوف میں دائیں جانب، اور دوسرا بائیں جانب ہوتا ہے۔ سانس کی نالیاں

دائرہ نما کریوں سے مل کر بنی ہیں، لیکن دائرے مکمل نہیں ہیں، بلکہ دو تہائی حصہ دائرہ نما ہے، جس کے دونوں کنارے ایک غشاء کے ذریعہ ملتے ہیں۔ یہ غشاء بالکل سیدھی ہے۔ ہر دائرہ کو ایک دوسرے سے ملانے کے لیے نرم اور ریشہ دار غشائیں ہیں۔ یہ دائرے بذات خود سخت اور غھرونی (کڑی دار) ہیں، ان دائروں کا ابھرا ہوا حصہ بیرون بدن پر، ہاتھ سے چھو کر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس نالی کا سیدھا حصہ مری (غذا کی نالی) سے ملا ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بانس کی دو ٹنکیاں لی جائیں، ایک ٹنکی کو لمبائی میں اس طرح کاٹا جائے کہ ایک تہائی حصہ الگ ہو جائے اور دو تہائی باقی رہے، جو حصہ اس طرح کاٹنے سے خالی ہو جائے اس پر کاغذ چپکا دیا جائے، اور دوسری ٹنکی پہلی ٹنکی سے اس طرح ملا دی جائے کہ کاغذ اس سے مل جائے۔ اس طرح قصبہ الریہ اور مری کی شکل واضح ہو جائے گی۔

قلب کی تشریح

قلب صنوبر کے پھل کی طرح ہے جس کا مخروطی سرا نیچے اور قاعدہ اوپر کی طرف ہوتا ہے۔ قلب کو ایک موٹی غشاء چاروں طرف سے گھیرے رہتی ہے۔ یہ غشاء سواتے جڑ کے، قلب سے مکمل طور پر چسپی ہوتی نہیں ہوتی۔ قلب سینہ میں اس طرح واقع ہے کہ اس کا سرا ذرا بائیں جانب بائل ہے، اسی جانب سے بڑی شریان نکلتی ہے، جس کی حرکت اس طرف محسوس کی جاسکتی ہے، اسی لیے بعض لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ قلب بائیں جانب ہے۔

قلب میں دو بڑے بطن ہیں، ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب۔ اس کی جڑ کے قریب کا حصہ غضروف کے مانند ہے، یہ گویا پورے قلب کا قاعدہ ہے۔ دائیں بطن سے بائیں بطن تک کچھ راستے ہیں، دائیں بطن میں دو سوراخ ہیں، جن میں سے ایک اُس رگ کا سوراخ ہے جو جگر سے ملی ہوتی ہے، جس کے متعلق جالینوس کا قول یہ ہے کہ یہ جگر سے نکلتی ہے، اور اسٹو کے قول کے مطابق قلب سے نکلتی ہے۔ اس سوراخ پر تین غشائیں ہیں، جو قلب میں خون داخل ہوتے وقت کھل جاتی ہیں، اور پھر مضبوطی سے بند ہو جاتی ہیں۔ دوسرا سوراخ اس رگ کا ہے جو اس بطن کو پھیپڑے سے ملاتی ہے، یہ دراصل ورید ہے، لیکن اس کی غشائیں موٹی ہیں، اور یہ شریان کے مشابہ ہے۔ اس کے سوراخ پر کچھ غشائیں ہیں جو باہر کی جانب کھلتی ہیں، دوسرے سوراخ کی مانند اندر کی جانب نہیں کھلتیں۔ بائیں بطن میں بھی دو سوراخ ہیں، ایک اُس شریان کا سوراخ ہے جو پھیپڑے سے ملی ہوتی ہے، اور اس میں باہر سے اندر کی طرف کھلنے والی غشائیں ہیں۔ قلب میں کان کی شکل

کے دو زائدے ہیں، ایک دائیں جانب (اذن ایمن) دوسرا بائیں جانب (اذن ایسر) ہوتا ہے۔ پھیپھڑے قلب کو ڈھانپنے ہوتے ہیں۔ قلب میں مختلف قسم کے ریشے کثیر تعداد میں ہیں۔

معدہ اور مری کی تشریح

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ منہ کے انتہائی سرے پر دو راستے ہیں، ایک راستہ پھیپھڑے تک سانس پہنچانے کے لیے ہے جو قبضۃ الریہ کہلاتا ہے، اور دوسرا کھانے پینے کی اشیاء کے لیے ہے، جسے مری کہتے ہیں۔ یہ نالی یعنی مری دو طبقوں سے مل کر بنی ہے، ایک طبقہ بیرونی ہے جو لحمی ہے، اور اس کے ریشے چوڑائی میں ہیں۔ دوسرا طبقہ اندر کی طرف ہے جو عصبی ہے، اور اس کے ریشے لمبائی میں ہیں۔ اسی میں کچھ ترچھے ریشے بھی شامل ہیں۔ مری، گردن کے مہروں کے پیچھے واقع ہے اور سیدھی نیچے اترتی ہے، یہاں تک کہ حجاب حاجز تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ پشت کے مہروں سے غشاؤں کے ذریعہ بندھی ہوتی ہے۔ جب یہ حجاب حاجز سے گذر جاتی ہے تو پھیل جاتی ہے۔ اور اب اسے معدہ کہا جاتا ہے معدہ حجاب حاجز سے دور ہو کر کچھ بائیں جانب مائل ہو جاتا ہے، اسی لیے معدہ کا بالائی حصہ بائیں جانب مائل ہوتا ہے جبکہ اس کا مقرر حصہ دائیں جانب مائل ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایک ایسے گول کدو کی ہے جس کی گردن لمبی ہو اور اس میں نیچے کی طرف بھی ایک گردن ہو، اس طرح معدہ اور مری کی شکل سامنے آجاتی ہے، فرق یہ ہے کہ معدہ پشت کی طرف کچھ لمبا ہے۔ اس کا اوپر والا سرا مری اور نیچے کا سرا جہاں سے آنتیں شروع ہوتی ہیں بواب کہلاتا ہے معدہ کچھ اور دوسرے احتساب کے ساتھ مضبوط رباطات کے ذریعہ پشت کے مہروں سے بندھا ہوا ہے۔ معدہ تین طبقات سے مل کر بنا ہے۔ ایک طبقہ کے ریشے لمبائی میں ہیں، اور ایک طبقہ میں ترچھے ریشے ہیں۔ یہ دونوں طبقات اندرونی جانب اور عصبی ہیں۔ بیرونی طبقہ لحمی ہے، جس کے ریشے چوڑائی میں ہیں۔

آنتوں کی تشریح

آنتیں دو طبقات سے مل کر بنی ہیں، جن کے ریشے صرف چوڑائی میں ہوتے ہیں۔ اندرونی طبقہ پر کچھ لیسدار رطوبات ہیں جو مقتضائے طبیعت کے مطابق یہاں جمع رہتی ہیں۔ آنتوں کی تعداد چھ ہے، تین پسلی آنتیں (امعاء دقاق) جو اوپر ہیں، اور تین موٹی آنتیں (امعاء غلیظہ) جو نیچے ہیں۔ امعاء دقاق میں پہلی آنت اشاعشری ہے، جو معدہ کے زیرین حصہ سے ملی ہوتی ہے۔ اس کے بعد معاء صائم ہے۔

یہ دونوں جسم کی لمبائی کے رخ پر بالکل سیدھی ہیں، اور چھوٹے چھوٹے سوراخ جو جگر سے ملتے ہیں، ان دونوں آنتوں میں تمام آنتوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ معار صائم کے بعد معار دقیق ہے، جو بہت پیچ در پیچ ہے۔ ان تینوں آنتوں کی تجویف بواب کے برابر ہی ہوتی ہے۔ اس کے بعد اعور نام کی آنت ہے۔ یہ ایک چوڑی آنت ہے، جس میں کوئی راستہ یا نالی نہیں ہوتی، بلکہ ایک تھیلی کی طرح ہے، کیونکہ اس میں صرف ایک ہی منہ ہوتا ہے۔ اس میں کسی چیز کے داخل ہونے یا نکلنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ اعور، جسم میں دائیں جانب ہے۔ اس کے بعد کی آنت قولون ہے جو دائیں جانب سے شروع ہو کر شکم کی چوڑائی میں گذرتی ہوتی بائیں جانب آجاتی ہے۔ اس کے بعد کی آنت معار مستقیم ہے، اس کا جوف کشادہ ہے۔ اس میں فضلہ اسی طرح جمع ہوتا ہے جیسے مثانہ میں پیشاب، اس کے منہ پر عضلات ہیں۔

جگر کی تشریح

جگر دائیں جانب آخری پسلیوں کے نیچے ہے۔ اس کی شکل ہلالی ہے، جس کا مقعر حصہ معدہ کی جانب ہے۔ بعض لوگوں کے جگر میں چار زائدے اور بعض میں پانچ زائدے ہوتے ہیں۔ جگر معدہ کے دائیں حصہ کو گھیرے رہتا ہے۔ مخدب جگر حجاب حاجز سے ملتا رہتا ہے اور جگر اپنی غشاء کے ساتھ مضبوط رباطات کے ذریعہ بندھا ہوا ہے۔ مقعر جگر سے ایک نالی نکلتی ہے، جس کو باب الکبد کہتے ہیں۔ یہ نالی رگ کی مانند ہے، لیکن اس میں خون نہیں ہوتا۔ اس کی بہت سی شاخیں ہو جاتی ہیں، پھر ان شاخوں سے بھی اور بہت سی شاخیں نکلتی ہیں، جن میں سے اکثر قعر معدہ اور معار اشاعشری میں آتی ہیں، اور بہت سی شاخیں معار صائم سے گذر کر تمام آنتوں میں یہاں تک کہ معار مستقیم تک جاتی ہیں۔ باب الکبد، جگر کے اندر بہت سی بال جیسی باریک شاخوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ مخدب جگر سے ایک بڑی رگ نکلتی ہے، جس کا سلسلہ شاخ در شاخ تمام جسم میں پہنچتا ہے، جیسا کہ ہم تشریح عروق کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔ اس رگ کی بھی جگر کے اندر بہت سی بال جیسی باریک شاخیں ہو جاتی ہیں جو باب الکبد کی شاخوں سے ملتی ہیں۔ غذاء کیلوسی جگر میں باب الکبد کے ذریعہ داخل ہوتی ہے، اور جگر کے اندر کی شاخ در شاخ رگوں میں پک کر خون بن جاتی ہے اور پھر مخدب جگر کی بڑی رگ کے ذریعہ باہر نکلتی ہے۔

طحال کی تشریح

طحال لمبو تری شکل کا عضو ہے، جو جسم میں بائیں جانب ہے۔ یہ اپنے اوپر کی غشا کے ذریعہ ایک طرف معدہ سے اور دوسری طرف آخری پسلیوں (اضلاع خلف) سے ملی ہوئی ہے۔ اس سے دو نالیاں نکل کر ایک فم معدہ سے اور دوسری مقعر جگر سے ملتی ہیں۔

مرارہ کی تشریح

مرارہ (پتہ) جگر کے اوپر واقع ہے، اس میں دو نالیاں ہوتی ہیں، ایک نالی مقعر جگر سے ملتی ہے، اور دوسری کی شاخیں ہو کر بالائی آنتوں اور معدہ کے زیریں حصہ سے ملتی ہیں۔

گردوں کی تشریح

گردے، جگر کے قریب، کمر کے مہروں کے دونوں جانب ہیں۔ دایاں گردہ (بائیں کی نسبت) کچھ اونچا ہے، ہر گردہ میں گردن سے مشابہ دو راستے ہیں۔ ایک سے مدب جگر سے نکلنے والی

لے قدیم تشریح میں یہی ہے کہ دایاں گردہ، بائیں گردہ سے کچھ اوپر ہے۔ چنانچہ شیخ ابن سینا نے کہا ہے: وجعلت الكلية الیسی فوق الیسری، لیکون اقرب من الکبد، واجذب عنہا ما امکن، فہی بحیث نکاد تمسھا، بل تہاس الذائدة التي تلیہا۔ وجعلت الیسری نازلة، لانھا زو حمت فی الجانب الایسر بالطحال، ولیکون المتحلب من المائیة لا یختیر بین قسمة معتدلة بل یجذب الی الاقرب اولاً، والی الابعد

ثانیاً: (القانون جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

(۲) اسمیل جرجانی (متوفی ۵۳۱ھ) نے کہا ہے: وگردہ راست بر فراز از گردہ چپ نہادہ است۔
(۳) مشہور ماہر تشریح ابن القف نے کہا ہے: والیسری ارفع من الیسری، حتی انها قاربت زوائد الکبد۔
کتاب العمدۃ فی الجراحت جلد ۱ صفحہ ۱۲۰)

لیکن جدید تشریح میں یہ ہے کہ دایاں گردہ، دائیں گردہ سے کچھ اوپر ہے۔

- (۱) دایاں گردہ، جگر کے کبیر الجہم ہونے کے باعث بائیں گردہ سے قدرے نیچا ہے۔
(تشریح کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۶۳ مطبوعہ ۱۹۲۳ء۔ مؤلف حکیم کبیر الدین صاحب)
- (۲) دایاں گردہ بہ سبب جگر کے بائیں گردہ سے قدرے نیچا ہے۔
(مخزن الجواہر صفحہ ۷۲۵ مطبوعہ ۱۹۲۱ء۔ مؤلف حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی)

بڑی رگ کی شاخ ملتی ہے، اور دوسرا راستہ (جو ایک نالی کی مانند ہے) نیچے کی طرف چلتا ہے، اور عجیب انداز سے مشانہ سے مل جاتا ہے۔ دونوں گردوں کے ان راستوں کو 'حالبین' کہتے ہیں۔

مشانہ کی تشریح

مشانہ، مقعد اور عانہ (پیڑو) کے درمیان ہے۔ یہ دو طبقات سے مل کر بنا ہے، اس کے منہ پر عضلات ہیں، اس میں پیشاب، گردوں کے ان راستوں کے ذریعہ آتا ہے جنہیں 'حالبین' کہتے ہیں۔ یہ دونوں نالیاں ترچھے طور پر کافی نیچے آتی ہیں، یہاں تک کہ مشانہ میں داخل ہو جاتی ہیں۔ ان نالیوں سے غشاء کی مانند ایک ڈھکن نکلتا ہے جو مشانہ کی طرف کھلتا ہے اور گردہ کی طرف بند ہو جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ پیشاب گردہ کی طرف واپس نہ ہو سکے۔

مراق بطن کی تشریح

عضلات شکم کے نیچے ایک مضبوط غشاء ہے، جسے صفاق کہتے ہیں، اس کے نیچے ثرب ہے، اور اس کے بعد احشاء ہیں۔ اس غشاء کا فائدہ یہ ہے کہ آنتیں باہر نہ نکل سکیں، جیسے کہ مرض فتق میں آنت باہر نکل آتی ہے۔ ثرب کے ذریعہ احشاء گرم رہتے ہیں۔ اس کے منافع کا بیان کتاب صحت سے متعلق ہے۔

خصیتین اور قضیب کی تشریح

عظم عانہ (پیڑو کی ہڈی) سے ایک عصبی عضو نکلتا ہے، جس میں بہت سے کشادہ جوف ہوتے ہیں، اور ان کے نیچے کشادہ شراتین اس عضو کی جسامت کے لحاظ سے کہیں زیادہ تعداد میں ہوتی ہیں۔ یہی عضو قضیب ہے۔

پردہ صفاق سے نالیوں کی مانند دو راستے نیچے آتے ہیں، پھر ان کی شاخیں ہو جاتی ہیں، اور ان سے بیضتین کی تھیلی کا اندرونی طبقہ بنتا ہے، اس کے اندر دونوں بیضتین ہوتے ہیں، ان میں نیچے آنے والی عروق کی شاخیں کثیر تعداد میں آکر پیچ در پیچ پھیل جاتی ہیں، بیضتین پر سفید رنگ کا غدی گوشت ہوتا ہے۔ ان بیضتین سے دو نالیاں نکل کر قضیب میں جاتی ہیں۔

پستانوں کی تشریح

پستان، شراہین، وریدوں، اعصاب اور سفید غدی لحمی ساختوں کا مجموعہ ہے۔ پستان کے اندر ان شریانوں اور وریدوں کی بہت سی باریک باریک شاخیں ہوتی ہیں جو اس کے اندر کی گولائی میں پیچ در پیچ پھیلی ہوتی ہیں۔

رحم کی تشریح

رحم، مثانہ اور معار مستقیم کے درمیان لیکن مثانہ سے ذرا اوپر ہے۔ یہ نرم رباطات کے ذریعہ (کر کے مہروں سے) بندھا رہتا ہے، یہ عضو عصبی ہے، جس میں پھیلنے، کشادہ ہونے، سمٹنے اور سکڑنے کی صلاحیت ہے۔ اس میں دو بطن ہوتے ہیں، جن کی انتہا ایک ہی منہ پر ہوتی ہے۔ ہر ایک بطن میں کچھ گہرائیاں ہوتی ہیں جن کو نقر کہتے ہیں۔ یہ ان عروق کے منہ ہیں جن سے خون حیض رحم میں پہنچتا ہے۔ رحم میں دو زائندے ہیں جو قرن رحم کہلاتے ہیں۔ ان دونوں زائندوں کے پیچھے عورتوں کے دو بیٹھے ہیں، جو مردوں کے بیٹھوں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ عنق الرحم، فرج تک آتی ہے۔ فرج میں کچھ زائندے ہیں جو اسے سردی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ باکرہ عورتوں کے رحم میں چٹائیں ہوتی ہیں، جن کے درمیان باریک باریک رگیں رہتی ہیں۔ رحم میں ایک ہی طبقہ ہوتا ہے، جس میں دو طرح کے ریشے ہوتے ہیں، ایک لمبائی میں اور دوسرے چوڑائی میں، لمبائی والے ریشے کچھ کم ہوتے ہیں۔ تشریح اعضاء کے سلسلہ میں اتنا بیان ہی کافی ہے، جو شخص زیادہ مطالعہ کا متمنی ہو اس کے لیے راہیں کھلی ہوتی ہیں۔

کتابِ الصحت

صحت، اعضاء کی ایسی حالت ہے جس میں ان کے افعال فطری شکل میں انجام پاتے ہیں اور ان کے انفعالات (رد عمل) بھی طبعی ہوتے ہیں۔ صحت کی یہ تعریف واضح ہے۔ مشاہدہ کی بنا پر اعضاء کی دو قسمیں ۱۔ متشابہتہ الاجزاء (بسیطہ) اور ۲۔ آلیہ ہوتی ہیں، تو اب یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اعضاء متشابہتہ الاجزاء اور اعضاء آلیہ کے حالات صحت کیا ہیں، اور ان کے الوداع و اقسام کتنے ہیں۔ اس کے بعد یہ بیان کرنا ہے کہ ہر ایک عضو کے مخصوص افعال اور ان کے اثرات کیا ہیں ان تمام باتوں کے بیان سے حالت صحت کی بابت معلومات مکمل ہو جائیں گی۔

پہلے ہم اعضاء متشابہتہ الاجزاء کے بارے میں بیان کریں گے۔

اعضاء متشابہتہ الاجزاء

کسی عضو بسیطہ کی (حالت صحت) وہ حالت ہے جس میں اس کے طبعی افعال انجام پائے ہیں، یا طبعی انفعالات (رد عمل) ظاہر ہوتے ہیں۔ فن طب میں اس حالت سے واقفیت کی راہ اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب ہم علم طبعی کے کچھ اصولوں کو تسلیم کر لیں۔ علم طبعی کی بحث کون و فساد میں اس بات کی جہاں یہ وضاحت ہے کہ تمام اعضاء متشابہتہ الاجزاء چار ارکان، یعنی آگ، ہوا، پانی اور مٹی سے مل کر بنے ہیں، وہاں یہ ہے۔ کیا گیا ہے کہ ارکان کے ملنے سے ہی اعضاء متشابہتہ الاجزاء پیدا ہوتے ہیں، اور طبع کے ذریعہ ارکان ملتے ہیں، اور طبع، حرارت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اعضاء متشابہتہ کی جتنی قسمیں ہیں، ان میں حرارت، برودت رطوبت اور بھوسہ کی مقداریں موجود ہوتی ہیں۔ مختصراً یہ کہ علم طبعی میں اس کی وضاحت ہے کہ ارکان کے ملنے سے جو نئی صورتیں پیدا ہوتی ہیں وہی اعضاء متشابہتہ کی صورتیں ہوتی ہیں۔ اور ہر

عضو متشابہہ کے مخصوص کیفیات و حالات اس کی امتزاجی صورت کے تابع ہوتے ہیں۔ یہ ان مباحث میں سے ایک ہے جس کو یہاں بیان کرنا مناسب سمجھا گیا۔ یہ تمام مباحث علم طبیعی میں مناسب دلائل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ اطباء ان امور کو اس فن میں مناسب طریقہ پر بیان نہیں کر پاتے، کیونکہ وہ موجودات خاصہ کے امور عامہ بیان کرتے ہیں، جس کا صحیح تطابق نہیں ہو پاتا، اور ان کا انداز بیان بھی ماہرانہ نہیں ہوتا۔ وہ غیر متعلق مباحث میں الجھ جاتے ہیں، اور اس طرح ان کے اقوال کا انداز جدلی (مناظرانہ) ہو جاتا ہے۔ اگر یہ بحث ذرا بلند درجہ پر بھی ہو تو منطقی (محض تکلمی) ہو جاتی ہے۔ یہ بات ان حضرات کے لیے بالکل واضح ہے جنہوں نے فن منطق میں مہارت پیدا کی ہو، اور ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہو۔

اب ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب یہ امور، مندرجہ بالا بیان کے مطابق ہیں تو عضو بسیط کی وہ حالت جس میں وہ اپنا طبیعی فعل انجام دینا یا منفعل ہوتا ہے، اس صورت مزاجیہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں جو ارکان کے مختلف مقدار میں باہم ملنے سے پیدا ہوتی ہے۔ ان ارکان کے باہم ملنے کے چند طریقے ہیں:

(۱) تمام ارکان کی مقدار برابر ہو، ایسے اختلاط کا نام معتدل بالاضافۃ الی الاطراف، ہے، کیوں کہ یہ حالت درمیانی ہے (یعنی اس میں تمام مقداروں کی نسبت برابر کی ہے)۔
 (۲) ان ارکان کی مقدار مختلف ہو۔ اس اختلاف کی بھی چند قسمیں ہیں۔ اور اسی اختلاف کے تناسب سے ہر نوع کا مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، مثلاً گھوڑے کا مزاج، انسان کے مزاج سے مختلف ہے، کیونکہ گھوڑے کے مزاج میں ارکان کی مقدا میں، انسان کے مزاج میں جمع ہونے والے ارکان کی مقداروں سے مختلف ہیں۔ جس طرح صورت مزاجیہ ہر نوع میں مختلف ہوتی ہے، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی نوع کے اندر کمی و بیشی ہو جاتے، لیکن یہ اپنی حدود سے متجاوز نہ ہوگا، البتہ اگر پوری نوع کی صحت میں خرابی واقع ہو جاتے تو یہ ممکن ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ایک ہی شخص کے مزاج میں (مختلف اوقات میں) دو صورتیں پیدا ہو جائیں، ایک معتدل، دوسری غیر معتدل۔ غیر معتدل کیفیت یا تو مذکورہ چاروں کیفیات میں سے کسی ایک کیفیت میں پیدا ہوگی، یا دو ایسی فاعل و منفعل کیفیتوں میں جو متضاد (آپس میں مختلف) نہ ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہو سکیں، مثلاً حرارت و رطوبت اور حرارت و بیہوشی۔ اس طرح اعضاء متشابہہ کے مزاج کی

نوقسمیں ہو جاتی ہیں۔ ۱۔ معتدل ۲۔ حار ۳۔ بارد ۴۔ رطب ۵۔ یابس ۶۔ حار رطب ۷۔ حار یابس ۸۔ بارد رطب ۹۔ بارد یابس۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بدن انسانی میں پائے جانے والے یہ نو مزاج، ارکان کے اطراف کی مناسبت سے ہیں؟ لیکن ایسا اسی وقت ممکن تھا کہ جسم میں کوئی ایسا عضو متشابہہ ہوتا جس میں ارکان کی مقدار برابر ہوتی، لیکن یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے۔ بہر حال یہ ظاہر ہے کہ ارکان کے اجرام کا اپنی مقدار یعنی سبکی و گرانہ میں برابر ہونا ناممکن ہے، کیوں کہ ان اعضاء متشابہہ میں پانی اور مٹی کے اجزاء غالب ہیں، اور ان سے ہی اعضاء متشابہہ کا قوام تیار ہوتا ہے، لیکن اعضاء متشابہہ کے مزاج کا اپنی کیفیت کے لحاظ سے معتدل ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ جالینوس نے ہاتھ کے گوشت خصوصاً انگلیوں کے پوروں کے بارے میں ایسا ہی لکھا ہے۔ مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ اعضاء متشابہہ الاجزاء کا مزاج اپنے فعل و انفعال میں ان نو مزاجوں میں سے کوئی ایک ہوگا۔ خواہ اعضاء متشابہہ کسی حیوان کا جزر ہو یا نہ ہو۔ لہذا انسان کے اعضاء متشابہہ الاجزاء میں سے ہر عضو کے مزاج طبعی کو پہچاننا ضروری ہے جو مذکورہ نو مزاجوں میں سے کوئی ایک ہو سکتا ہے، اور یہی مزاج اس عضو کے فعل و انفعال کے لحاظ سے معتدل ہوتا ہے، نیز یہی مزاج بہ اعتبار نوع بھی معتدل مانا جاتے گا۔ فن طب میں اسی اعتدال کا تحفظ، یا اعتدال سے خارج ہونے کی صورت میں طبعی حالت پر لوٹانا مقصود ہے۔

انسان کے تمام اعضاء متشابہہ الاجزاء کے مزاجوں سے واقفیت کے بعد اس عضو مرکب کا مزاج بھی معلوم ہو جاتے گا جو انہی اعضاء بسیطہ سے مل کر بنا ہے، کیوں کہ کسی عضو مرکب کا مزاج ان ہی اعضاء بسیطہ کی طرف منسوب ہوگا جن سے اس عضو مرکب کی تشکیل ہوتی ہے، نہ کہ اس کے عضو مرکب ہونے کی حیثیت سے۔ اس طرح جب تمام اعضاء مرکبہ کا مزاج معلوم ہو جائے گا تو بدن کی طرف منسوب مزاج معتدل کی واقفیت بھی ہو جائے گی، کیوں کہ بدن کا مزاج ان اعضاء مرکبہ کے مزاجوں پر منحصر ہے، جن سے بدن انسانی مرکب ہے، اور اعضاء مرکبہ کا مزاج اعضاء متشابہہ کے مزاج پر منحصر ہے۔

۱۔ مصنف نے آئندہ پیرا گراف میں اس کی وضاحت کی ہے۔

پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اعضاء تشابہہ میں سے کچھ وہ ہیں جو ارکان کے پہلی بار ترکیب پانے سے بنتے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو ارکان کے دوسری بار ترکیب پانے سے بنتے ہیں، جب کہ اس مرکب کے واسطے سے یہ پہلی ترکیب ہی ہوتی ہے۔ کسی جاندار کے اعضاء تشابہہ الاجزار اسی دوسری ترکیب سے بنتے ہیں۔ اس کی وضاحت یوں ہو سکتی ہے کہ یہ اعضاء محض خون سے بنتے ہیں، جب کہ خون غذاؤں اور مشروبات سے پیدا ہوتا ہے۔ علم طبیعی کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ منی سے کسی عضو بسط کا پیدا ہونا ممکن نہیں ہے، اور نہ ہی مرہ سودا، مرہ صفرا اور بلغم سے کوئی عضو پیدا ہو سکتا ہے لہذا ان اعضاء تشابہہ کا مادہ خون ہے، جس سے وہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ شے مرکب کا وجود اس طرح ہوتا ہے کہ جب ایک سے زیادہ چیزیں آپس میں ملتی ہیں تو ان سے ایک نئی چیز بن جاتی ہے، مثلاً سکنبین جو سرکہ، شہد اور پانی کے ملنے سے وجود میں آتی ہے۔ (انسان کی پیدائش عورت کے رحم میں ہوتی ہے لیکن، رحم میں مرہ سودا بالفعل موجود نہیں ہوتا اور نہ خون میں صفرا کی آمیزش ہوتی ہے کہ ان اخلاط سے مل کر اعضاء بسط پیدا ہوں، تاہم جسم انسانی میں مرہ صفرا و سودا کی موجودگی کے کچھ فوائد ہیں جنہیں بعد کو بیان کیا جائے گا۔ جہاں تک بلغم کا سوال ہے یہ ایک مادہ بعیدہ ہے، کیوں کہ ان سے جو اعضاء پیدا ہوتے ہیں وہ خون ہی کے واسطے سے پیدا ہوتے ہیں، لیکن مرہ سودا و مرہ صفرا اعضاء کے مادہ بعیدہ ہیں نہ مادہ قریبہ، کیوں کہ ان دونوں کا استعمال خون کی طرف ممکن نہیں، بلاشبہ یہ دونوں مادے خون میں بالقوہ موجود ہیں، اور جب خون میں خرابی واقع ہوتی ہے تو اس کا استعمال زیادہ تر انہی دو مادوں کی طرف ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں اطباء کو مقام لاحق (جو چیز خون سے ملحق ہے) کی وجہ سے غلط فہمی ہوتی ہے، اس لیے کہ مادے کسی مرکب میں بالقوہ موجود ہوتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جو کسی شے میں بالقوہ موجود ہو وہ اس کا مادہ بھی ہو، لہذا خون ہی ان اخلاط کا بیوٹی، اور مادہ ہے۔ علم طبیعی کے جاننے والے دونوں قوی کا فرق (جھی طرح جانتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم گاد اور کف (جو شراب میں ملے ہوتے ہیں) کو شراب کا مادہ نہیں کہتے، بلکہ ان دونوں کو علیحدہ کر دینے سے خالص شراب تیار ہوتی ہے، شراب کو پکانے سے یہ فضلات

۱۰ اغذیہ اور مشروبات، ارکان کے پہلی بار ترکیب پانے سے بنتے ہیں۔ ابن رشد نے غذاؤں کو ارکان کی پہلی ترکیب سے مرکب بتایا ہے، اور اس طرح ان کو اعضاء تشابہہ میں شمار کیا ہے، جب کہ یہ چیزیں کسی حیوان کا جزر نہیں ہیں۔

عندہ ہو جاتے ہیں یہی صورت خون کے ساتھ مرہ سودا اور مرہ صفرا کی ہے۔
 اب ہم پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے جاندار کے اعضاء متشابهہ میں سے ہر ایک کے مزاج کو الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ ہڈیوں کا مزاج سرد و خشک ہے۔ اسی طرح غضاريف، ناخن، بال، رباطات، اوتار، عصب، عروق اور اغشیہ کے مزاج بھی سرد و خشک ہیں۔ یہ برودت ان اعضاء کو منجمد اور بستہ رکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ حرارت سے نرم ہو جاتے ہیں۔ برودت و بیہوشی کے اعتبار سے یہ اعضاء ایک دوسرے سے کمی و بیشی کا اختلاف رکھتے ہیں۔ چنانچہ قرین قیاس یہ ہے کہ ان میں سب سے زیادہ خشک بال ہیں، اس کے بعد ہڈی، پھر غضروف، پھر رباط، پھر وتر، پھر غشاء، پھر شریانیں، وریڈیں، اور پھر اعصاب۔ برودت کے اعتبار سے سب سے زیادہ سرد بال، پھر ہڈی، پھر غضروف، پھر رباط، پھر وتر، پھر غشاء، پھر اعصاب، اس کے بعد وریڈیں اور پھر شریانیں، لیکن وریڈوں اور شریانوں میں جو حرارت ہے وہ بالعرض ہوتی ہے۔

وہ اعضاء جن میں حرارت و رطوبت کا غلبہ ہے، خون، گوشت اور ارواح ہیں۔ اور یہ بھی حرارت اور رطوبت میں فرق مراتب رکھتے ہیں چنانچہ سب سے زیادہ گرم ارواح، اس کے بعد خون، اور پھر گوشت ہے۔ اس طرح سب سے زیادہ رطب عضو روح، اس کے بعد خون اور پھر گوشت ہے۔ روح چونکہ ہوا کی جنس سے ہے، اور ہوا علم طبیعی کی وضاحت کے مطابق پانی سے زیادہ رطب ہے، اس لیے روح سب سے زیادہ رطب ہے۔

وہ اعضاء جو بار در رطب ہیں وہ بالترتیب شحم (چربی)، پھر سمین (رواح) اور مخ (ہڈی کا گودا) ہیں۔ رطب ہونے میں بھی ان کی ترتیب یہی ہے۔ اس ترتیب کو ابھی طرح مطالعہ کر کے ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ مرہ صفرا گرم و خشک، سودا سرد و خشک اور بلغم سرد و تر ہے۔ اہل فن علم طبیعی سے ان اعضاء کے امزجہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اعضاء بسیطہ کا مزاج معلوم ہو جانے کے بعد اعضاء مرکبہ میں سے ہر عضو کے مزاج کی واقفیت ممکن ہے۔

اعضاء آلیہ

قلب | اغشیہ، رباطات، گوشت، عروق، غضروف، خون اور روح سے مرکب ہے، لہذا اس کا مزاج گرم ہے، نیز قلب میں روح عظیم (روح حیوانی) اور خون ہوتا ہے، اور یہ پورے بدن کے لیے ایک بھٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ (چونکہ تمام جسم میں گرمی اسی

کے پہنچتی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس کا مزاج خشک بھی ہے، جیسا کہ بعض اطباء کہتے ہیں یا معتدل ہے یا مائل بہ رطوبت ہے، یہ غور طلب امر ہے، لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ چونکہ اس کے اندر روح ہے اس لیے اس کا مزاج مائل بہ رطوبت ہے۔

جگر | جگر کا مزاج گرم و تر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں گوشت اور خون کے اجزاء زیادہ ہیں نیز اس میں بہت سی شریانیں آتی ہیں۔

دماغ | دماغ کا مزاج سرد ہے، کیوں کہ اس کا بڑا حصہ مغز اور اعصاب پر مشتمل ہے۔ دماغ کا مغز، ہڈی کے مغز کی نسبت زیادہ سرد و تر ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں روغنی جزر نہیں ہوتا، اور جب اسے پکایا جاتے تو بھر بھرا ہو جاتا ہے، کیوں کہ حرارت کے باعث پانی کا حصہ خشک ہو کر صرف جزر ارضی باقی رہ جاتا ہے۔

حرام مغز، طحال اور گردے گرم و تر اعضا ہیں، لیکن گردے، طحال کی نسبت کم گرم و تر ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ طحال میں خون کی گاد موجود ہوتی ہے۔ البتہ یہ تمام اعضاء جگر کی نسبت کم گرم و تر ہیں۔

اعضاء مرکبہ و بسیطہ کا مزاج معلوم ہونے کے بعد پورے بدن کا مزاج معتدل بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ جس شخص کے اعضاء (بسیطہ و مرکبہ) اسی تناسب سے ہوں گے (جس کا ذکر ہو چکا ہے) تو اس شخص کے بدن کا مزاج بھی لازمی طور پر معتدل ہوگا، اور وہ خواص و علامات بھی لاحق ہوں گی جو معتدل المزاج شخص کے لیے جالینوس نے بیان کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اعتدال بدن کے تمام افعال کے اعتبار سے ہے، لیکن ایسا بھی ممکن ہے کہ اعضاء بسیطہ کے مزاج میں شدت پیدا ہو جائے، اور یہ کسی ایک کیفیت میں، یا ایک سے زیادہ ایسی کیفیتوں میں جن کا باہم ملنا ممکن ہے، بعد اعتدال سے باہر ہو جائے، لیکن اس سے بدنی افعال میں کوئی ضرر نہ پہنچے۔ اس کے اسباب میں (۱) اقلیم (۲) سیول و فاعل اور (۳) عمر شامل ہیں۔ عمروں کے اعتبار سے بچے کا مزاج گرم و تر، جوانوں کا مزاج گرم و خشک، اور بوڑھوں کا سرد و خشک ہوتا ہے۔ مختلف عمروں کے مزاج کا یہ فرق ان کے افعال اور زمانہ پیدائش کی دوری و نزدیکی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح (صنف کے اعتبار سے) مردوں کا مزاج، عورتوں کی نسبت زیادہ گرم و خشک ہے۔ ان دونوں کے افعال سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔

بیرونی امور کی بنا پر بھی مزاجوں میں اختلاف ہو سکتا ہے، مثلاً پیشہ اور غذائی عادات

وغیرہ۔ اعضاء متشابہہ کی طرح، اعضاء مرکبہ کے مزاج کا غیر معتدل ہونا بھی ممکن ہے، اور جب اعضاء مرکبہ کا غیر معتدل ہونا ممکن ہے تو بعض اعضاء کو بعض پر قیاس کرتے ہوئے پورے بدن کے مزاج کا بھی غیر معتدل ہونا ممکن ہے۔ یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مزاج غیر معتدل کی آٹھ قسمیں ہیں؛ لہذا ہر عضو یا پورے بدن کے ان حالات کی جن سے فعل و انفعال ہوتا ہے، نو قسمیں ہیں؛ ایک حالت معتدل جو طبعی حالت ہے اور آٹھ غیر معتدل۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایسا بدن جس کے اعضاء زیادہ گرم و خشک ہیں، یا ان دو کیفیتوں میں سے کسی ایک کیفیت میں زیادتی ہے تو اس کا مزاج گرم ہوگا، اسی طرح حالات کی ہر قسم کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح امزجہ صحیہ کی نو قسمیں ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ مزاج کی یہ قسمیں دونوں قسم کے اعضاء میں مشترک ہیں، اعضاء بسیطہ کے لیے یہ مزاج بالذات اور اعضاء مرکبہ کے لیے بالعرض اور ثانوی درجہ میں ہے۔

اس وضاحت کے بعد کہ اعضاء بسیطہ کی ذاتی حالت صحت اور اس کی قسمیں اور ثانوی طور پر اعضاء مرکبہ اور تمام بدن کی حالت صحت کیا ہے، اب یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ مرکب ہونے کی حیثیت سے، اعضاء مرکبہ کی ذاتی حالت صحت اور اس کے اقسام کیا ہیں۔ اس سلسلہ میں ہمارا کہنا یہ ہے کہ اعضاء مرکبہ کا مرکب ہونے کی حیثیت سے اپنے طبعی فعل و انفعال کے لیے مندرجہ ذیل اعتبار سے حالت صحت پر ہونا ضروری ہے۔ (۱) اعضاء کی کیفیت بہ لحاظ کیفیت۔ (۲) کیفیت (۳) وضع کے لحاظ سے ان کا طبعی حالت پر ہونا، اور (۴) اتصال و انفصال اور کیفیت اتصال و انفصال میں بعض اعضاء کا بعض اعضاء کے ساتھ شریک ہونا۔

کیفیت کے لحاظ سے | اعضاء اپنی طبعی شکل پر ہوں، تجاویف و منافذ، کشارہ اور تنگ ہونے میں طبعی حالت پر ہوں، اور اعضاء کی

۱۔ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کبھی اعضاء بسیطہ و مرکبہ حد اعتدال سے باہر ہوتے ہیں، لیکن اس سے ان کے فعل و انفعال میں کوئی ضرر نہیں ہوتا۔ امزجہ صحیہ کی یہ نو قسمیں (ایک معتدل اور آٹھ غیر معتدل) اسی بنا پر ہیں کہ غیر معتدل قسموں سے اعضاء کے فعل و انفعال میں کوئی ضرر نہیں پہنچتا؛ لیکن اگر یہ غیر معتدل قسمیں حالت اعتدال سے اس قدر کم یا زیادہ ہو جائیں کہ اعضاء کے فعل و انفعال میں ضرر واقع ہونے لگے تو یہ حالت صحت نہیں، بلکہ حالت مرض ہے۔

سطح کا چکنا اور کھردرا ہونا بھی طبعی حالت پر ہو۔

کمیت کے لحاظ سے | اعضاء کے اجزاء کی تعداد طبعی ہو، ان کی مقدار بھی طبعی ہو۔ یہاں مقدار کو عضو مرکب کے بجائے عضو بسیط کی طرف منسوب کرنا زیادہ مناسب ہے، چونکہ جن اجزاء سے مل کر عضو مرکب بنا ہے وہ صحیح مقدار میں ہوں گے تو عضو مرکب کی مقدار بھی درست ہوگی۔

وضع کے اعتبار سے | اعضاء کی وضع طبعی یہ ہے کہ دوسرے اعضاء کے لحاظ سے وہ ایک محدود و متعین جگہ میں ہو، تاکہ جسم میں ان کی ایک وضع قائم رہے، مثلاً معدہ و جگر وغیرہ (ان اعضاء کے خاص حدود مقرر ہیں، یہی وضع طبعی ہے)۔

مشارکت کے اعتبار سے | ہمارے اس قول کو کہ بعض اعضاء کی ایک دوسرے سے مشارکت طبعی ہو، اس طرح واضح کیا جاسکتا ہے کہ بعض اعضاء ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور بندھے ہوتے نہیں ہیں، مثلاً انگلیاں، اور بعض اعضاء رباطات یا زوائد یا دونوں کے ذریعے ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں، بعض اعضاء کا جوڑ مفصلی ہوتا ہے۔ یہ وہ جوڑ ہے جس سے عضو متصل ذاتی طور پر بھی متحرک ہو سکے، اس کی مثال ستمیلی ہے جو کلائی کا جز ہے، اور رباطات و زوائد کے ذریعے کلائی سے ملتی ہے، اور ساتھ ہی اس کا جوڑ مفصلی بھی ہے۔

یہی وہ صورتیں ہیں جن میں اعضاء مرکبہ اپنے طبعی فعل و انفعال کی انجام دہی کرتے ہیں۔ ہر عضو کی کیفیت، کمیت، وضع اور دوسرے اعضاء سے مشارکت، یعنی اتصال کے بارے میں اس سے قبل کتاب تشریح میں بیان کیا جا چکا ہے، لہذا یہاں ان چیزوں کو دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چونکہ مزاج صحیح کی چند قسمیں ہیں، ایک قسم معتدل اور باقی قسمیں غیر معتدل ہیں جو افعال و انفعال کو نقصان پہنچانے والی نہیں ہوتیں (ایک معتدل، آٹھ غیر معتدل، یہ نو قسمیں ہوتیں۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے) اسی طرح اعضاء مرکبہ میں مذکورہ کیفیت و کمیت وغیرہ کے طبعی و غیر طبعی ہونے کے لحاظ سے قسمیں ہوں گی، یعنی ان میں کیفیت معتدل، کمیت معتدل، وضع معتدل اور مشارکت معتدل ہوگی۔ یہی وہ صورت ہے جسے ہائینوس نے اپنے مقالہ "ہیت فاضلہ" میں بیان کیا ہے۔ پھر وہ اقسام ہیں جو غیر معتدل ہوتی ہیں۔ اس طرح اعضاء مرکبہ میں موجود حالت صحت کی آٹھ قسمیں ہوں گی، چار معتدل اور چار غیر معتدل، یعنی کمی اور زیادتی

کی صورت۔ ان شکلوں میں ایک پانچویں صورت یہ ہے جس کے بارے میں یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ اعضاء بسیطہ و مرکبہ میں مشترک ہے، یہ کیفیت نفس اتصال ہے، یعنی جس حیثیت سے اعضاء ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں، ایک یہ کہ ایک عضو دوسرے عضو سے بندھا ہوا ہو، یہ دراصل ایک عضو کا دوسرے عضو کو مس کرنا ہے، اسی لیے یہ مرکب اعضاء کے لیے مخصوص ہے، اور ان ہی کی شکلوں میں اس کا شمار ہے، دوسرا وہ اتصال ہے جو اعضاء متشابہتہ الاجزاء میں موجود ہوتا ہے، اور یہ اتصال حقیقی ہے، اسی لیے یہ لازمی ہے کہ اس کا شمار اعضاء بسیطہ کے حالات صحت میں کیا جائے۔

مذکورہ بیان سے حالات صحیحہ کی تمام اقسام کی وضاحت ہو گئی، یعنی اعضاء بسیطہ و مرکبہ کے مشترک حالات صحت اور ہر ایک کے مخصوص حالات صحت، نیز اعضاء بسیطہ و مرکبہ کے حالات صحت کے اشتراک کی نوعیت۔ اس اشتراک کو واضح کرنے کی غرض یہ ہے کہ صحت کی عام تعریف (اعضاء بسیطہ و مرکبہ پر) یکساں طور پر منطبق نہیں ہوتی۔ مزاج کی جو نسبت اعضاء مرکبہ کی طرف ہے، وہ اس سے مختلف ہے جو اعضاء بسیطہ کی طرف ہے۔ اعضاء بسیطہ کا مزاج بالذات اور اعضاء مرکبہ کا مزاج بالعرض ہے۔ اطباء اس قسم کی تفصیلات بیان نہیں کرتے اور اس موضوع کے بارے میں ان کے اقوال محض منطقی اور مخاطب کو خاموش کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔

اب ہم ہر عضو کے مخصوص افعال و انفعالات بیان کریں گے، جن سے صحت کے اسباب غائبہ واضح ہو جائیں گے۔ ملحوظ رہے کہ اس سے پہلے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کی حیثیت اسباب صوری اور مادی کی تھی۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے مناسب ہو گا کہ علم طبیعی کی مندرجہ ذیل بحث سے ابتداء کی جائے۔

علم طبیعی کی رو سے ہر جسم مادہ اور صورت سے مرکب ہے، مادہ کا وجود صورت کے لیے ہے، مادہ اور صورت سے مل کر جو طبیعی شکل بنتی ہے اس کے ذریعہ مخصوص افعال صادر ہوتے ہیں چنانچہ ارسطو کا قول ہے کہ طبیعت کوئی عبت کام نہیں کرتی۔ اس بات کو بعض مصنوعات کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ مثلاً لکڑی اور کشتی کی صورت کے یکجا ہونے سے کشتی وجود میں آتی ہے اور پھر وہ اپنا فعل (پانی میں چلنا، انجام دیتی ہے۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے مختلف اعضاء بھی کشتی کی طرح ہیں، یعنی جس طرح کشتی میں ایک ہیولی (مادہ) ہے، ایک صورت اور ایک کشتی کا فعل ہے، اسی طرح انسان کے اعضاء کا بھی ایک ہیولی، ایک صورت اور ایک فعل و انفعال ہے، اور یہی فعل و انفعال، مادہ اور صورت کے مجموعہ کی غایت ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس بات پر غور کیا جائے کہ اعضاء انسانی میں کون سی چیز صورت اور کون سی چیز مادہ ہے۔

اب تمام اعضاء کے فعل و انفعال الگ الگ بیان کیے جائیں گے، لیکن اس سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ اکثر اعضاء بسیطہ، اعضاء مرکبہ کے ہیولی ہیں، مثلاً ہاتھ کی ہڈیاں، رباطات، اعصاب، عروق، گوشت اور جلد، ہاتھ کی خلقت کے لیے وجود میں آتے ہیں، اور ہاتھ کی خلقت اس لیے ہے کہ اس سے مخصوص افعال و انفعالات ظاہر ہوں۔ ہاتھ کے افعال، کھینچنا، پھیلنا اور سکڑنا وغیرہ عضو مرکب کے افعال کی حیثیت سے ہیں، جب کہ اعضاء بسیطہ کی تخلیق اولاً عضو مرکب کے لیے ہی ہے، لیکن اس عضو مرکب میں ان کا الگ الگ مخصوص فعل بھی ہوتا ہے، مثلاً ہاتھ کا کام چیزوں کو اٹھانا، ہڈیوں کی وجہ سے، اور چمپنا گوشت کی وجہ سے ہے۔ ایسی صورت میں کہ اعضاء بسیطہ کا وجود اعضاء مرکبہ کے لیے ہے، یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کیا مزید کوئی ایسی چیز ہے، جس کے سبب سے عضو مرکب وجود میں آیا ہے، اور جس کے مجموعہ سے اس کا فعل انجام پاتا ہے۔

یہاں یہ وضاحت خارج از بحث نہ ہوگی کہ ان اعضاء کے طبیعی افعال و انفعالات، ان کے اندر پھیلی ہوئی حرارت غریزیہ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ حرارت، اعضاء بسیطہ کی مزاجی حرارت سے مختلف ہے، علم طبیعیات اور فن تشریح اس کی تائید کرتے ہیں، یعنی قلب میں بخارات والا جسم (روح حیوانی) ہے جو بہت گرم ہے، شراتین کے راستے سے یہ روح، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، تمام اعضاء میں پہنچتی ہے۔ دماغ کی بھی یہی کیفیت ہے، ایسی صورت میں جب کہ تمام افعال و انفعالات حرارت غریزیہ کے ذریعہ ہی انجام پاتے ہیں، جیسا کہ علم طبیعی میں بیان کیا گیا ہے، اور جسے عنقریب بیان کیا جائے گا تمام اعضاء سے صادر ہونے والے افعال نفسانیہ، اپنی صورت مزاجیہ کے ساتھ اعضاء تک پہنچنے والی حرارت غریزیہ ہی کے ذریعہ واقع ہوں گے۔ ان دونوں حرارتوں کا مجموعہ، عضو کی وہ صورت ہے جس کے ذریعہ وہ فعل انجام دیتا اور منفعل ہوتا ہے۔ اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ قلب رئیس الاعضاء ہے، کیوں کہ یہ اپنے تمام افعال میں خود کفیل ہے، اور تمام دوسرے اعضاء اپنے افعال کے انجام دینے میں اس کے محتاج ہیں، اسی طرح دماغ ان اعضاء کا رئیس ہے جن پر اس کی ریاست ہے۔

اعضائے مذکورہ درجات کے لحاظ سے معلوم ہوا کہ اعضا بسلیطہ کا وجود، اعضا مرکبہ کے لیے ہے، اور اعضا مرکبہ کا وجود، صرف قلب، یا قلب و دماغ سے پھیلنے والی حرارت کے لیے ہے، جو بھی صورت ہو اس کی تفصیل یہاں مقصود نہیں ہے، تاہم اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہی حرارت بہ منزلہ صورت ہے، ان دونوں کے مجموعہ سے وہ افعال و انفعالات ظاہر ہوتے ہیں جو ہر ایک عضو کے لیے مخصوص ہیں یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا افعال و انفعالات کے لیے یہی حرارت کافی ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور قوت بھی حرارت کی جگہ صورت کے لیے ممکن ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ پر غور کرنا طبیب کے لیے ضروری نہیں ہے پھر بھی یہاں ہم چند قوتوں کا بیان کریں گے جو ان صورت مزاجیہ کے علاوہ ہیں اور علم طبیعی میں بیان کیے گئے ہیں، ان قوتوں کا مجموعی نام نفوس ہے۔

اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے بطور مقدمہ سمجھنا چاہتے، جس کے بعد ہر عضو کے افعال و انفعالات سمجھے جاسکتے ہیں۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان افعال و انفعالات کے اقسام بیان کیے جائیں چنانچہ ترتیب کے لحاظ سے ہم پہلے ان قوتوں کا بیان کریں گے جن سے فعل و انفعال ظاہر ہوتے ہیں۔

جسم انسانی میں یمن قسم کے قوتی پائے جاتے ہیں (۱) قوتی طبیعیہ (۲) قوتی حیوانیہ (۳) قوتی انسانیہ۔
قوتی طبیعیہ | اس سے وہ قوت مراد ہے، جس کے ذریعہ تغذیہ، نمو اور تولید ہوتی ہے۔

قوتی حیوانیہ | اس سے قلب کی قوت نبضیہ اور قوت نزوعیہ (جذب و نفور) مراد ہیں۔

قوتی انسانیہ | یہ پانچ قوتیں (جو اس خمسہ ظاہرہ) ہیں، یعنی قوت لامسہ، قوت ذائقہ، قوت شامہ، قوت سامعہ اور قوت باصرہ۔ کچھ لوگوں نے قوت محرکہ

فی المکان (قوت واہمہ) قوت متیلہ، قوت مفکرہ، قوت ذاکرہ اور قوت حافظہ کو بھی قوتی انسانیہ میں شامل کیا ہے۔ آخری تین قوتیں (قوت مفکرہ، قوت ذاکرہ، قوت حافظہ) قوتی سیاسیہ کہلاتی ہیں۔ قوتی انسانیہ کی یہ تقسیم اگرچہ صحیح نہیں ہے، تاہم جمہور اطباء نے اسی طرح بیان کیا ہے، اور اس سے فن میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا، اس لیے بہتر یہی ہے کہ علم طبیعی کے مروجہ دستور کے مطابق یہ باتیں پیش کر دی جائیں۔

ان افعال کی نوعیت سے ظاہر ہے کہ ان کو صرف چار کیفیتوں کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا

بلکہ ان کے علاوہ اور بھی کچھ قوتیں ہیں جنہیں نفوس کہا جاتا ہے۔ وہ قوتیں جن پر نشوونما کا انحصار ہے تین ہیں (۱) قوتِ غازیہ (۲) قوتِ نامیہ جو قوتِ غازیہ کا درجہ کمال ہے (۳) قوتِ مولدہ جو قوتِ نامیہ کا درجہ کمال ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ قوتیں چونکہ آلہ ذریعہ کی حیثیت رکھتی ہیں، اور قومی طبعیہ نہیں ہیں، اس لیے محض مجازاً ان کو قومی طبعیہ کہا جاتا ہے اور مراد ان سے نفوس ہوتے ہیں، لیکن اگر ان سے قوتِ مزاجیہ مراد لی جاتے تو یہ غلط ہوگا۔ اس بات کی دلیل جالینوس کی پیش کردہ سنگِ مقناطیس کی مثال ہے۔ قوتِ نبض دراصل "قوتِ غازیہ جزئیہ ربیسیہ" ہے۔ چونکہ اسی قوت کے ذریعہ قلب تمام اعضاء کو حرارت پہنچاتا ہے اور چونکہ یہ قوت، قلب کی قوتِ غازیہ ربیسیہ کی خادم ہے، اور اس سے قلب کی قوتِ غازیہ کی حفاظت ہوتی ہے، اس لیے کہا جاسکتا ہے قلب کو قوتِ نفسانیہ میں سے کسی دوسری قوت کی ضرورت نہیں ہے۔ قوتِ غازیہ کے لیے جس طرح اور پانچ قوتیں (جازبہ، دفعہ، ماسکہ، ہاضمہ اور میزہ) ہیں، اسی طرح اس قوت کا وجود بھی قوتِ غازیہ سے متعلق ہے۔ چونکہ جاندار میں حرارت زیادہ ہوتی ہے اس لیے قوتِ نبضیہ جاندار سے مخصوص ہے۔

قوتِ نفسانیہ کے بارے میں اطباء کی یہ تقسیم اس اعتبار سے کہ ان کی قسمیں حواس، قوتِ محرکہ فی المكان (قوتِ واہمہ) قوتِ فکر اور قوتِ ذکر ہیں، صحیح ہے لیکن قوتِ محرکہ فی المكان قوتِ نزوعیہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے جب کہ اس کے ساتھ رائے یا خیال یا دونوں چیزیں مل جائیں، جیسا کہ لوحِ نفس (حس مشترک) میں ہوتا ہے۔ اطباء قومی نزوعیہ کو قومی حیوانیہ میں شمار کرتے ہیں، اور قوتِ محرکہ فی المكان کو دوسری قسم قرار دیتے ہیں جو غلط ہے، بلکہ یہاں جو قوتیں مراد ہیں وہ غازیہ، نامیہ، مولدہ، حسیہ، متخیلہ، نزوعیہ اور نطقیہ ہیں۔ قوتِ ذاکرہ اور قوتِ حافظہ۔ قوتِ متخیلہ کے خادموں میں سے ہیں، اور قوتِ مفکرہ، قوتِ ذاکرہ، قوتِ حافظہ، قوتِ نطقیہ کے خادموں میں سے ہیں۔ یہ قوتیں متخیلہ کی بہ نسبت زیادہ روحانی ہیں۔ ماہرین علمِ طبعی کے اقوال سے مذکورہ بالا مسائل کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

اس وضاحت کے بعد کہ اعضاء کا وجود قومی و افعال ہی کے لیے ہے، بدن کے سرائیک، ضو

۱۔ غالباً سنگِ مقناطیس کی مثال دے کر یہ سمجھایا ہے کہ جس طرح سنگِ مقناطیس بذاتِ خود قوتِ نسبیہ بلکہ قوتِ کا ذریعہ ہے، لیکن مجازاً اسے قوت (مقناطیس) ہی کہتے ہیں، اسی طرح نفوس بھی مجازاً قومی طبعیہ ہی کہے جاتے ہیں۔

کا وجود ان قوی کے افعال و انفعالات میں سے کسی فعل و انفعال کے لیے ہی ہوگا۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک عضو کے فعل و انفعال کی تفصیلات بیان کر دی جائیں، تاکہ ہر عضو کی حالت صحت اس کے اسباب غائیہ کے ساتھ معلوم ہو جائے۔ عضو کے اسباب صوری اور اسباب مادی پہلے بیان کیے جا چکے ہیں، اب رہا سبب فاعلی تو اس کے معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ سابق سبب ہے تاہم وہ اسباب فاعلہ جو محافظ کا درجہ رکھتے ہیں بیان کیے جائیں گے۔ سب سے پہلے ہم اعضاء بسیطہ کے منافع بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ جب کسی شے کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی دوسری شے کے لیے وجود میں آئی ہے تو یہ دو اعتبار سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ دوسری شے کا وجود ضروری ہو، جیسے اعضاء مرکبہ کے لیے اعضاء بسیطہ کا وجود ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ دوسری شے کے وجود کے لیے پہلی شے کا وجود ضروری نہ ہو بلکہ (پہلی شے کا وجود) اس لیے ہو کہ دوسری شے بہتر حالت میں رہے۔ مثلاً آنکھ کا وجود بینائی کی ضرورت کے لیے ہے، لیکن بینائی کا زیادہ ہونا آنکھ کی بہتر حالت ہے، جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔ منافع الاعضاء میں ہم ان منافع کو ہی بیان کریں گے جن کو ہم فن طب کے لیے زیادہ مفید سمجھتے ہیں۔

اعضاء بسیطہ کے منافع

اعضاء بسیطہ مندرجہ ذیل ہیں:

ہڈیاں اور ان کے مشابہ غضاريف (کریاں)، ناخون، اعصاب، عروق، رباطات، غشائیں، اوتار، مغز، حرام مغز، چربی اور اس کے مشابہ ثرب، جلد، خون، بلغم، مرۃ سودا، مرۃ صفرار اور وح۔

ان کا خاص فائدہ یہ ہے کہ یہ اعضاء کے لیے بطور ستون ہیں، گویا پورے بدن کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ بعض اعضاء کو ڈھانکتی اور محفوظ رکھتی ہیں، مثلاً سینہ اور کھوپڑی کی ہڈیاں۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ عمارت والے فضلات ان کے ذریعے تحلیل ہو جاتے ہیں، مثلاً سر کی درزیں۔

بدن میں ہڈیوں کی کثرت تعداد کا سبب یہ ہے کہ ان کی جزوی حرکت ہو سکے، مثلاً اگر کلائی کا جوڑ نہ ہو تو ہاتھ کی ذاتی حرکت نہیں ہو سکتی۔ یہی حال متحرک جوڑوں والے تمام اعضاء کا ہے۔ ہڈیوں کی کثرت تعداد کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی ایک ہڈی میں کوئی خرابی واقع ہو تو اس کا اثر دوسرے اعضاء تک نہیں پہنچتا، کیونکہ

وہ اس سے الگ ہوتی ہے۔ چھوٹی اور بڑی مختلف شکلوں کی بہت سی ہڈیاں اس لیے بھی ضروری ہیں کہ ہر مقام اور عضو سے ان کی مناسبت ہو جائے۔ چھوٹی اور بڑی کی مثال انگلیوں کے پور اور پنڈلی کی ہڈیاں ہیں، شکلیں مختلف ہونے کی مثال ٹھوس اور خولدار ہڈیاں ہیں۔ جس ہڈی کو مضبوط ہونا چاہئے وہ ٹھوس درجن کو ہلکا ہونا چاہئے۔ وہ خولدار بنائی گئی ہیں۔ جہاں پر اس بات کی ضرورت ہے کہ ہڈی سے گوشت ملا رہے وہاں ہڈی کو نرم بنایا گیا ہے، مثلاً غضاريف۔

مذکورہ منافع کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے غور و فکر کے ذریعہ معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

ناخن | ناخنوں کے دو فائدے ہیں، ایک عمومی فائدہ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے انگلیوں کے کنارے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کی مثال نیزہ کے پھل کی ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ انگلیاں کسی چیز کو پکڑیں تو یہ انگلیوں کے گوشت کے لیے سہارا بن جاتیں۔ یہ فائدہ ہاتھ کے ناخنوں کے ساتھ مخصوص ہے، پیر کے ناخنوں میں یہ بات کم ہوتی ہے۔ ناخنوں کا پہلا فائدہ حیوان و انسان میں مشترک ہے۔

اعصاب | ان کی منفعت کے بارے میں اطباء میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ جالینوس کے بقول ان کی منفعت یہ ہے کہ یہ تمام اعضاء کو قوتِ حس اور قوتِ حرکت ارادیہ پہنچاتے ہیں۔ ارسطو کے قول کی بنا پر اعصاب اس لیے بناتے گئے ہیں کہ حرارتِ غریزیہ کو درجہ اعتدال پر رکھیں، تاکہ اس سے حس صادر ہو سکے۔ دونوں کا یہ اختلاف اسی طرح ہے جس طرح دماغ کی منفعت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اعصاب، حرکتِ ارادیہ کا آلہ ہیں، یہ بات بھی قابلِ غور ہے۔ اعصاب کے ذریعہ حس و حرکت کا وجود ثابت کرنے کے لیے جالینوس کی دلیل یہ ہے کہ اعصاب کی قوت ختم ہونے سے حس و حرکت بھی ختم ہو جاتی ہے، لیکن یہ دلیل اصولی نہیں ہے۔ یہ دلیل جالینوس نے اپنی کتاب "منطق" میں لکھی ہے۔ بہر حال یہ ظاہر ہے کہ اعصاب کے منافع بھی دماغی منافع کی قسم سے ہیں۔ اسی سے اس امر کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے کہ اعصاب، دماغ سے نکلے ہیں، دماغ میں گڑے ہوتے نہیں ہیں، جیسا کہ جالینوس کا قول ہے۔

رباط و وتر | ان سے حرکتِ ارادیہ ہوتی ہے، جس کا مشاہدہ کسی حیوان کے جوڑ کی جلد اتار کر اسے حرکت دینے سے کیا جاسکتا ہے۔

اغشیہ | اغشیہ (جھلیوں) کی منفعت یہ ہے کہ یہ عضو کو ڈھانک کر اس کی حفاظت کریں، نیز جو اعضاء نکلے ہوئے ہیں انہیں اٹھائے اور باندھے رکھیں۔ اگرچہ یہ باندھنے

والی منفعت رباط کے ساتھ مخصوص ہے۔ شکم کے پردہ صفاق کی منفعت بھی اسی قسم کی ہے، یعنی یہ احتشاء کے باہر ہونے کو روکتا ہے۔ اور مرض فتق سے محفوظ رکھتا ہے (پردہ صفاق کے پھٹنے سے ہی مرض فتق لاحق ہوتا ہے)۔

عروق | عروق دو طرح کی ہیں۔

(۱) شرایین: یہ قلب سے روح اور خون کو (تمام اعضاء تک) پہنچاتی ہیں، شریانوں کا یہی مقصد بھی ہے۔ ان کی شاخیں پورے بدن میں پھیلی ہوتی ہیں، تاکہ ان میں جو چیز موجود ہے اسے پورے بدن تک پہنچائیں، خواہ ان میں صرف روح ہو یا خون اور روح دونوں ہوں۔

(۲) وریدیں: مشاہدہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں روح نہیں ہوتی، البتہ ان میں قوی کا وجود ہو سکتا ہے، جیسا کہ جگر کے متعلق جالینوس کا قول ہے کہ یہ روح طبعی کا مخزن ہے۔ روح طبعی کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس سے اطباء کی مراد قوت غاذیہ ہے۔ وریدوں کی نمایاں منفعت یہ ہے کہ جگر میں جو خون بہتہ ہو کر تیار ہو چکا ہے اسے تمام اعضاء میں تقسیم کر دیں، اسی لیے ان وریدوں کی بھی شریانوں جیسی شاخیں ہوتی ہیں۔

مغز | مغز دو قسم کے ہیں، ایک مغز وہ ہے جو کھوپڑی کے اندر ہے، اور یہ بلا شبہ بیویں ہے، جس کی صورت دماغ کی وہ روح ہے جس سے حواس صادر ہوتے ہیں۔ لیکن ہڈیوں میں جو مغز ہے وہ دراصل ان ہڈیوں کی غذا کا فضلہ ہے۔ علاوہ ازیں ٹھوس ہڈیوں میں مغز نہیں ہوتا، کیوں کہ ان میں خلا نہیں ہے۔ مغز کا نام ان دونوں قسموں کے لیے محض نام کا اشتراک ہے۔ ہم نے اسے مغز اس لیے کہا ہے کہ جمہور اطباء کا دستور یہی ہے، حالانکہ ہڈیوں کا مغز محض فضلہ ہے، اور کھوپڑی کے اندر والا مغز، جو ہر تیس ہے۔

حرام مغز | حرام مغز کا مزاج اور منفعت بعینہ وہی ہے جو دماغ کا مزاج اور منفعت ہے۔ اس کی تفصیل عنقریب اعضاء مرکبہ کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔

گوشت | جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہو چکا ہے کہ گوشت کئی قسم کا ہوتا ہے۔ گوشت کے بارے میں ارسطو کا یہ قول قابل ذکر ہے کہ گوشت حس لمس کا آلہ ہے، یعنی اس کی خاصیت حس لمس ہے، جیسا کہ آنکھ کی خاصیت حس بصر ہے۔ ارسطو کی دلیل یہ ہے کہ حس بسیط

(حس لمس) کا تعلق جسم بسیط (گوشت) ہی سے ہے، اور اس حس کے لیے اعصاب خادم کی حیثیت رکھتے ہیں، یعنی یہ قلب سے اعصاب کی طرف جانے والی روح کو معتدل بنا دیتے ہیں۔ یہ مباحث علم طبیعیات سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی علم طب میں مسلمات کی حیثیت ہے۔ بہر حال ہمارے نزدیک حس و حرکت کا وجود، دماغ و اعصاب سے ہوتا ہے۔ وہ حس جو اس گوشت سے پیدا ہوتی ہے جسے بالینوس عضلہ کہتا ہے، اور جو اس کے نزدیک حرکت مکانیہ کا آلہ ہے اس کا بیان اعصاب مرکب میں کیا جاتے گا، کنج ران اور بغل کے گوشت میں مذکورہ منفعت کے ساتھ فضلات کو دفع کرنے کی خاصیت بھی ہے۔ بہت سے گوشت اعصاب کو بھرنے اور محفوظ رکھنے کے لیے ہیں۔ مختصراً یہ کہ عضو بسیط (گوشت) تمام حیوانات میں اسی طرح مشترک ہے جیسے جبراً جو عضو مرکب ہے، تمام حیوانات میں مشترک ہے۔

خون | خون کے دو فائدے ہیں۔ (۱) اعصاب کے لیے غذا ہونا، مثلاً وہ خون جو جگر اور اس سے نکلنے والے عروق (وریدوں) میں ہوتا ہے۔ (۲) قلب کی حرارت غریزی کو اعصاب میں پہنچانے کا ذریعہ، یہ خون شریان میں ہوتا ہے۔

بلغم | یہ غیر منہضم خون ہوتا ہے، اس لیے یہ خون کا فضلہ ہے، جس کا وجود ضروریات بدن میں سے ہے۔ بدن میں اس کی پیدائش غذا کی اس حالت کو پہنچ جانے کے بعد ہوتی ہے جب غذا سے فضول بلغمیہ ہی پیدا ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے فوائد یہ ہیں کہ یہ اعضا کو سرد و تر رکھتا ہے اور جب اعضاء تک غذا پہنچنے میں تاخیر ہوتی ہے تو بلغم غذا بننے کے لیے تیار رہتا ہے۔

مرہ صفراء اور مرہ سوداء

ان دونوں کا وجود بھی ضروریات بدن میں سے ہے۔ بدن میں ان کے وجود کی کیفیت یہ ہے کہ غذا کیلوسی کے معدہ سے جگر میں پہنچنے پر جو حصہ منہضم ہو کر خون بن جاتا ہے، اس میں یہ دونوں فضلات شامل ہوتے ہیں۔ اس کی مثال شیره انگور کی سی ہے، جس کی شراب بناتے وقت دو فضلات کا علیحدہ کرنا ممکن نہیں ہوتا ہے، ایک اس کی گاد، اور دوسرے اس کی جھاگ۔ چنانچہ ان دونوں فضلات کے لیے مخصوص اعصاب بناتے گئے ہیں، جب کہ بلغم کے لیے کوئی خاص مقام نہیں رکھا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بلغم کی طرح ان دونوں فضلات میں جزو بدن بننے کی صلاحیت نہیں ہے، دوسرے یہ کہ طبیعت ان کو قوت غازیہ کے آلات خادمہ کی حیثیت سے

استعمال کرتی ہے، جیسا کہ علم تشریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرارہ میں مرۃ صفراء جمع رہتا ہے، اس سے ایک نالی نکل کر بالائی آنتوں اور معدہ کے زیرین حصہ سے مل جاتی ہے۔ اسی نالی کے ذریعے سے مرۃ صفراء آنتوں میں پہنچ کر براز خارج کرنے کے لیے آنتوں کو آمادہ کرتا ہے، گویا یہ آنتوں کی صفائی کا ایک ذریعہ ہے۔ اسی طرح طحال (جس میں سودا جمع رہتا ہے) سے بھی ایک نالی نکل کر فم معدہ تک پہنچتی ہے، جس کے ذریعے سے سودا وہاں تک پہنچ کر غذا کی خواہش پیدا کرتا ہے، چونکہ سودا میں ترشی ہوتی ہے، اور ترش اشیاء کا خاصہ بھوک لگانا ہے۔

چربی اجسام حیوانی میں چربی کا فائدہ گرمی پہنچانا ہے، مثلاً شرب (غشاء شرب میں چونکہ چربی شامل ہے، اس لیے یہ احشاء کو گرم رکھتی ہے) چربی اس پختہ خون کا فضلہ ہے جس سے اعضاء غذا حاصل کرتے ہیں، اسی لیے جاندار میں اس کا اعتدال کے ساتھ ہونا صحت اور اچھی غذا تیت کی دلیل ہے، اور جن جانداروں میں چربی نہیں پائی جاتی، ان میں خون کی پختگی عمدگی کے ساتھ نہیں ہوتی، اسی لیے ان میں فضلہ نہیں بن پاتا، بلکہ ان کے اجسام میں اعضاء کی ضرورت سے کم غذا پہنچتی ہے، البتہ اگر کسی جاندار میں چربی زیادہ ہو جاتے تو یہ خرابی کی علامت ہے، اور یہ سمجھنا چاہئے کہ ایسی حالت میں غذا کا مادہ یعنی خون، چربی میں بدل گیا ہے، جس کی وجہ سے اعضاء سرد ہو کر موت کا سبب پیدا کر دیتے ہیں۔

بال سر اور بھنٹوں کے بالوں کا فائدہ ان کی حفاظت ہے، اور یہ بالکل نطاس ہے۔ سر کے بال، سر کو گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں، بھنٹوں کے بال سر کی طرف سے بہہ کر آنے والی کسی چیز کو آنکھ میں نہیں جانے دیتے، یہی صورت پلکوں کے بالوں کی بھی ہے۔ بغل، ناف اور جسم کے دیگر مقامات پر نکلنے والے بالوں کا مقصد بدن انسانی کے بخارات کو زائل کرنا ہے۔ یہ بال بخارات دخانی سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ بخارات بالوں کے لیے بطور مادہ ہیں، یعنی بال، خراب مادوں کو جسم سے نکال دیتے ہیں، تاکہ بدن تندرست رہے۔ ان بالوں کی مثال کے لیے فن زراعت میں راج وہ طریقہ ہے جس میں زمین کی اصلاح کے لیے ایسے پودے بو دیے جاتے ہیں جو زمین کے بخارات کو جذب کر لیں۔

جلد بدن کو ڈھانکنے اور محفوظ رکھنے کے لیے جلد بنائی گئی ہے، جسم کے بیرونی حصہ پر اس کی حیثیت وہی ہے، جو اندرونی اعضاء پر غشاء کی ہوتی ہے۔

ارواح کے دو منافع ہیں۔ (۱) جسم حیوان کے قوی مدبرہ کے لیے قریبی آلہ ہونا
ارواح (۲) خود مدبر ہونا۔

بہتر ہے کہ ہم انہیں قوی مدبرہ کا قریبی آلہ اور خاص ہیولی کہیں۔ کیوں کہ ارواح کے معدوم ہو جانے پر موت لازمی ہے۔

اعضاء مرکبہ کے منافع

اعضاء بسیطہ کے منافع کے بعد اعضاء مرکبہ کے منافع بیان کیے جاتے ہیں، لیکن صرف انہی منافع پر اکتفا کیا جائے گا جو مشہور ہیں اور جن کا بیان فن طب کے لیے ضروری ہے۔ سب سے پہلے اعضاء غذا کے منافع بیان کیے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ جسم کے وجود کے لیے اولین درجہ رکھتے ہیں، اور ان کے افعال میں خلل واقع ہونے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

اعضاء غذا کے منافع

مشاہدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوت تغذیہ کے فعل کے لیے جو اعضاء بناتے گئے ہیں وہ معدہ اور اس کے خادم ہیں یعنی منہ اور اس کے آلات اور غذا کی نالی نیز آنتیں، جگر، عروق، گردے، تلی، پتہ اور مثانہ۔

یہ غذا کے لیے چنگی کی حیثیت رکھتا ہے، اسی لیے اس میں دانت بناتے گئے ہیں،
منہ جن کی شکلیں پینے کے لیے مناسب ہیں۔ دانتوں کا ایک جوڑا کاٹنے کے لیے انیاب چور کرنے کے لیے اور ہوا جن پینے کے لیے ہیں، منہ میں ان کی ترتیب اسی لحاظ سے رکھی گئی ہے۔

وہ راستہ ہے جس سے گذر کر غذا منہ سے معدہ میں پہنچتی ہے۔ مری کا بی کام، قوت
مری غاذیہ کی خادم دو قوتوں کے ذریعہ انجام پاتا ہے (۱) قوت جاذبہ (۲) قوت دافعہ تاکہ مری منہ سے غذائے کرمعدہ میں پہنچا سکے۔ اگر مری کا یہ فعل معطل ہو جائے تو انسان بھوک سے مر جاتے گا۔ وہ آلہ جس کے ذریعہ طبیعت ان دونوں کاموں (یعنی جذب و دفع) کو انجام دیتی ہے اسے دو پرتوں والا ہونا چاہیے، جیسا کہ علم تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ مری میں دو پرت ہوتے ہیں، ایک پرت کے ریشے چوڑائی میں اور دوسری کے ریشے لمبائی میں ہیں۔ جس پرت کے ریشے لمبائی میں ہیں وہ جب سکڑتا، چھوٹا ہوتا اور حنجرہ کی طرف منہ کے قریب اٹھتا ہے تو اس سے غذا کے جذب

ہونے کا کام ہوتا ہے، اور جس کے ریشے چوڑائی میں ہیں وہ جب غذا کو اپنی گرفت میں لے کر سکڑتا ہے تو اس سے معدہ کی طرف غذا کے دفع کا کام ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص اپنے ہاتھ میں کوئی گیلی چیز پکڑ کر مٹھی بند کر لے تو وہ چیز دفع ہو جاتی ہے۔

معدہ کا کام یہ ہے کہ منہ کے ذریعہ پہنچنے والی غذا کو ہضم کر کے کیلوس بنا دے، کیونکہ معدہ کیلوس میں خون بننے کی قوت ہوتی ہے۔ معدہ کے اس فعل میں کچھ قوتیں اس کی مدد کرتی ہیں، وہ قوتیں جاذبہ، ماسکہ، دفعہ اور ہاضمہ ہیں۔ ہضم کا فعل، معدہ کے بیرونی لحمی پرت اور اس سے ملنے والی عروق کے ذریعہ ہوتا ہے۔ معدہ کی وضع بھی کچھ اس طرح کی ہے کہ یہ جگر سے گرمی حاصل کرتا ہے، چونکہ یہ داہنی جانب جگر سے گھرا ہوا ہے، یہی وضع طحال کی ہے جو معدہ کے بائیں جانب ہے، نیز معدہ کے اوپر کی غشا شرب بھی معاونت کرتی ہے۔ مری سے غذا کو جذب کرنے کا کام معدہ کے ان ریشوں سے ہوتا ہے جو لمبائی میں ہوتے ہیں، ترچھے ریشے اس فعل میں مدد کرتے ہیں۔ اساک اور دفع کا کام، معدہ کے اس پرت سے ہوتا ہے جس کے ریشے چوڑائی میں ہوتے ہیں۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب معدہ میں غذا پہنچتی ہے تو وہ اس کو ہر طرف سے گھیرے رکھتا ہے جب تک کہ غذا کا ہضم مکمل نہ ہو جاتے۔ جب ہضم مکمل ہو جاتا ہے تو معدہ کے اوپر کا حصہ سکڑ کر اس کو نیچے کی طرف دفع کر دیتا ہے، یہ فعل ان ریشوں کے ذریعہ ہوتا ہے جو چوڑائی میں ہوتے ہیں۔ غذا ہضم ہونے کے بعد اسے نیچے کی طرف دفع کرنا اور تھے کے وقت اوپر کی طرف دفع کرنا، یہ دونوں فعل اسی طبقہ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ معدہ میں قوت میزہ کا فعل پوری طرح ظاہر نہیں ہوتا، لیکن جو کیلوس معدہ میں بچتے ہو کر تیار ہوتا ہے (قوت میزہ اس سے کچھ حصہ علیحدہ کر دیتی ہے) اسی کیلوس سے معدہ غذا حاصل کرتا ہے۔ قیاس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، کیوں کہ اگر معدہ کو متغذی نہ مانا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غذا کے حصول کی طلب معدہ کو کیوں ہوتی ہے، اور حصول غذا کے بعد طلب کیوں ختم ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ تمام اعضاء کیلوس کے خون بننے کے بعد ہی اس سے غذا حاصل کرتے ہیں، لیکن معدہ میں جو کیلوس ہے وہ اب تک خون نہیں بنا ہے (لہذا اس کیلوس سے غذا کیسے حاصل کر سکتا ہے) اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ معدہ، کیلوس کی گردش سے غذا حاصل کرتا ہے، اور غذا کی یہ حالت، کیفیت سے زیادہ کیفیت میں خون سے مشابہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معدہ میں ایسے اجزاء ہوں جو کیلوس کی رطوبت سے غذا حاصل کرتے ہوں۔ حالانکہ یہ رطوبت خون نہیں ہوتی، لیکن بہت سے جاندار ایسے ہیں جن میں خون نہیں ہوتا۔

آنت | آنت بھی ہضم غذا کا ایک آلہ ہے۔ ہضم شدہ غذا معدہ سے "بواب" نامی سوراخ سے گذر کر آنتوں میں پہنچتی ہے۔ معدہ جب ہضم مکمل کر لیتا ہے تو "بواب" کھل کر غذا کو آنت کی طرف بھیج دیتا ہے۔ اور جگر عروق کے ذریعہ عصارہ کیلوس کو جذب کر لیتا ہے، جب اس کا کام پورا ہو جاتا ہے تو فضلہ نیچے والی آنت کی طرف دفع ہو جاتا ہے، اور یہ خشک فضلہ (براز) ہے۔ اس طرح آنت کے دو قاعدے ہیں (۱) آنت ایک راستہ ہے جس سے غذا گذرتی ہوئی جگر تک پہنچتی ہے۔ (۲) خشک فضلہ کو دفع کرتی ہے۔

آنت میں قوت دافعہ کا فعل زیادہ نمایاں ہے، اسی لیے اس کے طبقات کے ریشے چوڑائی میں ہیں۔ آنت میں قوت جاذبہ کا فعل زیادہ نمایاں نہیں ہے۔ اسی لیے اس میں لمبائی والے ریشے نہیں ہوتے، البتہ آنت میں قوت ہاضمہ موجود ہے، کیوں کہ اس کا جوہر معدہ کے جوہر سے ملتا جلتا ہے۔ آنتوں کے پیچ در پیچ ہونے کا سبب یہ ہے کہ غذا وہاں اتنی دیر ٹھہرے کہ جگر اپنی ضرورت کے مطابق اس سے غذا حاصل کر لے، چنانچہ آرسطو کہتا ہے کہ جن حیوانات کی آنتیں کم پیچیدہ ہیں وہ زہریلے ہیں۔ آنتوں میں دو پر تین بنائی گئی ہیں، جس کی وجہ سے آنتیں مضبوط اور ان کی قوت دافعہ کا فعل زیادہ قوی ہو جاتا ہے، اس کا مضبوط ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ فضلات کی گذرگاہ ہے۔

جگر | تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ جگر میں غذا متغیر ہو کر خون بن جاتی ہے، اس سے اعضاء بدن غذا حاصل کرتے ہیں، چونکہ جگر تمام اعضاء غذا کا سردار ہے۔ اسی لحاظ سے جالینوس نے جگر کو قوت غاذیہ کا رئیس مطلق سمجھا ہے۔ جگر میں چند قوتیں ہیں۔

(۱) قوت ہاضمہ: جو غذا کو خون بناتی ہے۔

(۲) قوت ماسکہ: جو ہضم غذا ہونے تک غذا کو ٹھہراتے رکھتی ہے۔

(۳) قوت جاذبہ: جو آنتوں اور معدہ سے کیلوس جذب کر کے جگر میں پہنچاتی ہے۔

جگر سے تین قسم کے فضلے خارج ہوتے ہیں۔

(۱) فضلہ ماتہ: جسے گردے جذب کر لیتے ہیں۔

(۲) فضلہ صفراویہ: جس کو مرارہ جذب کرتا ہے۔

(۳) فضلہ سوداویہ: جس کو طحال جذب کرتی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جگر میں

ہی قوت غاذیہ رئیسہ پائی جاتی ہے جس کی بنا پر اسے تمام اعضاء غذا کا رئیس قرار دیا جاتے، یا کوئی

دوسرا عضو ہے جو اعضاء غاذیہ کا رئیس ہے، اس مسئلہ کی وضاحت علم طبیعی اور تشریح سے

ہوتی ہے۔

علم طبیعی سے معلوم ہوتا ہے کہ قوتِ غاذیہ غذا کو جزو بدن بناتی ہے، چونکہ تمام اعضاء بساط سے مرکب ہیں، اور مرکب ہونے کی صورت یہ ہے کہ بساط کا امتزاج ہو، اور یہ امتزاج اسی وقت ممکن ہے جب پختگی ہو، اور پختگی حرارت سے ہوتی ہے، لہذا ضروری ہے کہ حرارت، قوتِ غاذیہ کا بھی آلہ ہو، اور جزو وکل کے بننے میں اس کی یکساں ضرورت ہے۔ ایسی صورت میں جگر اور تمام آلاتِ تغذیہ میں اس حرارت کا وجود لازمی ہے، لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جاتے کہ تمام وہ اعضاء جن میں قوتِ غاذیہ ہے جگر ہی کی حرارت سے استفادہ کرتے ہیں جیسا کہ جالینوس نے کہا ہے تو جگر کا ان اعضاء پر رئیس ہونا ظاہر ہے، اس لیے کہ جگر کے علاوہ جتنے بھی اعضاء غذا میں ان کا کام جگر کے ذریعہ پورا ہوتا ہے، اور جگر اپنا کام بذاتہ پورا کرتا ہے۔ اس طرح جگر کے رئیس ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا، امور ارادیہ میں بھی رئیس ہونے کا مفہوم بعینہ یہی ہے، کیوں کہ امور ارادیہ اور امور تغذیہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کاشت کاروں کو تدبیری امور بتانے والا رئیس الفلاحین کہلاتا ہے، کیوں کہ ان کی کاشت کاری رئیس الفلاحین کی تدبیروں سے پوری ہوتی ہے، جب کہ رئیس الفلاحین کی کاشت کاری بذاتہ انجام پاتی ہے۔ یہی حال دوسری ریاستوں کا بھی ہے۔ جالینوس اور دیگر اطباء کی یہ رائے کہ جگر اپنے کام میں خود کفیل ہے، درست نہیں ہے۔ جالینوس نے خود اعتراف کیا ہے کہ قلب سے جگر تک بہت سی شرائین پہنچتی ہیں، جن کا کام جگر کو حرارت بخشنا ہے، اگر جگر اپنے کام میں خود کفیل ہوتا تو یہ حرارت بے معنی تھی۔

اگر یہ کہا جاتے کہ یہ حرارت صرف قوتِ حیوانیہ بخشتی ہے تو اس بات کے جواب کے لیے پہلے ہمیں قوتِ حیوانیہ کا مفہوم سمجھ لینا ضروری ہے۔ کیا اعضاء میں قوتِ تغذیہ اور قوتِ جس کے علاوہ کوئی اور قوت بھی پائی جاتی ہے، دراصل قوتِ حیوانیہ کا اطلاق مذکورہ دو قوتوں کے علاوہ کسی تیسری قوت پر نہیں ہوتا اگرچہ قوتِ حیوانیہ کا نام جس کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان قوتوں کی کثرت جو ہم نے بیان کی ہے وہ دراصل ان قوتوں کے افعال کی کثرت ہے، اور یہاں ان دو افعال کے علاوہ کوئی تیسرا فعل نہیں ہے، یعنی غذا حاصل کرنا یا جس۔

اگر یہ کہا جاتے کہ قلب میں جو قوتِ نبضیہ ہے وہ تیسری قوت ہے، اور قوتِ حیوانیہ سے یہی قوت مراد ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ بات تسلیم کر لی جاتے تو ظاہر ہے کہ قلب کی وجہ سے جگر کو قوتِ نبضیہ حاصل نہیں ہوتی، کیوں کہ جگر کی رگیں متحرک نہیں ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے

کہ قوت نبضیہ قلب کے ساتھ مخصوص ہے اور اسی قوت کی وجہ سے قلب رتیں ہے، اور اسی قوت کے ذریعہ قلب تمام اعضاء میں قوی تقسیم کرتا ہے، ساتھ ہی یہ قوتیں تنفس کے ذریعہ قلب کی حفاظت کرتی ہیں۔ چونکہ قوت نبضیہ کے ذریعہ قلب دوسرے اعضاء کو اولاً تغذیہ کا فائدہ پہنچاتا ہے، اس لیے قوت نبضیہ، قوت تغذیہ کی طرف ضرور منسوب کی جائے گی، اسی لیے یہ قوت غازیہ قلبیہ ہے، مزید برآں یہ قوت نبضیہ ہی قوت غازیہ کا آلہ و ذریعہ ہے، اگر قوت غازیہ کے علاوہ کوئی دوسری قوت ہوتی تو قلب دوسرے اعضاء کو ضرور یہ قوت بخشتا، کیونکہ یہ حال ہے کہ کسی عضو میں ایسی قوت ہو جو نوعاً ان تمام قوتوں کے مخالف ہو جو تمام اعضاء میں موجود ہیں، خصوصاً جب کہ وہ عضو رتیں ہو، لیکن جالیئوس اور دوسرے اطباء اس بات کی تائید نہیں کرتے ہیں۔

اس ساری بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قلب کی نسبت جگر کی طرف ویسی ہی ہے جیسا کہ جالیئوس کے قول کی بنا پر جگر کی نسبت تمام اعضاء تغذیہ کی طرف ہے، لہذا قوت تغذیہ میں قلب، جگر کا رئیس ضرور ہے۔ جگر میں بذاتہ اپنا کام انجام دینے کی صلاحیت نہیں ہے، بلکہ وہ اپنا کام اس حرارت کے ذریعہ کرتا ہے جو کیفیت و کمیت میں ایک خاص انداز پر قلب سے جگر تک پہنچتی ہے۔ یہی مخصوص قوت، قوت رتینہ غازیہ ہے۔ تمام باہرین تشریح بہ شمول جالیئوس اس بات پر متفق ہیں کہ قلب میں دوسرے اعضاء سے حرارت نہیں پہنچتی، بلکہ قلب اپنے فعل میں خود کفیل ہے، جیسا کہ رتیں کی شان ہوتی ہے، باوجودیکہ جگر قلب کے لیے غذا مہیا کرتا ہے، لیکن اس نسبت سے وہ اس کا مستحق نہیں ہے کہ قلب کا رئیس کہلاتے، اس کی مثال یہ ہے کہ معدہ باوجودیکہ جگر کو غذا پہنچاتا ہے لیکن جگر کا رئیس نہیں ہے، اسی طرح کاشت کار جو رتیں الفلاحین کے لیے غذا مہیا کرتا ہے اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ وہ رتیں الفلاحین کا رئیس ہو جائے۔

یہ واضح ہو جانے کے بعد کہ قوت غازیہ رتینہ قلب میں ہے، اور جیسا کہ تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ قلب سے نکلنے والی شریانیں بدن کے تمام اعضاء سے ملتی ہیں، اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ قلب ہی تمام اعضاء کو غذا پہنچاتا ہے نہ کہ جگر، ورنہ ان شریانوں کا وجود عبث ہوگا۔ مزید برآں تشریح سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جگر میں روح ہے، جو وریڈوں کے ذریعہ سے تمام جسم میں پہنچتی ہے، بلکہ وریڈوں میں نابخندہ خون ہوتا ہے، اور روح کی سواری وہ خون ہے جو شریانیں میں ہوتا ہے۔ یہاں شاید اعتراض کیا جائے کہ طبیب کے لیے یہ مباحث غیر ضروری ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ طبیب کو ان مباحث کی بہت ضرورت ہے، اس کی تفصیل ہم عنقریب

بیان کریں گے۔ جالبینوس نے قوت ذاکرہ کے علاج کے سلسلہ میں ارکفانس کا مضمک اڑاتے ہوتے جو یہ کہا ہے کہ اگر تو قلب میں قوت ذاکرہ کو تسلیم کرتا ہے تو قلب پر سنگھیاں لگا کر اس کا علاج کیوں نہیں کرتا، غلط ہے، اسے بھی ہم عنقریب بیان کریں گے۔

رئیس الاعضاء ہونے کی حیثیت سے قلب کی جگہ وسط میں رکھی گئی ہے، مقصود یہ ہے کہ رئیس جن اعضاء کی تدبیر کرتا ہے ان کی طرف اس کی نسبت برابر کی ہو، اور وہ محفوظ بھی رہے۔ حفاظت کی غرض سے قلب کے چاروں طرف ایک موٹی غشا ہے، جس کے رباطات مضبوط ہیں۔ قلب کا تغذیہ اس رگ کے ذریعہ ہوتا ہے جو قلب و جگر کے درمیان میں ہوتی ہے قلب میں داخل ہوتے وقت اس رگ کے منہ پر ایسی جھلیاں ہوتی ہیں جو اندر کی طرف کھلتی ہیں، تاکہ خون اندر داخل ہو جائے، اس کے بعد یہ جھلیاں مضبوطی سے بند ہو جاتی ہیں۔ اسی طرف ایک اور رگ کا منہ ہے جو قلب اور پھیپڑے کو ملاتی ہے۔ اسی رگ سے پھیپڑوں کا تغذیہ ہوتا ہے، اور دوسری وریدیں پھیپڑوں سے نہیں ملتی ہیں۔ اس رگ کے منہ کی جھلیاں پہلی والی رگ کے منہ کے برخلاف اندر کی طرف سے باہر کی طرف کھلتی ہیں، تاکہ خون پھیپڑوں میں جا سکے۔ قلب کے بائیں بطن میں بھی دو منہ ہیں، جن میں سے ایک بڑی شریان (اورٹی) کا منہ ہے، جس میں اندر سے باہر کی طرف کھلنے والی تین جھلیاں ہوتی ہیں، تاکہ خون و روح صغریا نوں میں جا کر قلب کی طرف واپس نہ لوٹ سکے، اور دوسرا منہ اس شریان کا ہوتا ہے جو پھیپڑے سے ملتی ہے، اور اسی سے قلب کا تنفس ہوتا ہے، اسی لیے اس کی جھلیاں باہر سے اندر کی طرف ہوتی ہیں۔

طحال (دلی) طحال میں دونالیاں ہوتی ہیں، ایک جگر سے اور دوسری معدہ سے ملتی ہے چونکہ طحال میں خون کی تلچٹ (سودا) جمع رہتی ہے، اس لیے گمان یہ ہے کہ طحال، جگر سے فضلہ سودا و یہ جذب کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ طحال کو زیادہ بڑا نہیں بنایا گیا۔

مرارہ (دبّہ) جگر سے صفراوی فضلات کو جذب کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

گردے گردے بھی جگر کے خادم اعضاء کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ خون کی مائیت جذب کرتے ہیں، اسی لیے جگر کے مدب جانب سے نکلنے والی بڑی ورید، گردے کی گردن سے مل جاتی ہے۔

یہ فضلہ رطبہ (پیشاب) کے جمع ہونے کی جگہ ہے، مثلاً پیشاب کو گردوں سے جذب
 کرتا ہے۔ مثلاً اور گردہ کے درمیان ایک غشاء ہے جو پھلکے کی طرح ہوتی ہے، جب
 تک پیشاب مثلاً میں اتار ہوتا ہے یہ کھلی رہتی ہے، اس کے بعد یہ راستہ کو بند کر دیتی ہے، تاکہ پیشاب
 گردہ کی طرف نہ لوٹ سکے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ خون سے ان فضلات کو جذب کرنے کے لیے جو اعضاء
 بنائے گئے ہیں، ان میں ہر عضو ایسے مناسب انداز سے جذب کرتا ہے کہ ان فضلات سے غذا بھی حاصل
 کرے، یعنی اس طرح اصل فائدہ (غذائیت) بھی حاصل ہو جاتا ہے، اسی لیے گردہ و مثلاً میں پانچ
 قوی جزئیہ موجود ہیں، یعنی جاذبہ، ماسکہ، ہاضمہ، میزہ اور دافعہ۔

یہ تغذیہ کے تمام آلات و اعضاء کا تذکرہ تھا، جس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ تمام اعضاء
 تغذیہ میں دو مضموم مشترک ہیں، ایک مضموم معدی، دوسرا مضموم کبدی۔ اس کے علاوہ عروق میں
 بھی ایک مضموم ہوتا ہے، لیکن بہت کم تیسرا مضموم وہ ہے جو ہر عضو میں الگ الگ ہوتا ہے۔
 قوت غازیہ کے آلات کے بعد اب ہم قوت مولدہ کے آلات بیان کرتے ہیں۔ قوت نامیہ
 کے لیے مخصوص اعضاء نہیں ہیں، بلکہ یہ قوت غازیہ ہی کے اعضاء ہیں۔

اعضاء تناسل کے منافع

مرد کے ساتھ جو اعضاء تناسل مخصوص ہیں وہ خصیتین اور قضیب ہیں، اور عورت کے مخصوص
 اعضاء تناسل رحم اور پستان ہیں۔ خصیتین منی تیار کرنے کے لیے بناتے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان میں
 سفید رنگ کا غدوی گوشت ہوتا ہے۔ یہی حال پستان کے گوشت کا بھی ہے۔ اس کی مصلحت یہ ہے
 کہ جب خون کا استعمال ہو تو یہ اسی گوشت کے مشابہ رنگ اختیار کرے۔ اس کی مثال جگر سے دی جا سکتی
 ہے، جس کا رنگ سرخ ہے، یہ کیلوس کو سرخ رنگ (خون) میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ فعل اس
 اصول کے تحت ہے کہ فاعل اپنے مفعول کو بہر نوع اپنے مشابہ بناتا ہے۔

یہاں یہ بتا دینا مناسب ہو گا کہ اس عضو میں اگرچہ قوت مولدہ ہوتی ہے، لیکن یہ قوت مولدہ
 ریمیہ نہیں ہے۔ جالیئوس کا یہ خیال (کہ یہ قوت مولدہ ریمیہ ہے) درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ
 عضو اپنے فعل میں خود کفیل نہیں ہے، بلکہ اس روح کے ذریعہ اپنا کام کرتا ہے جو ایک معین
 کیفیت و کمیت میں قلب سے اس عضو تک پہنچتی ہے۔ قوت قلبیہ، قوت مولدہ کے لیے حرارت
 ہیسا کرتی ہے، تاکہ اس کے ذریعہ عضو اپنا کام کرے، یہی قوت قلبیہ دراصل قوت مولدہ ریمیہ

ہے، اور اس عضو کی قوت، خادمہ یا جزئیہ رہتی ہے۔

وہ انشیزین جو بہ قول جالینوس عورتوں میں ہوتے ہیں، تو بظاہر ولادت میں ان کی کوئی تاثیر نہیں ہے، کیوں کہ فعل تولید میں عورت کی منی کا کوئی دخل نہیں ہے، اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیوں کہ فعل ولادت میں عورتوں کے پستانوں کو دخل حاصل ہے جب کہ مرد کے پستانوں میں یہ منفعت نہیں پائی جاتی، عورت کی منی کا ولادت میں دخل نہ ہونا مشاہدہ و قیاس سے ظاہر ہے۔ اس کے سلسلہ میں اسرطاطالیس کا مشاہدہ ہے کہ بغیر انزال عورت حاملہ ہو جاتی ہے اور خود میں نے جب سے اسطو کا قول سنا اس کو محسوس کرنے کی کوشش کی تو تجربہ سے یہ بات صحیح معلوم ہوتی۔ میں نے بہت سے ایسے حمل پائے جو صرف مرد ہی کی وجہ سے قرار پاتے تھے۔ میں نے عورتوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بھی مجھے یہ بات بتائی کہ وہ جماع کے وقت بغیر کوئی لذت محسوس کیے حاملہ ہو گئیں۔ اور دلیل و قیاس جس سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر عورت کی منی وہی کام کرتی جو مرد کی منی کرتی ہے تو عورت خود ہی پیدا کرنے والی ہوتی، مرد کی محتاج نہیں ہوتی اور یہ بات ہی ناقابل ذکر ہے اور اس بات کا تصور بھی محال ہے کہ فعل تولید، مرد اور عورت کے درمیان برابر برابر منقسم ہو، یعنی بعض اعضاء مرد کی منی سے اور بعض عورت کی منی سے پیدا ہوں۔ اس لیے کہ اگرچہ بدن انسانی میں اعضاء زیادہ ہیں، لیکن تمام اعضاء کا مبداء ایک ہی ہے جو قلب ہے۔ یہ قلب ہی ہے جو تمام اعضاء کے لیے معطی بالقوہ ہے۔ اگر عورت کی منی اس مبداء کو عطا کرنے کے لیے کافی ہوتی تو مرد کی منی کی ولادت میں کوئی تاثیر نہیں رہتی، اس کے برعکس اگر یہ درست ہے کہ مرد کی منی مبداء عطا کرتی ہے تو پھر عورت کی منی کو ولادت میں کوئی دخل نہیں ہے۔

اور یہ نظریہ کہ تولید، مرد یا عورت کی منی کا انفرادی فعل نہیں ہے بلکہ ان دونوں سے مل کر ایک تخلیق بنتی ہے جیسے سرکہ اور شہد بغیر ملے سکتے ہیں نہیں بن سکتی تو یہ بھی درست نہیں ہے۔ لیکن اگر ایسا مان ہی لیا جاتے تو پھر ان دونوں کو ملانے اور شکل دینے والی ضرورت کوئی چیز ہوگی جو درحقیقت مکون ہوگی اور عورت و مرد دونوں کی منی بمنزلہ مادہ ہوں گی تو پھر یہاں کوئی ایسی چیز نہیں رہتی جس سے فعل تولید عمل میں آتے لہذا لازم آتا ہے کہ وہی عضو فاعل ہو جس میں قوت مولدہ حقیقتاً موجود ہے، اور وہ عضو رحم ہے تو پھر کاش میں جان سکتا کہ اس فعل تولید میں منی اور خون دونوں کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے صرف خون ہی کافی تھا کہ اس سے تخلیق اعضاء ہوتی جیسا کہ اس سے تغذیہ اعضاء ہوتا ہے۔

یہ بات واضح ہو جانے کے بعد کہ عورت اور مرد کی منی کا فعل نوعیت کے اعتبار سے یکساں نہیں ہے، اور جب کہ یہ بھی معلوم ہے کہ ولادت میں عورت کا بھی حصہ ہے تو یہ ضروری ہے کہ مرد و عورت دونوں کی منی کے افعال مختلف ہونے کے باوجود دونوں کی غایت ایک ہی ہو جسے "بچہ کی پیدائش" کہنا چاہئے۔ چنانچہ عورت و مرد دونوں بچہ کے وجود کے لیے ضروری اجزاء فراہم کرتے ہیں۔ کسی شے کے اجزاء مادہ اور صورت ہوتے ہیں۔ لہذا عورت و مرد میں کوئی ایک مادہ عطا کرنے والا اور دوسرا صورت عطا کرنے والا ہے، عورت کو صورت عطا کرنے والی اور مرد کو مادہ عطا کرنے والا کہنا ممکن نہیں ہے، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیوں کہ مادہ عطا کرنے والا وہ ہوتا ہے جو غذا فراہم کرے تو اس اعتبار سے جیسا کہ آرسطو کی رائے ہے، مرد صورت اور عورت مادہ عطا کرتی ہے۔

لیکن عورت میں منی اور خون حیض کے علاوہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے ہم مادہ سمجھیں اور جہاں تک عورت کی منی کا سوال ہے وہ فضلہ کی مانند ایک رطوبت ہے، بلکہ فضلہ ہی ہے، اور اس سے اعضاء کا غذا حاصل کرنا محال ہے۔ یہ بات صرف خون ہی سے حاصل ہو سکتی ہے چونکہ اعضاء اس سے غذا بھی حاصل کرتے ہیں اور مادہ غذا اور مادہ تنکون میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ تغذیہ جزء میں ہوتا ہے اور تولد کل میں، اور کل و جزو کا مادہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اس بات کی دلیل کہ عورت کی منی، مولود کا مادہ نہیں ہے، یہ بھی ہے کہ بہت سی عورتیں بغیر انزال حاملہ ہو جاتی ہیں، مزید برآں رحم، عورت کی منی کو باہر کی طرف خارج کرتا ہے، اور مرد کی منی کو جذب کرتا ہے۔ یہ سب باتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ عورت کی منی رطوبتِ قلبیہ ہے جو لذت کے وقت خارج ہوتی ہے، جیسا کہ کسی بھوکے کے منہ میں کھانے کو دیکھ کر پانی آجاتا ہے۔ میرے نزدیک اس بات کی دلیل کہ مرد کی منی فاعل ہے، یہ بھی ہے کہ جملہ اعضاء حرارتِ غریزیہ قلبیہ سے غذا حاصل کرتے ہیں اور یہی حیاتِ قوتِ غازیہ کا آلہ اولیٰ ہے، اس لیے قوتِ مکونہ کا آلہ اولیٰ بھی یہی ہے۔ اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ مرد کی منی میں یا رحم کے خون میں اس حرارت کا بڑا حصہ بالفعل موجود ہو اور چونکہ مردانہ منی ہی میں حرارت و رطوبت موجود ہوتی ہے، لہذا مرد کی منی میں یہ حرارت بھی ممکن ہے۔ رہا وہ خون جس سے جنین پرورش پاتا ہے تو وہ وریڈی خون ہے جو غیر منہضم خون ہوتا ہے اور اس میں بالفعل اس حرارت کا وجود نہیں ہے۔ عورت کی منی میں اس حرارت کے وجود کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ حرارتِ غریزی جنین میں بذاتہ پیدا ہوتی ہے اس

لیے کہ جنین میں جو حرارت عزیز یہ پائی جاتی ہے وہ وہی حرارت عزیز یہ ہے جو دوسرے غذا حاصل کرنے والے اعضاء میں ہوتی ہے، اس بنا پر یہ خیال مناسب نہیں ہے کہ منی صرف کیفیت کا فائدہ پہنچاتی ہے، بلکہ یہ کیفیت والی حرارت کا فائدہ پہنچاتی ہے۔ چنانچہ ارسطو بھی اس کی تائید کرتا ہے، اس کے برخلاف جالینوس اور بقراط کی رقاہد والی مثال کہ۔ رقاہد نے بقراط کو یہ بتایا کہ استقرار حمل کے چھٹے دن اس کو اس صورت میں اسقاط ہوا کہ جنین کے پردوں میں سے ایک پردہ منی پر لپٹا ہوا تھا۔ درست نہیں ہے، اور نہ ہی جالینوس کا ارسطو سے اس بات کا مطالبہ مناسب ہے کہ منی کہاں پھیلتی اور تحلیل ہوتی ہے۔ میرے نزدیک فن طب میں یہ بحث ہی غیر ضروری ہے، کیوں کہ اس کا تذکرہ ولادت حیوان کی بحث میں زیادہ موزوں ہے۔ یہاں اس کو اشارہ بیان کر دیا گیا، تفصیلات کے لیے ولادت حیوان کی بحث دیکھی جاسکتی ہے۔ اب ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اس کا پہلا فائدہ منی کو رحم میں پہنچانا، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ **قضیب** پیشاب خارج کرنے کا راستہ ہے۔

رحم | رحم بچے کی پیدائش کے لیے ہے۔ دوسرے، عورتوں میں جو ناپختہ خون ہوتا ہے اس کو دفع کرنے کا راستہ ہے، یعنی خون حیض، عورتوں کے مزاج میں چونکہ رطوبت ہوتی ہے اور ان کے بدن میں حرارت عزیز کی کمی ہوتی ہے اور جو ناپختہ خون ان کے اعضاء میں پہنچتا ہے، اس کے پختہ کرنے کے لیے ان کی حرارت عزیز نا کافی ہوتی ہے، لہذا طبیعت اس خون کو معین ایام کے ذریعہ اس عضو کے راستے سے دفع کرتی ہے۔ رحم میں چونکہ قوت ماسکہ ہے اس لیے اس کی بناوٹ میں زیادہ تعداد ترچھے ریشوں کی ہے۔ منی کو جذب کرنے کی قوت (قوت جاذبہ) ہونے کی وجہ سے بعض ریشے لمبائی میں ہیں، نیز قوت دافعہ ہونے کی وجہ سے اس کے ریشے چوڑائی میں بھی ہوتے ہیں۔ یہ بات کہ رحم میں قوت مغیرہ پائی جاتی ہے محل نظر ہے، اس لیے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ رحم، جنین کے اعضاء کو بناتا ہے، بلکہ قوت مصورہ منی کی حرارت کے ذریعہ ان اعضاء کو بناتی ہے، اگر رحم، جنین کے اعضاء کو بناتا تو عورت بذاتہ پیدا کرنے والی ہوتی۔ اس بنا پر رحم کی قوت مغیرہ دراصل قوت حافظہ ہے۔ اسی لیے جب منی کو ہوا لگتی ہے تو اس کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ سمجھنا چاہئے کہ رحم میں قوت مغیرہ ہے۔

پستان، دودھ بننے کی جگہ ہے، اس لیے ان کا گوشت غددی اور سفید
پستان ہے۔ پستان، رحم کے مشارک اعضاء ہیں، اسی لیے جب رحم کے مادے
 دوسری طرف رجوع ہوتے ہیں تو پستانوں میں آجاتے ہیں، جیسا کہ دودھ پلانے والی عورتوں
 میں ہوتا ہے، ایسی عورتوں کو خون حیض کم آتا ہے یا بالکل نہیں آتا، یہاں تک کہ بعض عورتیں
 اس وقت تک حاملہ نہیں ہوئیں جب تک دودھ پلاتی رہیں۔
 منافع آلات تناسل کے بعد اب ہم منافع آلات حس بیان کریں گے۔

آلات قوی حساسہ کے منافع

چار حواس جو سننے، دیکھنے، سونگھنے اور چکھنے سے متعلق ہیں، ان کی جگہ دماغ ہے، اور یہ حواس
 دماغ میں موجود ہیں، خصوصاً سننے، دیکھنے اور سونگھنے کے حواس، اسی طرح ان میں سے ہر ایک
 کے لیے ایک خاص آلہ ہے، بینائی کا آلہ آنکھ، سننے کا آلہ کان، سونگھنے کا آلہ تنہا اور چکھنے کا آلہ زبان ہے۔
 ان میں سے ہر ایک کی منفعت تفصیل کے ساتھ آگے بیان کی جائے گی۔ جہاں تک آلفنس کا تعلق ہے۔
 اس سلسلہ میں بہت سے شبہات ہیں۔ جالینوس کی رائے میں دماغ سے نکلنے والی ایک عصب،
 حس لمس کا خاص آلہ ہے، یہی عصب دوسرے اعضا کو قوت حس لمس کا فائدہ پہنچاتا ہے۔ یہ تقسیم اعضاء
 کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ ارسطو کے نزدیک حس لمس کا خاص آلہ گوشت ہے۔ دونوں رالیوں کا
 اختلاف، بحث دماغ میں ان کے اختلاف رائے کے تابع ہے۔ چونکہ جالینوس کے نزدیک دماغ
 میں باع حواس ہیں اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ دماغ فعل لمس میں رئیس مطلق ہے، یعنی اس فعل میں کسی
 دوسرے عضو کا محتاج نہیں ہے، لیکن ارسطو کے خیال میں دماغ کی جزوی ریاست ہے، جو اس
 فعل میں قلب کی ریاست کے ماتحت ہے، خواہ دماغ میں چار حواس ہوں یا پانچ۔ اس سلسلہ میں
 ہم اسی طرح بحث کریں گے جس طرح بگڑ کے رئیس ہونے کے مسئلہ پر کی گئی ہے۔

فن تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ بہت سی بڑی بڑی شریا میں قلب سے نکل کر دماغ میں جاتی
 ہیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ فن تشریح کے تمام علماء مع جالینوس اس کے معترف ہیں، لہذا سب
 سے پہلے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دماغ اپنے اس کام میں قلب کا محتاج ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے
 کہ قلب اس حرارت کے ذریعہ دماغ کو قوت غاذیہ کا فائدہ پہنچاتا ہے، تو پھر
 قلب، دماغ کا خادم ہو جائے گا۔ حس اور قوت حساسہ کے لیے ہی کسی حیوان میں قوت غاذیہ اور

تغذیہ کا وجود ہوتا ہے، اور حرارت (جو قلب سے دماغ تک پہنچتی ہے) سے ہی حواسِ خمسہ کا وجود ہوتا ہے۔ لہذا قوتِ حساسہ رتیبہ بدرجہ اولیٰ قلب میں ہوگی، اور اسی کا نام حس مشترک ہے اس قوت کا وجود کتابِ نفس (روحِ نفس) میں ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے یہ قوت جالیئوس کے نزدیک دماغ میں اور ارسطو کے نزدیک قلب میں ہوتی ہے۔

رہا یہ سوال کہ یہ بات کیسے ظاہر ہوتی کہ قلب، دماغ کو ہر حس کے لیے اس کے مطابق کیفیت و کیفیت میں حرارت فراہم کرتا ہے، جب کہ ہر حس کے لیے ہر قسم کی حرارت نہیں ہوتی، اور قوتِ غازیہ میں جو حرارت کام کرتی ہے اس سے بھی حس نہیں ہوتی، تو یہ بات سونے اور جاگنے کے احوال سے ظاہر ہو جاتی ہے، کیوں کہ نیند کے وقت تمام اعضا میں قوتِ غازیہ کا فعل بدرجہ اتم ہوتا ہے، لیکن اس وقت حس نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں جس حرارت کے ذریعہ حس ہوتی ہے وہ نیند کے وقت حواس میں موجود نہیں ہوتی۔ یہ بات اُس وقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے جب کوئی شخص سو رہا ہو، اور اس کی آنکھیں کھلی ہوتی ہوں، عصبہ جوفہ کے راستہ سے آنے والی جس حرارت کے ذریعہ انسان دیکھتا ہے، اگر نیند کے وقت یہ حرارت اندر کی جانب نہ چلی جاتی تو آنکھ کھلی ہونے کے باوجود، بینائی معدوم نہ ہوتی۔ کاش یہ بات معلوم ہوتی کہ یہ حرارت کہاں لوٹتی ہے اور کدھر سے پھیلتی ہے تو اسی مقام کو قوتِ حس مشترک کا مقام متعین کر دیا جاتا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ حرارت، قلب سے پھیلتی ہے، اور اسی کی طرف واپس چلی جاتی ہے۔ اسی سبب سے بیداری کی حالت میں بیرون بدن زیادہ گرم ہوتا ہے، اور نیند کی حالت میں قوتِ غازیہ کا فعل زیادہ ہوتا ہے اور بیرون بدن نسبتاً سرد رہتا ہے۔

یہ کہنا درست نہیں ہے کہ جس حرارت کے ذریعہ بیداری میں حس ہوتی ہے وہ دماغ سے پھیلتی ہے، کیوں کہ دماغ ایک سرد عضو ہے، اور اعصاب بھی سرد اعضاء ہیں۔ اعصاب کی بڑی تعداد میں روح کا وجود ہی ظاہر نہیں ہے، چہ جائیکہ وہ بدن کو گرم کر دیں۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جو حرارت نفسِ غازیہ کا، سیونی ہے، اور وہ حرارت جو نفسِ حسیہ ہے دونوں کا مقام ایک ہی ہے اور یہ دونوں مختلف اعضاء میں نہیں ہیں، مثلاً جب جنین میں نفسِ غازیہ، نفسِ حسیہ کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے تو نفسِ حسیہ بمنزلہ صورت اور کمال ہوا اور غازیہ اس حیثیت سے کہ اس

میں حسیہ کو قبول کرنے کی استعداد ہے، ہیولی کی حیثیت میں ہو تو وہ ضرور نفس حسیہ کو قبول کرے گا۔ چونکہ نفس غازیہ، حرارت غریزیہ کے لیے مستعد رہتا ہے، اس لیے اس کا صورت حسیہ کو قبول کرنا اسی حرارت غریزیہ میں ہوگا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ تمام چیزیں اپنے متعلقات کے ساتھ کامل صورت اختیار کرتی ہیں۔ اور ان سب متعلقات کے مجموعہ سے ایک مکمل چیز حاصل ہوتی ہے۔ اس بحث سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ جو حرارت حواس اور حس مشترک کی تدبیر کرتی ہے وہ قلب کی حرارت ہے، اور تدبیر کا عمل قوت مدبرہ کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اور دماغ اس قوت کا خادم ہے، یہ دوسرے اعضاء کا رت میں ہے، لیکن اس کی ریاست مطلقہ نہیں ہے۔ ان مسائل کو مزید تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاسکتا ہے، لیکن ہم نے اختصار کا راستہ اختیار کیا ہے۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ قوی حسیہ کا فائدہ پہنچانے میں دماغ، قلب کا خادم ہے، جیسا کسی بادشاہ کا سپہ سالار، بادشاہ کے امور کی انجام دہی کرتا ہے، اور بادشاہ اس کے وہ فرائض متعین کر دیتا ہے جن کو اسے انجام دینا ہے۔ اب ہمیں یہ بتانا ہے کہ دماغ، قلب کا خادم کس جہت سے ہے۔ جگر کو قلب کا خادم ہونا پہلے بتایا جا چکا ہے، یعنی جگر قلب کو غذا مہیا کرتا ہے۔ قلب سے آنے والی حرارت کی مقدار تمام حواس کے افعال کے حسب ضرورت نہیں ہوتی۔ حواس کے حالات سے یہ بات ظاہر ہے کہ ان کو قوی حرارت، خارجی محسوسات کے ادراک میں رکاوٹ اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اس کی مثال امراض عادیہ کے مریضوں میں سر کا گرم ہو جانا ہے، جس کی وجہ سے مریض ایسی چیزیں دیکھتا اور سنا ہے جو حقیقتاً موجود نہیں ہوتیں۔ جس لمس میں یہ کیفیت زیادہ نمایاں ہے، کیونکہ لامسہ کے ذریعہ پار متفنناد کیفیات کا ادراک ہوتا ہے، جب کہ خود آلہ لمس (جلد) بھی ان کیفیات سے خالی نہیں ہوتی، بلکہ یہ تمام کیفیات بہ حیثیت مجموعی اس میں موجود رہتی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جلد کو سب سے زیادہ معتدل بنایا گیا ہے، تاکہ صحیح ترین ادراک ہو سکے۔ چونکہ قلب میں بہت زیادہ حرارت ہوتی ہے، اس لیے دماغ کو اس کے مقابلہ میں بنایا گیا ہے، تاکہ قلب کی حرارت کو معتدل کر دے اور محسوسات کا ادراک صحیح طور پر ہو سکے۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ قلب میں ہی برودت ہوتی، کیوں کہ اس سے قلب کے افعال غازیہ میں واضح کمی ہو جاتی۔ چنانچہ انسان میں تغذیہ اور حس کے افعال کی ٹھیک طور پر انجام دہی کے لیے طبیعت نے دماغ کو قلب کا معاون بنا دیا۔ البتہ حیوانِ نباتی جو اسفنج بحری کے نام سے مشہور ہے، اور بہت سے ناقص جانداروں میں دماغ، خصوصاً دماغ سے نکلنے والے اعصاب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس طرح کے جانور

کے بدن کا کوئی حصہ علیحدہ کر دیا جائے تو اس کا زندہ رہنا، غذا حاصل کرنا اور بڑھنا یہاں تک کہ اس کا اپنی اصلی حالت پر لوٹ آنا، ممکن ہے، اور اسی سبب سے بہت سے جاندار ٹکڑے ہو جانے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ دماغ کے قلب کے خادم ہونے کی صورت اور سٹوا اور تمام مشائین کے نزدیک یہی ہے۔

کھوپڑی اس لیے بنائی گئی ہے کہ دماغ کو پوشیدہ رکھے، کھوپڑی کو گول بنانے کا سبب یہ ہے تاکہ آفات سے زیادہ سے زیادہ محفوظ رہ سکے۔ حرام مغز کی منفعت بھی دماغ کی منفعت ہی کی مانند ہے، مزید برآں یہ مہروں کو باہم جوڑے رکھنے کے لیے گویا ایک میخ ہے۔

اس وضاحت کے بعد کہ قوتِ حس میں دماغ کے رئیس ہونے اور قلب کے رئیس ہونے کے درمیان کیا نسبت ہے، اور قلب کی منفعت (قوتِ حس میں) کیا ہے، اب وہ اعضاء جو ان پانچ قوتوں کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، ان میں سے ہر عضو کے منافع کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

گوشت | گوشت، حسِ لمس کا خاص آلہ ہے۔ جس طرح حسِ لمس تمام جانداروں میں مشترک ہے، اسی طرح گوشت بھی سب جانوروں میں پایا جاتا ہے۔ انسان میں اعصاب بنانے کا سبب گوشت کے مزاج کو معتدل رکھنا ہے۔ عصب چونکہ جو ہر دماغ کے مشابہ ہوتا ہے، اس لیے اس کا فائدہ بھی دماغ کے فائدہ کی مانند ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن اعضاء میں زیادہ اعصاب نہیں پہنچتے ان میں حس بھی کم ہوتی ہے۔ بعض احساسات گوشت کے تمام اجزاء میں مشترک ہیں، یعنی کیفیات متضادہ اربعہ حرارت، برودت، رطوبت اور بھوسہ، اور بعض احساسات خاص ہیں، مثلاً فمِ معدہ چیزوں کے تکیل ہونے کا احساس کرتا ہے، جس کا نام بھوک اور پیاس ہے۔ گرم و خشک چیزوں کی خواہش کا احساس بھوک، اور سرد و تر چیزوں کی خواہش کا احساس پیاس ہے۔ اسی طرح عضو تناسل کی جلد ہے جو جماع کے وقت دغدغہ اور گدگداہٹ کا احساس کرتی ہے۔ یہ دونوں احساس (بھوک، پیاس اور دغدغہ) حسِ لمس سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

زبان | زبان، ذائقہ کے لیے بنائی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی زبان کی دوسری افضلیت یہ ہے کہ حروف کی درست ادائیگی کا فعل انجام دیتی ہے۔ زبان کی جڑ میں دو سوراخ ہیں جو مولدِ لعاب (لعاب پیدا کرنے والے) غددی گوشت تک پہنچے ہوتے ہیں۔ اس لعاب کی منفعت یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں مل کر ذائقہ کا احساس

پیدا کرتا ہے۔
آنکھیں | آنکھیں دیکھنے کے آلات ہیں۔ تشریح سے معلوم ہو چکا ہے کہ آنکھ سات
 طبقات اور تین رطوبات سے مرکب ہے۔ ہم ان میں سے ہر ایک کی الگ
 الگ منفعت بیان کریں گے۔

رطوبات چشم | (۱) رطوبت جلیدیہ۔ حس بصارت کا خاص آلہ ایک گولائی میں پھیلی ہوئی
 رطوبت ہے، جسے جلیدیہ کہتے ہیں، اور طبقہ عنکبوتیہ ہے جو اس رطوبت
 کے اوپر واقع ہے۔ علم طبیعی سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس ادراک (حس بصر) کا آلہ پانی اور ہوا
 سے مرکب ایک شفاف چیز ہے۔ آنکھ میں رطوبت جلیدیہ اور طبقہ عنکبوتیہ کے علاوہ کوئی اور ایسی چیز
 نہیں ہے جو پانی اور ہوا سے مل کر بنی ہو، اور اتنی شفاف و روشن ہو۔ صاف اور شفاف ہونے
 کی وجہ سے ہی یہ دونوں، رنگوں کو قبول کرتے ہیں۔ رطوبت جلیدیہ کی گولائی میں کچھ چپٹاپن بھی ہے،
 تاکہ ٹسوسات کی بڑی مقدار اس میں سما سکے۔ آنکھ کے باقی تمام طبقات اور رطوبتیں رطوبت جلیدیہ
 کی معاونت ہی کے لیے بنائی گئی ہیں۔

رطوبت زجاجیہ | اس لیے بنائی گئی ہے کہ رشح کے طریقہ پر رطوبت جلیدیہ کے لیے
 غذا فراہم کرے (یعنی رطوبت زجاجیہ سے رطوبت رس کر رطوبت
 جلیدیہ تک آتی ہے) چونکہ خون کی طبیعت رطوبت جلیدیہ کے مناسب حال نہیں ہے اس لیے ایک
 درمیانی چیز اور واسطہ کی ضرورت ہوتی ہے پہلے اس میں خون پہنچے اور اس کی حالت میں تبدیلی ہو،
 اور پھر خون کا اس رطوبت کی غذا بننا ممکن ہو سکے۔

رطوبت بیضیہ | رطوبت جلیدیہ کو تر رکھنے کے لیے بنائی گئی ہے، نیز بیرونی ہوا سے
 اس کے مزاج کی حفاظت کرتی ہے، اور رطوبت جلیدیہ کو اس
 کے اوپر والے طبقہ (طبقہ عنیبیہ) سے نہیں ملنے دیتی۔

طبقات چشم
طبقہ صلب | اس لیے بنایا گیا ہے کہ ہڈی کی سختی سے آنکھ کو محفوظ رکھے، اور آنکھ
 کو ہڈی سے منسلک بھی رکھے۔

طبقہ مشیمیہ

اس لیے بنایا گیا ہے کہ طبقہ شبکیہ کو اپنے اندر موجود وریدوں کے ذریعہ غذا پہنچاتے، اور اس میں جو شراتین ہیں ان سے حرارت غریزیہ فراہم کرے۔

طبقہ شبکیہ

اس کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ یہ اپنے عصب کے ذریعہ روح باصرہ پہنچاتا ہے۔ روح باصرہ وہ حرارت غریزیہ ہے جس کے مزاج کی تعدیل دماغ اور آنکھ کے دونوں طرف آنے والے اعصاب میں ہوتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ رطوبت زجاجیہ کو بہ شکل ریزش غذا دیتا ہے، اور اس میں جو شراتین ہیں ان کے ذریعہ رطوبت زجاجیہ کو حرارت غریزیہ پہنچاتا ہے۔

طبقہ عنکبوتیہ

جالینوس کہتا ہے کہ طبقہ عنکبوتیہ بہت صاف اور روشن ہے، اس میں شکلیں اور رنگ مرسم ہوتے ہیں۔ اس طرح جیہی حس بصر کا خاص آلہ ہے۔ یہ طبقہ تنہا یا رطوبت جلیدیہ کی مدد سے یہ فعل انجام دیتا ہے۔

طبقہ عنیبیہ

اطباء کی نظر میں اس کے تین منافع ہیں۔ (۱) یہ طبقہ قرنیہ کو غذا فراہم کرتا ہے، اسی لیے اس میں عروق کی کثرت ہے (۲) رطوبت جلیدیہ اور طبقہ قرنیہ کے درمیان حائل ہے، تاکہ طبقہ قرنیہ کی سختی رطوبت جلیدیہ کو نقصان نہ پہنچاتے۔ اسی وجہ سے طبقہ قرنیہ کو نرم بھی بنایا گیا ہے۔ (۳) روح باصرہ کے راستہ کو اپنے سیاہ رنگ کی وجہ سے بند نہیں ہونے دیتا، یہ سیاہ رنگ کا خاصہ ہے۔

طبقہ عنیبیہ کے پیچ میں جو ثقبہ (سوراخ) ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ وہ نظر آنے والی چیزوں کی تصویریں رطوبت جلیدیہ یا طبقہ عنکبوتیہ یا ان دونوں تک پہنچاتے۔ جالینوس کا یہ خیال کہ اشیاء کے ادراک کے لیے آنکھ سے کوئی چیز نکلتی ہے، درست نہیں ہے، بلکہ آنکھ اپنے شفاف اجسام کے ذریعہ اسی طرح رنگوں کو قبول کرتی ہے جس طرح آئینہ رنگوں کو قبول کرتا ہے۔ جب ان شفاف اجسام میں اشیاء کے رنگ مرسم ہو جاتے ہیں تو قوت باصرہ ان کا ادراک کر لیتی ہے۔ علم طبیعی میں ان تمام مسائل کی وضاحت کی گئی ہے، چنانچہ آنکھ جن اجسام سے مرکب ہے ان میں سب سے زیادہ صاف اور روشن جسم میں اشیاء کے رنگ مرسم ہوتے ہیں، اور یہی جسم بینائی کا خاص آلہ ہے۔ اس کا کام بھی رطوبت جلیدیہ کی حفاظت ہے، اسے صاف و شفاف اور باریک بنانے کی وجہ یہ ہے کہ رطوبت جلیدیہ بلا

طبقہ قرنیہ

رکاوٹ تصویریں قبول کر کے۔

اس کا فائدہ یہ ہے کہ پوری آنکھ کو ہڈیوں سے منسلک رکھے، نیز ان
 طبقتہ ملتئمہ | عضلات کو حرکت دے جو آنکھ کو حرکت میں لاتے ہیں۔

اجزاء چشم کے مذکورہ منافع جالینوس کی راتے کے مطابق ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے ان میں
 کے اکثر منافع ظنی اور تخمینی ہیں، لیکن یہ عام طور پر مسلم ہے کہ اجزاء چشم کے ہر جزو میں خاص منفعت
 ہے، اور ان میں سے جزو تیس وہ ہے جس کی خصوصیت اشیاء کے رنگوں کا ادراک ہے۔

کان

کان سماعت کا آلہ ہے۔ اصل میں سننے کا عمل اس عصب کے ذریعہ انجام پاتا ہے جو کان کے
 سوراخ تک پہنچتا ہے۔ اطباء کے نزدیک کان کا سوراخ ترچھا ہونے کا سبب یہ ہے کہ سرد ہوا
 آلہ سماعت کو تکلیف نہ پہنچاتے، لیکن زیادہ قرین قیاس قول یہ ہے کہ اسے ترچھا اس لیے
 بنایا گیا ہے کہ زور دار آواز براہ راست کان میں نہ پہنچے۔ بہر حال فعل سماعت میں اس شکل کو بھی
 کچھ دخل ہے، اسی لیے یہ غضروفی جسم جسے عرف عام میں کان کہتے ہیں گہرا بنایا گیا ہے۔ اس کا
 ایک فائدہ انسان میں یہ بھی ہے کہ سر سے گرنے والی چیز کان کے سوراخ میں نہ پہنچنے پاتے،
 دوسرے حیوانات میں اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ آواز خواہ کسی جانب سے آتے، کان میں پہنچ
 جاتے۔ اسی لیے وہ اپنے کانوں کو حرکت دیا کرتے ہیں۔

ناک

سونگھنے کا آلہ ناک ہے۔ سونگھنے کا عمل سانس لینے والے جانداروں میں ناک سے ہوا اندر
 کھینچنے کے ذریعہ ہوتا ہے، اور سانس نہ لینے والے جانداروں میں بغیر ناک کے ذریعہ ہوا کھینچی
 ہوتے ہو جاتا ہے، جیسے زنبور (بھڑ) اور دوسرے غیر متنفس جاندار۔ ارسطو کے نزدیک وہ جگہ
 جس سے سونگھنے کا ادراک ہوتا ہے، ناک کے بیرونی دور راستے (نتھنے) ہیں، اور جالینوس کے
 قول کے مطابق اس جس کا مقام مقدم دماغ کے وہ دو زائدے ہیں جو سر پرستان کے مشابہ ہوتے
 ہیں، اور چونکہ یہ مقام دور ہے اس لیے سونگھنے کے لیے ہوا اندر کھینچنا (سانس لینا) ضروری ہے۔
 میرے نزدیک جالینوس کا یہ قول درست نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو جب ہم ناک کو بند کر

کے منہ سے سانس لیتے تو بوجہ احساس ضرور ہوتا، کیوں کہ تالو کا راستہ ناک تک جاتا ہے، جب کہ ایسا نہیں ہوتا۔ اگر جانینوس کی یہ بات مان لی جاتے تو جیسا کہ ابو کھر نے بھی کہا ہے کہ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جب معدہ میں غذا چکنا شروع ہو تو اس کی بوجھسوس ہو جاتے۔ اشتقاق اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ سونگھنے کا عمل مذکورہ دو زائدوں سے ہوتا ہے، اگر ایسا ہوتا تو غیر تنفس جانداروں میں سونگھنے کی قوت نہ ہوتی، بلکہ عمل اشتقاق جو سونگھنے کا سبب ہے دو طرح انجام پاتا ہے (۱) مناسب اور آسان طریقہ پر (۲) تنفس کی حس شامہ میں غلظت ہونے کے باعث یہ ممکن تھا کہ سونگھی جانے والی ہوا بذات خود شامہ تک پہنچ جاتی، لیکن سانس لینے والا جاندار عمل تنفس میں ہوا باہر نکالتا اور اندر لیتا ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ ہوا کے اخراج کے وقت اس سونگھی ہوتی ہوا کا اثر بھی ختم ہو جائے جو سانس اندر لیتے وقت زیادہ مقدار میں پہنچ جاتی ہے۔ اسی لیے سونگھی جانے والی ہوا عمل اشتقاق سے بمقابلہ بغیر اشتقاق زیادہ پہنچتی ہے یہی اس بات کا سبب ہے کہ کسی خاص بوجہ کے ادراک کے لیے سانس لینے کا عمل زیادہ درکار ہے۔ جو حیوانات ناک سے سانس لیے بغیر سونگھ لیتے ہیں ان میں حس شامہ، سانس لے کر ادراک حس کرنے والے جاندار سے زیادہ ہوتی ہے، جیسا کہ ہم چیونٹی اور شہد کی مکھی میں دیکھتے ہیں۔ چونکہ سانس لینے والے جاندار کی قوت شامہ کمزور ہے، اس لیے جب وہ سانس نہیں لیتا تو معمولی بوجہ احساس اسے نہیں ہوتا۔ انسان کی قوت شامہ بہت سے ایسے حیوانات سے کم ہے جن کو اپنی غذا تلاش کرنے میں قوت شامہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ایسے حیوانات وحی والہام کے ذریعہ اپنی غذا تک پہنچتے ہیں۔

جو اس خمسہ کے آلات کے بعد اب ہمیں ان اعضاء کا بیان کرنا ہے جو قوت محرکہ کے لیے بناتے گئے ہیں۔

اعضاء حرکت ارادیہ کے منافع

حیوانات کی قوت محرکہ دراصل قوت خیالیہ ہے جب کہ اس کے ساتھ قوت نزوعیہ (حرارت عزیزہ) بھی ہو اور پھر دونوں قوتیں مل کر اس طرح عمل کرتی ہیں کہ صورت خیالیہ، قوت نزوعیہ کو تحریک دیتی ہے، یہ عمل لوح نفس میں واضح ہوتا ہے۔ لیکن یہاں ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اس قوت محرکہ کے آلات کون کون سے ہیں اور کتنے ہیں۔

حرکات ارادیہ میں سے بعض حرکات کلی ہیں، اور بعض جزوی ہیں۔ چلنے کی حرکت کلی ہے،

جس سے پورا بدن ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ جزوی حرکات یہ ہیں۔ پیشانی کی جلد کی حرکت، دونوں آنکھوں، دونوں رخسار، ناک کے دونوں کناروں، دونوں ہونٹوں اور زبان کی حرکات، خنجرہ اور جبرہ کی حرکات، سر اور گردن کی حرکات، شانہ کی حرکت، شانہ کے ساتھ بازو کے جوڑ کی حرکات، شانہ کے جوڑ کی حرکت کلائی کے ساتھ، پہنچے اور کلائی کے جوڑ کی حرکت انگلیوں اور ان کے ہر ہر جوڑ کی حرکت، اعضاء حلق کی حرکات، عمل تنفس کے لیے سینہ کی حرکت، قفیب کی حرکات، پیشاب پر قابو رکھنے کے لیے مثانہ کی حرکت، پاخانہ کے لیے معار مستقیم کے سرے کی حرکت، شکم کے پردہ مراق کی حرکت، کمر اور سرین کے جوڑ کی حرکت، پنڈلی، ران اور قدم کے جوڑوں کی حرکات، پیر کی انگلیوں کی حرکات۔ یہ تمام عام طور سے ارادی حرکات کہی جاتی ہیں۔

اب ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ اعضاء انسانی کی یہ حرکات کس طرح وجود میں آتی ہیں۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے ان حرکات میں سے ہر حرکت کے ایک سے زائد محرکات ہوتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ کی حرکت، وتر کے ذریعہ، وتر کی حرکت عضلہ کے ذریعہ، اور عضلہ کی حرکت عصب کے ذریعہ عصب کی حرکت یا بذات خود ہوتی ہے یا کسی محرک کے ذریعہ ہوتی ہے۔ علم طبیعی یہ بتاتا ہے کہ ہر متحرک کا کوئی محرک ہوتا ہے۔ جب محرک کوئی جسم ہوتا ہے تو اسی وقت حرکت دے سکتا ہے جب خود حرکت کرے، اسی لیے محرک جسم کو کسی اور محرک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ محرک بھی جسم ہو تو پھر یہ سلسلہ غیر متناہی ہو جاتے گا، یا پھر کوئی ایسا محرک ہو جو حرکت دے لیکن خود متحرک نہ ہو۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب محرک، جسم کے علاوہ کوئی اور چیز ہو، لہذا معلوم ہوا کہ جاندار میں ان حرکات کے لیے محرک اول جسم نہیں ہے، بلکہ قوت نفسانیہ ہے، اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ دراصل قوت متخیلہ ہے، جس کے ساتھ قوت نزوعیہ بھی ہو، اور دونوں مل کر عمل کریں۔ چونکہ محرک اول کوئی جسم نہیں ہے، لہذا لازم آتا ہے کہ متحرک اول کوئی جسم ہو۔ اس طرح متحرک اول، بیولی اور محرک اول صورت ہوگی۔ اور یہ ناممکن ہے کہ محرک اول، غیر بیولی پر اثر انداز ہو، کیوں کہ حرکت کی ابتداء اسی سے ہوتی ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ متحرک اول کون سا جسم ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جسم حرارت غریزیہ ہے۔ اسی لیے جب اعضاء ٹھنڈے ہو جاتے ہیں تو ان کی حرکت باطل ہو جاتی ہے۔ علم طبیعی سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ سب سے پہلی حرکت حرارت غریزیہ کی ہے، خصوصاً افعال غذا میں

یہ حرارت نمایاں کام کرتی ہے۔ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ اس کے منبع کے بارے میں ضرور اختلاف ہے۔ جالیٹوس کے نزدیک اس کا منبع دماغ ہے، جہاں سے یہ اعصاب کے ذریعہ پورے جسم میں پھیل جاتی ہے، اور اسطو کے نزدیک اس فعل میں دماغ، قلب کا خادم ہے، یعنی جس طرح دماغ تو اس کو معتدل کر دیتا ہے، اسی طرح حرکات کے سلسلہ میں بھی اس کا عمل ہوتا ہے، لیکن حرارت کا منبع بہر حال قلب ہے۔ قلب کو منبع حرارت ثابت کرنے کے لیے یہاں بھی ویسے ہی دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں جیسے کہ پہلے کیے گئے تھے۔ مثلاً جب کوئی شخص چلتا ہے تو اس کے بدن میں ایسی حرارت پھیلتی ہے جو اس سے پہلے موجود نہیں تھی، اور جس عضو سے پورے بدن میں حرارت پھیلتی ہے وہ بلاشبہ قلب ہے، اسی لیے جب کسی شخص پر انتہائی گھبراہٹ طاری ہوتی ہے، اور حرارت غریزیہ سمٹ کر قلب کی طرف چلی جاتی ہے تو اس کی پنڈلیاں کانپنے لگتی ہیں، یہاں تک کہ ایسا اوقات وہ گر جاتا ہے اور حرکت پر قادر نہیں رہتا۔

ایسی صورت میں کہ اس حرکت کی اولین قوت مدبرہ یعنی وہ قوت جو اس حرارت کی کیفیت اور کیفیت کو خاص انداز پر رکھتی ہے، قلب میں ہوتی ہے، نیز جالیٹوس اور تمام اطباء معترف ہیں کہ قوت نزویہ بھی قلب میں ہے۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حیوان قوت نزویہ کے ذریعہ حرکت کرتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ قوت محرکہ قلب میں ہی ہے، اور دماغ اس کا اس جہت سے خادم ہے کہ اس میں اعتدال پیدا کرتا ہے، خواہ تعدیل کا کام عصب کے ذریعہ ہو یا عصب میں سرایت کرنے والی روح نفسانی کے ذریعہ، ان دونوں باتوں میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے، اگرچہ یہ واضح نہیں ہے کہ عصب میں روح بھی ہوتی ہے، جیسا کہ جالیٹوس کہتا ہے، سوائے ان دو اعصاب جو قوت کے جو دونوں آنکھوں تک آتے ہیں۔ جالیٹوس کے نزدیک حرارت غریزی سے سب سے پہلے متحرک ہونے والے اعضاء عضلات ہیں۔ وہ اعضاء جن میں ہڈیاں اور جوڑ نہیں ہوتے ان میں عضلات کی یہ حرکت بذات خود ہوتی ہے، اور جوڑوں میں ان اوتار کے ذریعہ ہوتی ہے جو عضلہ سے نکل کر ہڈی کے سرے پر لگے ہوتے ہیں۔ جب عضلہ سکڑتا ہے تو یہ وتر کھینچ جاتا ہے، اور چونکہ یہ ہڈی کے سرے سے ہیوست ہوتا ہے اس لیے اس کی حرکت سے ہڈی بھی متحرک ہو جاتی ہے۔ جب کسی عضو میں دو متضاد حرکتیں ہوتی ہیں تو ان کے عضلات بھی دو متضاد سمتوں میں ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ ہر ایک عضلہ عضو کو اپنی طرف کھینچتا ہے، اور مخالف سمت کا عضلہ اس کو اس فعل سے روکتا ہے، اگر دونوں قسم کے عضلات بیک وقت متحرک ہوں تو وہ عضو کھینچ کر

سیدھا ہوجاتا ہے۔ اس کی مثال، ستمیلی کی حرکت ہے۔ جب، ستمیلی کی پشت کے عضلات کھینچے ہیں تو وہ پیچھے کی طرف الٹ جاتی ہے، اور جب کلائی کے اندرونی جانب کے عضلات کھینچے ہیں تو، ستمیلی مڑ جاتی ہے، اور جب دونوں طرف کے عضلات بیک وقت کھینچیں تو سیدھی ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، جالینوس کے قول کے مطابق بدن انسان میں عضلات کی تعداد پانچ سو اسی (۵۲۹) ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

چہرہ میں پینتالیس عضلات، جن میں چوبیس^{۲۴} عضلات آنکھوں اور پوٹوں کی حرکت کے لیے، بارہ^{۱۲} عضلات جبڑوں کی حرکت کے لیے نو (۹) عضلات چہرہ کی تمام حرکات ارادیہ کے لیے، ان میں سے ایک پیشانی کی جلد کو پھیلا کر آنکھ کو پوری طرح کھولنے میں معاون ہوتا ہے۔ دو عضلات مدقہ (آنکھ کی تلی) کو حرکت دیتے ہیں۔ سر اور گردن کو حرکت دینے والے عضلات کی تعداد تیس^{۲۳} ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو صرف سر کو اپنے مقام کی نسبت سے اپنی طرف کھینچتے ہیں، کچھ سر اور گردن کو ایک ساتھ کھینچتے ہیں، کچھ عضلات سر و گردن کو پیچھے کی جانب، کچھ دائیں جانب اور کچھ بائیں جانب کھینچتے ہیں۔ نو عضلات زبان کو حرکت دیتے ہیں۔ تیس عضلات حلق اور حنجرہ کو حرکت دیتے ہیں۔ دونوں شانوں میں سات سات عضلات ہوتے ہیں جو ان کو ہر قسم کی حرکت دیتے ہیں۔ دونوں بازوؤں کی ہر قسم کی حرکت کے لیے تیرہ تیرہ عضلات ہیں۔ دونوں بازوؤں میں چار عضلات اور ہیں، جن میں سے دو عضلات جو اندر کی طرف ہیں کلائی کو موڑتے ہیں، اور دو عضلات جو باہر کی طرف ہیں کلائی کو پھیلاتے ہیں۔ سترہ سترہ عضلات ہر کلائی میں، جن میں دس بیرونی جانب اور سات اندرونی جانب ہیں۔ ان عضلات نے، ستمیلی اندرونی و بیرونی جانب نیز انگوٹھے و چھوٹی انگلی کی سمت میں حرکت کرتی ہے۔ اور انھی عضلات کی حرکت سے، ستمیلی کا گڑھا بنتا ہے۔ سینہ کو حرکت دینے والے ایک سو سات (۱۰۷) عضلات ہیں، جن میں کچھ سینہ کو سکیرتے اور کچھ پھیلاتے ہیں۔ اڑتالیس^{۲۵} عضلات کمر کی تمام حرکات کے لیے ہیں۔ آنکھ عضلات عظم قفس سے عظم العانہ تک شکم پر پھیلے ہوتے ہیں، جن میں کچھ لمبائی میں، کچھ چوڑائی میں اور کچھ ترچھے واقع ہیں یا یہ شکم کو ہر طرح کی حرکت دیتے ہیں، مثلاً شکم کا اٹھنا اور دہنا، نیز دوسری حرکات میں معاون ہوتے ہیں۔ چار عضلات مردوں میں فوطوں کے لیے ہیں اور چار قصبیب کی حرکت کے لیے ہیں۔ چار عضلات فم مشانہ کو باندھے رکھتے ہیں، تاکہ بلا ارادہ پیشاب نہ خارج ہو۔ چار عضلات مقعد کو باندھے ہوتے ہیں، تاکہ بلا ارادہ پاخانہ خارج نہ ہو۔ ۲۶ عضلات دونوں رانوں کی حرکت کے

لیے ہیں جو رانوں سے اوپر واقع ہیں۔ بیس عضلات پنڈلیوں کی حرکت کے لیے ہیں جو دونوں رانوں پر واقع ہیں۔ ۲۸ عضلات پیروں اور بعض انگلیوں کی حرکت کے لیے ہیں جو دونوں پنڈلیوں پر واقع ہیں۔ بائیس عضلات پیر کی باقی انگلیوں کی حرکت کے لیے ہیں جو پیروں پر واقع ہیں۔ یہ عضلات ہی ہیں جو حرارت غریزیہ کے ذریعہ سب سے پہلے متحرک ہوتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عضلات کے بغیر ارادی حرکات صادر ہوں یا یہ کہ صرف حرارت غریزیہ ہی حرکات ارادی کے لیے کافی ہو۔ اور جن حیوانات میں خون نہیں ہوتا حرارت غریزیہ کے قائم مقام کسی شے سے حرکات ارادیہ انجام پاتیں۔ یہ عضلات کامل حیوانات میں ہوتے ہیں۔ چونکہ جالینوس کی قطعی رائے یہ ہے کہ عضلات کے بغیر حرکات ارادیہ نہیں ہوتیں اس لیے انھوں نے زبان کو باہر کی جانب حرکت دینے اور اسے اوپر اٹھانے کے فعل کے لیے زبان میں عضلات کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے، حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے کہ بغیر عضلات کے حرکت ممکن ہی نہ ہو۔

اعضاء حرکت ارادیہ کے منافع بیان کر دیتے گئے، اب تنفس اور اعضاء تنفس کا تذکرہ کرنا ہے، کیوں کہ جالینوس کے نزدیک تنفس بھی حرکات ارادیہ میں داخل ہے۔

آلات تنفس

آلات تنفس یہ ہیں: حجاب عاجز، پھیپھڑے، قصبۃ الریہ، صخرہ، لہاۃ (کوآ)، ہر عضو کی الگ الگ منفعت بیان کرنے سے قبل مناسب ہے کہ تنفس کی عمومی منفعت کا تذکرہ کر دیا جائے۔

جالینوس اور دوسرے اطباء عام طور سے تنفس کے دو فائدے بیان کرتے ہیں، ایک یہ کہ سانس کے ذریعہ تازہ ہوا حاصل کر کے حرارت غریزیہ کو فرحت پہنچائی جاتے، اور خراب ہوا کو خارج کر دیا جاتے، کیوں کہ نامناسب اور خراب ہوا سے حرارت غریزیہ کے تحلیل ہونے کا اندیشہ ہے۔ تنفس کی یہ منفعت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اور ان جانداروں میں تنفس ضروری ہے جو گرم اور خون والے ہیں، لیکن جو حیوان نہ گرم ہیں نہ خون والے ان میں تنفس کی یہ صورت لازمی نہیں ہے، بلکہ ان میں قلب کی شراہین کی حرکت ہی کافی ہے، کیوں کہ ہمارے نزدیک یہ بھی ایک قسم کا تنفس ہی ہے۔

بعض اطباء کے خیال میں دوسری منفعت یہ ہے کہ جو ہوا اندر داخل ہوتی ہے اس سے روح غریزیہ غذا حاصل کرتی ہے، اور روح کا جو حصہ تحلیل ہوا ہے اس کا بدل بن جاتی ہے۔

یہ خیال بالکل غلط ہے، کیوں کہ کسی مرکب کے لیے بسط سے غذا حاصل کرنا ممکن نہیں، اگر یہ ممکن ہوتا تو حیوان بسط غیر مرکب کا وجود ممکن ہوتا، بلکہ ایک رکن سے بھی حیوان کا وجود ہو جاتا۔ جالینوس اس کا منکر ہے، اسی لیے اس کے نزدیک پانی میں غذائیت نہیں ہوتی۔ علم طبیعی کی معلومات رکھنے والے کے لیے یہ مسئلہ بالکل واضح ہے۔ لہذا تنفس کی صرف پہلی منفعت (تازہ ہوا اندر لینا اور خراب ہوا کا اخراج) ہی درست ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قوی نفسانیہ میں کون سی قوت اس فعل کی ذمہ دار ہے۔ جالینوس کے نزدیک ارادیہ کا کام ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سانس لینا یا نہ لینا ہمارے ارادہ و اختیار میں ہے۔ جالینوس کے نزدیک عضلات اور عصب، تنفس کا خاص آلہ ہیں، جس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر حجاب عاجز کو متحرک کرنے والی عصب کاٹ دی جاتے تو جاندار صرف اتنی ہی دیر زندہ رہ سکتا ہے جتنی دیر گلا گھونٹے جاتے پر زندہ رہنا ممکن ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا نظریہ یہ ہے کہ تنفس کا عمل قوتِ غذایہ کے ذریعہ ہوتا ہے، جیسا کہ نبض میں ہوتا ہے۔ اس نظریہ کی تائید میں کچھ دلائل بھی پیش کیے جاسکتے ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ ہم نیند کی حالت میں بھی سانس لیتے ہیں (جب کہ نیند کی حالت میں قوتِ ارادی کام نہیں کرتی) اور ارادی کام جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، نخیل اور نزوع کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ تنفس جس میں ارادہ شامل نہ ہو نبض کی مثل ہے، چنانچہ بقراط تنفسِ نبض کا قائم مقام قرار دیتا ہے، بشرطیکہ آلاتِ تنفس میں کوئی مرض نہ ہو، کیوں کہ آلاتِ تنفس میں مرض ہونا مزاجِ قلب پر دلیل بنے گا، جیسا کہ نبض دلیل بنتی ہے۔ اطباء کی ایک جماعت اس خیال کی حامی ہے کہ تنفس ارادی اور غیر ارادی افعال سے مرکب ہے، یہ قوتِ غذایہ کا فعل ہے جسے اطباء کی اصطلاح میں قوتِ طبیعیہ کہا جاتا ہے۔ اس کی مثال بہت سے اعضاء کی حرکات میں ملتی ہے، جیسے پلکوں کی حرکت جو ارادی اور غیر ارادی ہے، یا حرکتِ ازدرداد (غذا فرو کرنے کے وقت مری کی حرکت) کہ اگر اشتہارِ غذا ختم ہو جاتے (تو اس میں حرکت نہیں ہوتی)، آخری نظریہ یعنی ارادی و غیر ارادی افعال سے مرکب ہونا، درست معلوم ہوتا ہے، لیکن اس سے زیادہ متوازن بات یہ ہے کہ یہ دراصل ایک فعلِ طبیعی ہے، کیوں کہ خواہ حالتِ صحت ہو یا حالتِ مرض، ہم اکثر بے ارادہ سانس لیتے ہیں، اسی بنا پر تنفس کو مزاجِ قلب پر دلیل قرار دیا جاتا ہے۔ صدمہ کے وقت انسان کا ٹھنڈی سانس لینا ایک غیر ارادی عمل ہے، اسی طرح تنفس کی شدید ضرورت کے وقت سانس روکنے پر قدرت نہیں رہتی، جیسا کہ کھانسی وغیرہ میں ہوتا ہے۔ عملِ تنفس میں قوتِ طبیعیہ کے ساتھ قوتِ ارادی اسی وقت

کام کرتی ہے جب کہ قلب کو حسب ضرورت تنفس نہ مل رہا ہو۔

اس قوت کے محض ارادی ہونے پر جالیئوس کی دلیل کہ عصب کے ٹٹنے سے تنفس قطع ہو جاتا ہے کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے، یہاں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ عصب کے کٹنے سے حرکت تنفس رک جانا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ اس عصب کی موجودگی فعل تنفس کا سبب خاص تھی۔ مشاہدہ یہ بھی ہے کہ دو عرق سباتی جو دماغ تک جاتی ہیں اگر کسی شخص میں ختم کر دی جائیں تو اس کے تمام افعال ارادی میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ سباتی تمام کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔ رازی کہتا ہے کہ ہندوستان کے حکمران رگ سباتی کاٹ کر قتل کرتے تھے۔ تاہم اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی وجہ مانع نہیں ہے کہ فعل تنفس کی تکمیل میں عصب کا عمل بھی شامل ہے، اسی لیے اگر عصب میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے تو فعل تنفس میں بھی خلل واقع ہو جاتا ہے۔ لیکن عصب فعل تنفس کا سبب خاص نہیں ہے، اور نہ ہی یہ لازم آتا ہے کہ عصب کی حرکت کو اس کے وجود میں دخل ہو، اور عصب کی حرکت لازماً محض ارادی ہو، جب کہ خود جالیئوس اس بات کا معترف ہے کہ پیوٹوں کی حرکت عصب کے ذریعہ ہوتی ہے۔

تنفس کی منفعت اور فعل تنفس کی ذمہ دار قوت، کے بعد اب ہم ان اعضاء کا الگ الگ بیان کریں گے جو فعل تنفس کے آلات ہیں۔ ان آلات میں پھیپڑے کی منفعت زیادہ نمایاں ہے۔ یہ جب پھیلتا ہے تو ہوا کو اپنے اندر جذب کرتا ہے، اور جب سکڑتا ہے تو ہوا باہر کی طرف دفع کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ تنفس کا خاص آلہ یہی ہے، لیکن قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ پھیپڑے کی یہ حرکت جس کے ذریعہ ہو داخل اور خارج ہوتی ہے، کیا سینہ کی حرکت کے تابع ہے، اور اس کی ذاتی حرکت نہیں، یا فعل تنفس میں سینہ کی حرکت پھیپڑے کی حرکت کی شریک اور معاون ہے۔ جالیئوس کے نزدیک پھیپڑوں کی کوئی ذاتی حرکت نہیں ہے، بلکہ یہ سینہ کی حرکت کے تابع ہے، اور تنفس کی طبعی حرکت اس بڑے عضلہ کے ذریعہ ہوتی ہے جس کا نام حجاب ہے، اور جو بالائی اور زیرین اعضاء کے درمیان حد فاصل ہے۔ جالیئوس کے نزدیک حجاب عاجز کی خاص منفعت تنفس ہی ہے، لیکن ارسطو کے زمانہ میں اس عضو کی منفعت صرف اس قدر معلوم تھی کہ یہ اعضاء رتیلہ اور اعضاء غزل کے درمیان پردہ ہے، تاکہ غذا کی پختگی کے وقت جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ اعضاء رتیلہ تک نہ پہنچے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کیوں کہ علم تشریح کی معلومات ایسی ہی ہیں جیسے اجرام سماوی کی حرکات کی معلومات جالیئوس کے دور میں یہ فن کافی حد تک مکمل ہو چکا تھا، لیکن پھر بھی جیسا کہ وہ خود کہتا ہے یہ ممکن ہے کہ جن چیزوں کو میں نہیں جانتا ان سے دوسرے لوگ واقف ہوں، اسی لیے

جالیئوس کی وہ تمام باتیں جن کے متعلق یہ گمان ہے کہ وہ ارسطو کے اقوال کے منافی و مناقض ہیں، درحقیقت منافی و مناقض نہیں ہیں، بلکہ تتمہ اور اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کی مثال حجاب کی منفعت کے بارے میں ارسطو کا قول ہے۔ اس کے متعلق یہ بھی گمان ہے کہ اس نے اعصاب کا مشاہدہ نہیں کیا تھا، لیکن حس و حرکت اور منفعت قلب و دماغ کے بارہ میں جب اس کے اقوال کلیہ پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اعصاب کا علم نہ ہونے سے اس کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ بعینہ ایسا ہے جسے کوئی ہیئت داں اپنے منقذ میں گمے مقابلہ میں اجرام سماوی کی کوئی مزید حرکت دریافت کرے، لہذا جالیئوس نے جن امور جزئیہ کو بیان کیا ہے وہ ارسطو کے اقوال کلیہ کی تردید نہیں ہیں۔

اس تفصیل کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ پہلے جالیئوس کی جس راتے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یعنی پھیپڑے کی حرکت کا سینہ کی حرکت کے تابع ہونا، قابل اعتراض ہے۔ یہ راتے اسی وقت صحیح ہو سکتی تھی جب سینہ کی حرکت معطل ہونے پر پھیپڑے کی حرکت ہی معطل ہو جاتی اور اور جاندار کی موت واقع ہو جاتی، لیکن مشاہدہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ سینہ کی حرکت پھیپڑے کی حرکت کا خاص سبب ہے۔ ایک امکان یہ ہے کہ پھیپڑا اور سینہ دونوں کی ذاتی حرکات ہوں لیکن ایک کی حرکت دوسرے کے بغیر نہ ہو سکے اور اس طرح جب ان میں سے کسی کی حرکت معطل ہو جاتی تو دوسرے کی حرکت بھی ختم ہو جاتی دوسرا امکان یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی حرکت کا سبب نہ ہو پھر اگر ہم یہ مانتے ہوتے کہ پھیپڑا سینہ کو حرکت دیتا ہے اور اگر یہ متحرک نہ ہو تو سینہ بھی متحرک نہ ہوگا یہ فرض کر لیں کہ پھیپڑا متحرک نہ ہو تو سینہ کی حرکت لازمی طور پر معطل ہو جاتی گی، تو یہ ایک مغالطہ آمیز بات ہوگی۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ سینہ اور پھیپڑا دونوں ایک ساتھ ایک رباط میں متحرک ہوں، اس طرح کہ جب ان میں سے ایک میں حرکت نہ ہو تو دوسرا بھی متحرک نہ ہو، لیکن ان میں کوئی دوسرے کو حرکت نہیں دیتا ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ عصب کے کٹنے یا بندھ جانے سے سینہ میں سور مزاج پیدا ہو جاتے تو بطور مشارکت پھیپڑے میں بھی سور مزاج پیدا ہو جاتے۔ کیوں کہ مشارکت کے سبب سے بھی اعصاب میں سور مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جالیئوس اس کا اعتراف بھی کرتا ہے اس لحاظ سے سینہ کی حرکت، پھیپڑے کی حرکت کے لیے گویا معاون ہوگی، خصوصاً جب تنفس کی شدید ضرورت ہو۔ جالیئوس نے اس مسئلہ میں اپنے اصول کو برقرار رکھا ہے، کیوں کہ اس کے نزدیک تنفس

کی حرکت ارادی ہے، اس کا نظریہ یہ بھی ہے کہ حرکت ارادی صرف عصب سے ہوتی ہے۔ حالانکہ ہڈیوں کی حرکت اسے معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ پھیپڑے تک کوئی عصب پہنچے بھی جو محسوس ہو سکے، چہ جاتیگے اس کے ذریعہ حرکت ہو۔ چونکہ ارتفاع حرکت نہ ہونے کا طریقہ اس کے نزدیک یقینی ہے، یعنی سینہ میں حرکت نہ ہونے سے پھیپڑے میں بھی حرکت نہ ہوگی۔ اس بنا پر اس نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ سینہ پھیپڑے کو حرکت دیتا ہے، اہل پھیپڑا اس کے تابع ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے اکثر مسائل میں ہمارے پاس ایسے دلائل نہ ہوں جن سے یقین کے درجہ تک پہنچا جاسکے، لیکن اس کے باوجود ان مسائل پر حتی الامکان روشنی ڈالنا چاہئے۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کی یقینی واقفیت ہمارے زمانہ میں نہیں ہو سکتی لیکن ممکن ہے کہ آئندہ اس کی یقینی واقفیت ہو سکے۔

سینہ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے اور دو پھیپڑے بنانے کی غرض یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی ایک میں کوئی مرض لاحق ہو تو دوسرا حصہ کام کرتا رہے۔ مثلاً چوٹ اور زخم لگ جاتے سینہ کا ایک جوف پھٹ جاتے تو اس پھیپڑے سے تنفس کی منفعت حاصل ہوتی رہے جو صحیح و سالم جوف میں ہے، البتہ جب سینہ کے دونوں ہی جوف پھٹ جائیں تو ہلاکت یقینی ہے۔

یہ دراصل ہوا کی آمد و رفت کے لیے بنایا گیا ہے، لیکن ہوا خارج کرتے وقت اس نالی کی ایک منفعت آواز پیدا کرنا بھی ہے، اسی لیے قصبہ ریہ کے سرے پر ایک ایسا عضو بنایا گیا ہے جس سے آواز پیدا ہو سکے، اس کا نام حنجرہ ہے۔ یہ عضو اس طرح بنایا گیا ہے کہ آواز پیدا کرنے کے لیے مناسب ہو، اسی لیے اس میں لسان المزمار (بالنسری کی زبان) سے مشابہ ایک جسم ہے، نیز اس طرح کے عضلات ہیں، جن سے مختلف شکلیں بنتی ہیں جو مختلف آوازیں پیدا کرتی ہیں۔ جاندار میں یہ منفعت بدرجہ افضل ہے نہ کہ بدرجہ ضرورت، کیوں کہ زندہ رہنے کے لیے آواز لازمی نہیں ہے۔ اکثر طبیعت کا تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی عضو سے دو تین قسم کے فائدے حاصل کرے، جیسا کہ نتھنے جو سو گننے کے لیے بناتے گئے ہیں، لیکن ساتھ ہی فضلات دماغ کے تنقیہ کا راستہ بھی ہیں۔ اس جہت سے یہ قوتِ غازیہ کے خادم ہیں، اور سو گننے کی جہت سے قوتِ حساسہ کے خادم ہیں۔ حنجرہ کے آواز کا خاص آلہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب ہم کسی جاندار کے قصبہ ریہ میں زور سے پھونکتے ہیں تو اسی حیوان کی آواز سے مشابہ آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس راستہ کے منہ پر ایک ڈھکن رہتا ہے، تاکہ کھانے پینے کی چیزیں منہ سے گذرتے

ہوتے اس میں نہ چلی جائیں، ورنہ ہلاکت واقع ہو جائے گی۔ اسی لیے اگر کوئی ذرا سی چیز بھی اس راستہ میں پہنچ جاتی ہے تو کھانسی اٹھنے لگتی ہے۔ قصبہ ریه کی ایک منفعت یہ بھی ہے کہ گرد و غبار اور دھواں نیز ان کے مشابہہ ساری چیزوں کو صخرہ تک پہنچنے سے روکے اس کے علاوہ اعضاء تنفس کو ٹھنڈک سے محفوظ رکھنا بھی اسی کی منفعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قصبہ ریه زیادہ کٹ جاتا ہے تو سینہ اور پھیپڑے پر ٹھنڈک کا غلبہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے لوگ اس کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایک قرینہ یہ ہے کہ آواز پیدا کرنے میں قصبہ الریه کو بھی دخل ہے۔ آلات تنفس کے منافع بیان کر دیئے گئے۔

قوت متخیلہ، مفکرہ، ذاکرہ اور حافظہ کے لیے کوئی آلہ نہیں ہے، لیکن دماغ میں ان کے مقامات مخصوص ہیں، جہاں سے ان کے افعال انجام پاتے ہیں۔

قوت متخیلہ | اس قوت کا مقام دماغ کا بطن مقدم ہے۔ یہ قوت کسی چیز کے نظر سے اوچھل ہونے کے بعد اس کا عکس محفوظ رکھتی ہے۔

قوت مفکرہ | اس کا مقام دماغ کا بطن اوسط ہے، اس کے ذریعہ دماغ نامعلوم اشیاء کے بارے میں غور و خوض کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کو معلوم کر لیتا ہے۔ اسی لیے یہ قوت صرف انسان میں پائی جاتی ہے۔

قوت ذاکرہ و حافظہ | ان دونوں کا مقام موخر دماغ ہے۔ ذاکرہ اور حافظہ کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں ہے، سوائے اس کے کہ قوت ذاکرہ منقطع کو محفوظ رکھتی ہے۔

ذاکرہ یا حافظہ اور متخیلہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ قوت متخیلہ مناظر کے اوچھل ہو جانے کے بعد اس کی تصویر سامنے لے آتی ہے، اور قوت حافظہ اس تصویر کے مفہوم کو محفوظ رکھتی ہے، یہی عمل قوت ذاکرہ کا بھی ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قوت ذاکرہ اور حافظہ، متخیلہ کی بہ نسبت زیادہ روحانی ہیں۔ یہ خیال رہے کہ اگرچہ ان قوتوں کے افعال بطون دماغ سے انجام پاتے ہیں، لیکن ان کا وجود درحقیقت قلب میں ہے، اور یہ بطون دماغ، قوی کے لیے بہ منزلہ آلات ہیں۔ اس کی مثال قوت باصرہ ہے، جس کا فعل رطوبت جلیدیہ کے ذریعہ ہوتا ہے، لیکن اصل قوت قلب میں ہے۔ ان بطون دماغی کی منفعت تعدیل ہے جیسا کہ تمام ادراکات میں دماغ کی منفعت بیان کرتے ہوئے کہا جا چکا ہے، یعنی یہ قوتیں حرارت غریزیہ کی مدد سے اپنا کام کرتی ہیں، اور

حرارت غریزیہ ایک خاص انداز پر قلب سے ان قوتوں تک پہنچتی ہے، لہذا ان قوتوں کا مقام قلب ہے۔ قوت متخیلہ لوح نفس پر واقع ہونے والے آثار کے باقیات میں اپنا عمل کرتی ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حس مشترک کا مقام چونکہ قلب ہے، اس لیے قوت متخیلہ کا مقام بھی قلب ہوا، نیز قوت متخیلہ قوت نزوعیہ کے ذریعہ جاندار میں حرکت کا باعث ہوتی ہے، اور قوت نزوعیہ قلب میں ہے، اس لیے بھی قوت متخیلہ کا مقام قلب ہوا۔ جہاں قوت متخیلہ ہوگی وہاں قوت مفکرہ کا وجود بھی لازمی ہے، کیوں کہ فکر خیالات کی آمیزش اور ان کا فعل ہے، اسی طرح جہاں قوت متخیلہ ہوگی وہاں ذاکرہ اور حافظ بھی ہوگی۔ بطون دماغی میں کسی بیماری کے پیدا ہونے سے ان قوتوں میں خلل پیدا ہو جانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ قوتیں دماغ میں ہیں۔ اس کی مثال رطوبت جلیدیہ میں کوئی بیماری پیدا ہونے کے باعث قوت بصارت میں خرابی پیدا ہو جانا ہے، جو اس کی دلیل نہیں ہے کہ قوت بصارت کا مرکز رطوبت جلیدیہ ہی ہے۔ کبھی یہ قوتیں حجاب دماغی میں کسی بیماری کی بناء پر بھی متاثر ہو جاتی ہیں، لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہ ہونا چاہئے کہ یہ قوتیں حجاب دماغ میں ہیں۔ دماغ کی تجاویف چونکہ ان قوتوں کے لیے ہی ہیں، اس لیے ان کا مزاج ان کے افعال کے مناسب و موافق بنایا گیا ہے، چنانچہ روح غریزی ابتداً دونوں بطون مقدم میں ہوتی ہے، پھر دونوں بطون موخر میں اس راستہ سے چلی جاتی ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے، بہ تقاضائے احتیاط و احتیاج اس راستہ میں کچھ ایسے اجسام بناتے گئے ہیں جو حرارت غریزیہ کے داخلہ کے لیے کھل سکیں اور بند ہو سکیں، جیسا کہ کتاب تشریح میں بیان کیا جا چکا ہے۔

دماغ کے نرم وتر ہونے کی وجہ سے اس کو کھوپڑی اور ان پردوں کے ذریعہ جو اس کو گھیرے رہتے ہیں محفوظ کر دیا گیا ہے، بالکل اسی طرح جلیے پسیوں کے ذریعہ سینے کی حفاظت کی گئی ہے۔ کھوپڑی کو گول بنانے کی وجہ یہ ہے کہ دوسری مساوی شکلوں کی بہ نسبت یہ شکل زیادہ چیزوں کو سموتی ہے، نیز حادثات کے امکانات اس شکل میں کم ہیں۔ انسان میں دماغ کو سب سے بلند جگہ بنانے کی وجہ یہ ہے کہ دماغ جو اس کا مسکن ہے، اور بقول جالینوس جو اس بدن کے نگراں ہیں، جن کا اونچی جگہ پر ہونا ضروری ہے۔

یہاں تک اعضاء بدن انسانی کے منافع حسب ضرورت بیان کیے گئے۔ اب صحت سے متعلق افعال میں صرف نیند کی بحث باقی ہے، اس سلسلہ میں ہمیں یہ بیان کرنا ہے کہ نیند کیا ہے اور کس عضو کے ذریعہ ہے، کیوں کہ نیند ان تمام جانداروں کے لیے انتہائی ضروری

ہے جو سوتے ہیں، اور انسان بھی ان میں سے ایک ہے۔ چنانچہ نیند میں نخل واقع ہونے پر ہلاکت واقع ہو جاتی ہے۔

فوت نامہ کی بحث پر یہ باب ختم ہو جاتے گا، اس کے بعد امراض اور ان کے اسباب و اعراض کی بحث شروع ہوگی۔

حواس کے سکون پذیر ہونے اور اپنے آلات سے داخل بدن کی طرف چلے جانے کو نیند کہتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ نیند کے دوران حواس کا فعل نہیں ہوتا چنانچہ اس کیفیت میں گذرنے والے حالات کا احساس سونے والے کو نہیں ہوتا۔ اس کا مشاہدہ اس شخص میں کیا جاسکتا ہے جو سو رہا ہو اور اس کی آنکھیں کھلی ہوتی ہوں، اگر ایسی صورت میں قوت باصرہ اپنا کام کرتی تو سونے والا اپنے سامنے گذرنے والی چیزوں کو محسوس کرتا اگرچہ یہ کیفیت محض سوتے وقت ہی عارض نہیں ہوتی، بلکہ گہرے غور و فکر کے وقت بھی عارض ہو جاتی ہے، اور ایسی حالت میں بسا اوقات سامنے سے گذرنے والے حالات کا احساس نہیں ہوتا۔

چونکہ نیند، حواس کے داخل بدن کی طرف جانے کا نام ہے، اور حواس کی حرکت اسی وقت ممکن ہے جب وہ جسم حرکت کرے جو حواس کا خاص بیوتی ہے، اور یہ جسم جیسا کہ پہلے گذرا حرارت غریزی ہے، لہذا نیند اسی وقت طاری ہوتی ہے جب حرارت غریزی داخل بدن کی طرف چلی جاتی ہے۔ اس بات کی مزید شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ نیند کی حالت میں بیرون جسم کی حرارت نسبتاً کم ہو جاتی ہے۔ نیز فعل ہضم بھی نیند کی حالت میں زیادہ ہوتا ہے، کیوں کہ جو حرارت غریزی جسم کی ظاہری حس و حرکت کے لیے استعمال ہوتی ہے وہی اندرون جسم غذا کو پکانے اور ہضم کے فعل میں کام آتی ہے۔ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حرارت غریزی قلب سے ظاہر بدن کی طرف پھیلتی ہے لہذا نیند کے وقت قلب کی طرف ہی رجوع کرے گی، کیوں کہ جس مقام سے حرکت شروع ہوتی ہے وہیں ختم بھی ہوتی ہے اس کی مثال امیر لشکر کی سی ہے، جو لشکر کے سارے امور کا مرجع اور ماخذ ہوتا ہے۔

جب نیند کی حقیقت واضح ہو چکی کہ قلب کی طرف حرارت غریزیہ کے انصراف کے سبب سے حواس میں سکون اور ان کے افعال میں تعطل ہو جاتا ہے تو اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس انصراف کا سبب کیا ہے، اگرچہ نیند کی حقیقت سے یہ ایک زائد بات ہے۔

حرارت غریزی اسی وقت پھیلتی ہے جب اس کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، اور مقدار کی زیادتی سے اس کی حرکت میں زیادتی ہوتی ہے، لیکن جب حرارت غریزی کی مقدار کم ہو جاتی ہے

تو وہ سمٹ جاتی ہے۔ ایسا غلبہ برودت و رطوبت کی وجہ سے ہوتا ہے، چنانچہ ہمیں نیند اسی وقت آتی ہے جب قلب کی حرارت غریزی میں برودت و رطوبت آجاتی ہے۔ برودت و رطوبت کی وجہ سے حرارت غریزیہ اپنے منبع (یعنی قلب) کی طرف لوٹ جاتی ہے، اور اس کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔

چونکہ دماغ، قلب کی حرارت و بہوست میں اعتدال قائم رکھتا ہے اس لیے یہ فعل (نیند) بیشتر دماغ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب قلب کے مزاج میں برودت و رطوبت بڑھ جاتی ہے، برودت و رطوبت اس وقت بڑھتی ہے جب اس کو غذا پہنچتی ہے، لہذا یہ فعل دماغ کے توسط سے وجود میں آتا ہے جس شخص کو نیند کم آتی ہے اس کے سر پر تر چیزیں ڈالی جاتی ہیں، جس سے بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ نیند دماغ کا خاص فعل ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ برودت و رطوبت سے نیند آنے کی دلیل یہ ہے کہ نیند لانے والی چیزیں سرد و تر ہیں۔ مثلاً خس اور دوسری خواب آور دوائیں۔ بیداری پیدا کرنے والی چیزیں گرم و خشک ہیں۔

تھکن کے بعد زیادہ نیند آنے کا سبب یہ ہے کہ حرکت اور محنت و مشقت، حرارت غریزی کی مقدار کو کم کر دیتی ہے، اور اس میں نسبتاً برودت لے آتی ہے، لہذا اپنی مقدار کو بڑھانے کی خاطر اور بہ تقاضا تے احتیاط حرارت غریزیہ اپنے منبع کی طرف لوٹ آتی ہے، جیسا کہ اس وقت ہوتا ہے جب حرارت غریزیہ پر فاسد اور متضاد اثرات وارد ہوں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی فوج کے سامنے کوئی مسئلہ درپیش ہو اور وہ اپنے سپہ سالار سے فوراً رجوع کرے۔ یہی وجہ ہے کہ موت کے وقت یہ عضو یعنی قلب تمام اعضاء کے بعد ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اور نیند جاندار اجسام کی طبیعت مدبرہ کے افعال میں سے ہے۔ لہذا یہ انسان کے وجود کے لیے ضروری ہے، کیوں کہ اگر نیند نہ ہو تو حواس کثرت استعمال کی وجہ سے فاسد ہو جاتیں گے، اور حواس کی خرابی سے جاندار کے نظام زندگی میں نقص واقع ہوگا، اس لیے جن کو نیند نہیں آتی ان کے چہرے زرد ہو جاتے ہیں، اور ان کے افعال خصوصاً قوت غاذیہ کے فعل میں خرابی آجاتی ہے، نیز حواس کے استعمال سے حرارت غریزیہ منتشر رہتی ہے تا آنکہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور بدن کی گہرائی میں چلی جاتی ہے، اور اس کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ حرارت غریزیہ میں رطوبت و برودت کے ملنے سے نیند آتی ہے،

لہذا قلب کی قوت مدبرہ اس کی فاعل ہے، اور اس طرح کی حرارت غریزیہ اس کا آلہ ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ قوی نفسانیہ میں سے اس فعل کو کس قوت کی طرف منسوب کیا جائے، قرینہ یہ ہے کہ یہ قوت حسیہ کا کام ہے، کیوں کہ اسی سے یہ فعل انجام پاتا ہے، اور یہ محض قوت غازیہ کا کام نہیں ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ نباتات میں نیند نہیں ہوتی، کیوں کہ اس میں قوت حسیہ نہیں ہے، اور یہ قوت حسیہ مشترک کی قوتوں میں سے ہے۔ اس فعل کو ہم نے "قوت" سے تعبیر کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نیند کی وجہ سے حس مشترک کی حفاظت ہوتی ہے۔

اعضائے حالت صحت کے تمام افعال اور ان کے منافع بیان کر دیے گئے، ان میں سے بعض وجود حیوان کے لیے ضروری ہیں اور بعض ضروری نہیں ہیں۔ جہاں تک اعضائے قوت غازیہ اور ان کے افعال کا تعلق ہے یہ جاندار کے وجود کے لیے ضروری ہیں، لیکن قوت مولدہ ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح قوت لمس ضروری ہے، کیوں کہ اس کا تعطل موت کا سبب ہے، اور اسی طرح تنفس بھی ضروری ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بدن انسانی کی حفاظت کرنے والی چیزیں ہوا، پانی اور غذا ہیں، یہ چیزیں اسی وقت محافظ ہوتی ہیں جب یہ طبعی حالت پر ہوں۔ ہوا اپنی طبعی حالت پر اسی وقت ہوتی ہے جب آفتاب اور اجرام سماویہ اس کی حفاظت کریں، لہذا اجرام سماویہ ہی بدن انسان کی حفاظت کے لیے اعلیٰ اسباب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہوا کی حفاظت کا کام اسی صورت میں پورا ہوتا ہے کہ آفتاب ہوا پر اپنا عمل کر کے چار فصلیں بنائے، یعنی موسم ربيع، موسم گرما، موسم خزاں اور موسم سرما۔ یہ تبدیلیاں آفتاب کی رفتار پر منحصر ہیں جو مختلف بروج میں گردش کرتا ہے، لہذا طبیب کے لیے ضروری ہے کہ ان موسموں کے طبائع اور امزجہ کا علم حاصل کرے، کیوں کہ موسم بھی ان چیزوں میں ہے جن سے صحت برقرار رہتی ہے۔

اب موسموں کے مزاج پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

موسم ربيع | وہ زمانہ ہے جس میں قوت غازیہ کے افعال بدرجہ اتم انجام پاتے ہیں، کیونکہ اس موسم میں حرارت غریزیہ جسم میں بڑھ جاتی ہے، حرارت غریزیہ کا مزاج چونکہ گرم و تر ہے، اسی لیے اس موسم کا مزاج بھی گرم و تر کہا گیا ہے، یعنی بدن انسان کے مزاج پر قیاس کرتے ہوئے موسم کا مزاج متعین کیا گیا ہے۔ اس موسم میں نوجوانوں کے جسمانی افعال پورے طور پر انجام پاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ معتدل موسم ہے اور بدن

انسان کے اعتدال مزاجی سے مطابقت رکھتا ہے۔

موسم گرما | موسم گرما پر گرمی و خشکی کا غلبہ ہے۔

موسم سرما | اس پر برودت و رطوبت کا غلبہ ہے۔ یہ دونوں مزاج ربیع کی مناسبت سے ہیں۔

موسم خریف | یہ زمانہ چونکہ موسم گرما اور موسم سرما کے درمیان ہے اس لیے یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس کے مزاج پر بھی موسم ربیع کا مزاج لازم آتا ہے، لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ یہ موسم ربیع کی ضد ہے، کیوں کہ اس موسم میں قوی انسانی میں انتشار و اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے۔ نباتات و حیوانات میں موسمی اثرات اس کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس موسم پر برودت و رطوبت کا غلبہ ہے، جو حرارت و رطوبت کی ضد ہے۔ اس کے مزاج میں برودت تو زیادہ نہیں ہوتی لیکن رطوبت کا غلبہ رہتا ہے۔ بالکل اس موسم کے حالات یکساں نہیں رہتے۔ اس موسم میں زمین سے آفتاب کی دوری و نزدیکی کا تناسب اگرچہ بعینہ وہی ہے جو موسم ربیع میں ہے، لیکن استعداد کے لحاظ سے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ موسم خریف میں قوی اپنے آخری حد تک پہنچ جاتے ہیں اور تمام موجودات پر خشکی کا غلبہ ہوتا ہے، لہذا حرارت کے اس اعتدال سے نشوونما نہیں ہوتی، جب کہ موسم ربیع کی حرارت کے اعتدال سے نشوونما ہوتی ہے، کیوں کہ موجودات میں رطوبت ہوتی ہے۔

ان موسموں کے طویل و مختصر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، بلکہ مختلف علاقوں میں عرض البلد کے اعتبار سے ان موسموں کے اوقات میں کمی و زیادتی ہوتی ہے۔ سب سے معتدل علاقے وہ ہیں جہاں موسم خریف کی مدت کم اور موسم ربیع کا زمانہ طویل ہوتا ہے۔ اسے علاقے پانچویں اقلیم میں ہیں، ان میں بھی خاص طور سے وہ علاقے جو سمندر سے قریب ہیں۔ ہمارے علاقے (انڈس) میں خریف کی مدت دو ماہ ہوتی ہے۔ یہ علاقے پانچویں اقلیم کی ابتداء میں ہیں۔ خط استوا کا موسم (جیسا کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے) معتدل نہیں ہے۔ اس کی تفصیل میں اپنی بعض دوسری تصنیفات میں لکھ چکا ہوں۔ بہر حال چوتھی اقلیم کو پانچویں اقلیم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ جالینوس کے خیال میں یونان کا خط تمام علاقوں سے زیادہ معتدل ہے۔ ان معتدل علاقوں میں بقراط کا شہر بھی ہے۔ جالینوس کا قول

ہے کہ اس شہر (شہر بقرات) کے تمام موسم، ربیع کے مانند ہوتے ہیں۔
 اعضاء انسانی کے چار اسباب یعنی سبب مادی، سبب حافظ اور سبب غائی کی وضاحت
 ہو چکی۔ اس موضوع کے متعلق بنیادی امور بیان کر دیے گئے۔

کتاب المرض

مرض، صحت کی ضد ہے اس لیے مرض کی تعریف، صحت کی تعریف سے سمجھی جاسکتی ہے۔ صحت کسی عضو کی وہ حالت ہے جس میں اس کے افعال و انفعالات طبعی طور پر انجام پاتے ہیں، اس کے بالمقابل مرض میں یہ افعال و انفعالات غیر طبعی ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کتاب الصحت میں پہلے صحت کے اقسام بیان کیے گئے تھے، اسی طرح اس باب میں امراض کے اقسام پہلے بیان کیے جائیں گے۔ اس ضمن میں اولاً مرض کی ماہیت اس کے اقسام اور اسباب امراض بیان کیے جائیں گے۔ اس کے بعد وہ غیر طبعی افعال و انفعالات لکھے جائیں گے جن کو اطباء "عرض" کہتے ہیں۔ اس سے ہمیں امراض اور ان کے اسباب اربعہ کا پورا علم حاصل ہو جائے گا، جو ہمارا مقصود ہے۔ اقسام مرض کی واقفیت اقسام صحت کی واقفیت سے حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ امراض کی بہت سی قسمیں اقسام صحت کی بہ نسبت زیادہ متعارف ہیں، کیوں کہ اکثر بیماریوں کے نام مقرر ہیں، لیکن ان کے مقابلہ میں ہر حالت صحت کا کوئی نام نہیں ہے۔ اس کے باوجود امراض کے یقینی علم کے لیے صحت کا علم ناگزیر ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

اعضار کی حالت صحت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) بلحاظ مزاج، اس کا تعلق اعضار متشابہتہ الاجزاء سے ہے۔

(۲) بلحاظ ترکیب، اس کا تعلق اعضار مرکبہ سے ہے۔ اسی طرح مرض کی بھی بنیادی طور پر

دو قسمیں ہیں پہلے امراض اعضار متشابہتہ الاجزاء اور ان کے اسباب قاعلی و مادی کا تذکرہ

کیا جائے گا۔ اس کے بعد امراض اعضار مرکبہ کے اقسام اور ان کے اسباب بیان کیے جائیں گے۔

اعضائے تشابہتہ الاجزاء کے طبیعی افعال و انفعالات اسی وقت ممکن ہیں جب حرارت، برودت، رطوبت اور یبوست کی مقدار وہی ہو جو امزجہ صحیحہ کی قسموں کی مقدار ہے، جن کا بیان کتاب الصحت میں گذر چکا ہے، لہذا اعضائے تشابہتہ الاجزاء میں یہ مقداریں کسی ایک کیفیت یا دو مرکب کیفیتوں میں اعتدال سے خارج ہو جائیں تو مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان کیفیات کے غیر معتدل ہونے کے اعتبار سے اعضائے تشابہتہ الاجزاء کے امراض کی آٹھ قسمیں ہیں۔

(۱) حار	(۲) بارد
(۳) رطب	(۴) یابس
(۵) حار رطب	(۶) حار یابس
(۷) بارد رطب	(۸) بارد یابس

امزجہ صحیحہ کی طرح امراض کی مذکورہ قسمیں ابتداءً اعضائے تشابہتہ میں ہوتی ہیں، پھر انھی اعضائے تشابہتہ کے اعتبار سے اعضائے مرکبہ میں پائی جاتی ہیں۔ یہ آٹھوں اقسام کبھی مادی ہوتی ہیں اور کبھی غیر مادی، لیکن کسی ایک کیفیت میں مرض مادی کا تصور ممکن نہیں ہے، بلکہ امراض مادیہ دو کیفیتوں سے مرکب ہوتے ہیں۔

اسباب امراض مادی

اخلاط اربعہ کا اپنی کیفیت یا کمیت میں اعتدال سے خسار ہونا۔ کیفیت و کمیت کا خارج از اعتدال ہونا کبھی ہیولی کی طرف سے اور کبھی فاعل کی طرف سے ہوتا ہے۔ کیوں کہ اعضاء کے مزاج اسی وقت حالت صحت میں رہتے ہیں جب اعضاء تک پہنچنے والا خون کمیت و کیفیت کے اعتبار سے معتدل رہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب اعضاء غذا کا مزاج حالت صحت پر قائم ہو، بدن میں پہنچنے والی غذا میں طبیعی ہوں، مناسب مقدار اور مناسب وقت میں مناسب ترتیب کے ساتھ استعمال کی گئی ہوں، لیکن اگر غیر طبیعی غذا میں نامناسب مقدار اور غیر اوقات میں استعمال کی جائیں تو جسم میں غیر طبیعی اخلاط کی تولید کا سبب ہیولی ہی نہیں ہوتا، بلکہ اعضاء غذا میں بھی سور مزاج پیدا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ ہیولی اور فاعل دونوں کے اعتبار سے غیر طبیعی اخلاط پیدا ہوتے ہیں۔

کبھی غذا میں طبیعی ہوتی ہیں اور مناسب طور پر استعمال ہوتی ہیں، لیکن بیرونی اسباب یعنی آب و ہوا اور پیشہ وغیرہ سے اعضاء غذا میں سور مزاج لاحق ہو جاتا ہے، جس سے اس قسم کے اخلاط پیدا ہوتے ہیں، کبھی اندرونی اور بیرونی دونوں طرح کے اسباب جمع ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں یہ اخلاط کمیت و کیفیت میں بہت زیادہ غیر معتدل ہو جاتے ہیں۔ کبھی غیر طبیعی اخلاط کے

پیدا ہونے کا سبب اعضاء غذا کا خلقی سور مزاج ہے، جو موروثی اثرات کے تحت ہوتا ہے۔ اسی لیے پیدائشی اعتبار سے اکثر لوگ دیکھنے میں ایک جیسے نظر آتے ہیں، لیکن ان کے امراض کا علاج، امراض کی کمی و بیشی اور اختلاف عمر کے لحاظ سے مختلف ہو جاتا ہے۔

غیر طبیعی اخلاط کے پیدا ہونے کے عمومی اسباب بیان کر دیے گئے۔ اب ہر خلط سے پیدا ہونے والے امراض اور ان کے اسباب کا الگ الگ بیان کیا جائے گا۔

گرم و خشک مادی بیماریوں کے اسباب

حار یا بس امراض اس وقت پیدا ہوتے ہیں، جب ضرورت سے زیادہ گرم و خشک غذائیں استعمال کی جائیں، یا غذا کی مقدار کم ہو، یا غذا کو وقت پر استعمال نہ کیا جائے۔ اس طرح کی جو غذائیں معدہ و جگر میں پہنچتی ہیں ان کا استعمال زیادہ گرم و خشک اخلاط کی طرف ہوتا ہے، اور ساتھ ہی معدہ و جگر میں بھی گرمی و خشکی پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ اغذیہ کا یہ فعل مذکورہ دو طریقوں سے ہی ہوتا ہے۔ اس صورت میں جو خون پیدا ہوگا وہ زیادہ گرم و خشک ہوگا، یا زیادہ مقدار میں پیدا ہوگا، یا دونوں باتیں ہوں گی، جس کی وجہ سے مرارہ کے فعل میں خلل واقع ہوگا، یعنی وہ حسب ضرورت صفا کو جذب نہیں کرے گا، کیوں کہ صفا اپنی کمیت یا کیفیت یا دونوں اعتبار سے غیر معتدل ہو جاتے گا اور صفا خون میں پھیل جائے گا۔ جب اس خون سے اعضاء مسلسل غذا حاصل کرتے رہیں گے تو بتدریج اپنے طبیعی مزاج سے گرمی و خشکی کی طرف مائل ہوتے چلے جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں بہت سی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی۔ غذاؤں سے لاسحق ہونے والے امراض کے علاوہ بیرونی اسباب سے بھی اسی قسم کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جب اعضاء میں بہت سی ایسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں تو اعضاء غذا میں بھی گرمی و خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ بیرونی اسباب میں گرم ہوا زیادہ جسمانی محنت، بیداری اور جسم میں گرمی پیدا کرنے والے نفسانی عوارض مثلاً غصہ، فکر وغیرہ میں۔ ان اسباب میں سب سے زیادہ اثر انداز ہوا اور جسمانی محنت ہے۔ مسامات کا بند ہو جانا بھی ایک سبب ہے، جس کی وجہ سے حرارت جسم کے اندر بند ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی فطری طور پر بھی کوئی شخص گرم و خشک مزاج کا حامل ہو سکتا ہے، یہ بھی ایک سبب ہے، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

ان اسباب کی بنا پر جسم مریض میں جو غیر طبیعی صفا پیدا ہوتا ہے اس کی چار

قسمیں ہیں۔

(۱) صفراہِ محیہ | یہ اپنے رنگ میں انڈے کی زردی سے مشابہ ہوتا ہے۔ جالینوس کے نزدیک یہ صفراہِ طبعی صفراہ سے زیادہ گرم اور زیادہ تیز ہوتا ہے۔ اس کے خیال میں صفراہ کی یہ قسم حرارت کی وجہ سے زیادہ گاڑھی ہے اور یہی سبب اس کی سرخی کا بھی ہے۔ دوسرے اطباء کے خیال میں اس میں حرارت کم ہوتی ہے، ان کے نزدیک اس کی غلظت کا سبب یہ ہے کہ اس میں بلغم کی آمیزش ہوتی ہے۔ ان اطباء کے قول سے یہ لازم آتا ہے کہ صفراہ کی یہ قسم طبعی صفراہ سے کم سرخ ہو، اور بلغم کی وجہ سے لیسدار ہو، جالینوس کی رائے اس کے برخلاف ہے۔ اس اختلاف کی حقیقت اسی وقت معلوم ہو سکتی ہے جب اس قسم کے صفراہ سے پیدا ہونے والی بیماریوں کا مشاہدہ کیا جائے۔

(۲) صفراہِ اصفر | یہ صفراہِ طبعی میں رطوبت ماتیہ کی آمیزش سے پیدا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی لیکن صفراہِ غیر طبعی کی ان دونوں قسموں یعنی صفراہِ محیہ (اس قول کی بنا پر کہ اس میں بلغم کی آمیزش سے غلظت پیدا ہوتی ہے) اور صفراہِ اصفر سے جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ان کو امراضِ حارہ یا بسہ بسیطہ میں شمار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ امراضِ حارہ یا بسہ مرکبہ میں سمجھنا چاہئے جالینوس کے قول کے مطابق صفراہِ محیہ سے پیدا ہونے والی بیماریاں انتہائی گرم و خشک ہیں۔

(۳) صفراہِ زنگاری (۴) صفراہِ کراتی | بعض اطباء نے کہا ہے کہ یہ دونوں قسمیں معدہ میں پیدا ہوتا ہے نہ صفراہِ غیر طبعی جس عفنو (جگر) میں طبعی صفراہ پیدا ہوتا ہے اسی کے مزاج میں اعتدال باقی نہ رہنے پر صفراہِ غیر طبعی پیدا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں صفراہِ کراتی و زنگاری کو صفراہِ کہنا درست نہیں ہے، لیکن محض اصطلاحاً ان کو صفراہ میں شمار کر لیا گیا ہے۔ ان دونوں قسموں کے پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ صفراہِ حرارت و بیوست میں حد اعتدال سے متجاوز ہو کر جب فم معدہ پر گرتا ہے اور وہاں بعض دوسرے اخلاط خصوصاً سوداہ اس میں شامل ہو کر تعفن پیدا کرتے ہیں تو صفراہ کی یہ دونوں قسمیں بن جاتی ہیں۔ ایسے اخلاط کا مزاج زہروں کے مزاج کی مانند ہو جاتا ہے، خصوصاً زنگاری کا مزاج ان سے پیدا ہونے والی بیماریاں ناقابلِ علاج ہیں، کیوں کہ اس طرح کا صفراہ نضج کو قبول نہیں کرتا اور نہ حرارتِ غریزہ سے منفصل و متاثر

ہوتا ہے، بلکہ زہروں کی مانند یہ حرارت غریزیہ کی ضد ہے۔

ایسے اخلاط سے جسم میں مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں، ان میں زیادہ تر اور مشہور حمیات صفراوی اور اورام صفراوی ہیں۔ اب ہم یہ بیان کریں گے کہ یہ دونوں بیماریاں ان اخلاط سے کس طرح پیدا ہوتی ہیں۔ بخار ایک ایسی حرارت ہے جو تمام جسم میں پھیلی ہوتی ہے، اور اعضاء کے تمام افعال و انفعالات میں ضرر پیدا کرتی ہے۔ اس حیثیت سے کہ یہ حرارت اعضاء کے افعال و انفعالات کے لیے مضرت رساں ہے، ہم اسے حرارت غریبہ کہتے ہیں، اور اس لحاظ سے کہ اس کے افعال حرارت غریزیہ کے مشابہ ہیں، کیوں کہ یہ اخلاط کو پکاتی ہے، جس سے صحت حاصل ہوتی ہے، نیز یہ اس حرارت غریبہ کی طرح نہیں ہے جو مردہ اجسام میں ہوتی ہے، ہم اسے حرارت طبعی کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسی طبعی حرارت ہے جس میں کچھ عفونت مل جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی کیفیت میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ حرارت چونکہ تمام بدن میں پھیلی ہوتی ہے، اور یہ کام قلب کا ہے جو شراٹین کے ذریعہ تمام بدن میں حرارت پہنچاتا ہے، لہذا یہ حرارت بھی قلب سے متعلق ہے۔ اعضاء کے تمام افعال حرارت قلب ہی کی وجہ سے ہوتے ہیں، لہذا ان کے افعال میں کوئی خرابی اسی حرارت کے مزاج میں تغیر کی بنا پر واقع ہوتی ہے۔ اس بحث کے بعد بخار کی تعریف اس طرح متعین کی جاسکتی ہے کہ "بخار حرارت طبعی اور حرارت عفونیہ سے مل کر پیدا ہونے والی ایسی حرارت ہے جو قلب سے سارے بدن میں پھیل کر تمام افعال و انفعالات میں ضرر پیدا کرتی ہے۔"

مطلقاً بخار کی ماہیت واضح ہونے کے بعد اب یہ بیان کرنا ہے کہ جسم میں اس قسم کی حرارت پیدا ہونے کے اسباب بعینہ وہی ہیں جو حرارت غریبہ کے پیدا ہونے کے اسباب ہیں، لیکن یہ اسباب نصف درجہ پر ہوتے ہیں، ورنہ حرارت غریبہ ہو جاتے گی۔ "الرابع من الآثار" میں بیان کیا گیا ہے کہ حرارت غریبہ کس طرح پیدا ہوتی اور اس کے اسباب کیا ہیں۔ اس کتاب میں کہا گیا ہے کہ عفونت کے پیدا ہونے کے دو اسباب ہوتے ہیں۔

(۱) سبب بالذات، جو پہلے درجہ پر ہے، یہ بیرونی حرارت ہے جو حرارت غریزیہ کو کمزور کر دیتی ہے، خصوصاً جب یہ بیرونی حرارت شدید ہو، مثلاً موسم گرما میں جسم کی

حرارت غریزی کمزور ہو جانے پر حرارت غریبہ پیدا ہو جاتی ہے، خصوصاً جب وہاں رطوبت بھی موجود ہو، کیونکہ رطوبت ذاتی طور پر منفعل ہونے کی بہ نسبت، بیرونی اثرات سے بہ متاثر ہو جاتی ہے۔

(۲) دوسرا سبب برودت ہے، برودت کے غلبہ سے حرارت غریزیہ ماند پڑ جاتی ہے اور بیرونی حرارت، حرارت غریبہ پیدا کر دیتی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ تمام موجودات کی بقا، اسی وقت ممکن ہے جب قوی فاعل، قوی منفعل پر حاوی اور غالب رہیں۔ (قوی فاعل برودت و حرارت اور قوی منفعل رطوبت و بیہوشی ہیں۔) جب قوی فاعل اپنے افعال میں کمزور ہو جاتے ہیں، اور بیرونی قوتیں اثر انداز ہونے لگتی ہیں تو خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ جسم میں اس طرح کی حرارت پیدا ہونے کے معاون اسباب لازماً وہی ہوں گے جو حرارت غریزیہ کو ماند کرنے والے اسباب ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ موضوع ہی میں حرارت غریبہ پیدا ہونے کی استعداد ہوتی ہے۔ مثلاً خون میں ایسا صفر پیدا ہو جاتے جو اپنی کیفیت یا کمیت میں غیر معتدل ہو، یا کبھی خون کی زیادتی اور اس کی غلظت و لزوجت اس کا باعث ہوتی ہے، جس کی وجہ سے حرارت غریزیہ ماند پڑ جاتی ہے، جس طرح گیلی لکڑی آگ پر رکھنے سے آگ بجھ جاتی ہے۔ اس طرح اخلاط سے جو سردے پیدا ہوتے ہیں وہ بھی حرارت غریبہ کے لیے معاون ہوتے ہیں، اس لیے کہ ان سردوں سے حرارت غریزیہ کا تنفس رک جاتا ہے، جس طرح ہوا بسد کرنے سے آگ بجھ جاتی ہے۔ چنانچہ کوئلہ بنانے والوں کے عمل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے، وہ کوئلہ بنانے کے لیے آگ پر مٹی ڈال دیتے ہیں کیوں کہ اگر ایسا نہ کیا جاتے تو تمام اجزاء میں آگ کے سراپت کرنے سے کوئلہ راکھ ہو جاتے گا۔

بخار کی عمومی تعریف اور اس کے اسباب کا علم ہونے کے بعد صفرادی بخار کے اسباب سے واقفیت آسان ہے۔ اس کا سب سے اہم سبب خون کے مزاج میں حرارت و بیہوشی کا زیادہ ہو جانا اور اس حرارت کے پیدا ہونے کی استعداد کا بڑھ جانا ہے، یا اعصاب کے ہضم اخیر کے فضلات کی استعداد کا بڑھ جانا، یا صفر کی مقدار بڑھ جانا اس کا سبب ہوتا ہے۔ جہاں تک غلظت، لزوجت اور سردوں کا تعلق ہے یہ صفر محض نہیں یا مقدار کی جہت سے ہوتے ہیں۔

خالص صفر بدن انسانی کے کسی عضو کا جز نہیں ہے، سوائے اس صفر کے جو مرہ میں ہوتا ہے، یا جس کو طبیعت اعصاب یا خون سے جدا کر کے دفع کرتی ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا

جاچکا ہے، چنانچہ خالص صفرا کو صفراوی بخاروں کا سبب قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ اس کا سبب وہ خون یا رطوبت ہوتی ہے، جن کے اکثر اجزاء صفراء پر مشتمل ہوتے ہیں، اس لیے اس کا نفع قبول کر کے طبعی حالت پر لوٹ جانا ممکن ہے۔ جب صفرا خالص اس خون یا رطوبت سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو طبیعت اس کو دفع کر دیتی ہے، جو صفرا نفع قبول کرتا ہے اسی سے اعضاء غذا حاصل کرتے ہیں۔ خالص صفرا میں نفع ممکن نہیں ہے، اور اس میں کوئی ایسا جزر نہیں ہوتا جس سے اعضاء غذا حاصل کر سکیں۔ جب طبعی صفرا کی صورت یہ ہے تو غیر طبعی صفرا میں غذائیت کس طرح ممکن ہو سکتی ہے یہ بات اطباء کے اس نظریہ پر مبنی ہے کہ اخلاط اربعہ، اعضاء بسیطہ کے اسطفاً ہیں (یعنی اعضاء بسیطہ ان اخلاط سے پیدا ہوتے ہیں)، اس کی وضاحت کتاب الصحت میں کی جا چکی ہے۔

حرارت غریبہ رطوبت میں پیدا ہوتی ہے اور رطوبت جلد متعفن ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اس پر حرارت غریبہ کا غلبہ ہوتا ہے اور رطوبات صفراویہ جسم میں مقامات ہضم میں پائی جاتی ہیں، جن میں سب سے اہم ہضم ثانی کا مقام ہے، جو جگر اور عروق ہیں، اور پھر ہضم ثالث کا مقام ہے، جو خود اعضاء ہیں، اس لیے ان بخاروں کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں، ایک قسم کا تعلق عروق سے اور دوسری کا اعضاء میں ان کے مقامات ہضم سے ہوتا ہے۔ صفراوی بخاروں کی ان دونوں قسموں کی علامات فارقہ عنقریب کتاب العلامات میں بیان کی جائیں گی۔ ان بخاروں میں صفراوی غیر طبعی کی مختلف اقسام کے لحاظ سے بھی فرق ہوتا ہے، جو ان بخاروں کا سبب ہوتی ہیں۔ حیات صفراویہ اور ان کی اقسام کے بعد اب ہم اورام صفراویہ کا تذکرہ کریں گے۔

خلط صفراوی سے اعضاء میں جو ورم پیدا ہوتا ہے اس کی دو شکلیں ممکن ہیں۔

(۱) کسی عضو کی طرف یہ خلط دفع ہوتی ہو، اور وہ عضو اسے ہضم نہ کر سکے تو اس کی جسامت بڑھ جاتی ہے، اسی بنا پر یہ گمان ہوتا ہے کہ ورم اعضاء متشابہہ اور اعضاء آلیہ دونوں میں مشترک ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اس خلط کے دفع ہونے کا سبب یہ ہے کہ جس عضو سے یہ دفع ہو رہی ہے اس کی قوت دافعہ زیادہ، اور جس عضو کی طرف یہ دفع ہو رہی ہے اس کی قوت دافعہ کمزور ہوتی ہے۔ خلط کے دفع ہونے میں مجاری (نالیوں اور راستے) کا کشادہ ہونا اور عضو کی وضع بھی معاون ہوتی ہے، مثلاً جس عضو سے خلط دفع ہو رہی ہے وہ بہ نسبت اس عضو کے جس کی طرف یہ خلط دفع ہو رہی ہے اوپر ہو، خصوصاً جب کہ خلط غلیظ اور ارضی ہو۔

جب یہ خلط کسی عضو کی طرف دفع ہو جاتی ہے تو وہاں حرارت غریزیہ ماند ہو کر حرارت غریبہ پیدا ہو جاتی ہے، بشرطیکہ خلط میں یہ سست زیادہ نہ ہو۔ اگر ورم کسی عضو میں ہو تو یہ حرارت غریبہ قلب میں پہنچ کر بخار کا سبب بن جاتی ہے، اور اگر کسی دوسرے عضو میں ہو تو بخار نہیں ہوگا۔

(۲) عضو تک پہنچنے والی غذا کیفیت یا کمیت میں غیر معتدل ہونے اور عضو کے کمزور ہونے کے باعث دفع نہیں ہو پاتی، جس کی وجہ سے مادہ جمع ہوتا رہتا ہے، اور عضو کی جسامت بڑھ جاتی ہے۔ نیز حرارت غریزیہ ماند ہو کر حرارت عفونیہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس دوسرے سبب سے پیدا ہونے والے اور ام صفاوی کی دو قسمیں ہیں، ان میں سے ایک کا نام "قرح" ہے، جس میں صالح خلط دموی کی موجودگی کی بنا پر سرفی نمایاں ہوتی ہے۔ یہ ورم زیادہ بڑا نہیں ہوتا۔ دوسری قسم کا نام "نملہ" ہے، اس میں خلط صفاوی زیادہ نمایاں ہوتی ہے اسی لیے یہ اعضاء میں "قرح" اور "تاکل" پیدا کرتی ہے۔ نملہ کی ایک قسم سے صرف جلد میں تاکل ہوتا ہے، اور دوسری قسم سے نفس اعضاء میں تاکل پیدا ہو جاتا ہے، یہ زیادہ خطرناک ہے۔ کبھی کبھی یہ خلط عضو کے جوف مثلاً معدہ اور اعضاء میں جمع ہو کر ان کے افعال میں ضرر پیدا کر دیتی ہے، لیکن اس سے ورم نہیں ہوتا، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

سرد و تر مادی بیماریاں

یہ بیماریاں خلط بلغمی کے کیفیت یا کمیت میں غیر معتدل ہونے کے سبب سے پیدا ہوتی ہیں۔ خلط بلغمی کے غیر معتدل ہونے کے اسباب، خلط صفاوی کے غیر معتدل ہونے کے اسباب کی ضد ہیں اور ان کو ضد کی بنا پر بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے۔ غیر معتدل خلط بلغمی سے جو مشہور بیماریاں پیدا ہوتی ہیں وہ حمیات بلغمیہ اور اورام بلغمیہ ہیں۔ بدن انسانی میں اس خلط کی بنا پر جو بخار پیدا ہوتا ہے۔ اس میں زیادہ تر وہ سڈے معاون ہوتے ہیں جو اس خلط کے گاڑھے اور لیسدار ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے اندر عفونت پیدا ہونے کی وجہ سے حرارت غریزیہ ماند پڑ جاتی ہے، جس طرح اگر آگ پر گیلی نگرٹیاں رکھ دی جاتی ہیں تو آگ بجھ جاتی ہے۔ اس خلط سے پیدا ہونے والا بخار عروق اور ہضم سویم کی جگہ (اعضار) میں ہوتا ہے۔

کیفیت میں غیر معتدل ہونے کی بنا پر اس خلط کی چار قسمیں ہیں۔
(۱) بلغم صالح: یہ بلغم طبعی سے، جس کا ذائقہ شیریں ہوتا ہے، زیادہ خشک ہوتا ہے، نمکینیت اسی

وقت پیدا ہوتی ہے جب جو ہر ارضی سوختہ میں رطوبت کی آمیزش ہو جائے جیسا کہ نمک بننے میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲) بلغم حامض: یہ قسم خشک ہونے کے ساتھ سرد بھی ہے، اس کی ترشی کا سبب برودت ہی ہے، اس لیے پھل ابتداءً ترش اور پھر میٹھے اور خوشبودار ہو جاتے ہیں۔

(۳) بلغم زجاجی: بلغم غیر طبیعی کی تمام قسموں میں یہ سب سے خراب ہے، اس میں برودت کے ساتھ بہت زیادہ غلظت ہوتی ہے۔

غیر طبیعی بلغم کی ان اقسام کے لحاظ سے مختلف بخار پیدا ہوتے ہیں، لیکن بلغم کی تمام قسموں میں نفع قبول کرنے کا امکان، صفرار کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ بلغمی بخار، صفراروی بخاروں سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں، کیوں کہ غلظت کے سبب اس سے سدے پیدا ہوتے ہیں، اور رطوبت کی وجہ سے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس میں عفونت نہ پیدا ہو، جیسا کہ عنقریب بیان

۱۰ مصنف نے بلغم غیر طبیعی کی چار قسمیں بتائی ہیں، لیکن تفصیلات میں چوتھی قسم بیان نہیں کی گئی، ممکن ہے کہ یہ کتابت کا سہو ہو۔ شیخ ابن سینا نے القانون جلد اول صفحہ ۲۶ میں بلغم غیر طبیعی کی تقسیم دو اعتبار سے بیان کی ہے۔

(۱) مزہ کے لحاظ سے چار قسمیں :-

(۱) مالح

(ب) حامض

(ج) عفص

(د) مستح

(۲) قوام کے اعتبار سے چار قسمیں :-

(۱) مائی

(ب) زجاجی

(ج) مخالی

(د) جصی۔ معلوم نہیں ابن رشد نے بلغم غیر طبیعی کی چوتھی قسم کون سی قرار دی ہوگی

کیا جائے گا۔

اورام بلغمی میں سے بعض بلغم رقیق سے پیدا ہوتے ہیں، جو زیادہ تر رکی ہوتے ہیں، مثلاً استقار کے مریض کے ہاتھ پیروں کا اورام، بعض بلغم غلیظ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، مثلاً تخنازیر، جو گردن کنج ران اور بغل کے نرم گوشت میں ہوتا ہے۔ ان اورام میں جمع ہونے والے مادہ پر ایک خاص قسم کی تھلی ہوتی ہے جس سے گٹھیاں بن جاتی ہیں۔ بلغم کی غیر طبیعی اقسام سے پیدا ہونے والے وہ اورام جو غلظت کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں "دبیلہ" کہلاتے ہیں، ان اورام کا مادہ سیاہ مٹی، بیٹ، پلمٹ، گیلی مٹی یا کوتلہ کی مانند ہوتا ہے۔ ان اورام میں اکثر خلط سودا اور خلط بلغم دونوں موجود ہوتے ہیں۔ وہ اورام بھی جن کو "سلعہ" (رسولی) کہا جاتا ہے اورام بلغمی کی طرف منسوب ہیں۔ اس کی چار قسمیں بتائی جاتی ہیں۔

۱، سلقہ شمیہ

۲، سلقہ علیہ

۳، سلقہ اردہا لجمیہ

۴، سلقہ شیرازیہ

شمیہ، بلغم غلیظ سے پیدا ہوتا ہے۔ سلقہ علیہ شہد کے مشابہ مادہ بلغمی متعفن سے پیدا ہوتا ہے۔ اردہا لجمیہ اور شیرازیہ اس قسم کے بلغم سے پیدا ہوتے ہیں جس سے علیہ پیدا ہوتا ہے۔ ان اورام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جو مواد ان اورام میں پاتے جاتے ہیں وہ مذکورہ اشیاء سے مشابہ ہیں۔ چنانچہ اردہا لجمیہ اس حریرہ کا نام ہے جو آٹے سے بنتا ہے۔ بلغم غیر طبیعی سے دبيلات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ بلغم سے بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، جن کو اعضاء کے امراض افعال و انفعالات کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔

سرد و خشک مادی بیماریاں

یہ امراض خلط سودا کے اپنی کیفیت یا کمیت یا دونوں میں غیر معتدل ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ غیر معتدل ہونے کی وجہ کبھی تو وہ مادے ہوتے ہیں جو اس خلط سودا کے مشابہ ہیں، یعنی سرد و خشک غذا میں۔ یا اعضاء ہضم کے مزاج پر برودت و بیہوست یا حرارت و بیہوست کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ بیرونی اسباب مثلاً ہمیشہ یا آب و ہوا یا ان دونوں کی وجہ

سے بھی خلط کے مزاج میں اعتدال باقی نہیں رہتا۔ مزاج خلط میں عدم اعتدال کے بعض اسباب موروثی ہوتے ہیں، جن سے اکثر جذام وغیرہ لاحق ہو جاتے ہیں۔ جب بدن میں ایسے غیر طبعی سودا کی کثرت ہو جاتی ہے تو طحال اس کو پوری طرح جذب نہیں کر پاتی، کیوں کہ یہ کمیت یا کیفیت یا دونوں میں غیر معتدل ہوتا ہے۔ پھر یہ خون میں پھیل جاتا ہے، اور اسی سے اعضاء غذا حاصل کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس سے خطرناک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کی صحت مشکل ہوتی ہے، کیوں کہ یہ خلط طبیعت کے لیے بہت ناموافق ہے۔

جو سودا بہ اعتبار کیفیت غیر طبعی ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم سودا طبعی کے جلنے سے اور دوسری صفرا غیر طبعی کے جلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ ان دونوں قسموں کا سبب حرارت و بیہوشی ہے۔ ان دونوں کے مزاج سرد ہوتے ہیں، اور جب ان میں حرارت غریبہ کی آمیزش ہوتی ہے تو غیر طبعی ہو جاتے ہیں۔ ان کے ذائقہ کی ترشی ان کے اس مزاج کی دلیل ہے۔ اگر ان کو زمین پر ڈال دیا جائے تو اس طرح ابال آجاتا ہے جیسا سرکہ کے ڈالنے سے۔ یہ دونوں قسمیں اعضاء کو سڑانے والی اور ان میں زخم پیدا کرنے والی ہیں، خصوصاً وہ قسم جو صفرا کے جلنے سے پیدا ہوتی ہے۔

مذکورہ اخلاط سے پیدا ہونے والی بیماریاں بعض بخار اور بعض اورام ہیں۔ بخاروں میں بعض ہضم ثانی کے مقامات یعنی عروق ہیں، اور بعض کے خود اعضاء یعنی ان کے مقامات ہضم ہیں۔ ان اخلاط سے بخار پیدا ہونے کے اسباب بعینہ وہی ہیں جو تمام بخاروں کے ہیں، اور مسامات کا بند ہو جانا، خلط کا گاڑھا ہونا اور بہ مشکل نصح پانا، معاون اسباب ہیں۔ ان اخلاط سے پیدا ہونے والے اورام میں سقیروس ہے، جو طبعی سودا سے پیدا ہوتا ہے، اور سرطان ہے، جس کی دو قسمیں ہیں، ایک جس میں تاکل نہیں ہوتا سودا طبعی سے پیدا ہوتا ہے، دوسرا جس میں تاکل ہوتا ہے، یہ سودا غیر طبعی سے پیدا ہوتا ہے۔ بسا اوقات یہ خلط تمام اعضاء میں پھیل کر مرض جذام پیدا کر دیتی ہے، اسی لیے جذام کو سرطان عام کہتے ہیں۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس میں تاکل نہیں ہوتا، دوسری وہ جس میں تاکل ہوتا ہے، اور جو سودا غیر طبعی سے ہوتی ہے۔

گرم و ترمادی بیماریاں

یہ بیماریاں خون کے کیفیت یا کمیت میں غیر معتدل ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، جب کہ

خون معمولی طور پر غیر معتدل ہو جائے، کیوں کہ اگر یہ زیادہ غیر معتدل ہو تو بیماری اس خلط کی طرف منسوب کی جاتے گی جس کی طرف خون غیر معتدل ہو کر منتقل ہوا ہے۔ اگر اس میں زیادہ حرارت پیدا ہو جاتے تو یہ خلط صفراوی کے غلبہ کی وجہ سے ہے، اور اگر برودت و رطوبت کی کثرت ہو جائے تو اسے بلغم کی طرف منسوب کیا جاتے گا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے یہ امراض بسیطہ کسی ایک خلط سے پیدا نہیں ہوتے، خصوصاً کسی ایسی خلط سے جو لفعج قبول نہ کر سکے، اور جب بھی کسی ایک خلط خصوصاً صفرا یا سودا سے پیدا ہوں تو یہ لازمی طور پر مہلک ہوں گے، کیوں کہ ایسے مادہ میں لفعج نہیں ہوتا ہے۔ مرض بسیطہ میں خلط غالب کی طرف نسبت ہوتی ہے، جیسا کہ مرض مرکب میں دو یا زیادہ اخلاط کی طرف نسبت ہوتی ہے۔

خون سے پیدا ہونے والی بیماریوں میں زیادہ تر بخار اور اورام ہیں۔ اس سے دو قسم کے بخار پیدا ہوتے ہیں، ایک وہ جو خون کی مقدار بڑھ جانے سے پیدا ہوتے ہیں، کیوں کہ (غیر طبیعی) خون کی مقدار بڑھنے سے مسامات بند ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں حرارت بڑھ جاتی ہے، اور بخار کی مذکورہ قسم پیدا ہو جاتی ہے۔ ابتداءً اس بخار میں حرارت عفونی نہیں ہوتی، لیکن اگر علاج میں غفلت کی جاتے تو حرارت عفونی پیدا ہو جاتی ہے۔ بخار کی یہ قسم گویا حمی عفونیہ اور ارواح میں پیدا ہونے والے حمی ایومیہ کی درمیانی صورت ہے۔ اس بخار کی دوسری قسم وہ ہے جس میں کچھ عفونت ہوتی ہے۔ بخار کی یہ قسم یعنی حمی دمویہ عروق میں ہوتا ہے، کیوں کہ خون جسم انسانی میں عروق میں ہی ہوتا ہے۔ اس بخار کی تمام قسموں کو حمی مطبقہ کہا جاتا ہے، کیوں کہ ان میں باریاں نہیں ہوتیں۔

خلط دموی سے پیدا ہونے والے اورام میں ایک "فلغمونی" ہے، جو خون کے مقدار میں زیادہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے، اور کبھی بیرونی اثرات مثلاً کسی عضو کا کچل جانا، کٹنا، آگ سے جلنا وغیرہ اس کے معاون ہوتے ہیں۔ یہ ورم اپنی گہرائی کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ کمتر درجہ کا ورم وہ ہے جو کم گہرا ہو۔

جب کسی عضو کی طرف ریزش کرنے والا خون اپنی کیفیت میں معمولی طور پر غیر معتدل ہو جاتے تو اس سے وہ ورم پیدا ہو جاتا ہے جو "جرہ خالصہ" کہلاتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ خون میں صفراء ممتزقہ کے ملنے کی وجہ سے ورم کے مقام پر چنگاریاں محسوس ہوتی ہیں۔

ورم دموی کی یہ قسم سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

جن اعضاء میں اورام پیدا ہوتے ہیں ان کے اعتبار سے بھی اورام کی کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔ اگر یہ ورم کسی عضو میں ہو تو اس کے ساتھ بخار کا ہونا ضروری ہے۔ وہ بخار جو بڑے اورام ظفمونی میں ہوتے ہیں، اکثر بغلوں، کنج ران اور کان کے پیچھے ہوتے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ خون بہت زیادہ متعفن ہو گیا ہے، خصوصاً جب ورم بغلوں میں ہوں، کیوں کہ قلب کے فضلات وہاں دفع ہوتے ہیں، چنانچہ یہ اورام "طواعن" کہلاتے ہیں۔ کبھی ہاتھ پاؤں میں چوٹ لگنے یا دوسری جگہوں پر ورم ہونے سے بھی ان مقامات (بغل وغیرہ) میں ورم ہو جاتا ہے۔ یہ ورم خطرناک نہیں ہوتا، کیوں طبیعت ان مقامات کو فضلات جذب کرنے کے لیے تیار کرتی ہے۔ یہ مقامات کافی نرم بھی ہیں، لہذا جب کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو اپنی قوت کے مطابق مادوں کو ان مقامات کی طرف دفع کرتا ہے۔ ہاتھ پاؤں یا اور قریبی اعضاء میں معمولی ورم ہونے کی بنا پر بھی یہ مقامات متورم ہو جاتے ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہر عضو میں قوت دافعہ ہوتی ہے۔ چیچک اور خسرہ بھی اورام دمویہ میں شامل ہیں، یہ عموماً بچوں کو ہوتے ہیں، اس لیے غذائیں اور بیرونی اثرات اس کا سبب نہیں ہو سکتے۔ یہ طبیعی بیماریاں ہیں اور سب لوگوں کو نہیں ہوتیں لہذا اس کا سبب حاملہ کے خون کے اس ردی مادہ میں تغیر واقع ہونا ہے جس سے زمانہ حمل میں جنین غذا حاصل کرتا ہے۔ اس بیماری کے ساتھ ہی دموی لازمی طور پر ہوتا ہے، اور اکثر یہ مرض مہلک ہوتا ہے، خصوصاً جب وہ خون بہت فاسد ہو جاتے جو مولود کی غذا رہ چکا ہے۔

مرکب مادی بیماریاں

ایسی بیماریاں کم ہوتی ہیں جو محض ایک خلط سے پیدا ہوں، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، ہر خلط سے پیدا ہونے والی بیماریوں کے اسباب بھی بیان کر دیے گئے۔ اکثر بیماریاں ایک سے زیادہ اخلاط سے مرکب ہوتی ہیں۔ اورام میں ان اخلاط کا مرکب ہونا مزاج کے اعتبار سے، اور بخاروں میں کبھی بہ اعتبار مزاج اور کبھی (مقدار کے) متجاوز ہونے کے اعتبار سے ہوتا ہے، مثلاً کسی شخص کے بدن کے ایک حصہ میں صفراوی بخار اور دوسرے حصہ میں بلغمی بخار ہو، اور ان دونوں کی باری ایک ہی ہو۔ اخلاط کی یہ ترکیب کبھی محض معمولی طور پر طنے سے ہوتی ہے، اور کبھی اس طرح ملتے ہیں کہ اسے بدرجہ اولیٰ اختلاط کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اس قسم کے اختلاط سے جو

علامات نمودار ہوں گی۔ ان میں مرکب اخلاط کی علامات مشترک ہوں گی۔ اخلاط کے آپس میں ملنے کی صورتیں بے شمار ہیں۔ جب بخار میں مندرجہ بالا ترکیب اخلاط کی دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں تو ممکن ہے کہ ایسے مرکب بخار پاتے جاتیں جن میں مذکورہ ترکیب کی دونوں قسموں کے بجائے ایک ہی قسم ہو۔ ایسا اسی وقت ہوگا جب بدن کے دو حصوں میں دو مختلف بخار ہوں۔

ان مرکب بخاروں میں سب سے مشہور وہ ہے جس کا نام "شطر الغب" ہے، اس کی چند اقسام ہیں جو سب کی سب بلغم و صفرا سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایک قسم میں بلغمی بخار کا مادہ عروق میں اور صفراوی بخار کا مادہ ہضم آخر کی جگہ (اعضاء) میں ہوتا ہے۔ دوسری قسم میں صفراوی بخار کا مادہ عروق میں اور بلغمی بخار کا مادہ ہضم آخر کی جگہ ہوتا ہے۔ تیسری قسم اس بخار کی ہے جس میں صفراوی اور بلغمی مادے ایک ہی جگہ ہوتے ہیں۔ یہ جگہ یا عروق ہوتی ہے یا ہضم آخر کا مقام

کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے بھی بخار کی مختلف قسمیں ہیں، مثلاً حمیات محرقہ یا مثلاً حمی بلغمیہ جس میں حرارت و برودت ایک ساتھ اندرون جسم میں موجود ہوتی ہے۔ یہ بخار بلغم زجاجی ہے۔ پیدا ہوتا ہے، یا مثلاً وہ حمی بلغمیہ جس میں مریض کو اندرون جسم بہت تیز حرارت محسوس ہو اور چھونے سے معمولی حرارت معلوم ہو، کبھی اس طرح کے بخار میں ظاہر بدن کافی ٹھنڈا ہوتا ہے، ایسے بخار کو "زہریرہ" کہتے ہیں۔ چاروں اخلاط سے پیدا ہونے والے مشہور امراض یہی ہیں۔

ان تمام بیماریوں کے چار زمانے ہوتے ہیں، زمانہ ابتداء، زمانہ تیز، زمانہ انتہاء، اور زمانہ انحطاط۔ زمانہ ابتداء وہ ہے جس میں بالفعل مرض تو پیدا ہو جاتے لیکن طبیعت کا فعل ظاہر نہ ہوا ہو۔ زمانہ تیز وہ ہے جب خلط میں نفع شروع ہو جاتے اور طبیعت کا فعل ظاہر ہونے لگے۔ اس زمانہ کا نام زمانہ تیز اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں مرض کی شدت ہوتی ہے۔ زمانہ انتہاء وہ ہے جس میں نفع مکمل ہو جاتے، یہ وہ زمانہ ہے جس میں طبیعت اور خلط میں شدید کشمکش اور مقابلہ ہوتا ہے۔ زمانہ انحطاط وہ ہے جس میں طبیعت خلط پر غالب آجاتی ہے۔

بعض امراض میں خلط تحلیل ہو جاتی ہے لیکن اس کا استفراغ محسوس نہیں ہوتا، یہاں تک کہ صحت ہو جاتی ہے۔ بعض بیماریوں میں قوی جسمانیہ بتدریج تحلیل ہوتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ موت واقع ہو جاتی ہے بعض بیماریوں میں نتیجہ خواہ صحت ہو یا موت، طبیعت جس مادہ کا استفراغ کرتی ہے، وہ محسوس ہوتا ہے، اسی کا نام بحران ہے۔ بحران کے نتیجے میں صحت حاصل ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ استفراغ کے ذریعہ مکمل صحت ہو جاتے اور دوسری

صورت یہ کہ بیماری کے بعد کچھ مادہ باقی رہ جاتے جو رفتہ رفتہ تحلیل ہو کر صحت کا باعث بنے۔ اسی طرح بحرانِ ردی کی یعنی ایسا بحران جس کے نتیجے میں موت واقع ہو جاتی ہے، بھی دو صورتیں ہیں، ایک میں موت دفعۃً واقع ہوتی ہے، اور ایک میں بہ تدریج موت ہوتی ہے۔ بحران زیادہ تر امراضِ مادہ میں ہوتا ہے، یہ وہ امراض ہیں جو مختصر وقت میں ختم ہو جاتے ہیں۔ بحرانِ نفعِ مادہ کے بعد ہی ہوتا ہے، خواہ یہ نفعِ کامل ہو، جیسا کہ بحرانِ محمود میں، یا ناقص ہو۔ اور فاعلِ (طبیعت) کو قابل اور منفعل (مادہ) میں اثر کرنے میں جتنا وقت صرف ہوتا ہے، اسی اعتبار سے نفع کی مدت بھی تبدیل ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں یہ ناممکن ہے کہ کسی بھی زمانہ میں کوئی بھی فاعل، انفعال کا باعث بنے بلکہ ہر منفعل کے لیے فاعل کی نسبت کے اعتبار سے ایک خاص وقت ہوتا ہے۔ عملِ جراحی میں یہ امور نمایاں طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ جن بیماریوں کا علاجِ جراحی کے ذریعہ ہوتا ہے، ان میں زمانہ نفع مختلف ہوتا ہے۔ اطباء نے اپنے طویل تجربات و مشاہدات کی روشنی میں نفعِ محمود اور نفعِ ردی کی مدتوں کا تعین کیا ہے۔ نفعِ محمود چونکہ طبیعت کے پورے عمل سے ہوتا ہے، اس لیے اس کی مدت اکثر محدود و متعین ہوتی ہے، لیکن جو نفعِ ناقص یا ناقص ہوتا ہے تو اس میں کچھ عوارض لاحق ہوتے ہیں، اسی لیے بحرانِ محمود و بحرانِ ردی میں علامات و نزواریں نہیں ہوتی ہیں۔ بعض اطباء کے نزدیک بحران کے مخصوص نظم و ترتیب کا سبب چاند ہے، لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ چاند اگرچہ ایک سبب ہے، لیکن یہ سبب بعید ہے۔ بحران کا سبب قریب وہی ہے جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

موت، مرض کے چاروں زمانوں میں سے کسی بھی زمانہ میں واقع ہو سکتی ہے۔ زمانہ ابتداء میں موت کا سبب یہ ہے کہ اخلاطِ اپنی کمیت یا کیفیت یا دونوں کے ذریعہ حرارتِ غریزیہ پر غلبہ پا کر اپنا تک اسے بکھا دیتے ہیں۔ اسی طرح زمانہ تزیید، زمانہ انتہاء اور زمانہ انحطاط میں بھی موت ہو سکتی ہے۔ جن امراض کے زمانہ انحطاط میں موت واقع ہوتی ہے ان میں انحطاط کا مفہوم مریض کی قوت کا کمزور ہو جانا ہے، جیسا کہ مائل بہ صحت امراض کے زمانہ انحطاط میں شدتِ مرض میں کمی واقع ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں مرض پر مریض کی قوت غالب آجاتی ہے۔

۱۰ ان رطوبات البدن منفعلة عن القمر، فيختلف احوالها بحسب اختلاف احوال القمر ویشد
ظهور الاختلاف مع اشتداد ظهور الاختلاف في حال القمر (القانون ج ۲ ص ۱۵)

مادی بیماریاں اور ان کے اسباب کا ضروری تذکرہ ختم ہوا۔ مختصر طور پر اس کو کافی سمجھا گیا۔
اب غیر مادی امراض کی قسمیں بیان کی جاتیں گی

غیر مادی بیماریاں

چونکہ غیر مادی بیماریاں اخلاط کے سبب سے پیدا نہیں ہوتیں، اس لیے یا تو اعضاء میں ہوتی ہیں یا ارواح میں۔ ان کے اسباب با بیرونی ہوتے ہیں یا مادی امراض۔ ان میں سے مشہور غیر مادی بیماریاں بیان کی جاتی ہیں۔

گرم و خشک غیر مادی بیماریاں

ان میں سے کچھ بیماریاں اس روح میں پیدا ہوتی ہیں جو قلب کے ساتھ مخصوص ہے، ان کو جی یوم کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی مدت کم ہوتی ہے۔ ایسے بخاروں کے اسباب بیرونی ہوتے ہیں، جن کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) وہ چیزیں جو باہر سے جسم انسانی پر وارد ہوتی ہیں، ان میں سے کچھ بالذات سبب بنتی ہیں اور کچھ بالعرض۔ جو سبب بالذات ہو وہ یا بالقوی ہوگا یا بالفعل۔ سبب بالذات بالفعل کی مثال آگ دھوپ وغیرہ سے متاثر ہونا ہے۔ سبب بالذات بالقوی کی مثال ایسے پانی سے نہانا جس میں بالقوی گرم دواؤں کی آمیزش ہو، مثلاً آگندک کا پانی وغیرہ، سبب بالعرض کی مثال وہ چیزیں ہیں جن سے مسامات کثف ہو جاتے ہیں اور اندرون جسم کی حرارت مشتعل ہو جاتی ہے، مثلاً پھٹکری کے پانی وغیرہ سے نہانا۔

(۲) ذہنی چیزیں جو اندرون بدن وارد ہوں، مثلاً گرم ماکولات و مشروبات۔
(۳) زیادہ جسمانی حرکت، مثلاً سخت جسمانی محنت، یا نفسانی اسباب مثلاً غصہ، غم اور بیداری۔
(۴) بیرونی اسباب سے ظاہر بدن پر بیماریاں ہونا، مثلاً ہاتھ پیروں کے زخموں کی وجہ سے بگلوں یا کنج ران میں ورم ہو جانا۔

ان ہی بیماریوں میں "تپ دق" بھی ہے، یہ بخار وہ حرارت غریبہ ہے جو بذاتہ اعضاء میں ممکن ہو کر ان کے طبیعی افعال میں ممانع ہوتی ہے۔ سب سے خفیف تپ دق وہ ہے جس میں حرارت غریبہ چھوٹے چھوٹے عروق کی طبیعی رطوبات میں ٹھہر جاتے۔ اس کے بعد وہ تپ دق ہے جس

میں حرارت غریبہ گوشت کی رطوبتوں میں ٹھہرتی ہے، اور جو رطوبات اس کی وجہ سے تحلیل ہوتی ہیں، ان کا بدل غذا کے ذریعہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد تپ دق کی شدید قسم وہ ہے جس میں حرارت غریبہ اعضاء کی رطوبات اصلہ میں ٹھہرتی ہے، اور غذا سے اس کا بدل مایعہ ممکن نہیں ہوتا، جب کہ ہر شخص کی عمر طبیعی ان ہی رطوبات پر منحصر ہوتی ہے۔ تپ دق کی پہلی قسم کا سبب اکثر جمی یوم ہوتا ہے، جب کہ باقی دو شدید قسمیں اکثر حمیات خلطیہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

سرد و خشک غیر مادی بیماریاں

سرد و خشک غیر مادی بیماریوں میں ایک بیماری "شیلوخوت" ہے۔ اس بیماری میں اعضاء پر برودت و بیہوشت غالب آجاتی ہے۔ انسانی زندگی کے لیے حرارت و رطوبت لازمی ہے۔ اس اعتبار سے مذکورہ بیماری بوڑھوں کو ہونا چاہئے، لیکن اصطلاحاً اس کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب یہ بیماری بڑھاپے کے علاوہ کسی اور عمر میں ہو۔

گرم و تر غیر مادی اور سرد و تر غیر مادی بیماریاں ممکن نہیں ہیں، البتہ صرف خشک، صرف سرد، صرف تر اور صرف گرم غیر مادی بیماریوں کے وجود کا تصور ممکن ہے۔ عنقریب یہ تمام قسمیں افعال و انفعالات میں مضر چیزوں کے ذیل میں بیان کی جائیں گی۔

امراض اعضاء بسیطہ کی اقسام و اسباب کے بعد اب ہم امراض اعضاء مرکبہ بیان کریں گے۔

اعضاء مرکبہ کی بیماریاں

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اعضاء مرکبہ کی حالت صحت، کمیت کی کیفیت، کمیت، مقام، ایک عضو کے دوسرے عضو کے ساتھ اتصال و انفصال کی حالت اور اس کی کیفیت کے اعتبار سے ہوتی ہے، لہذا اعضاء مرکبہ کے امراض بھی اسی اعتبار سے ہوں گے۔ چنانچہ اتصال طبیعی کے مقابل جو مرض "تفرق اتصال" کے نام سے موسوم ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) تفرق اتصال حقیقی : یہ وہ تفرق اتصال ہے جو اعضاء متشابہتہ الاجزاء میں ہوتا ہے، اور یہ ان ہی اعضاء کے ساتھ مخصوص بھی ہے، کیوں کہ ان کی ہی وجہ سے اعضاء مرکبہ میں تفرق اتصال واقع ہوتا ہے۔

(۲) تفرق اتصال بالابط: یہ امراض اعضاء مرکبہ کی ایک قسم ہے جو اعضاء کے اتصال و انفصال اور ان کی کیفیت سے متعلق ہے۔ چنانچہ اطباء کا تفرق اتصال کو اعضاء مفردہ و مرکبہ میں مشترک مرض قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ ان دونوں کے مفہوم اعضاء مفردہ و مرکبہ کے اعتبار سے الگ الگ ہیں، چونکہ اعضاء آلیہ کی حالت صحت، شکل، منافذ و تجاویف اور ملاست و خشونت (چکناہن اور کھردراہن) کے اعتبار سے ہوتی ہے، لہذا تفرق اتصال بھی ان تین قسموں میں ہی ہوگا۔ اعضاء مرکبہ میں بہ اعتبار کمیت تفرق اتصال کی حسب ذیل قسمیں ہیں۔

(۱) امراض مقدار: اس کا مطلب کمی یا زیادتی ہے جو اولاً جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، اعضاء مفردہ میں ہوتی ہے، لیکن اطباء اس کو مرکبہ میں شمار کرتے ہیں۔

(ب) امراض عدد: اس کی دو قسمیں ہیں، تعداد کی زیادتی اور تعداد کی کمی۔ یہ زیادتی اور کمی کبھی طبیعی طور پر ہوتی ہے، مثلاً کسی شخص کے ہاتھ میں پانچ سے زیادہ یا پانچ سے کم انگلیاں ہونا، اور کبھی غیر طبیعی زیادتی ہوتی ہے، جیسے پیٹ میں کچھوے یا کدو دانے ہو جانا۔

امراض وضع | امراض وضع کی مثال خلع (جوڑا کھڑنا) اور اس کے علاوہ وہ چیزیں ہیں جن سے عضو کی وضع خراب ہو جاتی ہے۔

امراض مشارکت | یہ اعضاء کے اتصال و انفصال اور اس کی کیفیت سے متعلق ہیں۔ امراض ایسی ہیں جو تمام قسمیں بیان ہوئیں، اب ان کے اسباب بیان کیے جائیں گے۔

اسباب امراض تفرق اتصال

امراض شکل کے دو اسباب ہیں (۱) طبیعی (۲) بیرونی۔ طبیعی سبب یہ ہے کہ مادہ، قوت مصورہ کے فعل کے لیے نامناسب ہو، یا وہ آلہ ناموافق ہو جس کے ذریعہ قوت مصورہ اپنا فعل انجام دیتی ہے۔ بیرونی سبب کی مثال یہ ہے کہ ولادت یا پرورش کے زمانہ میں غلطیاں واقع ہو جائیں، یا کبھی غلط علاج و تدابیر سے عضو کی شکل بدل جاتی ہے، مثلاً اعضاء پر پٹیاں وغیرہ اس طرح باندھی جائیں کہ وہ ٹیڑھے ہو جائیں۔

راستوں اور نالیوں کے تنگ اور بند ہو جانے کے اسباب یہ ہیں۔

(۱) برودت و بیہوشی کا غلبہ مزاج پر۔

(۲) دوسرے اعضاء کا دباؤ۔

(۳) سدہ - سدہ کے چند وجوہ ہیں۔

(۲) درم

(ب) گاڑھا خلط جو کبھی سخت اور پتھریلا ہو جاتا ہے، جیسے سنگ گردہ و مثانہ، یا پتھریلا نہیں ہوتا۔

(ج) بستہ خون

(د) راستہ میں کوئی رکاوٹ، مثلاً مٹے وغیرہ ہو جانا

(س) قوت ماسکہ کی زیادتی یا قوت دافعہ کی کمزوری سے راستے کا بند ہو جانا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سارے اسباب یکجا ہو جاتیں۔

راستوں اور نالیوں کے کشادہ ہونے کے اسباب یہ ہیں۔

(۱) حرارت و رطوبت۔

(۲) چھین پیدا کرنے والا خلط۔

(۳) مفتح دوائیں۔

(۴) قوت ماسکہ کا ضعیف ہونا۔

ملاست (چکناپن) کے اسباب لیسدار اور تر چیزیں ہیں، مثلاً غلیظ اخلاط وغیرہ۔ اور خشونت (کھردراپن) کا سبب گرم اور اکال چیزیں (گوشت یا بجلد کو کھا جانے والی دوائیں) یا کوئی خلط یا کوئی بیرونی سبب ہوتا ہے۔

امراض عدد | ان میں اگر عدد کی زیادتی طبیعی طور پر ہے تو اس کا سبب مادہ کے فضلات ہیں، اور اگر یہ زیادتی غیر طبیعی طور پر ہے مثلاً کدو دانے اور دیگر قسم کے کرم شکم تو اس کا سبب کیفیت یا کمیت میں خلط کا غیر طبیعی ہو جانا ہے۔ امراض عدد میں عدد کی کمی کا سبب یا تو عفونت ہے، مثلاً بالوں اور متعفن اعضاء کا گز جانا، خصوصاً جب عفونت خلط اکال سے پیدا ہوتی ہو، یا اس کا سبب بیرونی ہوتا ہے (مثلاً کسی عضو کا کٹ کر الگ ہو جانا)۔

امراض مقدار | ان میں اگر کوئی عضو طبیعی طور پر اپنی جسامت سے بڑھا ہوا ہے تو اس کا سبب مادہ کی زیادتی اور اس پر قوت مصورہ کا غلبہ ہے، لیکن اگر غیر طبیعی طور پر عضو بڑھ گیا ہے تو اس کا سبب کسی خلط کی زیادتی اور عضو کی طرف اس کی ریزش ہے۔ اگر

کوئی عضو طبیعی طور پر چھوٹا ہے تو اس کا سبب مادہ کی کمی ہے، اور اگر غیر طبیعی طور پر چھوٹا ہے تو اس کا سبب قوتِ غذائی کا ضعف ہے، مثلاً سل کے مریض۔

کسی عضو کی وضع مختلف ہونے کے دو اسباب ہیں، ایک سبب حرکت کی زیادتی **امراض وضع** ہے، مثلاً کودنے اور اچھلنے کے باعث پیدا ہونے والی خرابی، مجتہبیر یہ کہ یا تو کوئی

بیرونی سبب ہو، مثلاً پردہ صفاق سے خصلتیں نکل جانے والا راستہ کسی وجہ سے پھٹ جاتے، اور اس کی وجہ سے امعاء اور ثرب نیچے چلے جاتیں، یا خود پردہ شکم پھٹ جانے کے سبب سے آنتیں اور ثرب باہر آجاتیں۔ کبھی کبھی یہ پردہ شکم اتنا پھٹ جاتا ہے کہ جگر کے زائدوں میں سے کوئی زائدہ باہر آجاتا ہے، یا مثلاً گولھے کے جوڑ میں عظم الفخذ کے زائدہ کا حق الورک سے باہر نکل آنا۔ دوسرا سبب اندرونی ہے، مثلاً رطوبات کی زیادتی، جس کی وجہ سے عضو ڈھیلا ہو کر اپنی جگہ سے ہٹ جاتے، مثلاً خصلتیں نکل جانے والے راستے میں لیسڈار رطوبت کا پیدا ہو جانا (جس کی وجہ سے آنت اتر آتی ہے)۔

اتصال و انفصال میں مشارکت عضو کی خرابی کے اسباب | اتصال میں پیدائشی خرابی کے دو اسباب ہیں قوت

مصورہ کی کمزوری اور مادہ کی خرابی، پیدائشی ہوتی ہے یا پھر اس کا سبب وہ پھوٹا ہے جو دو اعضاء کے گوشت کے درمیان اندمال کے وقت مادی خرابی کی وجہ سے، یا دونوں اعضاء پر گوشت پیدا ہو جانے کے دوران اتصال زیادہ ہو جانے پر ہوتا ہے

اعضاء مرکبہ کے تفرق اتصال کے اسباب بعینہ وہی ہیں جو اعضاء بسیطہ کے تفرق اتصال کے ہیں۔ یہ اسباب کچھ بیرونی ہیں جیسے کاٹنے پھاڑنے اور کپکنے والی چیزیں، اور کچھ اندرونی ہوتے ہیں، مثلاً اکالِ اخلاط یا ایسے اخلاط جو کھنچاؤ پیدا کر کے عضو کو پھاڑنے کا سبب بن جاتیں، یا اخلاط کا وزن یا ان سے پیدا ہونے والے ریح اس کا سبب ہوتے ہیں۔

امراض بسیطہ کی مذکورہ اقسام سے امراض مرکبہ کی واقفیت بھی ہو جاتی ہے۔ اب افعال و انفعالات غذا کے عوارض اور وہ امراض جن کی وجہ سے اعراض پیدا ہوتے ہیں، ان کا تذکرہ کیا جاتے گا۔ اس طرح ہر ہر عضو کے امراض کا مکمل علم حاصل ہو سکے گا۔

اعراض

چونکہ اعراض بھی اعضاء کے افعال و انفعالات میں مضر پہنچاتے ہیں، یا مضرات کے ملحقات

میں سے ہیں، اس لیے اعراض، طبعی افعال و انفعالات کی ضد ہیں۔ کتاب الصحت میں بیان کیا جا چکا ہے کہ بعض افعال قوتِ غاذیہ کی طرف، بعض قوتِ حساسہ کی طرف، بعض حرکت کی طرف اور بعض قوتِ تخیل، قوتِ فکر اور قوتِ ذکر کی طرف منسوب ہیں۔

مناسب ہے کہ پہلے ان اعراض کا تذکرہ کر دیا جاتے جو قویٰ غاذیہ کے افعال سے متعلق ہیں۔ کیوں کہ قوتِ غاذیہ کے افعال ہر ذی روح کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ اس قوت کے افعال کی انجام دہی جیسا کہ کتاب الصحت میں گذر چکا ہے، منہ، مری (غذا کی نالی)، معدہ، جگر، گردے، مثانہ، پتہ اور طحال کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ان اعراض کے فعل و انفعال میں جو ضرر لاحق ہوتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں، یا تو عضو کا فعل و انفعال معدوم ہو جاتے، یہاں تک کہ عضو معطل ہو جائے، یا عضو کا فعل و انفعال طبعی حالت سے کم ہو، یا اس کے افعال و انفعالات خراب ہو جائیں۔ اب اعراضِ غذا بہ اعتبار ترتیب افعال بیان کیے جائیں گے۔

منہ | منہ کے دانے، اورام، دانتوں کی سڑن اور وہ تمام بیماریاں جو سوہ مزاج مادی سے پیدا ہوتی ہیں، منہ کے فعل میں کمی یا تعطل پیدا کر دیتی ہیں۔

مری | مری کا فعل اس ورم کی وجہ سے معطل ہو جاتا ہے، جسے خناق کہتے ہیں۔ یہ ورم مری کے عضلہ یا اس کا فعل فقراتِ عنقی (گردن کے مہرے) کے اندرونی جانب پلے جانے سے معطل ہو جاتا ہے۔ یہ مہرے یا تو خلطِ مخاطی کے سبب سے اپنی جگہ سے ہلکتے ہیں یا کوئی بیرونی سبب (دچوٹ وغیرہ) ہوتا ہے۔ خناق کی یہ قسم اکثر بچوں کو ہوتی ہے، کیوں کہ ان کے مزاج میں رطوبت ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ مری میں سوہ مزاج مادی کی تمام اقسام کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اور کبھی سوہ مزاج غیر مادی کے امراض بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ جالینوس نے ایک نوجوان کا واقعہ بیان کیا ہے کہ اسے اطباء نے پانی پینے سے منع کر دیا تھا، لیکن اس نے یکبارگی ٹھنڈا پانی پی لیا جس کی وجہ سے مری کی قوتِ جاذبہ اور دافعہ میں خلل واقع ہو گیا۔ وہ کوئی چمیسز نگل نہیں حکسا تھا۔

معدہ | معدہ میں چونکہ پانچ قوتیں یعنی ہاسمہ، جاذبہ، ماسکہ، دافعہ اور ممیزہ پائی جاتی ہیں، لازماً معدہ کے اعراض ان قوتوں کی ضد ہوں گے۔ اب ان کے افعال کے اعراض الگ الگ بیان کیے جائیں گے۔

۱) معدہ کے فعلِ ہضم میں کمی واقع ہو جانے سے غذا میں کھٹاپن پیدا ہو جاتا ہے، چونکہ

کھٹے پن کا سبب برودت ہے اس لیے یہ عرض معده کے سور مزاج بارد مادی یا غیر مادی سے پیدا ہوتا ہے۔ سور مزاج بارد غیر مادی کا سبب یا بیرونی ہو گا یا اندرونی، بیرونی اسباب میں بالفعل بارد چیزیں، بالقوہ بارد غذائیں، کثیر مقدار میں یا بار بار غذا کا استعمال ہوتا ہے۔ اندرونی اسباب اخلاط بارده ہیں، اس کی دو صورتیں ہیں، یا تو یہ اخلاط معده میں ہی پیدا ہو جاتیں یا دوسرے اعضاء سے معده پر ریزش کریں۔ خلط بلغمی معده کی طرف دماغ ہی سے گرتا ہے، اسی طرح طحال سے خلط سوداوی معده کی طرف گرتا ہے، لیکن طحال سے گرنے والا خلط سوداوی اگر اپنی کیفیت و کمیت میں متوازن ہے تو فعل ہضم طبیعی طور پر ہوتا ہے، لیکن اگر یہ کیفیت یا کمیت میں غیر معادل ہے تو مذکورہ مرض کا باعث بنے گا، یہی اسباب اگر حد سے بڑھ جاتیں تو معده کا فعل ہضم معطل ہو جاتا ہے، مثلاً وہ ہضم جس میں غذا جوں کی توں معده سے نکلتی ہے۔ اگر یہ اخلاط ایک عرصہ تک معده میں رکے رہیں تو معده کے جرم میں سور مزاج بارد پیدا ہو جاتا ہے جو آسانی سے صحت یاب نہیں ہوتا، اور اگر یہ سور مزاج بارد ایک عرصہ تک رہے تو مرض شیخوخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کبھی معده کے سرد اور ام بھی اس عرض کے لاحق ہونے کا سبب بنتے ہیں، خصوصاً اگر یہ اور ام خشک اور سخت ہوں۔ معده میں پیدا ہونے والے یہ اخلاط کبھی تو جرم معده میں جذب ہوتے ہیں، اور کبھی جوف معده میں جمع ہوتے ہیں۔ فعل ہضم کی کمی کی وجہ سے قراقر اور ریاچ پیدا ہو جاتے ہیں، اس میں قوت ماسک کی کمزوری کو بھی دخل ہے۔ معده جب غذا پر پوری طرح اثر انداز ہو جاتا ہے تو غذا میں کھنگی پیدا ہو جاتی ہے، لیکن اگر معده کا اثر کم ہے تو غذا معده کے بالائی حصہ میں تیرنے لگتی ہے اور وہاں ٹھنڈی ہو جاتی ہے، اور معده میں ریاچ پیدا ہو جاتے ہیں، کیوں کہ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے معده کا بالائی حصہ عضبی ہے۔ ریاچ کی پیدائش کا سبب معمولی حرارت ہوتی ہے، کیوں کہ تیز حرارت سے ریاچ تحلیل ہو جاتے ہیں، اسی طرح قوی برودت سے بھی ریاچ پیدا نہیں ہوتی، کیوں کہ قوی برودت کبھی تبخیر کا باعث نہیں بنتی۔

(۲) فعل ہضم کی خرابی کی وجہ سے معده میں موجود غذا کا استعمال خراب کیفیت کی طرف ہوتا ہے، یعنی یا تو دغائیت پیدا ہو جاتی ہے یا بدبو وغیرہ۔ یہ بات ظاہر ہے کہ یہ حالت حرارت غریبہ کی وجہ سے ہوتی ہے، لیکن چونکہ یہ غیر طبیعی حرارت ہے اس لیے اس حرارت سے زیادہ ہے جو غذا میں دغائیت پیدا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سے پیدا ہونے والے کیلوس میں سڑاند اور ذائقہ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً بدبو دار ڈکار اور منہ میں مولی کی ڈکاروں جیسی

لو، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ معدہ میں مولیٰ کا استعمال خراب شکل میں ہوتا ہے۔ چونکہ
 - مدہ میں غذا کی یہ کیفیت حرارت غریبہ کی وجہ سے ہوتی ہے اس لیے اس کے اسباب سور مزاج
 - حار مادی، یا سور مزاج حار غیر مادی ہوتے ہیں۔ سور مزاج حار غیر مادی بیرونی اسباب اور گرم
 - غذاؤں سے، اور مادی ان اخلاط صفراویہ سے پیدا ہوتا ہے جو دوسرے اعضاء خصوصاً جگر اور مرارہ
 - سے معدہ کی طرف گرتے ہیں۔ مرارہ سے اخلاط صفراوی کا گرنا ان لوگوں میں ممکن ہے جن کا
 - پیرتہ، معدہ سے متصل ہو، چنانچہ بعض لوگوں میں پیرتہ ایک نالی کے ذریعہ طحال کی مانند معدہ سے
 - ملا ہوا ہوتا ہے، یا پھر یہ اخلاط خود معدہ میں پیدا ہوتے ہیں، لیکن ان کو صفرا کہنا نفس اشتراک
 - اسمی ہے (در حقیقت یہ صفرا نہیں ہے) اس طرح کا غلط یا توقع معدہ میں جمع رہتا ہے، یا جرم
 - معدہ میں جذب ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اور ام معدہ کی بنا پر بھی فعل ہضم خراب ہو سکتا ہے۔
 - قوت ہضم سے متعلق اعراض کا بیان ختم ہوا۔

(۳) معدہ کی قوت ممیزہ کا فعل باطل یا ناقص ہو جانے سے لازمی طور پر تمام افعال معدہ میں
 - سستی یا کمی آجاتی ہے۔ اس کے دو سبب ہیں، سور مزاج حار یا بس جو معدہ کے جوہر اصلی میں
 - جاگزیں ہو جاتا ہے، یا سور مزاج بارد یا بس۔ سور مزاج حار یا بس اگر طول پکڑ لے تو مریض تپ
 - دق میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور سور مزاج بارد یا بس اگر طویل مدت تک رہے تو مرض شینوخت
 - پیدا ہو جاتا ہے، کیوں کہ قوت ممیزہ کے باطل یا کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ معدہ کی قوت
 - غذا یہ کمزور یا باطل ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ معدہ، کیلوس سے کچھ غذا حاصل کرتا ہے، ورنہ
 - غذا کو نہیں گھیرتا۔

(۴) قوت ماسکہ کے فعل میں کمی واقع ہونے کے ساتھ ساتھ معدہ میں نفخ و قراقرہ ہوتا ہے،
 - اور کبھی غیر منہضم غذا خارج ہو جاتی ہے، جس کا سبب سور مزاج بارد رطب مادی یا غیر مادی یا صرف
 - سور مزاج بارد مادی یا غیر مادی ہوتا ہے۔ قوت ماسکہ کا فعل پوری طرح معطل ہو جانے سے زلق
 - الامعاء پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر قوت ماسکہ کے فعل میں خرابی واقع ہو جاتی ہے تو معدہ میں ایک
 - طرح کا رعشہ پیدا ہو جاتا ہے، کیوں کہ معدہ میں قوت ماسکہ اور نفل غذا کے درمیان کشمکش ہوتی ہے۔
 - یہ تکلیف کسی شخص میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ وہ خوب سیر ہو کر کھائے،
 - اور معدہ غذا سے بھرے ہو۔ یہ تکلیف معدہ میں سور مزاج مادی یا غیر مادی کی کسی بھی قسم سے پیدا
 - ہو سکتی ہے۔

(۵) قوت دافعہ کے فعل میں کمی واقع ہو جانے سے معدہ میں غذا دیر تک رکی رہتی ہے۔ اگر یہ فعل معطل ہو جائے تو قونج ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب معدہ کا سور مزاج بارد مادی یا غیر مادی ہوتا ہے۔ بسا اوقات آنتوں میں سدہ پیدا ہونے کی وجہ سے قوت دافعہ کا فعل اسی طرح معطل ہو جاتا ہے جیسا کہ مرض قونج میں، لیکن یہ تعطل سدہ باقی رہنے تک رہتا ہے۔ قوت دافعہ اگر حد سے بڑھ جائے تو زلق الامعاء کی ایک قسم پیدا ہو جاتی ہے جو قوت ماسکہ کے تعطل سے پیدا ہونے والی قسم سے مختلف ہوتی ہے۔ اس کا سبب وہ چیزیں ہوتی ہیں جو قوت دافعہ کو غذا کے دفع کرنے کے لیے ابھارتی ہیں، مثلاً سوزش پیدا کرنے والے اخلاط یعنی صفرا، بلغم مالح بورقی اور سودا، ماض، یا معدہ کی سطح کے زخم، یا خراب غذا میں جن کا استعمال مذکورہ اخلاط کی طرف ہو جاتا ہے، جیسا کہ شدید ہیضہ میں ہوتا ہے۔

کبھی اس قسم کے تمام اسباب رفع ہونے کے بعد بھی کسی معمولی سبب سے قوت دافعہ کی حرکت میں خرابی باقی رہ جاتی ہے، یہاں تک کہ یہی کیفیت مستقل ہو جاتی ہے، اسی لیے اس قسم کے امراض کے علاج میں اہلبار مخدر دوائیں شامل کرتے ہیں جس کی تفصیل کتاب شفا الامراض میں بیان کی جاتی ہے۔ اکثر اس کا سبب سطح معدہ کے زخم ہوتے ہیں۔ مرض فواق (ہچکیاں) بھی قوت دافعہ کی طرف منسوب ہے، جس کا سبب کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو اپنی کیفیت سے تکلیف پہنچاتی ہے، خواہ یہ کیفیت گرم ہو یا سرد۔ فواق کی ایک قسم سور مزاج حار یا بس کی وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہے جو جرم معدہ میں ٹھہر جاتا ہے، یہاں تک معدہ میں تشنج پیدا کر دیتا ہے۔ اس فواق کا علاج تقریباً ناممکن ہے۔ کبھی یہ تشنج معدہ کے عصبی جرم میں رطوبت کی وجہ سے ہوتا ہے، اسے اسباب تشنج کے ضمن میں بتایا جاتے گا۔ اسی طرح قوت بھی قوت دافعہ کا فعل ہے، لیکن یہ اس کا طبیعی فعل نہیں ہے، جب کہ نیچے کی طرف دفع کرنے کا فعل طبیعی ہے۔ قوت کا سبب رطوبت بلغمی یا رطوبت صفراوی جیسی کسی چیز کا نم معدہ پر آجانا ہے۔ جب اس طرح کے اخلاط نم معدہ پر آتے ہیں تو قوت کی تحریک ہوتی ہے۔ اگر یہ اخلاط نیچے کی طرف جاتیں تو اسہال معدی ہو جاتا ہے۔ کبھی یہ اخلاط جگر یا دوسرے تمام اعضاء سے معدہ پر گرتے ہیں، جیسا کہ ان لوگوں میں دیکھا گیا ہے جن کو قوت زیادہ آتی ہے، ایسے مریضوں کو ان اخلاط سے سخت تکلیف پہنچتی ہے، خصوصاً اخلاط صفراوی سے، نیز اخلاط سوداوی سے بھی تکلیف ہوتی ہے، اور یہ صورت زیادہ خراب ہے۔

(۶) قوت جاذبہ میں خلل ہونے کے اسباب بغینہ وہی ہیں جو مری میں خلل واقع ہونے کے اسباب ہیں۔ بھوک ختم ہو جانے یا بڑھ جانے کے اسباب، قویٰ حسیہ کے اعراض کے ذیل میں بیان ہوں گے۔

آنتوں میں چونکہ سب سے نمایاں فعل قوت دافعہ کا ہے، اور اس کے بعد قوت آنتیں ماسکہ کا، لہذا آنتوں میں پیدا ہونے والے امراض ان دونوں قوتوں میں خلل پیدا ہونے کے اعتبار سے ہوں گے۔ آنتوں کی قوت دافعہ کبھی کم ہو جاتی ہے، کبھی بالکل معطل ہو جاتی ہے، جس سے قویج ہو جاتا ہے۔ اس قوت میں خلل کا سبب سور مزاج بارد یا حار مادی یا غیر مادی ہوتا ہے۔ جہاں تک سور مزاج بارد کا سوال ہے، تو یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ برودت کی وجہ سے قوت دافعہ سن ہو جاتی ہے، اور سور مزاج حار کی وجہ سے اس قسم کا تعطل پیدا ہونا بھی تعجب کی بات نہیں ہے، کیوں کہ اعضاء اپنے افعال ایک مخصوص درجہ کی حرارت سے انجام دیتے ہیں، اگر یہ حرارت بہت زیادہ غیر معتدل ہو جاتے تو افعال میں تعطل پیدا ہو جاتے گا، اور اگر حرارت غیر معتدل ہو کر کچھ برودت کی طرف مائل ہو جاتے تو افعال میں نقص آجاتے گا، اور اگر کچھ حرارت کی طرف بڑھ جاتے تو اس سے فعل خراب ہو جاتے گا، مثلاً گرم معدہ میں دخانیت کا پیدا ہو جانا۔ آنتوں کی قوت دافعہ کا فعل معطل ہو جانے کی ایک وجہ "سدہ" ہے۔ سدہ غلیظہ فہلہ، غلیظہ خلط یا ریاح یا ورم کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر سدہ کا سبب ورم ہے تو اس سے قوت دافعہ کے فعل میں ضرر واقع ہونے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس سے آنتوں میں سور مزاج مادی پیدا ہو جاتا ہے، اور دوسرے یہ کہ اس سے راستہ بند ہو جاتا ہے۔

ریاح سے بھی آنتوں میں دو طرح سے رکاوٹ ہوتی ہے، یا تو ریاح فہلہ کے سامنے آجاتے ہیں جیسے زمین دوز نالیوں میں بانی کا راستہ ہوا روک دیتی ہے، یا ریاح کی وجہ سے آنتیں آپس میں الجھ جاتی ہیں اور راستہ بند ہو جاتا ہے۔ کبھی آنتوں میں رکاوٹ کا سبب کینچوے بھی ہوتے ہیں۔ قوت دافعہ میں خلل ہونے کی اس قسم یعنی سدہ کی وجہ سے کبھی اس کا فعل مخالف جانب ہو جاتا ہے، اور براز آنتوں سے معدہ کی طرف دفع ہونے لگتا ہے، اور معدہ بذریعہ قوت سے خارج کر دیتا ہے۔

کبھی قوت دافعہ کے کمزور ہونے کا سبب مرارہ اور آنتوں کے درمیانی نالی میں کسی رکاوٹ کا پیدا ہو جانا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے مرارہ سے آنتوں کی طرف وہ صفرا نہیں پہنچتا جو آنتوں کو فہلہ

کے دفع کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

قوت دافعہ کے فعل میں خرابی کے سبب سے اسہال کی شکایت ہو جاتی ہے، کیوں کہ آنتوں میں براز اتنی دیر تک نہیں ٹھہر پاتا جتنی دیر تک اسے ٹھہرنا چاہئے۔ قوت دافعہ کے زیادہ ہونے کا سبب آنتوں پر چھین پیدا کرنے والے اخلاط کی ریزش ہے۔ یہ اخلاط دیگر عروق، معدہ، مزاج مختصر یہ کہ تمام اعضاء سے گرتے ہیں۔ جب آنتوں میں ایسے اخلاط کی چھین اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ ان میں خراش آجاتی ہے تو اس سے "سج امعاء" ہو جاتا ہے۔ کبھی قوت دافعہ میں خلل کا باعث غیر معتدل غذا یا معدہ کا غیر منہضم غذا کو آنتوں کی طرف دفع کرنا، یا غذا کی مقدار زیادہ ہونا، یا جگر اور آنتوں کے درمیانی راستوں کا بند ہو جانا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے غذا جگر تک نفوذ نہیں کر پاتی، اور قوت دافعہ کے لیے بوجھ بن جاتی ہے، چنانچہ قوت دافعہ (بذریعہ اسہال) اسے دفع کر دیتی ہے۔ جگر کی طرف غذا کے نفوذ نہ کرنے کا سبب خود غذا کی غلظت ہوتا ہے، غذا کی غلظت یا تو غذا کے مزاج سے ہوتی ہے، یا اس میں معدہ کے فعل کی کمی، یا دونوں وجہ سے ہوتی ہے۔ جگر میں غذا نہ پہنچنے کا سبب جگر کی قوت جاذبہ کا معطل ہو جانا ہے، جیسا کہ امراض جگر میں ہوتا ہے۔ آنتوں کی قوت ماسکہ کے کمزور ہونے سے مرض خلفہ کی ایک قسم پیدا ہو جاتی ہے، جس کا سبب لازماً سوء مزاج مادی یا غیر مادی ہوتا ہے، اور جب قوت ماسکہ مل ہو جاتی ہے تو زلق الامعاء کی ایک قسم پیدا ہو جاتی ہے۔

آنت کا آخری سرا جس کو مقعد کہتے ہیں اس کے فعل میں مسوں کی وجہ سے فعل واقع ہوتا ہے، یا خشک براز کی وجہ سے مقعد میں خراش پڑ جانے یا عروق مقعد کے کھل جانے سے ہوتا ہے۔ بعض مسوں سے خون جاری ہو جاتا ہے، کبھی بطور تنقیہ بھی خون جاری ہو جاتا ہے جو بہتر ہے، چنانچہ ارسطو کہتا ہے کہ خراب خون ناک اور مقعد سے خارج ہوتا ہے۔

جگر میں بھی پانچ قوتیں پائی جاتی ہیں، اس لیے اس کے اعراض بھی ان قوتوں کے جگر اعتبار سے ہوں گے۔

جگر کی قوت ہاضمہ کے فعل کی کمی کی وجہ سے بلغمی خون پیدا ہونے لگتا ہے، جس سے تمام ہی اعضاء غذا حاصل کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اعضاء کا مزاج بھی بلغمی ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے استسقاء لحمی کی شکایت ہو جاتی ہے، جس کا سبب جگر پر سوء مزاج بارز مادی

غیر مادی کا غلبہ ہے۔ سور مزاج کا سبب غذائیں یا تدا بیر یا بیرونی اسباب ہیں، مختصراً وہ تمام چیزیں سبب ہو سکتی ہیں جو ہم سو۔ مزاج بارد کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔ کبھی کبھی جگر کے مشارک و معاون اعضا بھی جگر کے فعل میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، مثلاً اگر معدہ کیلوس کی پختگی سے قاصر رہے اور پختہ کیلوس جگر کی طرف بھیجتا رہے تو جگر کا مزاج سرد ہو جائے گا۔ طحال کی کمزوری سے بھی یہی صورت پیدا ہوتی ہے، کیوں کہ طحال سرد و خشک چیز (سودا) سے خون کو صاف نہیں کرے گی تو جگر کا مزاج سرد ہو جائے گا۔ چھوٹی آنتوں میں سور مزاج پیدا ہونے کی وجہ سے بھی جگر کے فعل میں عذر واقع ہوتا ہے۔ جگر میں عارض ہونے والا سور مزاج مادی کبھی ورم کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی ورم کے بغیر۔ لیکن اور اسی وقت سبب بنتے ہیں جب کہ وہ سخت ہوں۔ اور کبھی جگر میں سور مزاج کا سبب کوئی مرکب مرض مثلاً جگر میں پیدا ہونے والا سدہ ہوتا ہے، کیوں کہ سدہ حرارت غریزی کو ماند کر دیتا ہے، خصوصاً جب سدہ پیدا کرنے والا غلطیاً بارد ہو۔ جگر کی قوت ہاضمہ کا فعل خراب ہونے کی وجہ سے حسب ذیل بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

(۱) استسقاہ طبعی

(۲) مزہ صفرا سے پیدا ہونے والے امراض

تمام اعضاء اپنے طبعی افعال ایسی حرارت کے ذریعہ انجام دیتے ہیں جس میں برودت ایک خاص مقدار میں ہو۔ علم طبعی میں یہ بات واضح ہے کہ برودت اس حرارت کو معتدل کرنے کا ذریعہ ہے جو اولاً اور بالذات فاعل ہوتی ہے، لہذا ہر عضو ایک خاص اور مناسب حرارت کے ذریعہ اپنا فعل انجام دیتا ہے۔ جب کسی عضو میں برودت بڑھ جاتی ہے تو بیہوشی بھی زیادہ ہو جاتی ہے، لیکن حرارت اپنی صورت طبعیہ سے خارج نہیں ہوتی، البتہ عضو کا فعل مزور ناقص ہو جاتا ہے، مثلاً غذا کا سرد معدہ میں ترش ہو جانا، یا سرد جگر میں بلغمی خون پیدا ہونا۔ جب حرارت فاعلہ اپنی طبعی صورت سے خارج ہوتے بغیر کچھ زیادہ ہو جاتی ہے تو عضو کا فعل بڑھ جاتا ہے، مثلاً وہ معدہ جو غذاؤں میں دغائیت پیدا کرتا ہے، اور وہ جگر جو زیادہ مقدار میں صفرا پیدا کرتا ہے۔ اگر حرارت یا برودت بہت زیادہ ہو جائے یہاں تک کہ عضو میں حرارت غریزی کی طبعی صورت باقی نہ رہے تو عضو کا فعل اپنے طبعی فعل کا مخالف ہو جائے گا، مثلاً وہ معدہ جو غذا پر اثر انداز نہ ہو۔ اس طرح کی بیماریاں سور مزاج حار اور سور مزاج بارد دونوں سبب سے ہوتی ہیں۔ یعنی یہ دونوں اس کے لیے سبب مقدم ہو سکتے ہیں۔

تمام اعضاء کے بارے میں یہ ایک عام اصول بیان کیا گیا ہے، چنانچہ جگر میں جب کچھ سوء مزاج عار ہو جاتا ہے تو اس سے صفرا زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ سوء مزاج زیادہ ہو جاتے، یہاں تک کہ اس سے جگر کی صورت جو ہر یہ بدل جاتے تو اس وقت اس حرارت کی وجہ سے جگر کے افعال، طبعی افعال سے متلف ہوں گے۔ چنانچہ جگر کے اکثر افعال، حرارت کبدی کے بجائے اس مطلق حرارت سے انجام پائیں گے۔ ایسی صورت میں اس حرارت بسبب پر رطوبت ماتیہ کا اثر ہوگا تو اس سے بخارات پیدا ہو کر ریا ح بن جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جگر میں جب اس قسم کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے تو مرض استسقا رطبی ہو جاتا ہے۔ حرارت طبعی کے زائل ہونے کا سبب مرض عار ہو تو استسقا رطبی کو اسی کی طرف منسوب کیا جائے گا، اور اگر مرض بارد اس کا سبب ہے تو اس کی طرف منسوب ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اطباء رطبی کے اسباب صحیح طور پر بیان نہیں کر پاتے، کیوں کہ یہ حرارت سے بھی ہوتا ہے اور برودت سے بھی، نیز اسی سبب سے استسقا کی اس قسم کا علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

جگر میں سوء مزاج پیدا ہونے کے عموماً وہی اسباب ہیں جو امراض عاده مادی اور غیر مادی کے ہیں، علاوہ ازیں جو سبب جگر سے مخصوص ہے، وہ مرارہ کے فعل کا معطل ہو جانا ہے، جس کا سبب یا تو جگر اور پتہ کے درمیانی نالی میں سدہ پیدا ہونا ہے، یا مرارہ کی قوت جاذبہ کی کمزوری، یا پتہ اور آنت کے درمیانی نالی کا سدہ، یا پتہ کی قوت دافعہ کی کمزوری ہے۔ پتہ اور آنتوں کے درمیانی راستہ میں سدہ ہو جانے سے وہی عارضہ ہوتا ہے جو آنتوں کے سدہ سے ہوتا ہے، یعنی غذا کی خواہش نہیں رہتی، چونکہ ہر عضو میں قوت غاذیہ کے لیے قوت جاذبہ موجود ہوتی ہے، اور قوت غاذیہ کا فعل چار قوتوں میں منحصر ہے، اس لیے ان میں سے اگر کوئی قوت بھی معطل ہو جاتے تو دوسری قوتیں بھی معطل ہو جاتی ہیں۔ جگر اور مرارہ کو اسی لحاظ سے دیکھنا چاہئے۔ یرقان دو سبب سے ہوتا ہے، یا تو مرارہ کا فعل معطل یا کم ہو جاتے جس کی وجہ سے صفرا خون میں پھیل جاتے گا، اور قوت دافعہ فضلات کے دفعیہ کے طور پر سطح بدن کی طرف صفرا کو نکلے گی۔ یہ قسم خطرناک نہیں ہے۔ دوسرا سبب جگر اور دوسرے اعضاء کا سوء مزاج اور حرارت کا زیادہ ہو جانا ہے، جیسا کہ جگر کے ورم صفراوی میں، یا گرم زہروں کے استعمال میں ہوتا ہے۔ ان اسباب سے صفرا زیادہ پیدا ہو کر ظاہر بدن پر نمایاں ہو جاتا ہے جو اس کی کثرت کا باعث ہے۔ تنقیہ اور اصلاح کے طور پر نہیں ہے، اسی لیے یرقان کی

اس قسم کو خطرناک کہا گیا ہے۔ جگر میں یہ کیفیت کبھی کوئی زہریلی دوا مثلاً بیش (دکھناک) وغیرہ استعمال کرنے سے پیدا ہو جاتی ہے

قوت میزہ | جگر کی قوت میزہ کا فعل کمزور ہونے سے اخلاط تمام بدن میں پھیل کر بہت سی بیماریاں پیدا کر دیتے ہیں۔ جن میں سے استسقا زتی ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ قوت میزہ، کیلوس کی مائیت کو علیحدہ نہیں کر پاتی، یہ مائیت خون میں پھیل جاتی ہے، اور طبیعت اس کو زیر پردہ صفاق دفع کر دیتی ہے۔ ایک دوسرے قول کی رو سے طبیعت اس مائیت کو صفاق کے نیچے عروق السرہ دناف کی رگوں میں دفع کرتی ہے۔ یہ رگیں جگر سے ملی ہوئی ہوتی ہیں، اور ان کے ذریعہ ہی جنین کا فضلہ مائتہ خارج ہوتا ہے۔ استسقا زتی کا ایک سبب گردوں کی قوت جاذبہ کا کمزور ہونا یا اس کے راستوں کا مسدود اور تنگ ہونا ہے۔

قوت ماسکہ | قوت ماسکہ کے کمزور ہونے پر جگر سے جو خون باہر آتا ہے وہ غیر منہضم اور خام ہوتا ہے۔

قوت دافعہ | جگر کی قوت دافعہ کا فعل کمزور ہونے سے اس میں پیدا ہونے والا خون انتوں کی ان نالیوں کی طرف پھلا جاتا ہے جو غذا کو جذب کرتی ہیں، جس کی وجہ سے اسہال دموی کی شکایت ہو جاتی ہے۔ قوت دافعہ کی خرابی، خون کی حدت یا سور مزاج سے ہوتی ہے۔

قوت جاذبہ | اس کا فعل کمزور یا معطل ہونے سے خلیفہ اور ذرب کی شکایت ہو جاتی ہے۔ اس قوت میں خرابی واقع ہونے کا سبب عموماً اعضاء مرکبہ یا اعضاء بسیطہ کے امراض ہوتے ہیں، اور امراض اعضاء بسیطہ کے توسط سے ہی سبب بنتے ہیں۔ امراض کی یہ دونوں قسمیں جگر کو دو طرح سے نقصان پہنچاتی ہیں، یا تو اولاً جگر میں ہی مرض پیدا ہو جاتا ہے، یا جگر کے کسی مشارک عضو میں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اعضاء مشارک کے

۱۰ خلیفہ: غذا معمول کے مطابق نہ ٹھہرے، کبھی دستوں کی صورت میں جلد اور کبھی دیر سے خارج ہو جاتے۔

۱۱ ذوب: وہ اسہال معدی جس میں پے در پے دست آتے ہیں۔

امراض کی وجہ سے بھی کسی عضو کے افعال میں خلل واقع ہو سکتا ہے، اور قلب جو جگر کے افعال کے لیے حرارت غریزیہ پہنچاتا ہے تو ایسا کیوں نہیں ہے کہ امراض قلب کی وجہ سے جگر کے افعال میں خلل واقع ہو جاتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قلب رتیس مطلق ہونے کی حیثیت سے یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کی بیماریوں سے جگر یا دوسرے اعضاء کو ضرر پہنچے اور اس کے باوجود جاندار زندہ رہے، زیادہ تر یہی صورت ہوتی ہے، بلکہ قلب میں بڑی بیماریاں پیدا ہونا اور جاندار کا زندہ رہنا دوسرے اعضاء کی نسبت سے غیر محسوس ہوتا ہے، لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ قلب میں معمولی سور مزاج، جگر کی نسبت سے بہت بڑی بیماری کا باعث ہو، چونکہ پتوار کا معمولی جھٹکے کشتی میں بڑی حرکت کا سبب ہوتا ہے۔ قلب کے حالات کا اثر تمام اعضاء رتیسہ پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسی لیے جگر کے علاج میں قلب کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔ اس مسئلہ کو کتاب حیلۃ البراء میں وضاحت کے ساتھ لکھا جائے گا۔

ہضم عروقی کے امراض اکثر امراض جگر کے تابع ہوتے ہیں، اور کچھ امراض عروق کے لیے مخصوص ہیں، مثلاً عروق کا منہ کھلنے سے خون بہنا، جس کا سبب مرض کی حالت میں قوت دافعہ ہے، خصوصاً بحران نمود میں، یا پھر عروق ہی میں کوئی بیماری ہو، جس کا سبب یا تو خون کی سوزش اور عدت ہے جو عروق میں تفرق اتصال پیدا کر دیتی ہے، یا خون کی لطافت ہے، مثلاً جسم پر تل نکل آنا، یا جس طرح پتلے روغن زیتون میں جھاگ پیدا ہوتا ہے۔ کبھی سبب، خون کی اتنی کثرت ہوتی ہے کہ جو عروق کے جوف میں نہ سما سکے۔ کبھی عروق کے پھٹنے کا سبب ان کی کمزوری ہے، جو ان کے پتلے یا زیادہ سخت ہونے سے ہوتا ہے۔ عروق کے جلد پھٹ جانے کا سبب خون کی زیادتی یا بیرونی امور ہوتے ہیں مثلاً گرنا، اچھلنا کودنا وغیرہ۔ جگر اور مذکورہ دوسرے اعضاء کے امراض کے سبب سے ہونے والی لاغری اور اس کے متعلقات کتاب العلامات میں بیان کیے جاتے ہیں، کیوں کہ اسی مقام پر بیان کرنا زیادہ مناسب ہے۔

ہضم اخیر جو نفس اعضاء میں ہوتا ہے، اس میں تین قسم کے اعراض لاحق ہوتے ہیں، یا تو اعضاء میں قوت غاذیہ کا فعل باطل ہو جائے جیسا کہ مرض سل میں ہوتا ہے، یا اس فعل میں کمی آجائے، جیسا کہ ہزال (لاغری) میں ہوتا ہے، یا اس فعل میں خلل واقع ہو۔

جس سے برص ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یا تو عضو کی قوت ہاضمہ ضعیف ہونے سے یا عضو تک پہنچنے والے مادہ کی خرابی سے برص ہو جاتا ہے، خواہ یہ مادہ بذاتہ خراب ہو یا جگر و عروق کی کمزوری کی وجہ سے خراب ہو جاتے۔

بہق کا سبب اکثر جگر کی قوت میزہ کی کمزوری یا مادہ سوداوی کے جذب کرنے میں طحال کی کمزوری یا جگر اور عروق کا وہ سور مزاج ہے جس سے خلط سوداوی زیادہ پیدا ہونے لگے۔ کبھی خود اعصاب کے سور مزاج سے بھی یہ مرض ممکن ہے، کبھی کچھ غذائیں بھی اس کا سبب بن جاتی ہیں۔ مذکورہ بالا اعراض کے جو اسباب بتاتے گئے ہیں وہ ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہیں، بلکہ اکثر ایک سے زیادہ اسباب سے اور کبھی بیک وقت ان تمام اسباب سے یہ اعراض لاحق ہوتے ہیں۔

دماغ میں جو ہضم ہوتا ہے اس کی بیماری دماغ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ کبھی دماغ کی قوت ہاضمہ کم اور کبھی معطل ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے ناک اور نالیوں پر ناپختہ فضلات گرنے لگتے ہیں۔ اس مرض کا نام نزلہ ہے۔ یہ بیرونی سرد چیزوں کی بنا پر اور کبھی گرم چیزوں کی بنا پر ہوتا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں اسباب کی وجہ سے نزلہ کس طرح ہوتا ہے۔

نزلہ میں خام فضلات کا جاری ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس بیماری کا سبب سور مزاج بارد کے غلبہ سے دماغ کی قوت ہاضمہ کا کمزور ہونا ہے، لیکن یہ اس نزلہ میں ہی ہوتا ہے جس کا سبب بیرونی سرد اشیاء ہوں، لیکن بیرونی گرم اشیاء کی وجہ سے ہونے والے نزلہ میں قوت ہاضمہ کے ضعیف ہونے کا تصور مشکل ہے۔ بہر حال اس مرض میں ہضم دماغ کی کمزوری ایک عرض یعنی مادہ کی کثرت اور رطوبت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ حرارت چونکہ منجمد چیزوں کو پگھلا دیتی ہے اور سارے جسم سے سر کی طرف جذب کرتی ہے، اس لیے دماغ کی قوت ہضم میں برودت پیدا ہو جاتی ہے۔ مزید برآں بیرونی حرارت غریبہ، حرارت غریبہ کو ٹھنڈا کر دیتی ہے، جیسے دھوپ کا عمل آگ پر ہوتا ہے۔

مذکورہ تمام ہضم جائینوس کی رائے کے مطابق تین قسموں میں اور ابن سینا کے قول کے مطابق چار قسموں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ہضم عروقی کو تیسرا۔

ہضم قرار نہ دیا جاتے، کیوں کہ عروق میں خون متغیر ہو کر کوئی دوسری شکل اختیار نہیں کرتا، جیسا کہ معدہ، جگر اور نفس اعضاء میں ہوتا ہے۔ نفس اعضاء میں خون متغیر ہو کر سفید ہو جاتا ہے۔ عروق میں ایسا عمل نہیں ہوتا اگرچہ قیاساً یہ سمجھا جاتا ہے کہ عروق کا بھی خون پر کچھ نہ کچھ عمل ہوتا ہے۔

اب عضو رتیں یعنی قلب کی قوت غاذیہ کے اعراض بیان کیے جاتیں گے، اس کے بعد جگر کے خادام اعضاء کے اعراض، پھر اعضاء تناسل کے اعراض پر یہ بحث جو قوائے نفسانیہ نباتیہ کے اعراض پر مشتمل ہے، پوری ہو جائے گی۔

قلب

قلب میں لاحق ہونے والے اعراض غشی اور خفقان ہیں، مختصر یہ کہ نبض اپنی طبعی حالت پر قائم نہ رہے۔ ان اعراض کا سبب بیرونی یا اندرونی ہوتا ہے۔ بیرونی اسباب میں وہ نفسانی امور ہیں جو قلب کے مزاج کو زیادہ گرم کر دیں۔ مثلاً غصہ، یا جن کی وجہ سے بدن میں پھیلی ہوئی حرارت سمٹ کر قلب کی طرف آجاتے، مثلاً خوف قلب جب زیادہ گرم ہو جاتا ہے تو حرکت نبضیہ بڑھ جاتی ہے، تاکہ تازہ ہوا داخل کر کے اور خراب ہوا کو خارج کر کے قلب کے مزاج میں اعتدال پیدا کر دے۔

اندرونی اسباب میں سور مزاج ہے، خواہ یہ ابتداءً قلب میں ہو یا اس کے مشارک عضو میں۔ قلب میں پیدا ہونے والا سور مزاج کبھی غیر مادی ہوتا ہے مثلاً تپِ دق وغیرہ، اور کبھی مادی ہوتا ہے، جس میں قلب کے خون میں کچھ تبدیلی آجاتی ہے۔ اگر قلب کے جرم میں ورم ہو جاتے تو قلب کے لیے ناقابل برداشت ہے، بلکہ ابتداءً مرض میں ہی موت واقع ہو جاتی ہے۔ غشاء قلب میں اکثر ورم ہو جاتا ہے، جس سے موت نہیں ہوتی، اور اگر طبیب اس کے علاج میں ہلدی کرے تو شفا ممکن ہے، ورنہ یہ بھی مہلک ہے۔ جالینوس نے اسے امراض مادی کا تذکرہ کیا ہے جن میں غشاء قلب میں رطوبت ماتیہ جمع ہو کر جسم کے دن بدن گھلنے کا سبب بنتی ہے۔ اطباء نے یہ بھی بتایا ہے کہ غشاء قلب پر کچھ سخت چیزیں بھی جمع ہو جاتی ہیں۔ مختصر یہ کہ جب تک سور مزاج زیادہ نہ ہو جاتے قلب میں تمام اقسام کے سور مزاج نہیں ہوتے۔ قلب میں سور مزاج کی زیادتی کی وجہ سے غشی ہو جاتی ہے۔ غشی حرارت غریزی کا تمام اعضاء سے دفعتاً قلب کی طرف آنا اور تدبیر اعضاء سے علیحدہ ہو جانا ہے۔ اس کا سبب

حرارت غریزیہ کی کمی اور اس کا بہت زیادہ تحلیل ہو جانا ہے۔

ایسے اعصاب جن کی مشارکت سے قلب میں خلل واقع ہوتا ہے وہ تمام اعصاب ہیں جو تیس ہیں، ان میں سب سے قوی شریک فم معدہ ہے، اسی لیے قدامت نے اس کا نام "فواد" رکھا ہے، کیوں کہ فم معدہ کے درد سے غشی ہو جاتی ہے۔ ان اعصاب کی مشارکت ہی کی وجہ سے نبض کے عوارض اکثر امراض اعصاب کی علامت بنتے ہیں۔ ان امراض کے اقسام اور اسباب کے لیے کتاب العلامات زیادہ موزوں ہے۔

جگر کے خادم اعصاب جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں، مرارہ، طحال، گردے اور مثانہ ہیں۔ مرارہ کا فعل معطل ہونے سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان کے اسباب، اعراض جگر کے ذیل میں آچکے ہیں۔ طحال کی قوت جاذبہ معطل ہو جانے سے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، مرہ سودا خون میں پھیل جاتا ہے۔ اکثر طبیعت اس مادہ کو سطح بدن کی طرف دفع کر دیتی ہے جس سے یرقان اسود پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی سبب سے حملہ سوداوی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جب طحال کی قوت دافعہ بڑھ جاتی ہے تو معدہ کی بیماری کا سبب بنتی ہے، اور اس سے سوداوی "خلفہ" پیدا ہو جاتا ہے۔ ان اعراض کے اسباب وہی ہیں جو تمام اعراض کے ہیں، یعنی یا تو مرض آلی یا سور مزاج یا ان دونوں سے مرکب ہوتا ہے، مثلاً ورم۔ طحال کی غذا چونکہ گاڑھی ہوتی ہے اس لیے اکثر اس کا ورم سخت ہوتا ہے۔

گردوں میں پانچ قوتیں پائی جاتی ہیں، اگر ان کی قوت ممیزہ، قوت ہاضمہ اور قوت ماسک میں سے کوئی ایک قوت کمزور ہو جائے تو پیشاب خون آمیز ہوتا ہے، کیوں کہ جگر سے بطور غذا گردوں میں پہنچنے والی مائیت دمویہ میں تغیر نہیں ہو پاتا۔ جگر کی قوت جاذبہ کمزور ہو جائے تو استسقا رزقی ہو جاتا ہے، جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں، اور اگر قوت جاذبہ کا فعل زیادہ ہو جائے تو اس کی وجہ سے سلس البول کی بیماری ہو جاتی ہے، جس کے ساتھ زیادہ پیاس لگتی ہے۔ اس شکایت کو برکان (برکاریہ) کہتے ہیں۔ قوت جاذبہ کے فعل کی زیادتی کے ساتھ ہی قوت ماسک اور ہاضمہ کمزور ہو جاتی ہیں، چنانچہ اس بیماری میں ناپختہ پیشاب خارج ہوتا ہے

ان اعراض کا سبب سور مزاج کی کوئی قسم یا امراض آلیہ یا دونوں بہ یک وقت ہو سکتے ہیں۔ گذشتہ مباحث کی روشنی میں ہر مرض کو کسی مرض کی طرف بہ آسانی منسوب کیا جاسکتا ہے۔ لیکن برکان کو مزاج حار کی طرف منسوب کرنا زیادہ مناسب ہے، کیوں کہ جذب حرارت ہی

سے ہوتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ جذب کی شدت، قوت ماسکہ کی کمزوری سے ہو، جب یہ قوت کمزور ہو جاتی ہے تو گردے ماتیت سے اتنی غذا حاصل نہیں کر پاتے جتنی ضروری ہے، کیوں کہ ماتیت، گردہ میں کم ٹھہرتی ہے، اور گردے کی قوت جاذبہ کو ہزورت سے زیادہ متحرک رہنا پڑتا ہے۔ گردے کی قوت ماسکہ کی کمزوری سے مثانہ میں پیشاب کم ٹھہرتا ہے، اور مثانہ پُر ہونے بغیر پیشاب خارج ہو جاتا ہے۔ کبھی پتھری وغیرہ کے سدے گردے کی قوت دافعہ میں خلل پیدا کر دیتے ہیں۔ پتھریاں گاڑھے اخلاط اور خشک کرنے والی حرارت کے سبب اسی طرح بن جاتی ہیں جیسے مٹی بختہ ہو کر ٹھیکرا بن جاتی ہے۔ اطباء کا کہنا ہے کہ پتھریاں اکثر گردے کے جرم میں پیدا ہوتی ہیں، جوف میں نہیں۔ اسی مرض کو "حصاة" کہتے ہیں۔

مثانہ

مثانہ کی قوت دافعہ میں کسی سدے مثلاً ورم، خلط غلیظ، منجمد خون یا سنگ مثانہ کی وجہ سے خلل واقع ہوتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں پیشاب مشکل سے خارج ہوتا ہے، اور کبھی تو قوت دافعہ کے خلل سے عسر بول ہو جاتا ہے۔ کبھی قوت دافعہ کے فعل کی زیادتی سے تقطیر بول کی شکایت ہو جاتی ہے۔ اس کا سبب مثانہ کے پھوڑے یا پیشاب کی سوزش ہے۔ اگر پیشاب بلا ارادہ اور بغیر تکلیف خارج ہو جاتا ہے تو اس کا سبب عنق مثانہ کے عضلہ کا استرخام ہے، جسے حرکات ارادیہ کے اعراض کے ذیل میں بیان کیا جاتے گا۔ گردہ و مثانہ دونوں میں اکثر امراض خشونت کے شدید اعراض پیدا ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ کبھی پھوڑا تک ہو جاتا ہے۔ شروع میں یہ مرض "جرب" کہلاتا ہے، جو ان اعضاء کے جرم اور جوف کی طرف ریزش کرنے والے خراب اخلاط کی وجہ سے ہوتا ہے، مختصر یہ کہ جرب کا سبب سور مزاج مادی خبیث ہے۔ یہ اعضاء چونکہ فضلات کے جذب اور دفع ہونے کا راستہ ہیں، اس لیے ان میں اس طرح کے اعراض ممکن ہیں۔

آلات تناسل کے اعراض

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ اعضاء رحم، خصیتیں، قضیب اور پستان ہیں۔

فوطے | ان کی قوت ہاضمہ کمزور ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ منی پیدا نہیں کرتے۔ اس کا سبب سور مزاج کی کوئی قسم ہے، چنانچہ اگر ان کا مزاج زیادہ عارویا بس ہو جاتے تو منی گرم ہو کر جل جاتی ہے۔ اسی طرح اگر برودت و بیہوشی، یا رطوبت یا محض برودت زیادہ ہو جاتے تو منی پختہ نہیں ہوتی، اور پانی کی طرح رقیق حالت میں خارج ہو جاتی ہے۔ فوطوں کا یہ مزاج کبھی پیدائشی ہوتا ہے، جس کا علاج ناممکن ہے، اور کبھی عرضی، جس کی صحت ممکن ہے۔ فوطوں کے فعل میں خلل ان کے اورام، ان کے بندھن کٹ جانے یا ان کی مقدار و وضع کی خرابی مثلاً ادرہ (فوطوں میں پانی یا ریاح بھرنا جس سے فوطے بڑھ جاتے ہیں) سے ہوتا ہے۔ یہ مرض فوطہ کے بندھنوں کے سوراخ کشادہ ہونے سے لاحق ہوتا ہے جس کا سبب وہاں پر رطوبت فضلیہ کا پیدا ہونا یا خود بندھنوں کی خشکی و لاغر ہونا ہے، جس سے آنت اتر آتی ہے۔ فوطوں کی تھیلی میں ریاح یا رطوبت کی وجہ سے بھی "ادرہ" ہو جاتا ہے۔ اور کبھی مذکورہ سوراخ کا پھلنا بھی اس کا سبب ہے، یہ سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

قضیب | قضیب کی قوت دافعہ میں خلل واقع ہونے کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) قضیب کی نالی میں رکاوٹ ہونا۔

(۲) قضیب کا کمزور ہونا۔

(۳) استادگی کے وقت قضیب کی شکل میں خرابی ہونا۔ فساد شکل کا سبب اس وتر کا کٹ جانا ہے جس سے قضیب استادگی کے وقت سیدھا رہتا ہے، اس وتر کو شکل کہتے ہیں، یا فساد شکل کا سبب بہت زیادہ خشکی یا سخت ورم پیدا ہو جانا ہے۔

رحم | اس کے وجود کا مقصد یہ ہے کہ اس میں بچہ کی پیدائش ہو، ساتھ ہی یہ ہضم ثانی (دخون) کے فضلات دفع کرنے کا راستہ بھی ہے، اسی لیے رحم کی بیماریاں ان افعال سے ہی متعلق ہیں۔ رحم میں جیسا کہ بتایا گیا ہاضمہ کے علاوہ چار قوتیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک قوت حافظہ ہے۔ چونکہ رحم اپنے مشتملات سے غذا حاصل کرتا ہے، اس لیے اس میں قوت میزہ کا فعل ظاہر نہیں ہوتا، اگرچہ یہ بات بھی یقینی نہیں ہے۔ باقی تین قوتیں جاذبہ، دافعہ اور ماسکہ ہیں۔ ہم ہر قوت کے اعراض الگ الگ بیان کریں گے۔

جنین کی حفاظت کرنے والی قوت حافظہ کے کمزور یا باطل ہونے پر استقرار حمل یا تو کم

ہوتا ہے یا ہوتا ہی نہیں۔ اس کا سبب سور مزاج مادی یا غیر مادی کی کوئی قسم ہے، لیکن سور مزاج غیر مادی پیدایشی بھی ہوتا ہے جسے عقرد (بانجھ پن) کہتے ہیں، اور کبھی سور مزاج غیر مادی بعد میں لاحق ہوتا ہے۔ اس قسم کے مزاج کا منی کے لیے وہی ضرر ہے جو خصیتین کے سور مزاج سے ہوتا ہے، یعنی جب یہ سور مزاج جار یا بس ہوتا ہے تو منی کو خراب کر دیتا ہے، اگر یہ بارد ہو تو ٹھنڈا کر کے رقیق کر دیتا ہے۔

رحم کی قوت ماسک کمزور ہونے سے اسقاط ہو جاتا ہے۔ یہ قوت اس لیے کمزور ہو جاتی ہے کہ رحم میں ایک قسم کی پھسلانے والی رطوبت پیدا ہو جاتی ہے۔

رحم کی قوت دافعہ کی کمزوری سے ولادت میں دشواری پیدا ہو جاتی ہے، اور اس کی زیادتی اسقاط کا سبب ہے۔

رحم کی قوت جاذبہ کے کمزور یا معطل ہونے سے حمل بہ مشکل قرار پاتا ہے، یا بالکل قرار نہیں پاتا۔

رحم کی ان تمام قوتوں میں خلل واقع ہونے کا سبب کبھی اورام اور اختناق الرحم ہوتا ہے۔ اختناق الرحم نہ صرف افعال رحم کو ضرر پہنچاتا ہے، بلکہ تمام اعضاء کے افعال کو متاثر کرتا ہے۔ اس کا سبب رحم میں پیدا ہونے والا زہریلا خلط ہے، جس سے ایسے بخارات اٹھتے ہیں جو سمیات کی طرح حرارت غریزیہ کی ضد ہوتے ہیں، اسی لیے ایسی حالت میں زندگی کے تمام افعال معطل ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ قلب کی نبض بھی محسوس نہیں ہوتی۔ یہ مرض چونکہ زیادہ تر ایسی عورتوں کو ہوتا ہے جو عرصہ تک جماع سے دور رہی ہوں، اس لیے یہ سمجھ لیا گیا کہ اس کا سبب عورتوں کی منی کا متعفن ہونا ہے، مزید برآں منی میں تعفن قبول کرنے کی استعداد بھی زیادہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خراب جسموں کے اعضاء خصوصاً رحم میں زہر کے مشابہ اخلاط پیدا ہو جائیں، کیونکہ یہ عضو فضلات بدن کے جذب ہونے کے لحاظ سے بھی عفونت کی استعداد رکھتا ہے۔ چنانچہ بعض اطباء کے نزدیک یہ مرض حیض رک جانے سے بھی ہو جاتا ہے، اور چونکہ یہ عضو فضلات کے جمع ہونے کی جگہ ہے اس لیے اکثر اس میں "سائل" ہو جاتا ہے، جس کی صحت مشکل یا ناممکن ہے۔

رحم میں امراض و ضعیف بھی ہوتے ہیں، جس سے اس کے تمام افعال باطل ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں رحم ڈھیلا ہو جاتا ہے، اور اپنی جگہ سے ہٹ کر معلق ہو جاتا ہے اس کا

سبب کبھی خارجی ہوتا ہے، مثلاً اچھلنا کودنا یا بچے کی ولادت، اور کبھی اس کا سبب رحم کی رطوبت ہوتی ہے۔ کبھی دونوں سبب یکجا ہوتے ہیں۔ جو امراض رحم میں مانع استقرار حمل ہوتے ہیں ان میں ایک رخی ہے۔ یہ مرض منی میں قوت مصورہ کی کمی سے ہوتا ہے۔ یہ کمی یا تو آلہ (رحم) کی خرابی سے ہوتی ہے، یا ہیونی (منی) کی خرابی سے۔ چنانچہ رحم میں گوشت کا ایک لوتھڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ لوتھڑا بڑھتا رہتا ہے اور عورت کا شکم، حاملہ کی مانند ہو جاتا ہے۔ طبیعت کبھی اس کو پکا کر ریح اور رطوبات میں تبدیل کر دیتی ہے۔

خون حیض میں جو اعراض لاحق ہوتے ہیں ان کا سبب اور فاعل وہ اعراض ہیں جو قوائے ہضم عروقی میں لاحق ہوتے ہیں۔ اس خون کا زیادہ مقدار میں خارج ہونا دو اسباب کی بنا پر ہوتا ہے، یا تو قوت ماسکہ کی کمزوری یا قوت دافعہ کے عمل کی زیادتی یا دونوں قوت ماسکہ کی کمزوری کا سبب سور مزاج کی کوئی قسم ہو سکتی ہے، اور قوت دافعہ کے فعل کی زیادتی کا سبب خلط لذاع (چھین پیدا کرنے والا) یا خون کی کثرت ہے۔ خون حیض کے بند ہونے کے اسباب مذکورہ اسباب کے برعکس ہیں۔ لیکن قوت دافعہ کے کمزور یا باطل ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب وہ سدے ہیں جو خون کی غلظت و لزوجت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

عورتوں میں خون حیض جاری ہونے کی طبیعی مدت کم سے کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ سات دن ہوتی ہے۔ حیض کے درمیانی وقفہ کی طبیعی مدت کم سے کم بیس دن اور زیادہ سے زیادہ تیس دن ہوتی ہے۔ قوائے نفس نباتی سے متعلق اعراض کا بیان ختم ہو گیا۔

کبھی پورے جسم میں یا کسی عضو میں ایسے اعراض ظاہر ہوتے ہیں جو صرف قوت نباتیہ کی خادم قوت دافعہ کی طرف منسوب ہیں۔ پورے بدن کے اعراض رعدہ دلرزہ، قشعر پہ دپھریری یا کپچی، اور تمطی (انگڑائی) ہیں۔ مخصوص اعضاء کے امراض کی مثال پھیپھڑے میں کھانسی، سر میں چھینک، منہ میں جماہی اور معدہ میں ہچکی ہے۔ ان کے اسباب ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔ ان افعال کو ہم نے نفس نباتی کی طرف اس لیے منسوب کیا ہے کہ یہ ارادی نہیں ہیں، حالانکہ کبھی کبھی بعض افعال میں ارادہ کا کچھ دخل ہوتا ہے۔

لرزہ عضلات کی قوت محرکہ کی وہ حرکت ہے جو کسی ایسے خلط کو دفع کرے جو لرزہ اپنی حرارت یا برودت سے اذیت پہنچا رہی ہو۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بیرونی گرم اشیاء کے جسم پر پڑنے سے ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً جب جسم پر بہت گرم پانی ڈالا جائے تو فوراً جسم میں کپکپی پیدا ہوتی ہے، اور کبھی لرزہ بھی آجاتا ہے۔ یہی حال سرد ہواؤں کے بدن میں لگنے سے ہوتا ہے۔ اگر اس عارضہ کے اسباب کمزور ہوں تو صرف کپکپی ہوتی ہے، اور اگر اسباب شدید ہوں تو لرزہ ہوتا ہے۔ چنانچہ لرزہ سے قبل کپکپی آنا لازمی ہے۔ لرزہ زیادہ تر بخار کی حالت میں ہوتا ہے، خصوصاً وہ لرزہ جس کا سبب گرم اخلاط ہوں۔ خلط بارد بلغمی سے پیدا ہونے والا لرزہ بغیر عفونت ہوتا ہے، یہ صرف بلغم زجاجی سے ہوتا ہے۔ اطباء کی راتے میں گرم اخلاط سے ہونے والے لرزہ میں چھین زیادہ ہوتی ہے، جب کہ سرد اخلاط والے لرزہ میں چھین کم ہوتی ہے، حالانکہ مشاہدہ یہ ہے کہ ٹھنڈی ہواؤں سے لرزہ زیادہ ہوتا ہے، اور گرم ہواؤں سے لرزہ نہیں آتا بلکہ کپکپی آتی ہے، چنانچہ سردی کھاتے ہوتے جسموں کی حالت سے اس بات کی مزید توثیق ہو جاتی ہے۔ ان سب باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لرزہ کا سبب سے قوی سبب حرارت غریزیہ کا جسم کی انتہائی گہرائی میں پھلا جانا اور ظاہر جسم کا سرد ہو جانا ہے، طبیعت اپنے مخالف اثرات کو دفع کرنے کے لیے متحرک ہو جاتی ہے، خواہ یہ اثرات حرارت کے ہوں یا برودت کے، البتہ برودت کا اثر زیادہ مخالف طبیعت ہے۔ موت کے وقت لرزہ کا سبب قوت دافعہ کی حرکت ہے۔ قوت دافعہ اپنی کمزوری کے سبب اعضا کو سنبالے رکھنے پر قادر نہیں رہتی، چنانچہ حرارت غریزیہ بگڑ کر تحلیل ہو جاتی ہے۔ قوت دافعہ کی یہ حرکت لا حاصل ہوتی ہے، جس کا سبب محض کمزوری ہے، جیسے بچھنے سے پہلے چراغ کا بھڑکنا۔ یہی صورت جسم پر واقع ہونے والے ہلکے حادثوں، گردن زدنی وغیرہ سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی طبیعت حادثہ کے اثر کو فضلات جسم کے ذریعہ دفع کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

کھانسی پھیپھڑوں کی قوت دافعہ کی حرکت ہے، جو سینہ کی مدد سے پیدا ہوتی ہے، کھانسی اور اس کا مقصد پھیپھڑوں سے خارج ہونے والی ہوا کے ذریعہ آلات تنفس کو مزید پہنچانے والی چیزوں کو دفع کرنا ہے۔ اسی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس فعل میں ارادہ کا

داخل ہے۔ کھانسی کا سبب فاعل سور مزاج مادی یا غیر مادی ہوتا ہے۔ سور مزاج مادی کے اسباب یہ ہیں۔

- (۱) سر سے رطوبت کا گرنا، جیسے نزلہ وغیرہ میں ہوتا ہے۔
- (۲) سینہ اور اطراف سے پھیپڑوں میں کسی چیز کا پہننا، مثلاً سینہ کے درموں میں۔
- (۳) کوئی چیز پھیپڑوں میں پیدا ہو جانے سے مثلاً ورم یا پھوڑا یا پھیپڑے سے خون جاری ہونا۔ خون جاری ہونے کی وجہ یا تو کسی رگ کا پھلنا ہے جو خطرناک ہوتا ہے، یا نخل کی وجہ سے خون کا ترشح ہونا ہے۔ کبھی خون اطراف سینہ سے بھی پھیپڑوں میں آجاتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک شخص کو شدید کھانسی تھی، اس کے پھیپڑے سے پتھر نکلا، اس کے بعد اسے سکون ہو گیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کھانسی کی ایک قسم پھیپڑے میں پیدا ہوتی ہے، کبھی بیرونی چیزیں مثلاً غبار، دھواں اور تمام ایسی اشیاء کھانسی کا سبب ہوتی ہیں جو کھانسی کی تحریک پیدا کریں۔ مثلاً "علیق الکلب" کی روتی۔

سور مزاج غیر مادی کی قسمیں بھی کھانسی پیدا کرتی ہیں، حالانکہ قوت دافعہ ایسی صورت میں اس فعل پر آمادہ نہیں ہوتی، کیوں کہ اس سے سور مزاج مادی کی طرح کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا لیکن یہ فعل بالعرض ہوا کرتا ہے۔ پھیپڑے اپنی طرف لگنے والی چیزوں کو اپنی حرکت سے دفع کرتے ہیں، اسی لیے ان میں قوت حس بہت ہوتی ہے۔ کوئی معمولی چیز بھی پھیپڑوں میں پہنچتی ہے تو پھیپڑوں کی قوت دافعہ اسے دفع کر دیتی ہے۔ جب پھیپڑوں میں سور مزاج غیر مادی لاحق ہوتا ہے اور پھیپڑے اس کو محسوس کرتے ہیں تو قوت دافعہ اسی طرح حرکت میں آتی ہے جس طرح سور مزاج مادی کی وجہ سے حرکت میں آتی ہے۔ کیوں کہ ایسے وقت میں سور مزاج غیر مادی کے علاوہ پھیپڑے کے مزاج میں کسی چیز کی موجودگی یا تو اس ضرورت کے لیے ہوتی ہے جو اس کے غیر سے پوری نہیں ہو سکتی، یا کسی منفعت کی بنا پر ہوتی ہے۔ سور مزاج غیر مادی یا تو بیرونی چیزوں سے عارض ہوتا ہے، جیسا کہ بعض لوگوں نے بیان کیا

لہ "علیق الکلب" ایک خار دار درخت ہے، اس کا پھل جب بختہ ہو کر سرخ ہو جاتا ہے تو اس کے جوف میں روتی ہوتی ہے۔ (محیط اعظم)

لہ سور مزاج مادی کی وجہ سے ہونے والی کھانسی میں قوت دافعہ کا مادہ کو نکالنا مقصود ہوتا ہے۔

ہے کہ ایک شخص کو کھانسی کی شکایت تھی تو اس کو اطباء نے گردن میں کپڑا لپیٹنے کا مشورہ دیا جس سے اسے صحت ہو گئی۔ کبھی یہ سور مزاج غیر مادی کسی خلط کے بعد کے اثرات کے تحت ہوتا ہے، اور کبھی بعض اعضاء پھیپڑے پر دباؤ ڈالتے ہیں، مثلاً ورم جگر یا بہت زیادہ کھانا کھالینے سے معدہ کا دباؤ یہ پر پڑتا ہے۔

چھینک | چھینک دماغ کی قوت دافعہ کی حرکت ہے، جس کے ذریعہ فضلات دماغی کا تنقیہ ہوتا ہے۔ چھینک کے ذریعہ دماغی فضلات کے ساتھ ہی ساتھ سینہ اور پھیپڑے کے فضلات کا بھی تنقیہ ہو جاتا ہے، کبھی چھینک فم معدہ کے کچھ فضلات کو دفع کرتی ہے، اسی لیے دیکھا جاتا ہے کہ چھینک ڈکار بھی لاتی ہے۔ دماغ کی قوت دافعہ کی یہ حرکت اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی خلط اپنی چھین کی وجہ سے ناک کے اندر چھین پیدا کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ ناک میں کوئی چیز داخل کر دینے سے چھینک آتی ہے۔ جب تک فضله نعتنوں میں بہہ کر نہ آجائے بطون دماغ میں محض اس کی موجودگی چھینک نہیں لاسکتی۔

بچکی | معدہ کی قوت دافعہ کی حرکتوں میں سے ہے، جس کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ڈکار | یہ بھی معدہ کی قوت دافعہ کی حرکت ہے، جس کے ذریعہ قوت دافعہ معدہ میں موجود ریاہ کو دفع کرتی ہے۔

انگڑائی | یہ وہ حالت ہے جس میں اعضاء میں کھنچاؤ پیدا ہوتا ہے، تاکہ اعضاء کے بخارات خارج ہو جائیں۔

جماہی | دونوں جبڑوں کے عضلات کا کھنچاؤ ہے، جس سے وہاں موجود فضلات کا تنقیہ ہو جاتا ہے۔

عضو کا پھر کنا | قوت ہاضمہ کی کمی یا مادہ کی خرابی کے باعث کسی عضو میں بخارات والے فضلات کا پیدا ہونا، جس سے عضو میں نفخ ہو جاتا ہے۔

قوت غازیہ اور اس سے منسوب قوتوں کے اعراض کا تذکرہ ختم ہوا، اب قوی حس کے اعراض بیان کیے جاتیں گے، جن میں سب سے بسیط حس لمس ہے۔

اعراض حس لمس

تمام اعضاء میں حس لمس مشترک طور پر پائی جاتی ہے لیکن اس کی قوت رتبہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے قلب میں ہوتی ہے تاہم اس کا فعل بغیر دماغ، حرام مغز اور اعصاب کے انجام نہیں پاتا۔ چونکہ دماغ، حرام مغز اور اعصاب مزاجاً سرد و تر اور آسانی سے منفعیل ہونے والے ہیں، نیز ان کی ریاست باعتبار شرف، قلب کی ریاست کی ہم پلہ نہیں ہے، لہذا قوی حس کے اعراض زیادہ تر دماغ، حرام مغز یا ان سے نکلنے والے اعصاب کی نسبت سے ہوتے ہیں، لیکن قلب ان امراض و آفات کا متحمل نہیں ہوتا جو قوی حس کو معطل کر دیتے ہیں، بلکہ اس سے پہلے ہی موت واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ قلب کی وجہ سے قوی حس لمس میں کمزوری واقع ہو جائے، جس کی دلیل یہ ہے کہ اعضاء کی طرف آنے والی شراٹین میں سے کوئی بڑی شریان کٹ جاتے تو اس عضو کی قوت حس دب جاتی ہے۔ اسی طرح غشی کے وقت حس و حرکت کا تعطل اور خوف کی وجہ سے رعشہ بھی اسی کا ثبوت ہیں۔

یہاں ہمارا طریقہ کار جالینوس سے مختلف ہے (جالینوس کی رائے میں حس و حرکت کا منبع اعصاب ہیں) جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے قوی حس لامسہ میں قلب کو دخل ہے (اور اعصاب اس کے معاون ہیں)۔ مذکورہ صورت میں اطباء قوی حس لامسہ کے اعراض کے اسباب دماغ، نخاع اور اعصاب کی جہت سے بیان کرتے ہیں، جب کہ حقیقت حل وہی ہے جو ہم نے بیان کی، چنانچہ ان اعضاء کے علاج کے لیے قلب کی رعایت رکھنا ضروری ہے، جیسا کہ ہم عنقریب کتاب شفا الامراض میں بیان کریں گے۔

ان امور کی وضاحت کے بعد حس لمس میں عارض ہونے والی بیماریاں اور ان کے اسباب نیز وہ امراض بیان ہوں گے جو ان اعراض کا سبب ہیں۔

قوت حس لمس قوی منفعیلہ کی جنس سے ہے، اور چاروں کیفیات (حرارت، برودت، رطوبت، یبوست) سے منفعیل و متاثر ہوتی ہے۔ پھر یہ کیفیات قوت حس لمس میں مستحکم ہو جاتی ہیں۔ قوی حس لامسہ میں عارض ہونے والی بیماریوں کی اقسام وہی ہیں جو دیگر تمام قوتوں کی بیماریوں کی ہوتی ہیں۔ چنانچہ یا تو یہ قوت بالکل معطل ہو جاتی ہے جیسے فالج، یا کم ہو جاتی ہے، جیسا کہ خدر دسن بہری ہایا پھر اس میں خرابی واقع ہو جاتی ہے، مثلاً درد کا

احساس۔ لیکن اس حس کے پورے بدن میں بالکل ختم ہو جانے سے موت یقینی ہے، البتہ کسی ایک عضو میں اس کا معطل ہو جانا یا پورے بدن میں اس کا کم ہو جانا ممکن ہے۔ ان اعراض کا سبب فاعل سور مزاج مادی یا غیر مادی کے اسباب میں سے کوئی ایک ہے۔ ان امراض کا سبب دماغ، نخاع اور ان سے نکلنے والے اعصاب کا سور مزاج ہے۔ اب یہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ اعراض سور مزاج کی آکٹھوں اقسام سے ہوتے ہیں یا اس کی بعض اقسام سے۔

چونکہ ان اعضام میں سے بعض سرد و خشک ہیں جیسے اعصاب، اور کچھ سرد و تر ہیں جیسے دماغ اور حرام مغز، اس لیے یہ برودت یا برودت و رطوبت سے جلد متاثر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان اعراض کے اسباب صرف برودت یا برودت و رطوبت ہوتے ہیں، لیکن میرے نزدیک حرارت بھی ان اعراض کا سبب ہو سکتی ہے، کیوں کہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ہر عضو اپنا فعل ایک مناسب حرارت کے ذریعہ انجام دیتا ہے۔ چنانچہ اس بات سے کوئی شق نہیں پڑتا کہ یہ حرارت کس لحاظ سے غیر معتدل ہو کر عضو کے فعل میں تعطل یا خلل کا سبب بنتی ہے۔ برودت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے تو یہ سور مزاج بارد ہوگا، بوسست سے بھی اس طرح کے اعراض ممکن ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بوڑھے لوگوں کی حس کمزور ہو جاتی ہے، لیکن اس قسم کا سبب دفعتاً واقع نہیں ہوتا۔

اوپر کے بیان سے یہ واضح ہے کہ مزاج بارد، بارد ہونے کی حیثیت سے اکثر ان اعراض کا سبب ہوتا ہے، خواہ رطب ہو یا نہ ہو، اگرچہ رطوبت بھی اپنی صفت ارتخام و اعضام کو ڈھیلا کرنے کی صفت، کی وجہ سے ان اعراض کا سبب بن سکتی ہے، لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ یہ امر محال ہے کہ مزاج رطب مادی تنہا پایا جاتے، بلکہ یہ حرارت یا برودت کے ساتھ مرکب ہوتا ہے۔ اگر یہ حرارت کے ساتھ مرکب ہو تو اس قسم کے امراض پیدا نہیں ہوتے۔ میرے نزدیک یہ بات ناممکن بھی نہیں ہے۔ محض مزاج رطب مادی کا تصور اس لیے مشکل ہے کہ ایسا مزاج اسی وقت ممکن ہے جب کوئی خلط بدن میں اپنے طبعی مزاج سے خارج ہو جائے، جب کہ اخلاط اربعہ سرد و تر یا سرد و خشک، گرم و تر یا گرم و خشک ہوتے ہیں

۱۰ اور اگر حرارت کے اعتبار سے غیر معتدل ہے تو سور مزاج حار ہوگا

یہ معلوم ہونے کے بعد کہ سور مزاج کی کون سی قسم اکثر حس لامسہ کے اعراض کا سبب ہوتی ہے،
ب یہ دیکھنا ہے کہ یہ بیماریاں کیسے پیدا ہوتی ہیں۔

اگر سور مزاج بارد کا اثر دماغ میں ہو تو اس سے پورے بدن کی حس ضرور ہو جاتی ہے۔
یہ سور مزاج یا تو اولاً دماغ ہی میں پیدا ہوتا ہے، یا اس میں فم معدہ کی مشارکت بھی ہوتی ہے۔
یہ دماغ کے ایک جانب میں ہو تو اسی جانب کی حس جسم کمزور ہوگی۔ اسی طرح جب کسی
عضو کے خاص عصب میں یہ سور مزاج ہو تو اس عضو کی حس معطل ہو جاتی ہے۔ جو غلط عصب
میں سور مزاج پیدا کرتی ہے، اس کا اثر دو طریقوں سے ہوتا ہے، یا تو عصب اس غلط سے
تھوڑی تھوڑی غذا حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس میں سور مزاج پیدا ہو جائے،
یا وہ غلط عصب کے چاروں طرف پھیلا ہوتا ہے عصب خوف میں یہ سور مزاج سدہ سے
پیدا ہوتا ہے، اور سدہ ورم، غلط غلیظ اور دباؤ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ عصب خوف کا
یہ مرض، مرض مرکب ہونے کے ساتھ ساتھ مرض بسیط بھی ہے، کیوں کہ ورم، غلط غلیظ اور
دباؤ سے سور مزاج پیدا ہوتا ہے، جب یہ اسباب قوی ہوتے ہیں تو کسی ایک عضو
یا ایک سے زیادہ اعضا پر یا پورے بدن کی حس معطل ہو جاتی ہے۔ اگر یہ اسباب معمولی ہوں
تو حس میں کمی آجاتی ہے۔

حس لمس کا خراب احساس "درد" کہلاتا ہے، جس کا سبب سور مزاج حار مادی یا
سور مزاج بارد مادی ہوتا ہے۔ درد اسی وقت ہوتا ہے جب کہ سور مزاج پورے عضو پر
غالب نہ ہو، اسے اطباء کی اصطلاح میں سور مزاج مختلف کہتے ہیں، لیکن جب پورے عضو
پر اس مزاج کا غلبہ ہو جاتا ہے تو درد کا احساس بالکل نہیں ہوتا یا کم ہوتا ہے، جس کا سبب
یہ ہے کہ درد کا احساس عضو کے مزاج طبیعی ہی سے ہوتا ہے۔ اگر عضو کا مزاج غیر طبیعی
ہونے لگے تو اس کا احساس اسی وقت تک ہوتا ہے جب تک مزاج طبعی حالت پر رہتا ہے۔ لیکن
جب سور مزاج اتنا زیادہ ہو کہ عضو کا مزاج طبیعی بالکل متغیر ہو جائے تو درد کا احساس
بالکل نہ ہوگا، یہ صورت گویا عضو کی موت ہوتی ہے۔

رطوبت و بیہوشی جو منفعل ہونے والی کیفیات ہیں، تنہا بھی درد کا سبب
ہو سکتی ہیں، جب کہ یہ کیفیات بیہوشی و حرارت کے مانند فاعل نہیں ہوتیں بلکہ
منفعل ہیں۔ جائینوس کے قول کی رو سے تفرق اتصال درد کا سبب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس

سور مزاج کا سبب ہے جو درد پیدا کرتا ہے، کیوں کہ تفرق اتھال کا سبب حرکت ہے اور حرکت کے ساتھ سور مزاج ہوتا ہے۔ تفرق اتھال کے ساتھ حرارت یا برودت ملنے سے بھی درد نہیں ہوتا، اگرچہ ابن سینا نے یہی کہا ہے، کیوں کہ حس مشترک چاروں کیفیتوں رطوبت، بوسست، حرارت اور برودت کو شروع میں محسوس کر لیتی ہے۔ مخصوص تو اس کے محسوسات میں زیادتی ہو جانے سے اسی طرح درد لاحق ہوتا ہے جیسے دیگر حواس میں لاحق ہوتا ہے۔ چنانچہ آنکھ میں درد اسی وقت ہوتا ہے جب آنکھ پر مختلف اور بہ افراط رنگوں کی پورش ہونے لگے، یہی حال ذائقوں کے سلسلہ میں زبان کا، آوازوں کے سلسلہ میں کانوں کا، اور مشموحات کے سلسلہ میں ناک کا ہے۔ اگر اعضاء حواس میں تفرق اتھال کی وجہ سے درد ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ صرف تفرق اتھال ہی محسوس خاص ہوتا ہے، جس طرح رنگوں کی وجہ سے آنکھیں تکلیف محسوس کرتی ہیں تو ان کا محسوس مختلف قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔ تفرق اتھال کیفیات کی زیادتی سے عارض ہوتا ہے، اور نفس احساس یہ کیفیات ہی ہیں، چنانچہ جالینوس کہتا ہے کہ، استھیل کی جلد کو غایت درجہ معتدل المزاج اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ بیرونی متفہاد کیفیات کا ادراک ہو سکے۔ ایسی صورت میں متفہاد کیفیات کی زیادتی ہی درد کا سبب بنتی ہے، اگر یہ متفہاد کیفیات کم بھی ہوں تو بھی درد ضرور ہوتا ہے۔

لذت درد کے مقابلہ میں وہ احساس ہے جو حواس کے موافق ہو، جیسے شفاف لذت پانی سے حس لمس کا لذت یاب ہونا، سبز رنگ سے حس بصر کا لذت حاصل کرنا، حس ذائقہ کا ایسی چیزوں سے لذت حاصل کرنا جو مختلف مزوں سے مرکب ہوں، سامعہ کا معتدل آوازوں سے لذت حاصل کرنا۔ بعض لذتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے حصول سے قبل (مثلاً الف اشیاء سے) تکلیف پہنچ چکی ہو، ایسی صورت میں لذت کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن لذت کے حصول کے لیے تکلیف پہنچنا لازمی نہیں ہے۔

درد کی بعض اقسام ایسی ہیں جو پورے بدن میں عارض ہوتی ہیں اور بعض وہ ہیں جو جسم کے کسی خاص عضو میں ہوتی ہیں۔ مثلاً درد سر، درد معدہ، درد اعصاب۔ ہم درد کی کچھ مشہور قسمیں اور ان کے اسباب بیان کرتے ہیں

سر میں ہونے والے درد "صداع" کہلانے ہیں، صداع کا سبب سور مزاج جار یا یارو

مادی یا غیر مادی ہوتا ہے۔ مادی سے ریکی اور غیر ریکی دونوں مراد ہیں۔ اس طرح کا سور مزاج یا تو اولاً نفس دماغ ہی میں ہوتا ہے یا کسی دوسرے عضو کی مشارکت سے دماغ میں ہوتا ہے، اکثر یہ مشارکت معدہ کی ہوتی ہے۔ صدارع کی قسموں میں ایک قسم مزمن ہوتی ہے، جس میں جوہر دماغ میں درد ہوتا ہے، اس درد کا نام "بیضہ" ہے، اس میں درد کے دورے پڑتے ہیں۔ اس قسم کا درد رذی اخلاط کی وجہ سے ہوتا ہے، ساتھ ہی دماغی قوت کی حالت بدل جاتی ہے اور خراب خلط پیدا ہو جاتی ہے۔ مزمن امراض پیدا ہونے کی صورت ہی یہ ہے کہ اخلاط، اعضاء میں تبدیلی پیدا کرتے رہتے ہیں، جس سے اعضاء میں، ان اخلاط کو پیدا کرنے والا سور مزاج عارض ہو جاتا ہے، اور اس کا اچھا ہونا مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ مزمن درد سر کی ایک قسم "شقیقہ" ہے، جس میں درد نصف سر اور اسی جانب کی کینیٹ اور آنکھ میں ہوتا ہے۔ اس مرض کی بعض اقسام کا مادہ فاعلہ شراتین کے خون میں ہوتا ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ شریان کو کاٹ دینے سے شفا ہو جاتی ہے۔ یہ قسم سور مزاج حار یا بارد سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اس کا مادی ہونا ضروری ہے، کیوں کہ غیر مادی قسم عرصہ تک نہیں رہتی۔

معدہ اور آنتیں بھی ان اعضاء میں ہیں، جن میں اکثر درد ہوتا ہے، کیوں کہ ان میں غذا کے پکنے کا عمل ہوتا ہے۔ عموماً ان اعضاء میں اسی وقت درد ہوتا ہے جب ہاضمہ خراب ہو۔ درد کے اسباب فاعلہ، ریح پیدا کرنے والی غذا تیں یا اخلاط ہیں۔ معدہ میں درد کا سبب یا تو خلط سوداوی یا ریکی اور بالعموم نکوتی غلیظ خلط ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ہونے والا درد مشکل سے اچھا ہوتا ہے، یا پھر درد کا سبب صفراوی خلط ہوتا ہے۔ آنتوں میں پیدا ہونے والا مزمن درد خلط غلیظ بارد مثلاً بلغم زجاجی وغیرہ سے ہوتا ہے یا خلط حار سے۔

پورے بدن میں عارض ہونے والے درد کو اعیاء (اعضاء شکنی) کہتے ہیں۔ اطباء کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اعیاء قروچی

(۲) اعیاء تمددی

(۳) اعیاء ورمی

یہ تینوں اقسام کبھی تو خارجی اسباب سے پیدا ہوتی ہیں اور کبھی نفس اخلاط سے۔ اعیاء قروچی کا فاعل و سبب عموماً اخلاط کی خرابی ہوتا ہے، اس میں جس درد کا سبب ٹھکن ہوتا ہے اس میں اخلاط حرکت کے باعث پگھلتے ہیں، یا اس کا سبب اگر

مادی ہے تو جسم میں اس خراب خلط کی کثرت ہو جاتی ہے۔ اعیاء کی باقی دو قسمیں گویا ایک ہی ہیں، اور ان میں صرف کم و بیش ہونے کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے، یعنی تمدد بڑھ کر ورم بن جاتا ہے۔ ان دونوں کا سبب بھی یا تو بدنی اخلاط ہوتے ہیں یا حرکت اور تھکن۔ جس کا سبب اخلاط ہوں ان میں اخلاط کی کثرت ہو جاتی ہے اور ان کی مقدار بڑھ جاتی ہے، خواہ بہ اعتبار کیفیت وہ غیر معتدل نہ ہوتے ہوں۔ اخلاط کی کثرت یا تو نفس اخلاط کے اعتبار سے ہوتی ہے یا ضعف قوت کے اعتبار سے یا اخلاط کی مقدار کے اعتبار سے۔ اخلاط کی کثرت بہ حالتِ صحتِ قوت، نفس اخلاط کے اعتبار سے ہو تو اسے اطباء کی اصطلاح میں امتلاء بحسب الاوعیہ کہا جاتا ہے۔ اگر اخلاط کی کثرت کے ساتھ کوئی عرض بھی ہو تو اسے امتلاء بحسب القوہ کہتے ہیں۔ قوت کا ضعف اکثر اخلاط کی کمیت اور کیفیت دونوں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ صرف کمیت کے اعتبار سے بھی ممکن ہے، لیکن قوی کمزور ہونے کی صورت میں کیفیت میں خرابی پیدا ہونا ضروری ہے۔ اعیار (اعضائے شکنی) سور مزاج حار یا بارد غیر مادی سے بھی ہوتا ہے، مختصر یہ کہ اخلاط اور ام دونوں کی وجہ سے بدن میں اعضائے شکنی ہوتی ہے۔

حس شہوت (کھانے پینے کی خواہش) فم معدہ کے ساتھ مخصوص ہے، اب اس سے متعلق امراض کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ اس میں لائق ہونے والے امراض بھی وہی ہیں جو دوسرے تمام افعال و انفعالات میں ہوتے ہیں۔ یا تو بھوک باطل ہو جاتی ہے یا کم ہو جاتی ہے یا خراب چیزیں کھانے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ بھوک کی کمی کے اسباب جب قوی ہو جاتے ہیں تو بھوک باطل ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ اس کا سبب سور مزاج مادی اور غیر مادی کی ہی کوئی قسم ہوتی ہے۔ سور مزاج کی یہ قسمیں یا تو اولاً عضو میں ہی پیدا ہو جاتی ہیں یا کسی دوسرے عضو کی شرکت سے، جیسا کہ دیگر تمام اعضائے میں ہونا ہے فم معدہ میں سور مزاج کی وجہ سے اس کے افعال (بھوک) میں اگر زیادہ ضرر پیدا ہو جاتے تو اس کا سبب غیر معتدل حرارت ہے۔ برودت بھوک کو باطل کم کرتی ہے، بڑھاتی زیادہ ہے، کیوں کہ اس عضو کا یہ افعال (بھوک) برودت کی وجہ سے ہی انجام پاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ طحال سے فم معدہ تک آنے والی ترشی اس افعال (اشتبہار) کے لیے معاون ہوتی ہے، لیکن اگر یہ ترشی زیادہ ہو جاتے تو اس افعال کے معطل ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔ فم معدہ میں رطوبت یا بوسست کی زیادتی سے بھی ایسا ہی ہوتا ہے، کیوں کہ ہر عضو کا طبیعی فعل و افعال

مزاج کی چاروں کیفیات کے ایک خاص انداز پر ہوتا ہے۔

فم معدہ کا سور مزاج جو کسی دوسرے عضو کی مشارکت سے ہوتا ہے، اس کی مثال دماغ کے فم معدہ میں پہنچنے والا سور مزاج ہے۔ کیوں کہ ان دونوں اعضاء میں مشارکت ہے۔ یہ سور مزاج کبھی یا تو نفس دماغ میں ہوتا ہے یا اس عصب میں ہوتا ہے جو دماغ سے فم معدہ تک آتی ہے۔ کبھی سور مزاج کا سبب جسم میں ایسے فضلات کی کثرت ہوتی ہے جو بہ مشکل کلیں ہو سکیں، ایسی حالت میں اعضاء کو غذا کی ضرورت نہیں ہوتی، کیوں کہ بھوک اسی وقت محسوس ہوتی ہے جب جسم سے وہ چیز تحلیل ہو جاتے جس کا بدل ضروری ہے۔

جالیئوس کا یہ قول بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فم معدہ کی اس حس (بھوک) کا سبب یہ ہے کہ جب اعضاء کو غذا نہیں ملتی ہے تو یہ اعضاء جگر سے جذب کرتے ہیں، جگر فم معدہ سے جذب کرتا ہے، خصوصاً ان عروق سے جو جگر کو فم معدہ سے ملائی ہیں، اس طرح فم معدہ کا تکل زیادہ ہو جاتا ہے اور بدل ماکمل کی ضرورت ہوتی ہے، ساتھ ہی تمام اعضاء میں بھی تکل ہوتا ہے۔ جذب کی یہ حرکت اس حرکت کی ضد ہے جو تغذیہ کے لیے ہوتی ہے، چونکہ تغذیہ کے لیے فم معدہ، جگر سے جذب کرتا ہے، بھوک کا احساس جس حرکت جذب سے ہے وہ جگر کا فم معدہ سے جذب کرنا ہے۔ اس موقع پر جالیئوس کا قول نقل کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آتی کہ ہر عضو کے لیے بدل ماکمل ضروری ہے، حالانکہ اعضاء میں اس تکل کی وجہ سے کسی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں تمام اعضاء میں فم معدہ کے تکل کا احساس ہوتا ہے۔ فم معدہ حس اشتہاء میں تمام اعضاء کا خادم ہے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ فم معدہ عام جسمانی اعضاء میں سے ایک عضو ہے لہذا اس کا تکل ہمیشہ اسی وقت ہوتا ہے جب تمام اعضاء میں تکل ہو سکے۔ تکل کا سبب یہ نہیں ہے کہ تمام اعضاء فم معدہ سے جذب کرتے ہیں، لیکن چونکہ اعضاء کے تکل سے اس عضو کی اشتہاء بڑھتی ہے اور تکل نہ ہونے سے اس کی اشتہاء کم ہوتی ہے۔ اس لیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عضو اور دوسرے اعضاء کے درمیان ذاتی مناسبت ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے فم معدہ ہی اس بات کا سبب ہے کہ تمام اعضاء تکل کا احساس کرتے ہیں۔ اس عضو میں حار یا بلس اشیا یعنی غذا کی اشتہاء ہوتی ہے، اور بارد رطب یعنی پانی کی خواہش ہوتی ہے، چنانچہ اس میں لاحق ہونے والے اعراض بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، یا تو حار یا بلس یعنی غذا کی خواہش کا معطل

یا کم ہونا، جس کے اسباب بیان کیے جا چکے، یا بار در طب یعنی پانی کی خواہش کا معطل ہو جانا جس کا سبب سور مزاج بار در طب یا صرف سور مزاج بارد ہے، جہاں تک سو، مزاج حار یا بس کا سوال ہے اس میں پانی کی خواہش کا معطل ہونا مشکل ہے، البتہ جمی محرقة کی آخری حالت میں جب موت قریب ہو تو یہ کیفیت طاری ہو سکتی ہے۔

اس النفل یعنی اشتہار میں غلل واقع ہونا اور اس کا غیر طبیعی ہو جانا یا تو بہ اعتبار کمیت ہو گا یا بہ اعتبار کیفیت۔ کمیت کی مثال یہ ہے کہ بھوک کا احساس، ہضم غذا کی بہ نسبت زیادہ ہو، اور کیفیت کی مثال یہ ہے کہ خراب مزہ والی چیزیں کھانے کی خواہش ہو، مثلاً گوٹلہ اور مٹی وغیرہ۔ زیادہ مقدار میں کھانے کی خواہش کے دو اسباب ہیں یا تو جسم میں تحمل زیادہ ہو گیا ہو، مثلاً ایسے لوگوں میں جو کسی بیماری سے شفا یاب ہو کر کمزوری میں مبتلا ہوں، ان لوگوں کی بھوک ان کے ہضم سے زیادہ ہوتی ہے، یا اس کا سبب فم معدہ کا زیادہ بار د ہونا ہے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ بھوک کا سبب برودت ہوتی ہے، لہذا جب برودت کچھ زیادہ ہوتی ہے تو جھوٹی خواہش پیدا ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ترش چیزیں اشتہار غذا کو برا نگینہ کرتی ہیں۔ سور مزاج بارد کبھی مادی ہوتا ہے اور کبھی غیر مادی، مادی سو، مزاج بلغم حامض یا سودا سے پیدا ہوتا ہے، اور اس سے جو بھوک پیدا ہوتی ہے، اسے شہوت کلبیہ کہتے ہیں۔

سرد و تر چیز (پانی) کی زیادہ خواہش کا سبب یقیناً سور مزاج حار یا بس مادی یا غیر مادی ہے۔ سور مزاج مادی یا تو مرہ صفرا سے ہوتا ہے یا بلغم مالح سے۔ فم معدہ میں ہونے والے سور مزاج کی ابتداء کبھی فم معدہ سے ہوتی ہے اور کبھی قریبی اعصاب مثلاً جگر، پھیپڑے وغیرہ کی مشارکت سے۔ مختصر یہ کہ جیسا ہم نے پہلے بیان کیا ہے اعصاب میں حار یا بس (غذا) کے تحمل کا احساس اسی وقت ہوتا ہے، جب فم معدہ سے انجذاب ہونے لگے یہی صورت بار در طب (پانی) کی خواہش میں بھی ہو سکتی ہے۔

قوت حس معطل ہونے کی وجہ سے قوت دافعہ اور جاذبہ میں خراب قسم کے اعراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ قوت دافعہ کسی چیز کو اسی وقت دفع کرتی ہے جب تکلیف کا احساس ہونے لگے، مثلاً آنسو کا فعل۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنسو کی حس معطل ہو جاتی ہے تو اس سے قونج کی ایک قسم پیدا ہو جاتی ہے، اور جب فم معدہ کی حس معطل ہو جاتی ہے تو اس کی

وجہ سے معدہ کی قوت جاذبہ معطل ہو جاتی ہے۔

حس لمس کے اعراض بیان کرنے کے بعد اب ہم حرکت ارادیہ کے اعراض بیان کریں گے۔ اکثر اوقات ان دونوں میں سے کسی ایک کے معطل ہونے پر دوسری بھی معطل ہو جاتی ہے، خصوصاً جب کوئی عرض پورے بدن پر عارض ہو جاتے، لیکن اگر کسی ایک عضو میں ایسا ہو تو اس کی حس و حرکت دونوں معطل ہو جاتی ہیں، یا ان کا عمل بہ مشکل ہوتا ہے، یا ایسا ہوتا ہے کہ حرکت باطل ہو کر حس باقی رہتی ہے، یا حس باطل ہو کر حرکت باقی رہتی ہے، جالیٹوس نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مذکورہ مشاہدہ حس و حرکت کے اسباب سے مطابقت رکھتا ہے، کیوں کہ وہ حرارت نفسانیہ جس سے حس متعلق ہے اس حرارت نفسانیہ سے متکلف ہے جس سے حرکت ہوتی ہے۔ ان دونوں کا یہ فرق ہر عضو کے اس مخصوص مزاجی حرارت کے مطابق ہوتا ہے، جس سے اس کا فعل انجام پاتا ہے۔ اسی لیے یہ لازم آتا ہے کہ اعصاب حرکت کا مزاج وہی ہو جو اعصاب حس کا ہے، تاکہ ان دونوں کے افعال کے لیے جس حرارت کی ضرورت ہے وہ معتدل رہے، اسی سبب سے جب عصب حس کو کاٹ دیا جاتا ہے تو حس ختم ہو جاتی ہے اور حرکت باقی رہتی ہے، اور جب عصب حرکت کو کاٹ دیا جاتے یا باندھ دیا جاتے تو حس باقی رہتی ہے اور حرکت باطل ہو جاتی ہے۔ جب دونوں قسم کے اعصاب کو باندھ دیا جاتے تو حس و حرکت دونوں ایک ساتھ باطل ہو جاتی ہیں۔ یہ بیماری یعنی عدم حرکت اگر یورے بدن میں عارض ہو جاتے تو اسے "اسٹریٹا" کہتے ہیں، اور اگر کسی ایک عضو میں عارض ہو تو اس کو فابریج کہتے ہیں۔

اب تک کے بیان سے اعصاب حرکت کی بیماریوں کے بارے میں جانا جاسکتا ہے، چنانچہ عصب صوت کے معطل ہونے پر آواز ختم یا کمزور ہو جاتی ہے، اسی طرح سینے اور حجاب عاجز کو حرکت دینے والے عصب کے معطل ہونے پر مریض کا دم گھٹ جاتا ہے۔ مختصراً تمام حرکات ارادیہ کا یہی حال ہے، مثلاً وہ عصب سن ہو جاتے جو مشانہ یا مقعد کے عضلات کو حرکت دیتا ہے تو ایسے مریضوں کا پیشاب یا پاخانہ بلا ارادہ خارج ہو جاتے گا۔ اعصاب کا مبداء اور اعصاب سے اعصاب کے اتصال کی معلومات سے اس بارے کا پتہ چل جاتا ہے کہ کس عضو کے فعل میں خلل واقع ہونے کا سبب کون سا عصب ہے۔ آلات حرکت میں لاحق ہونے والے امراض کی عین قسمیں ہیں، یا تو تعطل ہوگا جس

کو استرخاؤ یا فلابہ کہتے ہیں، جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، یا ان کے افعال میں کمی ہو جاتی ہے، جسے خدر کہتے ہیں، اس نام کا اطلاق حس و حرکت دونوں کی کمی پر ہوتا ہے، یا آلات حرکت کے فعل میں خرابی ہو جاتی ہے، جس کو رعشہ اور تشنج کہتے ہیں۔ اب ہر ایک کے اسباب بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ حرکت ارادیہ کے معطل ہونے یا کم ہونے کے اسباب بعینہ وہی ہیں جو حس کے معطل ہونے کے ہیں۔ جو کچھ مشارکت قلب کے بارے میں کہا جا چکا ہے اس کو یہاں بھی منطبق کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح جو کچھ پہلے سور مزاج کی ان اقسام کے بارے میں کہا گیا ہے جو تعطل حس پیدا کرتی ہیں ان کو یہاں بھی تصور کر لینا چاہئے۔

رعشہ | رعشہ ایک مرکب حرکت ہے جو قوت محرکہ نفسانیہ اور عضو کی قوت میلان کے درمیان مقابلہ اور ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے سے عضو میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ قوت محرکہ نفسانیہ میں اتنی طاقت نہیں رہ جاتی کہ وہ عضو کی قوت میلان پر پوری طرح غالب آجاتے، بلکہ دونوں قوتوں کے درمیان متضاد حرکت پیدا ہوتی ہے۔ قوت محرکہ کے غلبہ سے عضو اوپر کی طرف حرکت کرتا ہے، اور عضو کی قوت میلان کی وجہ سے نیچے کی طرف۔ چنانچہ دونوں قوتوں کے درمیان ایک دوسرے کو کھینچنے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح کی کمزوری (رعشہ) کا سبب سور مزاج ہی کی کوئی قسم ہوتی ہے، لیکن اکثر یہ عارضہ صرف سور مزاج بار دیا سور مزاج بار در طب کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اعصاب میں اسی سور مزاج سے بیماری لاحق ہوتی ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔

تشنج | یہ اعصاب کا سمٹنا اور طول میں چھوٹا ہو جانا ہے جس کی وجہ سے عضلات بھی سکڑ جاتے ہیں اور متعلقہ عضو میں تشنج لاحق ہو جاتا ہے عضلات میں یہ کیفیت دو سبب سے پیدا ہوتی ہے۔

(۱) بیرونی اثرات کی بنا پر اوتار وغیرہ میں تشنج سور مزاج حار کے غلبہ سے ہوتا ہے، جس سے سکڑن ہو کر تشنج ہو جاتا ہے، مثلاً گرمی کے موسم میں اوتار کا تشنج۔

(۲) دوسرا سبب سور مزاج رطب مادی ہے، جب اعصاب اس مادہ سے پر ہوتے ہیں تو ان میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں عصب کی چوڑائی کم ہو جاتی ہے۔ اور اسی تناسب سے لمبائی بھی کم ہو جاتی ہے۔ رطوبت ہوا میں تبدیل ہو کر اعصاب میں کھنچاؤ پیدا کرتی ہے۔ اور اعصاب تنگ ہو جاتے ہیں، جس طرح کسی کنویں کو اگر مٹی سے پاٹ دیا جائے تو پانی میں

ہر آیت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب اجزاء مائی اور اجزاء ارضی میں ہوایت پیدا ہو جاتی ہے تو اجزاء مائی اور اجزاء ارضی دونوں کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تر چیزیں خشک ہو کر سکر جاتی ہیں، جیسے کچی کھجوریں آگ پر رکھنے سے سکر جاتی ہیں، اسی طرح جب رطوبت ہوایت میں تبدیل ہوتی ہے تو رطوبت کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ تشنج عارض ہوتے وقت اکثر قوت حرکہ کی حرکت اور تشنج کی حرکت کے درمیان مقابلہ ہوتا ہے۔ کبھی عصب میں دوسرے قسم کا تشنج بھی ہوتا ہے۔ جس کا سبب گرمی و خشکی کا غلبہ یا ہوائی رطوبت کے سبب عصب کا کھنچاؤ نہیں ہے، بلکہ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ قوت دافعہ تکلیف دہ چیز کو دفع کرنا چاہتی ہے، اور اعصاب سکر کر پوری قوت سے تکلیف دہ چیز کو دفع کرتے ہیں۔ اس قسم کا تشنج جلد دور ہو جاتا ہے۔

قوت حرکت ارادیہ اور قوت حس لمس کے اعراض کے بعد اب حس ذائقہ میں لاحق ہونے والے اعراض بیان کیے جاتے ہیں۔

حس ذائقہ میں تین طرح کے اعراض لاحق ہوتے ہیں۔ یا تو یہ حس باطل ہو جاتی ہے، یا کمزور ہو جاتی ہے یا خراب ہو جاتی ہے۔ حس ذائقہ کے باطل ہونے کا سبب سور مزاج کی کوئی قسم ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب سور مزاج یا تو اس حس کے خاص آلہ یعنی زبان میں ہو، یا اس کے مشارک عضو یعنی دماغ، یا اس سے نکلنے والے عصب میں ہو۔ بعینہ یہی اسباب حس ذائقہ کی کمی کے بھی ہیں، بشرطیکہ ان کا اثر معمولی ہو۔ حس ذائقہ کی خرابی دو طرح سے ہو سکتی ہے، یا تو کسی چیز کے کھاتے بغیر اس کے ذائقہ کا احساس، یا جو چیز کھائی گئی ہے اس کے برخلاف کسی دوسرے ذائقہ کا احساس۔ مثلاً بیٹھی چیز کا ذائقہ کڑوا یا ترش یا اور کوئی ذائقہ محسوس ہونا۔ کسی چیز کو کھاتے بغیر اس کے ذائقہ کا محسوس ہونا یقیناً سور مزاج مادی کے سبب سے ہوتا ہے، تلخ مادے سے تلخ، ترش مادہ سے ترش اور میٹھے مادہ سے میٹھا ذائقہ محسوس ہوتا ہے۔ جب سور مزاج جڑ پکڑ لیتا ہے تو ہر چیز کا ذائقہ، مادہ کے ذائقہ کے مطابق محسوس ہوتا ہے۔ علم طبیعی سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ تمام حواس اپنے مدركات کا احساس اسی وقت کرتے ہیں جب دوسرے احساس سے خالی ہوں، ورنہ احساس نہ ہو سکے گا۔ اس کی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ اگر بینائی کا آلہ (آنکھ) رنگین ہو تو وہ (محسوسات کے) رنگوں کو قبول نہیں کرے گا۔ یہی حال حس ذائقہ کا بھی ہے کہ اگر اس

میں یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے تو تمام چیزوں کا ذائقہ یکساں محسوس ہوتا ہے، کبھی کوئی غیر معمولی ذائقہ عارضی طور پر زبان میں موجود رہتا ہے تو اس وقت بھی زبان میں غیر معمولی چیز کے ذائقہ اور بعد والی غذا کے ذائقہ سے مرکب ذائقہ کا احساس ہوتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص تلخ چیز کھانے کے بعد پانی پئے تو پانی کا ذائقہ شیریں محسوس ہوگا۔

حسِ شامہ

حسِ شامہ بھی یا تو باطل ہو جاتی ہے یا اس میں کمی آجاتی ہے یا خراب بو کا احساس کرتی ہے۔ ابتداء مرض میں اس کے باطل ہونے کا سبب سور مزاج کا غلبہ، یا اس کے راستہ میں پیدا ہونے والا سدہ ہے۔ اس حس کی کمی کے اسباب بھی یہی ہیں، بشرطیکہ ان کا اثر کم ہو۔ حسِ شامہ کی خرابی ناک میں عفونت پیدا ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے، جس سے خراب بو کا احساس ہوتا ہے۔

حسِ سامعہ

حسِ سامعہ یا تو باطل ہو جاتی ہے، جس کا سبب سور مزاج یا کان کا کوئی سدہ ہے۔ یا کم ہو جاتی ہے جس کے اسباب بعینہ یہی ہیں، بشرطیکہ ان کا اثر کم ہو۔ یا حسِ سماعت خراب ہو جاتی ہے، چنانچہ سمع کاذب (بغیر کسی بیرونی آواز کے سننے کا احساس) کی دو وجوہ ہیں یا تو حس کی اتنی زیادتی کہ کان میں پھیلی ہوتی ہو اس کی معمولی حرکت کا احساس ہونے لگے، یا وہاں پر غیر طبیعی ریح کا اجتماع ہو جائے۔

حسِ بصر

حسِ بصر میں بھی تین قسم کے عوارض لاحق ہوتے ہیں، یا تو بینائی بالکل ختم ہو جاتی ہے، جسے اصطلاحاً عمی (اندھا پن) کہتے ہیں، یا بینائی کمزور ہو جاتی ہے، جسے عشاء کہتے ہیں، یا حسِ بصر میں خرابی ہو جاتی ہے۔ آنکھ میں بینائی کے اجسام میں سے ایک یا زیادہ میں تغیر ہو جانا ان تمام عوارض کا سبب ہوتا ہے۔ یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ آنکھ کی بینائی کے اجسام کیا ہیں، اسی اعتبار سے اسباب کو بھی بیان کیا جائے گا۔

اندھا پن | اندھے پن کے چند اسباب ہیں، ایک سبب اس عصب (عصبہ جوفہ) میں سدہ پیدا ہو جانا ہے، جو روح باصرہ کو دماغ سے دونوں آنکھوں میں لاتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ روح باصرہ میں سور مزاج کی وجہ سے یہ مرض لاحق ہو جاتے۔ کیوں کہ اعصاب میں فعل و انفعال، مزاج کی کمیت و کیفیت میں موافقت کی وجہ سے ہوتا ہے، اگر سور مزاج بارد ہو تو یہ روح باصرہ کو کثیف و غلیظ کر دیتا ہے، جس سے بھارت ممکن نہیں رہتی، اگر یہ سور مزاج حار ہو تو روح بھری منتشر اور سست ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس میں اشیاء کی صورتیں مرتب نہیں ہوتیں۔ کبھی کبھی اندھا پن رطوبت جلیدیہ یا طبقہ عنکبوتیہ یا بیک وقت دونوں کی بیماریوں کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ رطوبت جلیدیہ کے مکرر ہونے اور اس کی صفائی قائم نہ رہنے کی وجہ سے بھی یہی صورت ہوتی ہے، جس سے رنگوں کا چھپنا ممکن نہیں رہتا، اسی طرح رطوبت بیضیہ میں پانی اترنے سے بھی یہ مرض ہو جاتا ہے، جس سے یہ رطوبت میلی ہو جاتی ہے۔ اور اس میں صفائی نہیں رہتی۔ کبھی طبقہ قرنیہ کے شدید طور پر پھٹ جانے اور طبقہ عنیبیہ کے اوپر اٹھ جانے سے یہ مرض ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آنکھ کے خطرناک پھوڑوں سے یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رطوبت بیضیہ کے بہہ جانے اور طبقہ ملتحمہ میں ناخونہ اتنا بڑھ جانے سے کہ پتلی ڈھک جاتے، اندھا پن ہو جاتا ہے۔ اندھے پن کے بڑے اسباب میں وہ بڑے اورام ہیں جو پوری آنکھ میں ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ آنکھ کے تمام یا اکثر اجزاء میں پیپ جمع ہو کر اجزاء چشم کو بہا دیتی ہے، اور اسی طرح آنکھ کے وہ بڑے پھوڑے ہیں جو آنکھ کے طبقات میں تامل پیدا کر دیتے ہیں۔

بینائی کمزور ہونا | مختلف لوگوں میں بینائی کی کمزوری کے لحاظ سے ضعف بصر کے مختلف اسباب ہیں، بعض لوگ وہ ہیں جو دور کی چیز نہیں دیکھ پاتے، قریب کی دیکھ لیتے ہیں۔ بعض میں اس کے برعکس ہے، یعنی دور کی دیکھتے ہیں، قریب کی نہیں دیکھتے، بعض لوگوں میں دور اور قریب دونوں کی بصارتیں کمزور ہوتی ہیں۔ لیکن ایسی صورت میں دور کی نظر زیادہ کمزور ہوتی ہے۔ یہ تقابل صحیح بصارت کی نسبت سے ہے۔ صحیح بصارت کا معیار یہ ہے کہ دور اور نزدیک ایک سی نظر ہو، مختصر یہ کہ بینائی کا معیار دور کی چیزوں کے دیکھنے پر ہے، جیسا کہ باز کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ ایسی قوت بصارت، آلہ بصارت کی صفائی اس کی قوت اور اس کی حس کا تیز ہونا ہے، جیسا کہ درندوں اور اکثر پرندوں میں دیکھا

جاتا ہے، چنانچہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان کی بیاتی بہت سے جانوروں خصوصاً پرندوں کے مقابلہ میں کمزور ہوتی ہے۔ قوت سماعت اور شامہ کے بارہ میں بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے۔

مندرجہ بالا توضیحات کی بناء پر ضعف بصر جو عمدگی بصر کے مقابلہ میں ہے، کا سبب ضعف حس اور تیزی میں کمی یا آلتہ بھارت کا کم صاف ہوتا ہے۔ آلتہ بھارت کا ضعف کبھی طبعی ہوتا ہے کبھی عرضی، مثلاً آنکھ باہر کی طرف کھلی ہوتی ہو، ایسی آنکھ میں ہوا اور روشنی پہنچنے اور ان کے اثرات قائم ہونے سے قوت باصرہ کمزور ہو جاتے گی، یا مثلاً ثقبہ عنیبہ پھیل جاتے اور ہوا آنکھ کے مزاج میں ٹھہر کر اسے متغیر کر دے۔ ثقبہ عنیبہ کے پھیلنے کے اسباب یہ ہیں۔

(۱) خشکی کی وجہ سے طبقہ عنیبہ سکر جاتے

(۲) رطوبت کھنچاؤ پیدا کر کے طبقہ عنیبہ کو سکیر دے

(۳) رطوبت بیضیہ کی کثرت جو ثقبہ کو پھیلا دے۔ کبھی ضعف بصر ثقبہ عنیبہ کے زیادہ

تنگ ہو جانے کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب طبقہ عنیبہ میں استرخام ہو جاتے۔ استرخام کا سبب طبقہ عنیبہ میں رطوبت آ جانا ہے، یا رطوبت بیضیہ کی کمی وجہ سے طبقہ عنیبہ میں استرخام ہو جانا ہے۔ استرخام کے سبب اس طبقہ کے اجزاء ایک دوسرے پر چڑھ جاتے ہیں۔ بعض اطباء کا یہ قول ہے کہ ثقبہ عنیبہ کا طبعی طور پر تنگ ہونا اچھا ہوتا ہے۔ ضعف بصر کا سبب پپوٹوں کی کوئی بیماری بھی ہو سکتی ہے۔ پپوٹوں کی بیماریوں کا تذکرہ اطباء نے اپنی تصانیف میں کیا ہے، جو سب کی سب سور مزاج مادی سے پیدا ہوتی ہیں۔ مختصر یہ کہ ضعف بصر کے اسباب، اندھے پن کے نصف درجہ پر ہوتے ہیں۔

وہ لوگ جن کی قریب کی نظر اچھی ہوتی ہے لیکن دور کی چیزوں کو نہیں دیکھ پاتے، ان کے بارے میں اگر یہ خیال کیا جاتے کہ وہ دور کی چیزیں اس طرح نہیں دیکھ سکتے جس طرح وہ لوگ دیکھتے ہیں جن کی قریب و دور کی نظر درست ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کی نظر مطلقاً ضعیف البصر (جن کی دور و قریب دونوں بھارتیں خراب ہیں)، اور مطلقاً جید البصر کے بین بین ہے، کیوں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ قریب اور دور کی نظر ایک ہو، خواہ

دیکھنے والا ضعیف البصر ہو یا صحیح البصر، یا یوں کہا جاتے کہ اچھی نظر والے دور کی چیزیں دیکھنے میں ایک دوسرے سے فوق ہو سکتے ہیں، لیکن قریب کی چیزیں یکساں دیکھتے ہیں۔ بینائی کا یہ فرق جس طرح انواع میں ہوتا ہے اسی طرح اشخاص میں ہوتا ہے۔

بعض لوگ دور کی چیزوں کو دیکھنے پر قادر ہوتے ہیں لیکن قریب کی چیزیں نہیں دیکھ پاتے، اس کا سبب بصارت کا ضعف اور شفافیت کی کمی ہے۔ چونکہ بصارت بیرونی روشنی کے ذریعہ اپنا عمل انجام دیتی ہے، اس لیے ضعیف نظر کو بمقابلہ تیز نظر کے زیادہ بیرونی روشنی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ جب کوئی چیز آنکھ سے دوری پر ہوتی ہے تو اس کے اور دیکھنے والے کے درمیان کافی روشنی موجود ہوتی ہے، اور اس روشنی کی مدد سے اشیاء نظر آتی ہیں البتہ اگر پتلی ہی کمزور ہو تو چیزیں دکھائی نہیں دیں گی، یہی وجہ ہے کہ جن بوڑھوں کی نظر کمزور ہو جاتی ہے وہ باریک تحریر قریب سے ہی پڑھ پاتے ہیں۔ اس قسم کا ضعف بصر سور مزاج یا بس عرضی یا طبیعی سے ہوتا ہے، یا رطوبت کے غیر شفاف ہو جانے سے ہوتا ہے۔ سور مزاج یا بس بہ نسبت دوسری کیفیات کے ضعف بصر کا زیادہ سبب بنتا ہے۔ اسی زمرہ میں شب کوری کا مرض آتا ہے، جس میں مریض دن میں دیکھ سکتا ہے رات میں نہیں دیکھ سکتا۔ کیوں کہ ستاروں اور چراغوں کی روشنی اس کے لیے کافی نہیں ہوتی۔ بصارت سے متعلق مذکورہ باتیں علم طبیعی کے مطابق بیان کی گئی ہیں۔

مذکورہ اسباب کے علاوہ آنکھ کی بیماریوں کے سلسلہ میں بعض اطباء نے کچھ اور اسباب بھی بیان کیے ہیں، لیکن وہ غلط اصولوں پر مبنی ہیں، کیوں کہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہم آنکھ سے خارج ہونے والی کسی شے کا تصور کریں، جیسا کہ علم شعاع والوں کا نظریہ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ آنکھ سے نکلنے والی چیز وہ حرارت غریزی ہی ہو سکتی ہے جو دونوں عصبہ مجوفہ کے ذریعہ آنکھ تک پہنچتی ہے، جب کہ حرارت کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک لمحہ کے لیے بھی جسم سے خارج ہو کر اپنا وجود باقی رکھ سکے، چہ جائیکہ ستاروں تک اس کی رسائی ہو جاتے۔ بلکہ آنکھ سے نکلنے ہی حرارت غریزی کا مزاج فاسد ہو جاتے گا۔ نیز آنکھ کوئی فلکی یا ناری جسم نہیں ہے جس میں شعاع موجود ہو، شعاع بالطبع روشن اور فوراً نظر آنے والا وجود ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ جو چیز قبول کی جاتی ہے اس کا کچھ حصہ قبول کرنے والے کے جوہر میں موجود ہو۔ یہ سب باتیں علم طبیعی سے متعلق ہیں۔ روشن ہوا یا روشن پانی میں جب رنگ مرتسم ہوتے ہیں

تو اس سے بینائی وجود میں آتی ہے۔ یہ ہوا اور پانی ان رنگوں کو حد قہ تک پہنچاتے ہیں، اور قوت باہرہ اس کا ادراک کر لیتی ہے، اسی لیے حد قہ کو دو شفاف اجسام پانی اور ہوا سے مرکب بنایا گیا ہے۔

حس بصر میں لاحق ہونے والے خراب اعراض کی تعداد بہت زیادہ ہے، جس کا تعلق علم مناظر سے ہے، یہاں ہمیں صرف ان عوارض کا تذکرہ مقصود ہے جو کسی بیماری کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ کبھی دونوں آنکھوں میں اختلاف وضع کی وجہ سے ایک چیز کی دو چیزیں نظر آتی ہیں، مثلاً دونوں آنکھوں کی پتلیوں میں سے ایک ذرا اوپر اٹھی ہوتی ہو اور دوسری نیچے ہو۔ اس کا سبب علم مناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام چیزوں کا رنگ یکساں نظر آتا ہے جو سرخ، زرد یا سیاہ ہوتا ہے۔ اس کا سبب ان بخارات کا رنگ ہے جو اس شفاف رطوبت (رطوبت جلید یہ) تک پہنچتے ہیں، جس کے ذریعہ بینائی ہوتی ہے۔ اگر یہ بخارات صفروں ہوں تو تمام چیزیں زرد رنگ کی نظر آتی ہیں، اسی طرح اگر سوداوی بخارات ہوں تو تمام اشیاء سیاہ رنگ کی نظر آتی ہیں۔ بعض لوگوں کو نگاہوں کے سامنے مکھی یا مچھر اڑتا ہوا نظر آتا ہے، اس کا سبب وہ بخارات ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آنکھ کی طرف چڑھتے ہیں۔ بعض لوگوں کو اشیاء کے درمیان ایک گولہ سا نظر آتا ہے، جس کا سبب وہ سیاہ بخارات ہیں جو قوت باہرہ کے درمیان آجاتے ہیں، لیکن یہ اس حد تک نہیں ہوتے کہ بھارت کے راستہ کو بالکل مسدود کر دیں۔

جس شخص کے خیالات میں فساد ہو جاتے اس کی بھارت پر بھی خراب اثرات پڑتے ہیں۔ عمل بھارت میں باہر کی چیزوں کا عکس اندر کی طرف آتا ہے، جس کا برعکس ہونا بھی ممکن ہے۔ فاسد خیالات رکھنے والے شخص کے ذہن میں جب کوئی خیال بیٹھ جاتا ہے تو جس ہم حرکت میں آتی ہے اور وہ خیال مجسم ہو کر ایک خیالی پیکر اختیار کر کے نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اس کے دلائل علم طبیعی میں بیان کیے گئے ہیں۔

تو اس قسم ظاہرہ کے اعراض بیان کرنے کے بعد اب تنفس کے اعراض بیان کیے جائیں گے۔ بعد ازاں قوت تخیل، قوت ذکر و فکر کے اعراض، اور پھر نیند اور بیداری کے اعراض بیان ہوں گے۔ پھر ان امراض کا تذکرہ ہو گا جن میں یہ اعراض زیادہ ہوتے ہیں۔ یہاں ان ہی امراض کا تذکرہ مقصود ہے جو زیادہ تر لاحق ہوتے ہیں۔ اس بحث پر کتاب

کا یہ جزر (کتاب المرض) ختم ہو جاتے گا۔

تنفس کے اعراض

تنفس کے اعراض، تنفس کی کمی یا زیادتی ہی سے متعلق ہیں، کیوں کہ تنفس کے معطل ہونے کا نتیجہ لازمی طور پر موت ہے۔ حالانکہ بہت سی بیماریاں ایسی بھی ہیں جن میں بظاہر حرکت تنفس محسوس نہیں ہوتی، مثلاً اختناق الرحم۔ چونکہ عمل تنفس میں دو حرکتیں ہوتی ہیں، ایک ہوا کو اندر داخل کرنا، دوسرے ہوا کو باہر نکالنا، اور دونوں حرکتوں کے درمیان سکون ہوتا ہے، لہذا عمل تنفس میں کمی و زیادتی کا تعلق چار چیزوں، یعنی دو حرکتوں اور دو سکون سے ہے۔ دو سکون میں کمی "تواتر" اور زیادتی "تفاوت" کہلاتی ہے (نفس متواتر اور نفس متفاوت)، دو حرکتوں میں کمی و زیادتی دو چیزوں میں ہوتی ہے، ایک سرعت (تیز رفتاری) و بطو (مست روی) میں، دوسرے مسافت کے مختصر اور طویل ہونے میں، یعنی ابساط و انقباض میں۔ ابساط و انقباض میں زیادتی "عظم" (نفس عظیم) اور کمی "صغر" (نفس صغیر) کہلاتی ہے۔ یہ سورتنفس کی بسیط اقسام ہیں، جن کے اسباب فاعل علیہ علیہ بیان کیے جائیں گے۔ اقسام بسیط کی معلومات سے اقسام مرکبہ کی معلومات بھی حاصل ہو جائیں گی۔

نفس عظیم کا سبب، تنفس کی شدید ضرورت ہے، یہ اسی وقت ہوتا ہے جب قوت فاعل درست اور آلات تنفس موافق ہوں۔ ہوا کے اندر داخل کرنے میں اس کا سبب تیرید کی شدت ضرورت، اور ہوا کے اخراج میں بخاری جو ہر کونکالنے کی ضرورت ہے۔ اسی لیے ان میں سے ایک عمل (ہوا کے ادخال یا اخراج) میں تنفس عظیم ہوتا ہے دوسرے میں نہیں۔ اسی طرح نفس سریع کا سبب بھی تنفس کی شدید ضرورت ہے، لیکن اس میں قوت فاعل کی صحت اور آلات تنفس کی موافقت ضروری نہیں ہے۔ بلکہ قوت فاعل تنفس میں سرعت کا عمل اس وقت کرتی ہے جب نفس عظیم سے عاجز رہتی ہے، تاکہ سرعت کے ذریعہ عظم کی تلافی کر سکے۔ اسی طرح یہ کیفیت اس وقت بھی ہوتی ہے جب قوت قوی ہوتی ہے اور آلات تنفس اس کے موافق نہیں ہوتے۔ تواتر (نفس متواتر) بھی تنفس کی شدید ضرورت کے سبب سے ہوتا ہے، لیکن اس میں بھی قوت کی صحت اور آلات تنفس کی موافقت ضروری نہیں ہے، بلکہ اکثر قوت، نفس متواتر کو اس وقت استعمال کرتی ہے جب قوت کے عجز کی بنا پر عظم اور سرعت ممکن نہ ہو سکے۔ مذکورہ تفصیلات

کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر تنفس بیک وقت سریع، عظیم اور متواتر ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ تنفس کی اشد ضرورت ہے، اور قوتِ فاعلہ درست نیز آلات تنفس صحیح ہیں۔

مذکورہ اشیاء میں کمی کے اسباب ان کی زیادتی کے اسباب کی ضد ہیں۔ صغرِ نفس صغیر، کاسبب ضعف قوت اور آلات تنفس کی عدم موافقت ہے۔ آلات تنفس کے عدم موافقت کا سبب یا تو قبضہ الریہ کی تجاویف میں سدہ ہوتا ہے، جس کا سبب سر سے گرنے والے اخلاط بلغمی خصوصاً مرض بہر (ضیق النفس)، یا اورام اور بالجملہ وہ تمام اسباب ہیں جن سے سدہ ہوتا ہے، یا جوف صدر جس میں پھیپڑوں کی حرکت ہوتی ہے، تنگ ہو جاتے یا جوف صدر میں کہیں ورم ہو یا کسی دباؤ مثلاً ورم کبد، ورم معدہ یا خوب پیٹ بھر کر کھانا کھانے سے بھی ہوتا ہے سو تنفس کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سینہ اور پھیپڑوں میں تناسب نہ ہو۔ سینہ تنگ ہونے کا سبب ایسا لباس پہننا بھی ہو سکتا ہے جس سے سینہ پر دباؤ پڑتا ہو۔ نفس صغیر کا سبب سینہ، حجاب عاجز یا ان دونوں کے مشارک اعضا میں درد بھی ہوتا ہے۔

نفس بطلی کے دو اسباب ہیں، قوتِ فاعلہ کا ضعف یا سانس لینے میں ہوا اندر داخل کرنے اور باہر نکلنے کی ضرورت میں کمی، لیکن اگر سبب ہوا کی ضرورت کی کمی ہو تو سانس میں تو اثر نہیں ہوتا۔ اگر یہ سبب صرف قوت کا ضعف ہو تو اکثر نفس متواتر ہوتا ہے۔

تنفس کی بسیط اقسام اور ان کے اسباب کے بیان سے مرکب اقسام کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے، مثلاً وہ تنفس جسے اطباء "نفس الانتصاب" کہتے ہیں۔ یہ تنفس صغیر، سریع اور متواتر سے مرکب ہوتا ہے، جس کا سبب قوت کا قوی ہونا، ضرورت کا شدید ہونا اور آلات تنفس کی ناموافقیت ہوتی ہے۔ اس قسم کا تنفس پھیپڑے میں لاحق ہونے والے بڑے اورام اور سدوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کا نام "نفس الانتصاب" مریض کی ہیئت کے اعتبار سے رکھا گیا ہے، ایسی صورت میں مریض پشت کے بل نہیں لیٹ پاتا، کیوں کہ اس طرح لیٹنے میں پھیپڑے کے بعض اجزاء ایک دوسرے پر آجاتے ہیں، یا سینہ کے کچھ اور اجزاء پھیپڑے پر آجاتے ہیں، اور مریض کو کھڑا ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

طبعی عمل تنفس میں ہوا داخل ہونے کے بعد جو سکون ہوتا ہے اس کی مدت ہوا خارج کرنے کے بعد والے سکون کی مدت سے کم ہوتی ہے۔ اسی طرح سونے کی حالت میں ہوا کے

اخراج کی حرکت، ہوا کے داخل کرنے کی حرکت کی بہ نسبت طویل ہوتی ہے، تاکہ بخارات دماغی حسب ضرورت خارج ہو سکیں۔

امراض تنفس کی بحث میں اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے مذکورہ بیان ہی کافی ہے۔

قوی سیاسیہ کے اعراض

قوی سیاسیہ، قوت تخیلی، قوت فکر اور قوت ذکر میں، ان قوی کے افعال دماغ ہی سے انجام پاتے ہیں۔ دماغ مزاجاً سرد و تر ہونے کی وجہ سے بہت جلد تاثرات قبول کرتا ہے، اسی لیے مذکورہ قوتوں کے اعراض، دماغی امراض کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ خواہ دماغ کی یہ بیماری اولاً دماغ ہی میں ہوتی ہو یا اس کے مشارک اعضایہ کی بیماری سے ہوتی ہو۔ اگر پورے دماغ میں قوتی بیماری لاحق ہو تو یہ سب قوتیں بیک وقت علیل ہو جاتی ہیں، لیکن اگر دماغ کے اُس خاص حصہ میں بیماری ہو جس سے یہ قوتیں متعلق ہیں تو صرف وہی قوت علیل ہوتی ہے۔ مثلاً اگر مقدم دماغ میں بیماری ہو تو قوت تخیلی علیل ہوگی، اگر وسط دماغ متاثر ہو تو اس سے قوت فکر کی بیماری ہوگی، اور اگر موخر دماغ پر بیماری کا اثر ہو تو قوت ذکر و حفظ میں بیماری پیدا ہو جائے گی۔

ان قوی میں بھی تمام قوی کی طرح تین قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) یہ قوتیں باطل ہو جاتیں۔

(۲) ان قوتوں میں کمی واقع ہو جاتے۔

(۳) ان کے افعال درست طریقہ پر انجام نہ پاسکیں۔ جہاں تک ان افعال کے معطل ہونے اور ان میں کمی واقع ہونے کا تعلق ہے، اس کا سبب سور مزاج یا درطوب یا فقط سور مزاج بارد ہوتا ہے۔ یہ سور مزاج مادی اور غیر مادی دونوں طرح کا ہو سکتا ہے، لیکن مادی میں دو کیفیتیں دبرودت و رطوبت، شامل ہوتی ہیں، مثلاً سکنتہ اور سبات میں۔ کبھی مزاج مادی کے ساتھ ورم بھی ہو جاتا ہے، مثلاً سرسام بارد میں۔ دماغ کی یہ تکلیف (سرسام بارد) اکثر فم معدہ کی مشارکت سے ہوتی ہے۔

ان قوتوں کے افعال میں خرابی کا سبب سور مزاج صفراوی یا سوداوی ہے۔ دماغ پر سور مزاج صفراوی کے غلبہ کی وجہ سے فاسد خیالات، اچھل کود، بیداری اور دوسرے عوارض مثلاً قوت فکر اور قوت حافظہ میں خلل واقع ہونا، پیدا ہو جاتے ہیں۔ کبھی یہ بیماریاں دماغ

میں صرف سور مزاج سے ہوتی ہیں جس کے ساتھ ورم نہیں ہوتا۔ کبھی یہ تکالیف نفس دماغ میں ہوتی ہیں، اور کبھی دوسرے اعضاء کی مشارکت سے ہوتی ہیں، مثلاً تیز بخاروں میں معدہ سے دماغ پر چڑھنے والے اخراجات کے باعث۔ کبھی سور مزاج کے ساتھ ورم بھی ہوتا ہے۔ یہ ورم یا تو نفس دماغ میں ہوتا ہے یا عجاب دماغ میں ہوتا ہے، یا پھر فم معدہ کے اورام میں سے کوئی ورم اس کا سبب ہوتا ہے۔

سور مزاج سوداوی کی وجہ سے پیدا ہونے والی خرابیوں میں بے سبب گھبراہٹ، فکریں، غم و الم، بدگمانیاں اور ناممکن الوقوع باتوں کا ڈر ہے۔ اگر یہ سوداوی محترقہ ہے تو اس سے پیدا ہونے والے اعراض میں صفرائے اعراض بھی مل جاتے ہیں، جس سے دلیری، اچھل کود اور درندگی کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ نفس کا یہ فعل سور مزاج سوداوی ہی کے تابع ہے، اس کا سبب سودا کے رنگ کی سیاہی نہیں ہوتی، جیسا کہ بعض اطباء کو کہتے ہوئے سنا گیا ہے۔ قوی نفسانی میں سے کسی قوت میں خلل واقع ہونے کا سبب بالذات کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ تمام امراض کے اسباب کی طرح اس کا سبب بھی سور مزاج ہی کی کوئی قسم ہوتی ہے۔ ان اطباء کا یہ قول کہ نفس کو سوداوی خلط سے اسی طرح وحشت ہوتی ہے، جیسے تاریکی سے، محض ایک شاعرانہ تمثیل ہے۔ تاریکی میں نفس کی اذیت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قوت بصارت اپنا فعل انجام نہیں دے پاتی، انسان دیکھ نہیں سکتا، جب کہ اندرون جسم نفس میں بینائی کی کوئی ایسی قوت نہیں ہوتی جو خلط سودا کے رنگ کو دیکھ سکے۔ درحقیقت خلط سوداوی کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ یہ عوارض اس کے تابع ہوں۔ بالکل اسی طرح جیسے خوشی و سرور خلط دموی کے تابع ہوتے ہیں۔ علم طبیعی سے واقفیت رکھنے والے شخص کے لیے یہ ایک بدیہی بات ہے۔ سور مزاج سوداوی سے پیدا ہونے والی یہ بیماری (توحش، خوف وغیرہ) ملونیا (مائیخولیا) کے نام سے معروف ہے۔ یہ بیماری یا تو نفس دماغ کی جہت سے ہوتی ہے، یا کبھی قلب کی جہت سے جب کہ اس کے خون میں احتراق واقع ہو جاتے، کبھی معدہ کی جہت سے ہوتی ہے، جسے مراق کہتے ہیں۔

مراق کے اسباب میں اطباء کا اختلاف ہے۔ بعض اطباء کا خیال ہے کہ اس کا سبب قعر معدہ کا ورم ہے، کچھ اطباء "ماساریقا" کے ورم کو اس کا سبب بتاتے ہیں، جب کہ کچھ اور اطباء کے خیال میں اس کا سبب یہ ہے کہ طحال سے معدہ پر غیر معتدل کیفیت کا سودا

گرتا ہے۔ یہ اطباء پہلے دو نظریات کو درست نہیں مانتے، ان کا کہنا ہے کہ ایسے مریضوں کو کھٹی ڈکاریں آتی ہیں، نفع ہوتا ہے اور پیاس میں شدت نہیں ہوتی، یہ اس بات کا ایک ثبوت ہے کہ اس کا سبب ورم حار نہیں ہے۔ یہ اطباء اس بات سے بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ان اعصاب میں ورم ہوگا تو بخار بھی ہوگا، جب کہ ایسے مریضوں کو بخار بالکل نہیں ہوتا۔

ہماری رائے میں مذکورہ اطباء کی یہ دلیل کہ مراقبت اگر قعر معدہ یا ماسار یقا کے گرم ورم سے پیدا ہوگی تو اس میں سخت پیاس، غذا کا دفانیت کی طرف منتقل ہونا اور نفع معدہ میں کمی ہوگی، کچھ زیادہ درست نہیں ہے، کیوں کہ ایسا ہونا ضروری نہیں ہے۔ پہلے کہا جا چکا ہے کہ حرارت، حرارت غریبہ ہونے کی حیثیت سے حرارت غریبہ کو سست اور کمزور کر دیتی ہے، اور اس کی وجہ سے عضو میں سرد اعراض کا پیدا ہونا ممکن ہے، خصوصاً جب یہ اعراض اپنی طبعی صورت کی بنا پر حرارت غریبہ کے لیے مضر ہوں۔ حرارت غریبہ کے افعال اسی حرارت کی وجہ سے شدید ہو جاتے ہیں جو اپنی صورت طبعیہ کے لحاظ سے حرارت غریبہ کے متضاد نہ ہو، خصوصاً جب عضو میں بیماری کی مدت طویل ہو جاتے۔ ان اطباء کا یہ قول کہ ان دونوں اعصاب (قعر معدہ اور ماسار یقا) میں ورم ہونے کی صورت میں مریض کو بخار ضرور ہوگا، ہاں اگر تجربہ اس کی شہادت دے تو یقیناً یہ بیماری بغیر بخار کے ناممکن ہے البتہ ورم کے انحطاط کے بعد بخار نہیں ہوگا کیوں کہ قلب تک پہنچنے والی حرارت غریبہ باقی نہیں رہے گی، بلکہ صرف معدہ اور دماغ کو نقصان پہنچائے گی۔ طحال کے سبب سے یہ بیماری ممکن ہے، اور ہو سکتا ہے کہ بیماری کی کوئی قسم طحال کی وجہ سے ہو۔

نیند کے اعراض (۱) نیند کا انتہائی غلبہ، جسے "سات" کہتے ہیں۔ اس کا سبب دماغ یا اس کے کسی مشارک عضو پر رطوبت و برودت کا غلبہ ہے۔

(۲) "سہر" (بیداری) اس کے اسباب، سات کے اسباب کی ضد یعنی حرارت و بیہوشی ہیں۔ کبھی ان دونوں امراض (سات و سہر) سے مل کر ایک مرض پیدا ہوتا ہے، جس کے مریض کو "منتبہ" (ہوشیار۔ خیزدار) کہتے ہیں۔ اس کا سبب برودت و بیہوشی ہے۔ ایسا مریض برودت کی وجہ سے سونے والے کی طرح لیٹا رہتا ہے، اور بیہوشی کی وجہ سے جاگنے والے کی طرح اس کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔

افعال و قویٰ سیاسیہ کے اعراض اور ان کے اسباب بیان کر دیئے گئے۔ بعض امراض ایسے بھی ہیں جن میں مذکورہ چند یا تمام امراض ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ اوپر

بیان ہوا اس کے مطالعے سے ان امراض کے اسباب وغیرہ سمجھنا دشوار نہیں ہے لیکن پھر بھی کچھ مشہور بیماریوں اور ان کے اسباب کے متعلق یہاں لکھا جاتا ہے۔
یہ امراض دوار، کابوس، صرع اور سکتے ہیں۔

دوار دچکراتا۔ دوران سر، دوار کا سبب رتگی خلط ہے، جو دماغ میں چڑھ کر وہاں حرکت کرتا ہے، ایسی صورت میں بیرونی چیزیں حرکت کرتی ہوتی محسوس ہوتی ہیں۔ جو اس کے فعل سے یہ چیز نمایاں ہے، جس طرح خارجی محسوسات سے حرکت محسوس ہوتی ہے اسی طرح اندرونی اخلاط سے بھی دماغ میں حرکات محسوس ہونے لگتی ہیں۔ اس طرح کے تھوج سے جب دماغ کا مزاج کافی بگڑ جاتا ہے تو دوار کا مریض، مرگی کے مریض کے مانند زمین پر گر پڑتا ہے۔ اس بیماری میں بخارات کبھی تو نفس دماغ میں پیدا ہوتے ہیں خصوصاً شرا تین میں، اور کبھی معدہ یا دوسرے اعضاء سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں۔

کابوس اس بیماری میں مریض نیند میں یہ محسوس کرتا ہے کہ گویا کوئی چیز اسے دبا رہی ہے اور بوجھ ڈال رہی ہے، ایسی صورت میں مریض اس قابل نہیں رہتا کہ اٹھ سکے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں قوت محرکہ میں کچھ تعطل پیدا ہو جاتا ہے، لیکن چونکہ یہ کیفیت بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اس لیے اس کا سبب بخاری ورتگی خلط معلوم ہوتا ہے جو دماغ کی طرف چڑھتا ہے، اور اپنی کیفیت کی وجہ سے سُن پیدا کر دیتا ہے۔

صرع (مرگی) جس کی وجہ سے بدن میں غیر معمولی حرکات پیدا ہوں، یہاں تک کہ منہ سے جھاگ آنے لگے۔ انسان کا اس طرح زمین پر گر پڑنا اور اس کے تمام قوی نفسانی کا مفقود ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ مریض دماغ میں ہے۔ نیز اعضاء میں تشنج اور غیر معمولی حرکات، اس بات کی علامتیں ہیں کہ تشنج کی یہ قسم قوت دافعہ کی حرکت اور اعضاء کے سکڑنے سے پیدا ہوتی ہے، تاکہ تکلیف دہ چیز، خصوصاً دماغ کو اذیت پہنچانے والی شے دفع ہو جاتے۔ اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ صرع پیدا کرنے والا خلط، دماغ کے مزاج کے بالکل متضاد خواہ کسی ایک کیفیت کی بنا پر یا صورت کی بنا پر ہوتا ہے۔ اس بات کی دلیل کہ یہ تشنج، اس قسم کا نہیں ہے جو عصب کی رطوبت کی وجہ سے ہوتا ہے، یہ ہے کہ یہ بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔

چونکہ صرع کے دورہ کی مدت کم ہوتی ہے اور یہ جلد ختم ہو جاتا ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا سبب لطیف مادہ والا خلط ہو، جیسا کہ امراض عارہ میں ہوتا ہے، لیکن دیکھا گیا ہے کہ صرع کے مریض عام طور پر سرد و تر مزاج والے، مثلاً بچے، یا سرد و خشک مزاج والے، مثلاً بوڑھے ہوتے ہیں۔ اور اکثر مریضوں میں جو اعراض لاحق ہوتے ہیں وہ بھی اس امر کی نشان دہی کرتے ہیں کہ اس مرض کا سبب فاعل خلط غلیظ ہے، نیز خلط غلیظ گاڑھا ہونے کی وجہ سے اتنی جلد تکلیل نہیں ہوتا، بلکہ جالینوس کے قول کے مطابق تنگ اور کشادہ نالیوں میں جاری رہتا ہے۔ کسی خلط کے تکلیل ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ طبیعت اس پر غالب ہو کر اسے پکاتی ہے، اور اس کے غذائی حصے کو قبول کر کے باقی کو دفع کرتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خلط غلیظ میں یہ عمل غلطی کی وجہ سے دیر طلب ہوتا ہے، جیسا کہ اکثر امراض میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

اسی لیے ہمارا نظریہ یہ ہے کہ یہ مرض (صرع) ان ریاح کی وجہ سے ہوتا ہے جو یا تو نفس دماغ میں پیدا ہوتے ہیں یا کسی اور عضو میں پیدا ہو کر دماغ کی طرف چڑھتے ہیں، جیسا کہ جالینوس نے ایک نوجوان کے بارے میں بیان کیا ہے جسے سرد ریاح بعض اعضائے کی طرف اوپر چڑھتی ہوتی محسوس ہوتی تھیں، پھر اسے مرگی کا دورہ پڑ جاتا تھا۔ "ریاح" کو صرع کا سبب بتانے کے لیے اس نوجوان کا واقعہ ہی کافی ہے، لیکن یہ ریاح بارد رطب یا بارد یا بس اخلاط کے مشابہ ہوتی ہیں۔ جب یہ اخلاط بدن میں ہوں گے تو یہی ریاح کا مادہ ہوں گے۔ اسی لیے ایسے مریض جنہیں اس مرض سے شفا ہونے کی امید ہو ان کو ان اخلاط کا استفراغ کرانا چاہیے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کبھی کبھی اس مرض کا سبب خلط مراری ہوتا ہے، جو میرے نزدیک ممکن ہے، کیوں کہ دورہ کا جلد ختم ہو جانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں کو معدہ کی مشارکت سے یہ شکایت ہوتی ہے انہیں زیادہ تر بھوک کی شدت، روزہ، یا حلق کی تنگی کے وقت دورہ پڑتا ہے۔ یہ بھی اس امر کی علامت ہے کہ یہ مرض خلط مراری سے ہوتا ہے۔ جالینوس اس مرض میں ایارج فیقرا کے ذریعہ استفراغ کراتا ہے۔ اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ "عبر" (جو ایارج فیقرا کا جزو اعظم ہے) صفراء یا صفراء کی آمیزش والے خلط کا اخراج کرتا ہے۔

بعض اطباء کا خیال یہ ہے کہ یہ مرض سور مزاج غیر مادی بارد یا بس کی وجہ سے ہوتا ہے

لیکن یہ بات بعید از قیاس ہے، کیوں کہ اس مرض کے دورے پڑتے ہیں، نیز اگر یہ مرض سور مزاج غیر مادی کے سبب سے ہو تو یہ بیرونی چیزوں سے ہوگا، کیوں کہ سور مزاج غیر مادی، جس کا سبب مزاج مادی ہو، مشکل سے اچھا ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس قسم کے مزاج سے مرگی کا دورہ پڑے۔ مذکورہ بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس طرح کا دورہ صرف بیرونی اسباب سے ہوتا ہے۔ کیوں کہ بیرونی اسباب سے پیدا ہونے والا سور مزاج ہی جلد تکلیل ہوتا ہے، ہاں بیرونی اشیاء یعنی سرد ہوا سے دماغ کا مزاج اتنا ردی ہونا ممکن نہیں ہے کہ اس سے مرگی کا مرض ہو جاتے۔ اگر ایسا کوئی تجربہ ہوتا بھی ہے تو بہت شاذ و نادر ہوگا۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ جب تک کسی بیماری کا تجربہ و مشاہدہ نہ ہو جاتے۔ محض مرض کے پیدا ہونے کے امکان یا عدم امکان کے لحاظ سے فن طب کی معلومات صرف قیاسی و تخمینی ہوتی ہیں، یہی اکثر ہوتا بھی ہے۔ تمام امراض کے بارے میں پہلے مشاہدہ ہونا چاہئے پھر ان کے اسباب بیان کیے جانے چاہئیں۔

اس مرض کی شدت یا ضعف کا اندازہ مریض کے تنفس سے ہوتا ہے، تنفس کی سکتہ خرابی مرض کے شدید اور تنفس میں آسانی مرض کے خفیف ہونے کی علامت ہے۔ سکتہ کے بارے میں بقراط کا قول ہے کہ اگر یہ ہلکا ہو تو اس کی صحت مشکل ہے، اور اگر قوی ہو تو بیمار جانبر ہی نہیں ہوتا۔ اس بیماری کا سبب یہ ہے کہ قلب اپنا کام انجام نہیں دیتا، جس سے دماغ میں بھی عام خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا سبب قلب اور دماغ کے درمیان روح کے راستوں یعنی شراٹین میں کسی رکاوٹ کا ہونا یا پھر بطون دماغ ہی میں کوئی رکاوٹ ہو جانا ہے۔ کیوں کہ جب بطون دماغی میں رکاوٹ ہو جاتی ہے تو وہ روح نفسانی جو دماغ سے تمام اعضاء میں پھیل کر حس و حرکت پیدا کرتی ہے، رک جاتی ہے۔ دماغ سے روح نفسانی کا تمام اعضاء میں پھیلنا بالینوس کے قول کے مطابق ہے، قلب سے حرارت غریزی تمام جسم میں پھیلتی ہے، اور جب دماغ کے مزاج میں کوئی خرابی واقع ہوتی ہے تو اس سے حرارت غریزی کے اعتدال میں خرابی آجاتی ہے۔ حرارت غریزی کا اعتدال ہی حس و حرکت کا ذمہ دار ہے، جیسا کہ علم طبی کے مباحث سے ثابت ہے۔ سکتہ کی بیماری بطون دماغ کی کسی تکلیف سے ہونا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ بطون دماغی میں کوئی آفت لاحق ہونے سے فوراً مریض کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے امراض و اعراض اور ان کے اسباب کے بارے میں یہاں جو کچھ بیان کیا گیا وہی کافی ہے، کیوں کہ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ ہماری مقرر کردہ تقسیم و ترتیب کے مطابق جو شخص فن طب کے تمام اجزاء کی مکمل معلومات حاصل کرنا چاہے اس کے لیے یہ کتاب ایک دستور اور قانون کی حیثیت میں سامنے آئے۔ مختصر یہ کہ اس کی حیثیت مبادیات کی ہے۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح ایک مصور پہلے خاکہ بناتا ہے، پھر اس میں رنگ بھر کے تصویر مکمل کرتا ہے، اسی طرح ہم نے بھی فن طب کا یہ ایک خاکہ مرتب کیا ہے۔ طرے و ٹھنڈے اور وقت ملا تو اس فن پر ایک تفصیلی کتاب تصنیف کی جائے گی، جو اس فن کے تمام اجزاء پر مشتمل ہوگی۔

اب اس کے بعد انشاء اللہ کتاب العلامات شروع ہوگی۔

کتابُ العلامات

کتاب العلامات کے دو حصے ہیں۔

پہلا حصہ | اس میں پورے بدن اور اس کے ہر ہر عضو کی علاماتِ صحت بیان کی گئی ہیں۔

دوسرا حصہ | اس میں امراض کی علامات اور ان کے اسباب بیان کیے گئے ہیں۔ اس حصہ کے پھر کئی حصے ہیں۔ (۱) بدن میں موجود امراض کی علامات۔ فنِ طب میں

انہی علامات کا تذکرہ زیادہ ہے۔ (۲) ایسی علامات جو حالتِ صحت یا حالتِ مرض میں پیدا ہونے والے امراض کا پتہ دیتی ہیں۔ (۳) وہ علامات جو سابق میں ہونے والے امراض کا پتہ دیتی ہیں۔ یعنی وہ امراض جو پہلے پیدا ہو کر ختم ہو چکے ہیں۔ ان علامات کے علم سے فنِ طب میں کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

یہ تمام علامات مندرجہ ذیل ترتیب سے بیان کی جائیں گی۔ (۱) تمام بدن کی صحت اور جسم کی ہر ہر عضو کی حالتِ صحت کی علامات۔ (۲) وہ علامات جو مستقبل میں پیدا ہونے والے امراض کی نشاندہی کرتی ہیں۔ (۳) موجود امراض کی علامات۔ ان علامات کے ساتھ ہی وہ علامات بھی بیان کی جائیں گی جو حالتِ مرض میں آئندہ پیدا ہونے والے امراض یا آئندہ رونما ہونے والی صحت کو بتاتی ہیں، حالانکہ یہ علامات صحت ہیں، لیکن چونکہ ان علامات پر طبیب طریقِ علاج مقرر کرتا ہے، اس لیے اس جز میں ان کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ گو یہ علامات صحت ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ علامات مرض بھی ہیں، کیونکہ ان سے مرض کے دور کرنے کی بابت معلوم ہوتی ہیں۔ اب علاماتِ صحت کی بحث شروع کی جاتی ہے۔

صحت کی تعریف بیان کی جا چکی ہے، یعنی کسی عضو کی وہ حالت جس کے افعال و انفعالات طبیعی

طور پر انجام پائیں "حالتِ صحت" ہے۔ اعضاء مفردہ و مرکبہ کے لحاظ سے حالتِ صحت کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں۔ ایک اعضاء مفردہ کی حالتِ صحت کے لحاظ سے جو نو مزاجوں سے منسوب ہے، اور دوسری اعضاء مرکبہ کی صحت کے لحاظ سے جو چار مزاجوں پر مشتمل ہے۔ اعضاء میں بعض حالاتِ صحت غیر واضح ہوتے ہیں، خصوصاً وہ اعضاء جو جسم کے اندر ہیں اور آنکھوں سے نہیں دیکھے جاسکتے۔ لہذا ضروری ہے کہ پہلے اعضاء مفردہ کے نو مزاجوں کے لحاظ سے حالتِ صحت کی علامات مقرر کی جائیں اور پھر اعضاء مرکبہ کے حالاتِ صحت کی علامات مقرر ہوں۔ اعضاء مرکبہ کی حالتِ صحت کی معتدل اور غیر معتدل حالت یعنی ان اعضاء کی صحت کی حالت کے معتدل اور غیر معتدل ہونے کی علامات کا ذکر بھی ضروری ہے، جو شروع سے واضح نہیں ہوتیں۔ ان علامات کا تعین اعضاء کے فعل و انفعال اور ان کے امورِ لازمہ کی معلومات پر منحصر ہے۔ جب یہ چیزیں ہمیں معلوم ہو جائیں گی تو غیر معلوم کی طرف خود بخود رہنمائی ہو جائے گی۔ افعالِ اعضاء کے امورِ لازمہ رنگ، لاغزی، موٹاپا اور وہ اعراض ہیں جو بدن سے خارج ہونے والے غذائی فضلات سے ظاہر ہوتے ہیں۔

اطباء عام طور پر اعضاء مفردہ کی حالتِ صحت کی علامات کا تذکرہ کرتے ہیں، اور اعضاء مرکبہ کی حالتِ صحت کی علامات بیان نہیں کرتے، اگر بیان بھی کرتے ہیں تو وہ ضمنی طور پر ہوتا ہے۔ جبکہ دونوں قسم کی علامات بیان ہونا چاہئیں۔

یہاں سب سے پہلے مزاجِ معتدل کی علامات بیان کی جائیں گی، کیونکہ طبعاً ہی مقدم ہے۔ معتدل کی نسبت سے کمی و بیشی کی علامات کو مزاجِ معتدل کی علامات پر قیاس کرتے ہوئے سمجھا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نو مزاج ہر عضو سے منسوب ہیں، اور ہر عضو کے مزاج کے لحاظ سے ہی پورے بدن کے مزاج کا تعین ہوتا ہے۔ لہذا ہر عضو کے نو مزاجوں میں ہر ایک کی علامات بیان کرنا ضروری ہے۔ ان علامات کے معلوم ہو جانے پر پورے بدن کا مزاج خصوصاً اعضاءِ ربیہ کا مزاج متعین کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے ہم قلب کے مزاج کے بارے میں بتائیں گے، کیونکہ قلب کا مزاج تمام اعضاء سے اشتراک رکھتا ہے، اگر یہ معتدل ہو تو تمام اعضاء معتدل ہوں گے۔ قلب ہی تمام اعضاء کو وہ ہیبت مزاجی عطا کرتا ہے جس سے وہ اپنے افعال و انفعالات کی انجام دہی کرتے ہیں۔ نیز جب دوسرے اعضاء کا مزاج غیر معتدل ہو جاتا ہے، مثلاً جگر کا مزاج، تو پھر قلب کے مزاج کا اعتدال بھی باقی نہیں رہتا، کیونکہ قلب اور دوسرے تمام اعضاء میں مشارکت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قلب کے مزاج کے معتدل یا غیر معتدل ہونے پر ہی تمام اعضاء کے مزاج کا اعتدال یا عدم اعتدال منحصر ہے۔

مزاجِ قلب کی علامات

مزاجِ قلب معلوم کرنے کے لیے سب سے اہم علامت نبض ہے، اس کے بعد تنفس کا درجہ ہے۔ قلب کے قریبی اعضاء کی ہئیت اور قلب کے مشارک اعضاء کے مزاج سے بھی مزاجِ قلب کی بابت معلومات ہوتی ہیں۔

نبض نہ عظیم ہو نہ صغیر، نہ سریع ہو نہ بطی، نہ متفاوت ہو نہ متواتر۔ تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ قلب کا مزاج حرارت و رطوبت میں معتدل ہے۔ ایسی نبض زیادہ تر ان لوگوں کی ہوتی ہے جو معتدل اقلیم میں نشوونما پاتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی خارجی سبب اس میں مانع نہ ہو۔ ایسے لوگ معتدل اقلیم کے معتدل شہروں میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً بقرات کا شہر۔ اسی لیے گرم علاقوں کے لوگوں کی بابت جالینوس کہتا ہے کہ اگر وہ لوگ کوشش بھی کریں تو ان کا مزاج معتدل نہیں ہو سکتا۔

اس بنیاد پر کہ اکثر غیر معتدل اقلیم کے لوگوں کی نبض عظیم ہوتی ہے، نبض عظیم کو طبعی نہیں کہا جاسکتا۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ حبش کے لوگوں کے سیاہ رنگ ہونے پر، سیاہ رنگ کو طبعی نہیں کہا جاسکتا۔

تنفس کا اعتدال بھی مزاجِ قلب کے اعتدال کی علامت ہے۔ یہ صورت اس وقت ہوگی جب آلاتِ تنفس، قلب کی مناسبت سے زیادہ بڑے نہ ہوں۔ اگر آلاتِ تنفس قلب کی مناسبت سے بڑے ہیں تو ان کا معتدل تنفس بھی قلب کی مناسبت سے غیر معتدل بلکہ مفرط ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ مزاجِ قلب گرم ہے، سینہ اور پھیپھڑے مزاجِ قلب کے اعتبار سے زیادہ بڑے ہوں تو ایسی صورت میں ان کے مجاری بڑے اور کشادہ ہوں گے۔ لہذا تنفس غیر عظیم بھی ویسا ہی تنفس عظیم ہوگا جیسا پھیپھڑے اور سینہ کے قلب کے تناسب سے بڑا ہونے کے وقت ہوتا۔ سینہ اور پھیپھڑے کی جسامت اکثر حرارتِ قلب کے تابع ہوتی ہے۔

قلب کے قریبی اعضاء کی ہئیت اس کے مزاج کی نشاندہی کرتی ہے چنانچہ سینہ کی متوسط جسامت اکثر قلب کے اعتدالی مزاج کی علامت ہے۔ اسی طرح جگر کے مزاج کا اعتدال یا دماغ کے مزاج کا اعتدال یا دونوں کے مزاج کا اعتدال، قلب کے معتدل مزاج کی علامت ہے، کیونکہ جگر اور دماغ کی مخصوص حرارتیں دراصل ان اعضاء بسیطہ کی حرارتیں ہیں جن سے مل کر یہ دونوں اعضاء (جگر و دماغ) بنے ہیں، اور وہ حرارت جس سے یہ مذکورہ دونوں اعضاء اپنا فعل انجام دیتے ہیں، قلب سے ان تک پہنچتی ہے۔ ان دونوں اعضاء (جگر و دماغ) کی حرارت، صورت کی حیثیت رکھتی ہے۔

جبکہ ان کی مخصوص حرارت "مادہ" کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ ہر شے کا اعتدال اور کمال اعتدال اس کی صورت پر منحصر ہوتا ہے، اس لیے یہ لازم آتا ہے کہ ان دونوں اعضاء کا اعتدال، ان کی صورت کا اعتدال ہو، یعنی اُس شے کا اعتدال جو ان اعضاء کو یہ صورت بخشتی ہے، یعنی قلب۔

ممكن ہے یہ کہا جائے کہ قلب سے ان دونوں اعضاء کی طرف پہنچنے والی حرارت ضرورت سے زیادہ گرم، یا سرد ہو، اور ان اعضاء کا مزاج جو اعضاء متشابہہ سے مل کر بنا ہے، قلب کی اس زیادہ یا کم حرارت کی ضد واقع ہو، اور اس طرح جگر و دماغ میں اعتدال پیدا ہو جائے۔ لیکن ایسا کہنا محض ایک فرضی بات ہے۔

سینہ کے ملمس سے بھی مزاج قلب کے اعتدال کا پتہ چلتا ہے۔ اگر ملمس معتدل ہو تو یہ اعتدال قلب کی علامت ہے، بشرطیکہ یہ اعتدال گوشت کے اعتدال کی وجہ سے نہ ہو، گوشت کا اعتدال، خصوصاً اس جگہ کے گوشت کا معتدل ہونا، قلب کے اعتدال کا تابع ہوتا ہے، اسی لیے جس شخص کا قلب معتدل ہو اس کا بدن نہ تو زیادہ لاغر ہوتا ہے اور نہ زیادہ موٹا۔

غصہ اور بُرد باری، بہادری اور بُزدلی، غرض جملہ افعال و انفعالات نفسانیہ کا حالت اعتدال پر رہنا بھی مزاج قلب کے معتدل ہونے کی دلیل ہے۔

قلب کے افعال و مزاج، قلب کی وضع، مقدار اور ساخت کے اعتدال کی علامت ہیں۔ اگر قلب کا مزاج معتدل ہو تو یہ اس کی شکل، مقدار اور ساخت کے معتدل ہونے کی دلیل ہے۔ نیز اگر قلب کے افعال اس کے مزاج کے موافق ہوں تو بھی اسی امر کی علامت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض حضرات کی نبض حرارت کے بجائے شریان کی تنگی کے سبب سے سریع ہو، مثلاً موٹے لوگوں میں۔ مختصراً یہ کہ اندرون جوف کے اعضاء کی وضع، مقدار، ساخت اور ان کے مشارک اعضاء کی علامات کا بیان بہت دشوار ہوتا ہے، اس لیے اطباء ان کے مزاج صحیحہ بیان کرنے سے گریز کرتے ہوئے محض علامات مزاجیہ ہی کو بیان کرتے ہیں اور طیب بھی بغیر علامات مزاجیہ کی معلومات حاصل کیے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ لہذا علامات مزاجیہ کی وضاحت کی کوشش کی جائے گی۔

قلب کے اپنی ترکیب کے لحاظ سے معتدل ہونے کی ایک علامت بیرونی اعضاء خصوصاً سینہ اور اس کے قریبی اعضاء کا اعتدال و تناسب ہے۔ اسی کو لوگ حُسن و جمال سے تعبیر کرتے ہیں، کیونکہ حُسن و جمال اعضاء کے تناسب میں ہوتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے قوت اور مضبوطی مزاج کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اعضاء کے اعتدال کو مزاج قلب کے اعتدال کی علامت ہم نے اس لیے

کہا ہے کہ قوتِ مصہورہ اعضاء کی تخلیق قلب کی حرارت کے توسط ہی سے کرتی ہے، بالکل ایسے ہی جیسے قوتِ غاذیہ جو قوت و مضبوطی پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے، وہ مزاج کے توسط سے اپنا فعل انجام دیتی ہے۔ اس بات کا خیال رہنا چاہیے کہ یہ علامت برعکس نہیں ہے (یعنی مزاجِ قلب معتدل ہو تو اعضاء میں بھی اعتدال و تناسب ہو) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قلب کا مزاج معتدل اور اس کی ترکیب بھی اچھی ہوتی ہے، لیکن ہیولی کی خرابی کے باعث بعض اعضاء کی ترکیب میں خرابی واقع ہو جاتی ہے، حالانکہ ایسا کم ہی ہوتا ہے، جیسا کہ اعضاء کی وجہ سے لاحق ہونے والے اعراض کم ہیں، اس کے باوجود مشارکت کے سبب سے کبھی یہ عوارض قلب کی طرف رجوع ہو کر اس کا مزاج فاسد کر دیتے ہیں۔

کیفیاتِ اربعہ (حرارت و برودت اور رطوبت و بیہوست) میں سے کسی کیفیت میں اگر قلب کا مزاج غیر معتدل ہو جائے تو اس کی علامات، مذکورہ مزاجِ معتدل کی علامات کے برعکس ہوں گی۔ چنانچہ اگر نبضِ عظیم سریع متواتر ہو تو یہ اس کی حرارت کی علامت ہے، بشرطیکہ شرایین کی خلیقی تنگی کی وجہ سے ایسی نبض نہ ہو۔ حالانکہ مزاجِ گرم میں یہ تنگی کم ہی ہوگی، کیونکہ حرارتِ عضو کی جسامت کو بڑھا دیتی ہے۔ نیز بیہوست کے سبب بھی ایسی نبض نہ ہو، کیونکہ دوسری کیفیات کے اعتبار سے بیہوست میں تمدد کم ہوتا ہے، اگر ساتھ ہی نبض میں صلابت ہو تو یہ قلب میں غایت درجہ کی بیہوست کی علامت ہے۔ تنفس کی علامات بھی نبض کی طرح ہیں (یعنی تنفس کا عظیم سریع متواتر ہونا قلب کی حرارت کی علامت ہے) بشرطیکہ سینہ اور پیچھے سے ضرورت سے زیادہ چھوٹے نہ ہوں، یا ان کی تجاویف تنگ نہ ہوں۔ سینہ پر بالوں کا اگنا اور ملمس کا گرم ہونا بھی مزاجِ قلب کی حرارت کی علامت ہے۔ مختصر یہ کہ تمام اعضاء کی حرارت، قلب کی حرارت کے تابع ہوتی ہے، جبکہ دوسرے اعضاء رئیسہ یعنی جگر و دماغ کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان اعضاء متشابہہ کے مزاج کے باعث جن سے یہ دونوں اعضاء (جگر و دماغ) مل کر بنے ہیں، ان کا مزاج ضرورت سے زیادہ سرد ہو جائے، اس طرح قلبِ حار اور دماغِ بارد ہو، لیکن ایسی صورت میں قلب کا مزاج بھی سرد ہو جائے گا، خصوصاً اگر دماغ کا مزاج سرد ہو جائے، کیونکہ دماغ ہی قلب کی حرارت کو معتدل کرتا ہے۔ افعالِ نفسانی مثلاً غصہ وغیرہ بھی قلب کی حرارت و بیہوست کی علامت ہیں۔ وہ شخص جسے غصہ زیادہ آتا ہے لازمی طور پر گرم مزاج ہوگا۔ اگر کسی کا غصہ دیر میں ختم ہوتا ہو تو یہ بیہوست کی علامت ہے۔ اسی طرح سینہ کی تنگی اور جسم کا لاغر ہونا بھی بیہوستِ قلب کی علامت ہیں۔

نبض کا عظیم اور لیتن ہونا مزاج قلب کی حرارت و رطوبت کی زیادتی کی علامت ہے۔ اگر نبض لیتن ہو، عظیم نہ ہو تو یہ صرف رطوبت کی علامت ہے۔ سینہ اور تمام اعضاء کا بڑا ہونا بھی حرارت و رطوبت کی علامت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حیوانات کا مزاج زیادہ گرم و تر ہوتا ہے وہ بڑے جسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً مرطوب مقامات کے حیوانات۔

قلب کی برودت و بیہوشی کی علامتیں حرارت و رطوبت کی علامات کی ضد ہیں۔ اسی لیے بارد یا بس قلب والوں کی نبض، صغیر، متفاوت، بطی اور صلب ہوتی ہے۔ یہی حال ان کے تنفس کا بھی ہے۔ ان کے سینہ کا ملمس سرد ہوتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی اور امر مانع نہ ہو۔ ایسے لوگوں کے سینہ پر بال نہیں اُگتے۔ یہ لوگ بہت بزدل ہوتے ہیں۔ ان کو غصہ نہیں آتا، گند ذہن اور کم عقل ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ بوڑھوں کی طرح نظر آتے ہیں، اور ان کا بڑھاپا گویا موت ہے۔ قلب کے مزاج اور افعال سے قلب کی ساخت کی خرابی کا پتہ چلتا ہے۔

اعضاء متشابهہ الاجزاء اور اعضاء آلیہ کی صحت کے لحاظ سے قلب کی علامات بیان کر دی گئیں۔ اب ہم دماغ کی صحت کی علامات بیان کریں گے۔

معتدل دماغ کی علامات

تمام اعضاء کی طرح دماغ کا اعتدال بھی دماغ کے اعضاء متشابهہ للاجزاء کی طرف منسوب ہے یا اپنی ترکیب کی طرف۔ پہلے مزاج معتدل کی علامات بیان ہوں گی۔ وہ علامتیں جن سے مزاج دماغ کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کچھ تو دماغ کے افعال سے متعلق ہیں یعنی قوت جس سے اس کے توابع تخیل، فکر اور ذکر، یا دماغ کی قوتِ غاذیہ سے متعلق ہیں، جس کے افعال ناک یا تالو سے نکلنے والے فضلات سے معلوم ہوتے ہیں۔ دماغ کے ملمس، سر پر اُگنے والے بال یا سر کی شکل سے بھی مزاج دماغ کی بابت معلوم ہوتا ہے۔ اگر دماغ سے خارج ہونے والے فضلات اپنی کثرت و کیفیت کے لحاظ سے معتدل ہوں تو یہ دماغ کے اعتدال مزاجی کی علامت ہے۔ اگر نیند و بیداری کی کیفیت معتدل ہو تو یہ بھی دماغ کے معتدل مزاج ہونے کی دلیل ہے۔ ایسے لوگ جو کسلمند نہ ہوں، تیز حرکت کرنے والے نہ ہوں، معتدل الفہم ہوں، بیدار مغز ہوں، ان کے سر کا ملمس معتدل ہو، یعنی نہ گرم ہو نہ سرد، ان کے سر پر اُگنے والے بال نہ بالکل سیدھے ہوں نہ گھنگھریالے، نہ بالکل سیاہ ہوں نہ بالکل سفید، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان کا دماغ معتدل ہے۔ شکل دماغ کا معتدل ہونا بھی مزاج دماغ کے معتدل ہونے کی علامت ہے۔ جالیئوس کے قول کے

مطابق دماغ معتدل کی شکل موم کے ایسے گولے کی مانند ہوتی ہے جسے دونوں طرف انگلیوں سے دبا دیا گیا ہو، نہ سر زیادہ بڑا ہو نہ زیادہ چھوٹا۔

اگر دماغ سے خارج ہونے والے فضلات مقدار میں کم، زیادہ پکے ہوئے اور ساتھ ہی گاڑھے بھی ہوں تو یہ بیہوشی کی علامت ہے، اگر پکے ہوئے اور مقدار میں زیادہ ہوں تو حرارت و رطوبت کی علامت ہے، اگر مقدار میں زیادہ ہوں اور پکے ہوئے نہ ہوں تو برودت کی علامت ہے۔ اگر ساتھ ہی ان فضلات میں مائیت ہو تو رطوبت و برودت کی علامت ہے۔ بقراط کے قول کے مطابق ایسے لوگ صحت کی نسبت بیماری سے زیادہ قریب رہتے ہیں۔

حار دماغ کے ساتھ اگر رطوبت نہ ہو تو اس سے بیداری اور نیند کی کمی لاحق ہوتی ہے۔ بیداری کی کثرت بیہوشی کی علامت ہے۔ ایسا مزاج دماغی رکھنے والے لوگ جلد باز ہوتے ہیں، بے سوچے سمجھے کام شروع کر دیتے ہیں، مستقل مزاج نہیں ہوتے، وہ اکثر معاملات کو ایک دوسرے میں خلط ملط کر دیتے ہیں، غلطیوں اور توہمات کی وجہ سے صحیح فیصلہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے برخلاف اگر نیند طاری رہتی ہو، کند ذہنی ہو، باتیں دیر میں سمجھتا ہو، مختلف باتوں میں امتیاز نہ کر سکتا ہو تو ایسے شخص کے دماغ کا مزاج سرد ہے۔ اگر ان کیفیات میں زیادتی ہو جائے تو سمجھنا چاہیے کہ دماغ میں برودت کے ساتھ رطوبت بھی ہے۔ محض بارد مزاج والے دماغ کی بہ نسبت، ان لوگوں کو کم نیند آتی ہے جن کا دماغ بارد یا سرد ہو، جس طرح صرف بارد دماغ والے لوگ، بارد رطب دماغ والوں سے کم سوتے ہیں۔ سر کے لمس سے بھی ان مزاجوں پر حکم لگایا جاتا ہے۔

بالوں سے بھی مزاج دماغ کی علامات کا پتہ چلتا ہے۔ بال چونکہ جسم کے فضلات دہانی سے پیدا ہوتے ہیں، اس لیے بالوں کا سیاہ ہونا احتراق مادہ کی علامت ہے، کیونکہ احتراق کی وجہ سے ہی سفید رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔ اگر ساتھ ہی بالوں میں گھنگھریالا پن پایا جائے تو یہ خشکی کی علامت ہے، مثلاً بال کو آگ کے قریب لے جائیں تو وہ سکر کر مڑ جاتا ہے۔ سفید بال مادہ کی خالی اور نفع کی کمی کو ظاہر کرتے ہیں، اگر ایسے بال سیدھے بھی ہوں تو یہ رطوبت کی زیادتی کی علامت ہے۔ اسی طرح بال جلد اگنا حرارت کی اور دیر میں اگنا برودت کی علامت ہے۔ اگر بالوں کے رنگ، گھنگھریالے پن، سیدھے پن اور جلد یا بدیر اگنے میں اعتدال پایا جائے تو یہ مزاج معتدل کی علامت ہے۔ سر کا ٹیڑھا ہونا اور اس کا چھوٹا یا بڑا ہونا مزاج کی خرابی کی علامت ہے۔

مزاج دماغ متعین کرنے کے لیے آنکھ بھی ایک قریبی علامت ہے۔ سُرخ آنکھ جس میں سُرخ

عروق نمایاں ہوں، دماغ کے مزاجِ حار کی علامت ہے۔ اس کے برعکس آنکھ، دماغ کی برودت کی علامت ہے۔ آنکھ کا تیزی سے حرکت کرنا حرارت، اور کم حرکت کرنا اور کم پلک جھپکنا مزاجِ بارود کی علامت ہے۔ ان باتوں کا اعتدال، دماغ کے معتدل المزاج ہونے کی علامت ہے۔ آنکھ کا نیلا ہونا بھی دماغ کی برودت کی علامت ہے، جس طرح اس کا سُرمئی ہونا حرارت کی علامت ہے۔ آنکھ کا نیلگوں مائل سیاہ ہونا مزاجِ معتدل کی علامت ہے۔ نیلگوں رنگِ طبع کی کمی اور عدم نفع کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ رنگ پھیلے ہوئے پانی سے ملتا ہوا ہے۔ سُرمئی رنگ نفع اور طبع کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، اسی لیے اس پر سیاہی کا غلبہ رہتا ہے، کیونکہ سیاہی اجزاء ارضیہ محترقہ کے غلبہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ نیلگوں مائل سیاہ رنگِ طبع میں انتہائی اعتدال کے سبب سے ہوتا ہے، یعنی جبکہ سُرمئی رنگ کے طبع سے کم اور نیلے رنگ کے طبع سے زیادہ طبع ہوا ہو۔ صرف ان ہی دونوں چیزوں پر رنگ کے نیلے یا سُرمئی ہونے کا انحصار نہیں ہے، بلکہ کچھ اور چیزیں بھی ہیں۔ سُرمئی رنگ آنکھ کی رطوبت اور رطوبت کے گہرائی تک ہونے کی علامت ہے۔ مثلاً گہرے تالابوں کے پانی کا رنگ سیاہ نظر آتا ہے، کیونکہ گہرے پانی میں روشنی کی شعاع کا نفوذ پوری طرح نہیں ہوتا۔ نیلی آنکھوں میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جالینوس کا خیال ہے کہ رطوبت جلیدیہ کی کثرت آنکھ کے نیلے ہونے میں معاون ہوتی ہے، کیونکہ اس رطوبت کا رنگ اولہ کی طرح صاف ہوتا ہے۔ اسی طرح رطوبت جلیدیہ کی کمی آنکھ کے سُرمئی ہونے میں معاون ہوتی ہے اور ان چیزوں کا اعتدال، اعتدالِ مزاج ہی دیکھ لیں۔

یہ مزاجِ دماغ کی علامات کا بیان ہوا، وہ علامات جو دماغ کی ترکیب کے بارے میں معلومات بہم پہنچاتی ہیں، ان کے بارے میں دماغ کے مزاج، اس کے افعال اور اس کی ہمتیت ترکیبی سے معلوم ہوتا ہے۔ شکل اور مقدار کا معاملہ ظاہر ہے، اور شکلِ طبیعی کے بارے میں پہلے بتایا جا چکا ہے۔ سر کے مشارک اعضاء کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں کی گردنیں سر کو اٹھانے اور بلند رکھنے کے لیے مناسب ہوتی ہیں، اور بعض اس کے برعکس ہوتی ہیں۔ دماغ کے راستوں کا تنگ اور کشادہ ہونا بھی مزاجِ دماغ پر منحصر ہے۔ حار رطب دماغوں کے راستے اور بطون بہت کشادہ ہوتے ہیں۔ بارد یا بس دماغوں میں اس کے برعکس ہوتا ہے، اور حار یا بس نیز بارد رطب دماغوں میں درمیانی صورت ہوتی ہے۔ مزاجِ معتدل میں دماغ کے راستے اور بطون میں اعتدال ہوتا ہے۔ دماغ کے افعال سے ترکیبِ دماغی کی معلومات اس طرح ہوتی ہے کہ جب کسی دماغ کے راستے اور بطون تنگ ہوں تو اکثر ایسے لوگوں کو صرع، مُدے یا اس سے ملتے جلتے امراض لاحق ہوتے ہیں۔ جو ہر دماغ کے

طبعاً ناقص ہونے پر ذہن میں خرابی اور دماغ میں رعونت پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً ان لوگوں میں جو کافی عمر کو پہنچ گئے ہوں۔ مختصر یہ کہ دماغ کی ظاہری شکل میں خرابی پیدا ہونے سے دماغ میں اندرونی طور پر بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ بر اعتبار اعضاء بسیطہ و مرکبہ دماغ کی صحت کی علامات کے بیان کے بعد اب صحتِ جگر کی علامات بیان ہوں گی۔

جگر صحت مند جگر کی بھی چند علامتیں ہیں۔ ان میں کچھ علامتیں جگر کے مزاج کی ہیں، اور کچھ ترکیبِ جگر کی علامات ہیں۔ پہلے ہم مزاجِ جگر کی علامات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ یہ علامتیں افعالِ جگر، عروقِ جگر کی ہستیت اور لمسِ جگر سے معلوم ہوتی ہیں۔ معتدل المزاجِ جگر سرخ اور غوانی رنگ کا خون پیدا کرتا ہے۔ ایسے شخص کا رنگ سفید مائل بہ سرخی ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے سانولے رنگ کو اعتدالِ جگر کی علامت بیان کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے بدن نہ زیادہ موٹے ہوتے ہیں نہ زیادہ لاغر، ان کے شکم کا لمس معتدل ہوتا ہے، جگر کی وریدوں کا کشادگی اور تنگی کے لحاظ سے معتدل ہونا جگر کے معتدل ہونے کی علامت ہے۔ اگر صفر زیادہ پیدا ہو رہا ہو خصوصاً جوانی کے آخری دور میں تو یہ جگر کے گرم مزاج ہونے کی علامت ہے، ایسے لوگوں کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ اگر حرارت و بیہوشی میں زیادتی ہو جائے تو اس کی وجہ سے جسم میں صفراء محترقہ پیدا ہوتا ہے، ایسے لوگوں کا رنگ مثیلاً ہو جاتا ہے، خصوصاً ان کی آنکھوں کے گردھے، اکثر ان کے ہونٹ بھی سیاہ ہو جاتے ہیں۔ بلغم کثرت سے پیدا ہونا، خون کا رنگ تہی (بھوسے کے رنگ کا) ہونا، جسم کا رنگ سفید اور گچ کے مانند ہونا، جگر کے بارد المزاج ہونے کی دلیل ہے۔ اگر ساتھ ہی بیہوشی بھی ہو تو مرہ سودا طبعی زیادہ پیدا ہوتا ہے، اگر مزاجِ جگر میں رطوبت ہو تو اس کی وجہ خون کا غلبہ ہوتا ہے۔ اگر رطوبت کے ساتھ حرارت نہ ہو تو اس کی علامت یہ ہے کہ بدن میں ترہل (ڈھیلا پن) ہوگا اور اگر رطوبت کی کثرت ہو جائے تو اس سے استسقاء ہو جاتا ہے، جگر کے عروق کشادہ ہوتے ہیں، خصوصاً جب اس میں رطوبت ہو۔ بارد یا بسِ جگر کے عروق برعکس یعنی تنگ ہوتے ہیں، جبکہ ہار یا بسِ جگر کے عروق درمیانی حالت میں ہوتے ہیں۔ بال بھی جگر کے مزاج کی علامت بنتے ہیں، شکم پر بالوں کا ہونا جگر کے مزاجِ جار کی علامت ہے۔ بالوں کی نوعیت سے بھی مزاجِ جگر متعین ہوتا ہے، اگر بال کھردرے، مڑے ہوئے اور سیاہ ہوں تو یہ حرارت و بیہوشی کی علامت ہے، اگر نرم اور سیدھے ہوں تو یہ رطوبت کی علامت ہے، اگر شکم پر بال ہی نہ ہوں تو جگر کے مزاجِ بارد کی علامت ہے، اگر ساتھ ہی شکم نرم بھی ہو تو یہ جگر کے مزاجِ رطب کی علامت ہے۔ اگر شکم خشک ہو تو یہ بیہوشی جگر کی علامت ہے۔

ترکیب جگر کی علامتیں؛ جگر کے مزاج اور افعال سے معلوم ہوتی ہیں۔ جگر کا معتدل مزاج اس کی شکل، وضع کے اعتدال، چھوٹے بڑے ہونے میں متوسط اور جگر کے راستوں کے تنگ و کشادہ ہونے کی درمیانی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ جگر کا مزاج حار و رطب ہونا، جگر کے جسامت میں بڑے اور وریڈوں کے کشادہ ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ بار دیا بس مزاج میں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ حار یا بس یا بار و رطب مزاج کی صورت درمیانی ہے۔ یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ وہ مزاج جو اعضاء کی تخلیق کے وقت حاصل ہوتے ہیں۔ نیز حار اور بار و مزاج بننے ہیں دراصل وہ مزاج طبعی ہیں جو اعضاء کی تخلیق کے وقت حاصل ہوتے ہیں۔ نیز حار اور بار و مزاج بیرونی اسباب یا کسی تدبیر کے نتیجہ میں بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی جسم کی ترکیب سے برودت کا اظہار ہو، اور اس کے جگر کے مزاج کی علامات وہ ہوں جو حرارت کی علامات ہوتی ہیں، مثلاً اس کے عروق کا کشادہ ہونا، ایسی صورت میں اس کا مزاج طبعی اس کے مزاج عرضی کے خلاف ہوگا۔ اگر اس کے برعکس ہو یعنی کسی انسان کے جگر کا مزاج بار دیا بس ہو، جبکہ وہ خود موٹا ہو تو یہ موٹاپا حرارت و رطوبت کی علامت ہے۔

افعال جگر سے بھی ترکیب جگر پر استدلال کیا جاتا ہے، جب جگر کے عروق تنگ ہوں تو سڈہ پیدا کرنے والی غذاؤں کے استعمال کے بغیر سڈوں کی شکایت لاحق ہو جاتی ہے۔ اور جب جگر، معدہ کی نسبت سے چھوٹا ہو اور کوئی ملیں سبب نہ ہو تو ایسی صورت میں پاخانہ ہمیشہ پتلا ہوگا۔ یہ جگر کے چھوٹے ہونے کی قطعی دلیل ہے، کیونکہ چھوٹا جگر، معدہ کے مضم کیے ہوئے کیلوس کو پوری طرح جذب نہیں کر پاتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انگلیوں کا چھوٹا ہونا بھی جگر کے چھوٹے ہونے کی علامت ہے۔ ارسطو کا کہنا ہے کہ جگر کبھی کبھی بائیں جانب بھی ہوتا ہے، لیکن یہ بہت ساذ ہے۔ اگر ایسا ہو تو جگر کی بیماری کی علامات بھی بائیں جانب نمایاں ہوں گی۔

اعضاء رئیسہ کی علاماتِ صحت کا تذکرہ ختم ہو چکا۔ اب ان کے اعضاءِ خادمہ کی علامات کا بیان ہوگا۔

پھیپھڑے پھیپھڑوں کا مزاج معتدل ہوتا ہے تو تنفس نہ عظیم ہوتا ہے نہ صغیر بلکہ درمیانی ہوتا ہے۔ اور پھیپھڑے کو گرم اور سرد ہوا سے تکلیف نہیں پہنچتی، ایسے شخص کی آواز بھی درمیانی ہوتی ہے نہ بلند نہ پست۔ اگر پھیپھڑے کا مزاج حار ہو تو ایسی صورت میں تنفس عظیم ہوگا، گرم ہوا سے تکلیف پہنچے گی اور سرد ہوا سے فرحت محسوس ہوگی، نیز آواز بھی بلند ہوگی۔ اگر پھیپھڑے کا مزاج بار د ہو تو پھر علامات، مذکورہ علامات کے برعکس ہوں گی، یعنی تنفس صغیر ہوگا، آواز بھی پست

ہوگی، اور سرد اشیاء سے تکلیف پہنچے گی۔ پھیپھڑے کے مزاج کے خشک ہونے کی علامت آواز کا صاف ہونا اور بلغم کی کمی ہے، جبکہ رطوبت کی علامات اس کے برعکس ہیں، یعنی آواز کا صاف نہ ہونا اور بلغم کی کثرت۔

پھیپھڑے کے مزاج و افعال سے اس کی ترکیب پر استدلال کیا جاتا ہے، مزاج معتدل ہوگا تو لازمی طور پر ترکیب بھی معتدل ہوگی، یعنی بڑے اور چھوٹے ہونے، مجاری کے تنگ اور کشادہ ہونے میں توازن ہوگا۔ اگر پھیپھڑے کا مزاج گرم ہے تو اس کی جسامت زیادہ اور مجاری کشادہ ہوں گے۔ آواز کا بلند ہونا بھی راستوں کی کشادگی کی علامت ہے۔ پہلے ہم نے بلند آواز کو مزاج کے حار ہونے کی علامت بتایا ہے، جس کا سبب مجاری کا کشادہ ہونا ہے، اور مجاری کا کشادہ ہونا لازمی طور پر حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پھیپھڑے کا مزاج بارد، پھیپھڑے کے چھوٹے ہونے اور راستوں کی تنگی کی علامت ہے، خصوصاً اگر برودت کے ساتھ بوسہ بھی ہو، قلب کا مزاج گرم نہ ہو تو تنفس کی تیزی پھیپھڑے کے چھوٹے ہونے اور راستوں کی تنگی کی علامت ہے۔ سینہ مجنح، سینہ کی شکل کی خرابی ہے۔ اطباء کا قول ہے کہ ایسے سینہ والوں کو پھیپھڑے کے زخم اور اکثر مرض سل ہو جاتا ہے۔

معدہ | معدہ کا مزاج اس کے افعال سے معلوم ہوتا ہے۔ معتدل مزاج معدہ وہ ہے جو اکثر غذاؤں کو ہضم کر لے، بشرطیکہ وہ غیر طبعی نہ ہوں، معدہ میں سوء مزاج کے اعراض میں سے کوئی عرض نہ ہو، بھوک طبعی ہو۔ معدہ کا مزاج حار ہوتا ہے تو لطیف غذائیں ہضم نہیں ہوتیں ان میں دھانیت پیدا ہو جاتی ہے، جبکہ ثقیل غذائیں ہضم ہو جاتی ہیں، نیز بھوک کم ہو جاتی ہے۔ بارد المزاج معدہ میں اس کے برعکس ہوتا ہے، یعنی لطیف غذائیں ہضم ہو جاتی ہیں، اور غلیظ غذائیں ترش ہو جاتی ہیں۔ بھوک بڑھ جاتی ہے۔ معدہ کا مزاج یا بس ہو تو پیاس بڑھ جاتی ہے، لیکن تھوڑا سا پانی پینے سے تشفی ہو جاتی ہے۔ ایسے معدہ والے اگر تھوڑا سا بھی کھانا زیادہ کھالیں تو ان کے معدہ میں حرکت ہونے لگتی ہے۔ پیاس کی کمی اور تر غذاؤں کی طرف رغبت معدہ کے رطب ہونے کی علامت ہے، جبکہ خشک معدہ والے لوگ خشک غذاؤں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ صورت اس وقت ہے جبکہ معدہ کی یہ رطوبت اور بوسہ دونوں طبعی ہوں۔ اگر یہ مزاج عرضی ہو تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے، یعنی خشک مزاج کے معدہ والے چیزوں کی خواہش اور تر مزاج معدہ والے خشک چیزوں کی خواہش رکھتے ہیں۔

سے سینہ مجنح: دونوں شانوں کا پھیپے کی جانب گوشت سے خالی ہونا اور سینہ کا تنگ ہونا۔

معدہ کا جنابت کے لحاظ سے چھوٹے بڑے ہونے میں معتدل ہونے کی علامت یہ ہے کہ ایسا معدہ کم او۔ زیادہ غذا کی درمیانی مقدار کو قبول کرتا ہے۔ اگر معدہ چھوٹا ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ یہ زیادہ غذا کو قبول نہیں کرتا، لیکن تھوڑی تھوڑی مقدار میں غذا استعمال کی جائے تو اچھی طرح ہضم کر لیتا ہے۔ بڑے معدہ میں اس کے برعکس صورت ہوتی ہے۔

فوطے

فوطوں کے افعال اور ان کے اعراض سے فوطوں کا مزاج متعین کیا جاتا ہے۔ اگر انسان کی خواہش جماع میں اعتدال پایا جائے تو یہ فوطوں کے مزاج معتدل کی علامت ہے۔ لیکن اگر جماع کی خواہش زیادہ ہے تو یہ فوطوں کے مزاج حار کی علامت ہے۔ اگر جماع کی خواہش میں زیادتی کے ساتھ برداشت کرنے کی صلاحیت بھی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مزاج میں حرارت کے ساتھ ساتھ رطوبت بھی ہے۔ اطباء کا قول یہ ہے کہ اگر فوطوں کا مزاج حار ہو تو لڑکیوں کی بہ نسبت اولادِ زینہ زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ فوطوں کا مزاج بار د ہو تو علامات برعکس ہوتی ہیں، یعنی اس مزاج کے فوطوں والا شخص جماع میں سست ہوتا ہے، اس کے یہاں لڑکیاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں۔ اگر برودت کے ساتھ بیوست بھی شامل ہو جائے تو فعلِ جماع پر قدرت نہیں رہتی۔ اگر جماع کی خواہش زیادہ ہے اور جماع سے کمزوری لاحق ہوتی ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ مزاج مائل بہ بیوست ہے۔ منی کے اعراض سے بھی فوطوں کے مزاج کا پتہ چلتا ہے۔ اگر منی کمیت و کیفیت میں معتدل ہو تو یہ فوطوں کے معتدل المزاج ہونے کی علامت ہے۔ اگر فوطوں کا مزاج ضرورت سے زیادہ گرم ہے تو منی کی مقدار زیادہ اور منی بہت غلیظ ہوتی ہے۔ اگر فوطوں کا مزاج بار د ہے تو اس کے برعکس ہوتا ہے، یعنی منی کی مقدار کم اور اس میں نضح بھی کم ہوتا ہے۔ بیوست کی بہ نسبت رطوبت، فعلِ جماع کے لیے زیادہ موافق ہے۔ فوطوں کے بال بھی مزاج کی علامت بنتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے دوسرے اعضاء کے سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے۔

اعضاء زینہ میں سے ہر ایک عضو کے حالاتِ صحت کی علامات بیان کی گئیں۔ اسی سے پورے بدن کے مزاج معتدل یا غیر معتدل کو سمجھا جاسکتا ہے۔

معتدل المزاج بدن فرہی اور لاغری میں متوسط ہوتا ہے۔ رنگ سرخ و سفید ہوتا ہے۔ بچپن میں بالوں کا رنگ بھورا کسی قدر سرخی مائل اور جوانی میں بال سیاہ، لیکن زیادہ گھنگھریالے نہیں ہوتے۔

بدن کا ملس حرارت و برودت، نرمی و سختی میں معتدل ہوتا ہے، اس کا اخلاق انتہائی معتدل اور وہ اوسط درجہ کی ذہانت رکھتا ہے۔ مختصراً مذکورہ علامات بدن کے معتدل ہونے کو ظاہر کرتی ہیں۔ انہی علامات سے غیر معتدل بدن کو بھی سمجھا جاسکتا ہے، یعنی افعال و اعراض سے متعلق علامات، مثلاً فریبی و لاغری، رنگ اور بال وغیرہ سے۔ مزید برآں یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ رنگ اور بالوں کی علامات معتدل اقلیم کے لوگوں پر بھی صادق آتی ہیں، اور اگر کسی دوسری اقلیم کے لوگوں کے لیے یہ علامات صحیح بھی ہوں تو یہ اس اقلیم کے لوگوں کی مناسبت سے ہوں گی، لیکن اطباء نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ وسطی یورپ اور حبشہ (افریقہ) کے علاقے کے لوگوں میں معتدل علامات کے بارے میں الگ الگ بتایا جائے۔ رنگ اور بالوں کی علامات قطعی نہیں ہیں، کیونکہ حبشہ کے لوگوں کا رنگ سیاہ اور بال بہت گھنگھریالے ہوتے ہیں۔ اور ان کو مزاجِ حار کی علامت نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بلکہ اس حرارت کو خارجی حرارت کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔ اسی طرح وسطی یورپ اور دوسرے سرد علاقوں کے لوگوں کے بالوں کا سیدھا ہونا بار و مزاج ہونے کی دلیل نہیں ہے، بلکہ ان کا مزاج گرم ہوتا ہے۔ کیونکہ حرارتِ غریزی ان کے اندرون بدن کی طرف منعکس ہوتی ہے، جیسا کہ موسمِ سرما میں ہوتا ہے۔

مختصر اعلاناتِ صحت کا اتنا ہی تذکرہ کافی ہے۔

امراض کی علاماتِ مندرہ

اعلاناتِ مندرہ کی چند قسمیں ہوتی ہیں، بعض علامات ایسی بیماریوں سے ماخوذ ہوتی ہیں جو غالباً اخلاط سے وجود میں آتی ہیں، بعض بدن کے مزاج اور جسم کی استعدادِ مرض سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ بعض دلائل، گذشتہ تدابیر سے بھی ماخوذ ہوتے ہیں، اسی طرح چاروں موسم بھی اپنے اپنے لحاظ سے امراض کے دلائل ہیں، خصوصاً جب ان میں غیر طبیعی تغیرات واقع ہوں۔ یہ علامات کبھی معمولی ہوتی ہیں اور کبھی قوی۔ ان کے درجاتِ آمدہ بیان کیے جائیں گے۔

یہ پہلا بیان ہو چکا ہے کہ جب پورے جسم میں خون کی مقدار اس قدر بڑھ جائے کہ جسم میں تمدد پیدا ہو جائے تو اسے "امتلاء بحسب تجاویع" کہتے ہیں، لیکن اگر مقدار کے ساتھ کیفیت بھی خراب ہو جائے تو اسے "امتلاء بحسب قوہ" کہا جائے گا۔ کیفیت کے خراب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خون بقیہ تین اخلاط میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ اخلاط میں تبدیل ہو جائے۔ اس امتلاء میں خون کی کیفیت خراب ہونے

سے قوت جسمانی میں فعل واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ اس امتلاء میں بھوک ختم ہو جاتی ہے اور حرکات میں گرانی ہوتی ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ تمام افعال نفسانیہ اور طبیعیہ میں گرانی ہو جاتی ہے، لیکن پہلی قسم کے امتلاء (بحسب تجاویف) میں یہ عوارض نہیں ہوتے، اس امتلاء کی علامتیں بھی وہی ہیں جو غلبہ خون کی ہیں۔ دوسرے امتلاء کی علامتیں بقیہ تین اخلاط میں سے کسی ایک یا زیادہ اخلاط کی علامتوں کی طرح ہوتی ہیں۔ مناسب ہے کہ اب تمام اخلاط کی علامتیں علیحدہ علیحدہ بیان کی جائیں، کیونکہ اخلاط بسیطہ کے سمجھنے کے بعد اخلاط مرکبہ خود سمجھ میں آسکتے ہیں۔

کثرت خون کی علامتیں

خون کی زیادتی سے لاحق ہونے والے عوارض یہ ہیں :

نبض عظیم ہونا، امتلاء عروق (خواہ شریانیں ہوں یا وریدیں) سر، آنکھ اور کنپٹیوں کی گرانی، ذہن و حواس کا مکتدر ہونا۔ غرض جسم کی حالت اس "اعیار" کی مانند ہو جانا جو بیرونی سبب سے ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں بدن بھی مٹرخ ہو جاتا ہے، گرم ہوا میں نہ رہنے کے باوجود بدن کا گرم ہونا، نیند میں غرق رہنا (کثرت خون کے باعث خواب میں مٹرخ چیزوں کا دیکھنا، جیسا کہ جالیٹوس نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ خون کے تالاب میں کھڑا ہے۔ اس شخص میں غلبہ خون کی علامتیں موجود تھیں، اس لیے جالیٹوس نے اس شخص کو فصد کھلوانے کا مشورہ دیا۔ پھر وہ شخص بعض ایسے طبیبوں کے پاس گیا جو ارسطو طیبس کے نظریہ کے پیرو تھے اور فصد کے مخالف تھے۔ ان اطباء نے اس شخص کو ورزش کا مشورہ دیا۔ جب اس نے ورزش شروع کی، اور اس کے اخلاط پگھلنے لگے تو وہ مر گیا۔ امتلاء خون سے کبھی ناک سے خون کے قطرات ٹپکنے لگتے ہیں، نیز منورہوں سے خون رستا ہے۔ ارسطو کا قول ہے کہ خون جب فاسد ہو جاتا ہے تو ناک یا مقعد کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پھوڑے، پھنسیاں، پیشاب کا گارٹھاپن، منہ کا ذائقہ میٹھا ہونا، یہ سب غلبہ خون کی علامتیں ہیں۔

اطباء کا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص فصد کا عادی ہو چکا ہے تو اس کے فصد کے مقام پر فخرش ہونے لگتی ہے۔ مزاج، تدبیر اور ہوا سے غلبہ خون کی علامتیں اس وقت اخذ کی سکتی ہیں جب یہ تینوں چیزیں غلبہ خون سے موافقت رکھتی ہیں، مثلاً جوانی کی عمر، غلبہ خون کی تدابیر مثلاً شراب اور گوشت کا متواتر استعمال، اور موسم بہار، لیکن ان علامتوں سے غلبہ خون ہونا لازم نہیں ہے، کیونکہ کبھی نفس مزاج، خون پیدا کرتا ہے، خواہ موسم بہار، عالم شباب اور دیگر خون پیدا کرنے والی تدابیر ہوں یا

نہ ہوں۔ اگرچہ تدابیر قوی ترین سبب ہیں، لیکن غلبہ خون کی قطعی علامتیں وہ عوارض ہیں جو غلبہ خون کے ساتھ ضرور ہوتے ہیں۔

غلبہ صفرا کی علامتیں

سریع و متواتر نبض، رقیق و ناری پیشاب، صفراوی تے، ایسا اسپہال جس سے چھین کا احساس ہو، کڑوا ذائقہ، پیس کی شدت، زبان کی خشکی اور کھردرا پن، زرد رنگت اور کبھی کبھی آنکھ کے سفید حصہ میں پیلا پن ہو جاتا ہے، جیسے ابتدائی یرقان میں، مزید برآں اگر موسم گرما، سن شباب، گرم و خشک غذاؤں کا استعمال، زیادہ ورزش یا لوہاری وغیرہ جیسے گرم پیتے بھی ہوں تو غلبہ صفرا میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

غلبہ سوداء کی علامتیں

پیشاب کا سیاہ، سُرخ، مٹیالا یا سبز ہونا، معدہ میں جلن کا احساس، جوع الکلب کا ہیجان، مٹیالا رنگ، آنکھ کے حلقوں کی سیاہی اور فصد کھولنے پر سیاہ خون کا نکلنا جس میں زیادہ ٹھٹکیاں ہوں۔ اکثر ایسے لوگ ورم طحال کے مریض ہوتے ہیں۔ مزید برآں اگر موسم خریف، خلط سوداء کی طرف مائل مزاج، اور غذا میں بھی ہوں تو بدن پر خلط سوداء کا غلبہ یقینی ہے۔ خلط سوداء پیدا کرنے والے مزاج بار دیا بس یا ہار یا بس ہوتے ہیں، چنانچہ موٹے، گورے اور کم بال والوں میں یہ خلط کم، اور لاغروں میں زیادہ ہوتی ہے۔ بہتی سیاہ اور خراب پھوڑے اس خلط کے غلبہ کی قطعی علامتیں ہیں۔

غلبہ بلغم کی علامتیں

سفید پیشاب، لیکن، متفاوت اور صغیر نبض، بدن کا ڈھیلا پن، کسل اور نیند کا غلبہ، غذا کا دیر سے ہضم ہونا، پیاس کی کمی، لیس دار اور زیادہ مقدار میں تھوک، مزید برآں اگر مزاج، موسم اور غذا و تدبیر بھی موافق بلغم رہی ہوں تو قطعی غلبہ بلغم ہے، مثلاً بڑھاپے کا مزاج، سردی کا موسم، آرام طلبی، خوش عیسیٰ اور سرد و تر غذاؤں کا بہ کثرت استعمال۔ خواب دیکھنا بھی غلبہ اخلاط کی علامت ہے جیسا کہ صفراوی مزاج لوگ اکثر خواب میں آگ یا دوسری سُرخ چیزیں دیکھتے ہیں۔ غلبہ سوداء کے مریض خوف و دہشت کے خواب دیکھتے ہیں۔ غلبہ بلغم والے بارش اور دریا وغیرہ دیکھتے ہیں، اور اپنے آپ کو ٹھنڈی ہوا اور

ٹھنڈے پانی میں محسوس کرتے ہیں۔

ہر خلط کے غلبہ کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں وہ ان بیماریوں کی علامتیں بھی ہیں جو ایک یا زیادہ اخلاط سے پیدا ہوتی ہیں۔ اعیاء (اعضاء مشکئی) جو بدن میں بغیر کسی وجہ کے ظاہر ہو وہ ایک یا زیادہ اخلاط کے سبب سے ہی پیدا ہوتا ہے، لیکن اعیاء تمددی اور اعیاء ورنی میں خون کا غلبہ رہتا ہے، جبکہ اعیاء قروچی میں مقدار کے غلبہ سے زیادہ، کیفیت کی خرابی ہوتی ہے۔

اب ہم ہوا کے وہ تغیرات بیان کریں گے جو پیدا ہونے والی بیماریوں کا پتہ دیتے ہیں۔ ان تغیرات کا علم تجربہ سے ہوتا ہے، صرف دلائل کے ذریعہ ان کی پوری واقفیت تقریباً ناممکن ہے۔ لہذا ہم قدماء کے مشاہدات کے ذریعہ ان تغیرات کو بیان کریں گے، اور اس کے بعد ان کے مختلف اسباب پر روشنی ڈالی جائے گی۔

قول بقراط "موسم سرما میں جب ہوائے شمالی چلے اور بارش بالکل نہ ہو، نیز موسم بہار میں ہوائے جنوبی چلے اور بارش ہو تو موسم گرما میں آشوب چشم تیز بخار اور اسہالِ خونی کی بیماریاں پیدا ہوں گی۔ یہ بیماریاں اکثر رطب مزاج والوں کو لاحق ہوتی ہے، مثلاً عورتیں اور بچے۔"

ان بیماریوں کے پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ جب موسم سرما خشک ہوتا ہے تو لوگوں میں اخلاطِ یابسہ پیدا ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موسم خریف میں جو اخلاطِ محترقہ پیدا ہوتے ہیں وہ ایسے موسم گرما میں برودت و رطوبت کی طرف منتقل نہیں ہوتے، بلکہ ان کا مزاج، خریف میں عارض ہونے والے مزاج سے نصف درجہ پر ہوتا ہے۔ جب موسم بہار زیادہ مرطوب ہو جاتا ہے تو متضاد اخلاط جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب موسم گرما آتا ہے تو عارضی رطوبات ان اخلاط میں عفونت پیدا کر دیتی ہیں۔ اخلاط میں تبدیلی سے جو حرارتِ عفونیہ پیدا ہوگی وہ زیادہ عا د اور غیر معتدل ہوگی۔ چنانچہ ایسے اخلاط سے تیز بخار ہوتا ہے، کیونکہ ان اخلاط کا مزاج بگڑ جاتا ہے۔

بقراط کے مذکورہ قول کی رو سے ان اخلاط سے اسہالِ خونی اور آشوب چشم بھی ہوگا۔ یہ امراض ان لوگوں کو لاحق ہوتے ہیں جن کے مزاج رطب ہیں، کیونکہ ایسے لوگ گرم ہواؤں کا تاثر جلد قبول کر لیتے ہیں۔ بقراط کے بوسست کو ہوائے شمالی اور رطوبت کو ہوائے جنوبی کی طرف منسوب کرنے کا سبب ان ہواؤں کے مزاج ہیں۔ ان مزاجوں کے اسباب دوسری جگہ بیان کر دیے گئے ہیں۔

بقراط نے یہ بھی کہا ہے کہ مندرجہ بالا موسموں میں نجم الکلب کے طلوع ہونے کے بعد اگر بارش کے ساتھ

سے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ نجم الکلب کون سا ستارہ ہے۔

سردی ہو، اور شمالی ہوائیں بدستور چلتی رہیں تو یہ بیماریاں اعتدال پر رہیں گی۔ کیونکہ ٹھنڈی ہوائیں اور بارش موسم گرما میں ٹھنڈک پیدا کر دیتی ہیں، باوجودیکہ شمالی ہوائیں خشک ہیں، لیکن ان میں بھی برودت کا اثر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ٹھنڈی ہوائیں عفونت کم ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ بقراط نے مذکورہ موسموں میں جن بیماریوں کا ذکر کیا ہے ان کا اہم سبب ہواؤں کا مزاجی تغیر ہے۔ اخلاط کے نفع اور اعتدال کے لیے موسموں کے مختلف مزاج بناتے گئے ہیں، مثلاً موسم سرما کی رطوبت و برودت، موسم خریف و گرما کی بوسمت و حرارت کی اصلاح کرتی ہے، لیکن جب موسم سرما خشک ہو تو یہ اخلاط جوں کے توں رہتے ہیں، اور موسم بہار کی رطوبت سے ان کی اصلاح نہیں ہونے پاتی، کیونکہ یہ رطوبت بے موسم ہوتی ہے۔ اور اس رطوبت سے موسم گرما کی حرارت بلا واسطہ مل جاتی ہے، جس کے سبب سے مذکورہ بیماریاں ہو جاتی ہیں، لیکن موسم سرما کی رطوبت، موسم گرما کی حرارت سے بالواسطہ ملتی ہے، یعنی موسم بہار کی حرارت کے ذریعہ، اس لیے موسم گرما آنے تک یہ رطوبت خشک ہو جاتی ہے، اور جسم پر موسم گرما کی حرارت اتنا خراب اثر نہیں ڈالتی۔

قول بقراط ”جب موسم سرما میں تیز جنوبی ہوائیں بارش کے ساتھ چلیں، اور موسم بہار میں شمالی ہوائیں چلیں اور بارش نہ ہو تو اسہالِ خونی اور آشوبِ چشم یا بس پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے موسم میں بوڑھوں کو نزلہ، سکتہ اور فالج وغیرہ ہو جاتا ہے۔ نیز حاملہ کو اکثر اسقاط کی شکایت ہو جاتی ہے۔“ اس طرح کے موسم میں نزلہ، سکتہ اور فالج پیدا ہونا تعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ موسم سرما میں دماغ ضرورت سے زیادہ مرطوب ہو جاتا ہے، پھر جب موسم بہار میں برودت ہوتی ہے (جبکہ موسم بہار میں اخلاط جوش اور حرکت میں ہوتے ہیں۔ غرضیکہ اس موسم کا مزاج اس کے مزاجِ طبیعی کے خلاف ہوتا ہے) تو اخلاط میں برودت و رطوبت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے اس قسم کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

یہاں یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ مذکورہ قسم کے موسم سرما میں ایسے امراض بدرجہ اولیٰ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ موسم سرما میں اخلاط منجمد اور غیر متحرک ہوتے ہیں، اور موسم بہار میں حرارت کی وجہ سے متحرک ہو جاتے ہیں۔ جب موسم بہار زیادہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو اس قسم کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اسہالِ خونی سے مراد آنتوں کی خراش ہے جو نزلہ سے عارض ہوتی ہے۔ اس قسم کی موسمی خرابی عورتوں میں اسقاطِ حمل پیدا کرتی ہے، کیونکہ رحم میں زیادتی رطوبت، رحم کی قوتِ ماسکہ کو کمزور کر دیتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خرابی موسم کا ضرر نفس جنین میں پہنچے، کیونکہ جب ایسی عورتوں کے بدن میں رطوبت

کی زیادتی ہوگی، اور موسم بہار کی ٹھنڈک اپنا اثر کرے گی تو جو عوارض لوگوں کو بیرونی اسباب سے لاحق ہو۔ تب ہی جنین کو بوں گے، بلکہ کمزوری کی وجہ سے جنین میں زیادہ امکان ہے، جبکہ جنین کے مزاج میں رطوبت بھی ہوتی ہے۔ اس عارضہ سے جنین کی موت ہو سکتی ہے۔

قول بقراط ”اگر موسم گرما میں کم بارش ہو اور موسم خریف میں زیادہ گرمی ہو اور بارش بھی ہو، اور ہوائے جنوبی چلے تو موسم سرما میں شدید دردِ سر، کھانسی، گلابیٹھنے اور

زکام کے امراض لاحق ہوں گے۔ بعض لوگوں کو مرضِ سل لاحق ہو جاتا ہے۔ ان امراض کے پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ ایسے موسم خریف میں سر میں فضلات اکٹھا ہو جاتے ہیں، اور موسم سرما کے آنے پر یہ فضلات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اور ان فضلات میں نضج نہ ہونے کے باعث یہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ فضلات جب سر میں ہوتے ہیں تو دردِ سر پیدا کر دیتے ہیں، جب نیچے گرتے ہیں تو کھانسی، گلابیٹھنے اور زکام کے امراض ہو جاتے ہیں۔ جب یہ فضلات پھیپھڑے میں زخم پیدا کرتے ہیں تو مرضِ سل ہو جاتا ہے۔

قول بقراط ”خشک موسم خریف میں جب شمالی ہوائیں چلتی ہیں تو صفاوی مزاج والوں میں آشوبِ چشم یا بس، تیز بخار اور وسواسِ سوداوی کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔“ اس

موسم کے مزاج کے پیش نظر اس طرح کے امراض بعید نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ شدتِ یوست سے ہی سوداوی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ تیز بخار سے یہاں سوداوی بخار مراد ہیں، اور سوداوی اخلاط کے آنکھوں کی طرف گرنے سے آشوبِ چشم عارض ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بقراط نے اسے آشوبِ چشم یا بس کے نام سے یاد کیا ہے۔

قول بقراط ”بارش کی زیادتی سے جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں وہ یہ ہیں: (۱) طویل بخار، (۲) اسہال، (۳) مرگی، (۴) سکتہ، (۵) ذبحہ۔ بارش کم ہونے سے جسمانی صحت

قائم رہتی ہے۔“ دراصل رطوبت کی کثرت سے حرارتِ غریزی مغلوب ہو جاتی ہے، جس کے سبب یہ سارے امراض وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ بقراط کا یہ کہنا کہ خشک ہوائے جسمانی صحت قائم رہتی ہے، کوئی عام ضابطہ نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خشک ہوائے جسمانی صحت اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک یوست کی زیادتی نہ ہو، کیونکہ یوست کی زیادتی بجائے خود اپنے مزاج کے اعتبار سے

سہ ذبحہ و دردِ گرم جو فضلات و طعم کے اس جانب ہو جہر سے نکلا جاتا ہے۔

بیماریاں پیدا کر سکتی ہے۔ چنانچہ خود بقراط نے زیادہ گرم موسم کے بارے میں کہا ہے کہ جب اس موسم میں بارش بالکل نہ ہوگی تو گرم بخار عارض ہوگا۔

بقراط کہتا ہے کہ ہوائے معتدل وہ ہے کہ موسم خریف میں اوسط درجہ کی بارش ہوتی رہے۔ جب ہوا کسی ایک کیفیت میں زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کے مطابق بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جو ہر ہوا کے متعفن ہونے سے و بانی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اور موسم گرما میں بارش کی زیادتی سے ہوا متعفن ہو ہی جاتی ہے۔ جیسا کہ شہر قرابون کے احوال میں بقراط کہتا ہے۔ ”اس شہر میں موسم گرما میں خوب بارش ہوتی اور پورے موسم بارش ہوتی رہی، جس کے نتیجہ میں وہاں کے باشندوں میں سخت خارش اور نہایت خراب پھنسیاں پیدا ہو گئیں اور شدت مرض سے بعضوں کے ہاتھ پیر کٹ کر گر گئے۔“ کبھی ہوائے و بانی اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ پانی میں مردار اور سڑی ہوئی چیزوں سے اٹھنے والے متعفن بخارات جو ہر ہوا میں مل جاتے ہیں اور و بانی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ نیز پانی اور غذا کی خرابی سے و بانی امراض پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ قحط زدہ علاقوں میں دیکھا گیا ہے۔ ہوائے و بانی کی بیماریاں موت کا پیغام لاتی ہیں، کیونکہ ہوا کی عفونت قلب پر اثر انداز ہوتی ہے، اس لیے و بانی بخاروں میں خراب عوارض، سوز و تنفس وغیرہ لاحق ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ ایسے مریضوں میں بخار زیادہ نہیں ہوتا، اور نہ انہیں سوز مزاج کے غلبہ سے زیادہ تکلیف کا احساس ہوتا ہے کیونکہ سوز مزاج مختلف تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔

و بانی زمانے میں ہر شخص کو و بانہیں پکڑتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جن لوگوں میں مرض کی قبولیت کی استعداد ہوتی ہے، بیماری ان کو ہی پکڑتی ہے۔ جب موسم طبعی حالت پر ہوں تو موسمی امراض پیدا نہیں ہوتے۔ اگرچہ ہر موسم کے مزاج کے مطابق مخصوص بیماریاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً موسم بہار میں دہوی امراض موسم سرما میں بلغمی بیماریاں، موسم گرما میں صفراوی اور خریف میں سوداوی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگرچہ موسم بہار میں بالعرض سوداوی بیماریاں ہوتی ہیں، مثلاً سواس سوداوی، جنون، داد، سہق، مرگی اور اوجاع مفاصل۔ اس کا سبب یہ ہے کہ موسم بہار میں بدن کے اخلاط حرکت و جوش میں ہوتے ہیں۔ اور جو کیفیت نباتات کی رطوبات میں عارض ہوتی ہے، وہی کیفیت اس موسم میں حیوانات کے اخلاط میں عارض ہوتی ہے۔ و بانی ہواؤں کے سلسلہ میں مذکورہ بیان مختصر ہونے کے باوجود کافی ہے۔ اب ہمیں کچھ ایسے چھوٹے چھوٹے امراض کا تذکرہ کرنا ہے جو مذکورہ بڑی بیماریوں کا پیش خیمہ کہے جاسکتے ہیں۔ اس کے بعد طبیعت مرض اور اسباب مرض پر دلیل بننے والی علامتوں کا تذکرہ کیا جائے گا۔

نہیں طب میں ان علامتوں کی بڑی اہمیت ہے۔

دائمی درد سر اور شقیقہ سے نزول المار (موتیا بند) اور انتشار کا اندیشہ ہوتا ہے۔ چہرے کی جلد کا مسلسل پھڑکنا لقوہ کا اندیشہ ظاہر کرتا ہے۔ جسم کے کسی بھی حصہ کا پھڑکنا تشنج رطب کی خبر دیتا ہے۔ کسی عضو کا سُن ہو جانا فالج کے پیدا ہونے کی خبر دیتا ہے۔ چہرے اور آنکھوں کی سُرخی، آنکھوں میں سُرخ رگوں کے ڈورے، آنکھوں سے پانی گرنا، روشنی سے نفرت اور شدید درد سر سے ورم گرم دماغی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کابوس اور دوران سر اگر جڑ پکڑ لیں تو مرگی کا اندیشہ ہے۔ بلا سبب برابر غمگین رہنے سے مایخولیا ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کے سامنے مچھر یا بال کا گمان ہونا، بغیر معدہ کی خرابی کے، نزول المار کی خبر دیتا ہے۔ متواتر نزولوں سے بل کا اندیشہ ہوتا ہے۔ زیادہ پسینہ امتلاء مادہ کی دلیل ہے۔ مسلسل شدید خفقان اچانک موت کا اندیشہ ظاہر کرتا ہے۔ زیادہ امتلاء مادہ سے نفث الدم، سکتہ اور اچانک موت کا اندیشہ ہے۔ حواس کا مکدر ہونا، جسمانی حرکات کا ضعف اور امتلاء، سکتہ کا اندیشہ ظاہر کرتے ہیں۔ داہنی جانب چھوٹی پسلیوں میں چبھن، گرانی اور کھنچاؤ، گلگہ کی خرابی کو ظاہر کرتے ہیں۔ پاخانہ کا زیادہ زرد ہونا، برفان کی خبر دیتا ہے۔ چہرے کا تہج اور پپوٹوں اور ہاتھ پاؤں کے اورام، استسقا کا اندیشہ ظاہر کرتے ہیں۔ براؤ کا زیادہ بدبودار ہونا، بد، مضنی اور کثافت کی دلیل ہے۔ پیشاب کے زیادہ بدبودار ہونے سے عفونت اور بخار کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بیرونی سبب کے بغیر اعضاء شکنی اور جھوک کا فقدان بخار کا اندیشہ ظاہر کرتے ہیں۔ جھوک بند ہونا، متلی اور نفخ معدہ، قویج کا اندیشہ ظاہر کرتے ہیں۔ کوکھ میں اور شکم کے نیچے گرانی اور کھنچاؤ اور بدن کی حالت کا متغیر ہونا، گردوں کی بیماری کا اندیشہ ظاہر کرتے ہیں۔ پیشاب میں مستقل جلن ہونے سے قضیب اور مثانہ میں زخم ہو سکتے ہیں۔ جس اسہال سے مقعد میں جلن پیدا ہو اس سے آنتوں میں خراش بھی ہو سکتی ہے۔ مقعد کی خراش، اندرونی چھوٹے کیڑوں کے بغیر، بواسیر کے پیدا ہونے کا اندیشہ ظاہر کرتی ہے۔ ذہل کی زیادتی سے بڑے پھوڑے ہو سکتے ہیں۔ سلع (بتوڑی) زیادہ ہونے سے دبیلہ (اوندھا پھوڑا) کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بہت سے برس کا اندیشہ ہوتا ہے۔ چہرے کی زیادہ سُرخی، سانس کی تنگی اور آواز بیٹھنے سے جذام کا اندیشہ ہوتا ہے۔

المختصر بدن کے احوال کا تغیر، مرض کے پیدا ہونے کی علامت ہے۔ مثلاً جھوک کی کمی اور زیادتی،

انتشار: طبقہ عنیبہ کا اپنی طبیسی حالت سے زیادہ کشادہ ہونا۔

بدن کے فضلات کی کثرت یا کمی، نیند کی زیادتی یا کمی اور دیگر عوارض کا لاحق ہونا۔

علاماتِ امراض

مندرجہ ذیل علامتیں جو اندرونی اعضاء سے متعلق ہیں، نفسِ امراض، امراض کے اسباب یا عضو مرض میں سے کسی ایک یا سب پر دلیل ہیں۔ ان کے برخلاف بیرونی اعضاء کی بیماریوں کی علامتیں صرف اسباب پر دلیل بنتی ہیں، کیونکہ یہ بیماریاں نظر سے محسوس ہوتی ہیں۔ یہ تمام علامتیں وہ اعراض ہیں جو افعال و انفعالات نفسانیہ میں ظاہر ہوتے یا ان سے لازم آتے ہیں۔ ان میں دو قسم کی علامتیں اکثر امراض میں دیکھی جاتی ہیں، یعنی نبض اور بول، جن کا تذکرہ پہلے کیے جانے کے لائق ہے۔ ان کے بعد وہ علامتیں بیان کی جائیں گی جو مختلف امراض کے ساتھ مخصوص ہیں۔ نبض قلب کی حالت پر دلیل بنتی ہے، جو تمام اعضاء کا مشارک ہے۔ بول اس بات کی دلیل ہے کہ جگر اور عروق میں کس قدر طبع ہوا ہے۔ چنانچہ بول اعضاء قوتِ غاذیہ کے امراض کی کامل دلیل ہے۔ نبض چونکہ اعلیٰ علامت ہے، اس لیے مناسب ہے کہ بول سے بھی پہلے نبض کا بیان کیا جائے۔

نبض

نبض دو حرکتوں اور دو سکونوں سے مرکب ہے، یعنی حرکتِ انقباضی اور حرکتِ انبساطی۔ ان دونوں حرکتوں کے درمیان دو سکون ہیں۔ ظاہر ہے کہ دو حرکتوں کے درمیان سکون لازمی طور پر ہوتا ہے۔ ماہرینِ اطباء دونوں سکونوں کا ادراک بخوبی کر لیتے ہیں۔ خاص طور پر انقباض کے بعد والے سکون کا، انبساط کے بعد والے سکون کو نا تجربہ کار اطباء بھی محسوس کر سکتے ہیں۔

جملہ اعراض ان دو حرکتوں یا دو سکونوں میں کمی بیشی سے لاحق ہوتے ہیں۔ نبض کی استدائی جنسیں سات ہیں۔ (۱) مقدار انبساط، (۲) مقدار زمانہ حرکت، (۳) مقدار قوتِ محسوسہ، (۴) زمانہ سکون، (۵) دونوں سکونوں کو دونوں حرکتوں پر قیاس کرنا، (۶) نبض کا اختلاف، استوار اور تشابہہ، (۷) انتظام اور عدم انتظام۔

بعض اطباء مذکورہ اجناس کے علاوہ تین اور جنسوں کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ (۱) جرم شریان کا حاوی ہونا، (۲) جرم شریان کی کیفیت، (۳) قوام جرم شریان۔ لیکن نبض چونکہ حرکت و سکون کے مجموعہ کا نام ہے، اس لیے یہ تینوں اجناس نبض کے ساتھ بحیثیت حرکت و سکون مخصوص نہیں ہیں۔ بہر حال ان تینوں

اجناس کی انواع اور ہر نوع کے اسباب بیان کیے جائیں گے، کیونکہ اسبابِ فاعلہ، امراض کے دلائل ہیں۔ اس لیے جب امراض کی نوع یا جنس کسی سببِ خاص سے متعلق ہوگی تو لازمی طور پر مرض کی اس نوع یا جنس کے وجود پر دلیل بنے گی، اور جو مرض ایک سے زیادہ اسباب سے ہوتا ہے اس میں صرف ایک سبب دلیل نہیں بنتا ہے، بلکہ مزید دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً نبضِ نمئی تپِ دق کی قطعی دلیل ہے، اور اس بخار میں ضرور ہوتی ہے۔ لیکن نبضِ مختلف تپِ عفونی اور دردمِ معدہ دونوں میں پائی جاتی ہے، اس لیے دوسری دلیل کو ملائے بغیر تپِ عفونی کی قطعی دلیل نہیں بنے گی۔ دوسری دلیل کبھی کوئی خاص جنس نبض اور کبھی کوئی دوسری چیز ہوتی ہے۔ اسی لیے اطباء اسبابِ نبض بیان کرنے کے بعد ہر مرض کی مخصوص نبض بھی بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ اکثر نبض مرکب بھی ہوتی ہے۔ مثلاً اورامِ حارہ کی نبض صغیر، سریع، متواتر مختلف اور منتشر ہوتی ہے۔ اس قسم کے امراض کی نبض خاص مرکب ہی ہوتی ہے۔ کبھی نبض کسی مرض کی قطعی دلیل اس وقت ہوتی ہے جبکہ اس کے ساتھ دوسری علامتیں بھی موجود ہوں، مثلاً اگر جسم میں کافی حرارت کے ساتھ فمِ معدہ میں چھن اور دردم نہ ہو تو تپِ عفونی کی قطعی دلیل ہے۔

نبض کے ذریعہ عمومی طریقہ استدلال بیان کرنے کے بعد اب نبض کی قسمیں اور ان کے اسباب بیان کیے جائیں گے۔

جنسِ مقدارِ انبساط کی قسمیں یہ ہیں۔ (۱) نبض کبیر و صغیر و معتدل، (۲) نبض طویل و قصیر و معتدل، (۳) نبض عریض و دقیق و معتدل، (۴) نبض شاخص و غائر و معتدل۔

نبض کبیر (عظیم) وہ ہے کہ طول، عرض اور عمق تینوں میں شریان زیادہ پھیلے۔ نبض صغیر اس کے برعکس ہے، اور نبض معتدل ان دونوں کے درمیان ہے۔

نبض طویل وہ ہے کہ عرض و عمق سے زیادہ طول میں اس قدر پھیلے کہ چھونے والے کی چونتی انگلی سے بھی تجاوز کر جائے۔ نبض قصیر اس کے برعکس ہے، اور معتدل ان دونوں کے درمیان ہے۔

نبض عریض وہ ہے کہ تمام سمتوں سے زیادہ عرض میں پھیلے۔ نبض دقیق اس کے برعکس اور معتدل ان دونوں کے درمیان ہے۔

نبض شاخص وہ ہے کہ عمق میں زیادہ پھیلے۔ نبض غائر اس کے برعکس اور معتدل ان دونوں کے درمیان ہے۔

کبھی یہ قسمیں ایک دوسرے کے ساتھ مرکب ہوتی ہیں، لیکن ایسی نبضوں کا محسوس کرنا مشکل ہے،

اکثر محض تذکرہ پر اکتفا کر لیا جاتا ہے۔

جنس زمانہ حرکت کی قسمیں یہ ہیں۔ (۱) نبض سریع، (۲) نبض بطی، (۳) نبض معتدل۔
جنس مقدار قوت کی قسمیں یہ ہیں۔ (۱) نبض قوی۔ وہ نبض جو انگلیوں میں شدید ٹھوکر لگاتی ہے۔ اس کے برعکس نبض ضعیف، اور معتدل ان دونوں کے درمیان ہے۔

جنس زمانہ سکون کی قسمیں یہ ہیں۔ (۱) نبض متواتر، (۲) نبض متفاوت، (۳) نبض معتدل، جو ان دونوں کے درمیان ہے۔

جالیئوس کہتا ہے کہ — ”متواتر وہ نبض ہے کہ انقباض کے بعد کا زمانہ سکون تھوڑا ہو، نبض متفاوت اس کے برعکس اور معتدل ان دونوں کے درمیان ہے۔“

ان نبضوں کو وہی لوگ محسوس کرتے ہیں جو انقباض کے بعد والے سکون کو محسوس کرتے ہیں۔ ان کا ادراک مشکل ہے، صرف ماہرین اطباء ہی اس کو محسوس کرتے ہیں۔ چونکہ مہارت فن اور ذکاوت میں سب برابر نہیں ہوتے، اس لیے نبض کا ادراک بھی حسب مہارت فن اور ذکاوت ہوتا ہے۔ جو لوگ انقباض کے بعد والے سکون کا ادراک نہیں رکھتے وہ نبض سریع اور نبض متواتر میں امتیاز نہیں کر پاتے۔ پانچویں جنس (چار زمانوں کے درمیان قیاس کرنا) کی قسمیں یہ ہیں۔ (۱) نبض معتدل الوزن، (۲) نبض غیر معتدل الوزن۔ معتدل الوزن وہ ہے کہ دونوں حرکتوں، دونوں سکونوں اور حرکت و سکون کے زمانے ایک دوسرے کے لحاظ سے طبعی حالت پر ہوں۔ یہ قیاسات اور نسبتیں؛ موسم، عمر اور مزاج کے اختلافات سے مختلف ہوتی ہیں۔ جالیئوس کے خیال میں طبعی نسبتیں ہمیشہ نغموں کی نسبتوں میں سے ایک نسبت پر یعنی دو گنے اور نصف کی نسبت پر ہوتی ہیں۔ اس کا خیال یہ ہے کہ نبض میں محسوس ہونے والی سب سے چھوٹی نسبت زائد کی چوتھائی سے نسبت ہے۔

جالیئوس کا یہ قول عجیب ہے، کیونکہ نبض میں ان نسبتوں کا ادراک بعید معلوم ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ نغموں میں بُعدِ رخی کو بھی محسوس کر لیتے ہیں، کیونکہ نغمات میں اتار چڑھاؤ کی مدت زائد ہوتی ہے۔ بُعدِ رخی یہ ہے کہ ۳۶ سے ایک جزو زائد ہو، لیکن نبض کے زمانوں میں ان قیاسات کی مدت مختصر ہوتی ہے۔ نیز انقباض کے بعد والے سکون کو محسوس کرنا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ شریان گوشت کے اندر ہوتی ہے۔ اسی لیے نبض دیکھنے کے لیے وہی شریان منتخب کی گئی ہے جو پھیلی ہوئی ہے، یہ مبداء کے قریب بھی ہوتی ہے، اور اطباء ان ہی شریانوں کو مس کرتے ہیں جو پھیلی ہوئی ہیں۔

نبض متشابہہ اور نبض مختلف کی جنس گذشتہ تمام اجناس سے متعلق ہے۔ کیونکہ نبض متشابہہ کا

مفہوم یہ ہے کہ جیسی نبض پہلے دیکھی گئی تھی وہی نبض بعد میں بھی دیکھی جائے۔ مثلاً اگر پہلے نبض عظیم تھی تو بعد تک نبض عظیم ہی رہے۔ اسی طرح نبض سریع، نبض متفاوت اور نبض بطی اپنے سابق حالات پر قائم رہیں۔ مطلقاً نبض متشابہہ وہ ہے جو نبض کی تمام اجناس کے مشابہہ ہو۔ نبض مختلف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک سے زیادہ نبضوں میں اختلاف ہو، دوسری یہ کہ ایک ہی نبض میں اختلاف ہو۔ نبض مختلف کبھی منظم ہوتی ہے، یعنی اختلاف محدود درجوں میں محفوظ ہوتا ہے، اور کبھی غیر منظم ہوتی ہے، یعنی اختلاف محفوظ نہیں ہوتا۔ نبض کے انواع مرکبہ کی معلومات سے نبض مختلف کے انواع بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔ نبض مرکب کے مشہور انواع بعد میں بیان کیے جائیں گے۔

کیفیت شریان والی جنس کی تین قسمیں ہیں، نبض حار، نبض بارد اور نبض معتدل۔ قوام شریان والی جنس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ نبض لین، نبض صلب اور نبض معتدل۔ شریان کے اندر پائی جانے والی جنس کی تین قسمیں ہیں۔ نبض ممتلی، نبض فارغ اور نبض معتدل۔

نبض مرکب کی چند مشہور قسمیں یہ ہیں۔ (۱) نبض غزالی: یہ وہ نبض ہے کہ جس کی ایک حرکت میں سرعت و بطوء کا اختلاف ہوتا ہے۔ اس نبض میں شریان کی حرکت پہلے تیز ہوتی ہے، پھر ٹھہر کر تیزی سے اپنی حرکت پوری کرتی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی حرکت غزال (ہرن) کے اچھلنے کے مشابہہ ہے۔ (۲) نبض ذنب الفارہ: یہ وہ نبض ہے کہ آخری حرکت تک اختلاف ہوتا رہتا ہے، یا زیادتی سے آہستہ آہستہ کمی کی طرف آتی ہے، یا کمی سے آہستہ آہستہ زیادتی ہو جاتی ہے۔ یہ کمی یا زیادتی کبھی منظم اور کبھی غیر منظم ہوتی ہے۔ اس نبض کے اختلاف کی ایک صورت وہ اختلاف ہے جو عظم و صغیر کے اعتبار سے اور کبھی کبھی دوسرے اجناس کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ (۳) نبض موجی: شریانوں کے اجزاء کے عظیم و صغیر ہونے یا بلندی اور گہرائی میں ہونے، یا پتلے اور چوڑے ہونے یا مقدم و موخر ہونے میں یہ نبض مختلف ہوتی ہے۔ نبض کی یہ قسم لیتن ہونے میں نبض صغیر کے قریب ہوتی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی حرکت موج کی طرح ہوتی ہے۔ (۴) نبض دودی: یہ نبض موجی کی طرح ہوتی ہے، لیکن اس سے زیادہ صغیر اور متواتر ہوتی ہے۔ (۵) نبض نملی: یہ نبض نملی اور نبض دودی دونوں سے زیادہ صغیر اور متواتر ہوتی ہے۔ (۶) نبض منشاری: شریان کے اجزاء کے مختلف ہونے میں نبض موجی کے مشابہہ ہے، لیکن یہ نبض صلب ہوتی ہے۔ (۷) نبض ذوالشرعتین: یہ نبض کبھی ایک حرکت میں مختلف ہوتی ہے یعنی منقطع ہو کر پھر لوٹ آتی ہے اور کبھی دو نبضوں کے درمیان ایسا سکون ہوتا ہے جو طبعی حالت میں نہیں ہونا چاہیے۔ (۸) نبض مرتعد: اس نبض کی حرکت لرزہ کی طرح محسوس ہوتی ہے۔ (۹) نبض ملتوی: اس نبض میں شریان

بٹی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ (۱۰) نبض منحنی: یہ وہ نبض ہے جس کا درمیانی حصہ موٹا اور اوپر کی طرف ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے، اور دونوں سرے گہرائی میں ہوتے ہیں
 نبض کی تمام اقسام بسیطہ اور مشہور اقسام مرکبہ مذکور ہوئیں۔ اب ہم ان کے اسباب بیان کرتے ہیں۔

نبض عظیم کے اسباب یہ ہیں کہ قوت اور آلہ تندرست اور نبض کی حاجت شدید ہوتی ہے، اس لیے یہ نبض غلبہ خون کی دلیل ہے، خصوصاً جب یہ سریع اور متواتر بھی ہو۔ کیونکہ یہ تمام نبضیں شدید حاجت اور صحت قوت و آلہ کی دلیل ہوتی ہیں۔ نبض صغیر کے اسباب مندرجہ بالا اسباب کے برعکس ہیں۔ اس کا ایک سبب صرف ضعف ہے، دوسرا سبب آلہ کا سخت اور موافقت میں کم ہونا۔ تیسرا سبب نبض کی حاجت کم ہونا ہے۔ اگر اس نبض کا سبب قوت کی کمزوری ہے تو سور مزاج رومی مادی کی دلیل ہے، جو قوت کو کمزور کر دیتا ہے، یا اتنا زیادہ استفراغ ہوا ہو کہ روح غریزی تحلیل ہو گئی ہو۔ جب اس کا سبب شریان کی سختی ہوتا ہے تو سور مزاج یا بس مادی کی دلیل ہوتی ہے، جیسا کہ غلبہ سودا کی حالت میں ہوتا ہے۔ یا بدن پر سور مزاج یا بس غیر مادی کے غلبہ سے شریان میں سختی ہوتی ہے، مثلاً تپ دق، یا پھر یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سردی کے سبب سے نبض میں جمود آ گیا ہے، یا شریان میں تمدد کی دلیل ہے۔ جیسا کہ ورم کی حالت میں ہوتا ہے۔ اگر نبض صغیر کا سبب حاجت کی کمی ہے تو حرارت کی کمی کی دلیل ہے، جب تینوں اسباب موجود ہوں تو ان تمام باتوں کی دلیل ہوگی۔ نبض معتدل کے اسباب یہ ہیں کہ یہ تمام چیزیں معتدل ہوتی ہیں۔

نبض طویل کا سبب یہ ہے کہ قوت نبض عرض و عمق سے زیادہ شریان کو طول میں پھیلاتی ہے، کیونکہ آلہ نبض قوت سے تطابق نہیں رکھتا، جیسا کہ گوشت کی صلابت یا کثافت کی صورت میں ہوتا ہے۔ نبض قصیر کے اسباب نبض طویل کے اسباب کے برعکس ہیں۔ یہ کبھی ضعف قوت اور کبھی صلابت کے باعث ہوتی ہے، کبھی دونوں اسباب کے جمع ہونے سے بھی ہوتی ہے۔ نبض عریض کا سبب قوت کا زیادہ ہونا، آلہ کا نرم اور ڈھیلا ہونا یا اس میں سترہ واقع ہونا ہے۔ نبض دقیق کا سبب شریان کا سخت اور قوت کا کمزور ہونا ہے۔ نبض شاہق کے اسباب تقریباً وہی ہیں جو نبض طویل کے اسباب ہیں، لیکن اس میں قوت زیادہ اور آلہ قوت کے موافق ہوتا ہے۔ نبض غائر کے اسباب، ان اسباب کی ضد ہیں۔

نبض سریع کا سبب نبض کی شدید حاجت ہے، لیکن اس کے ساتھ نبض عظیم کا ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ طبیعت اکثر اس وقت نبض سریع کو استعمال کرتی ہے جب نبض عظیم نہیں ہو سکتی نبض بطی کے

اسباب ان اسباب کے برعکس ہیں، یعنی تنفس کی حاجت کم ہونا یا قوت کی کمزوری یا دونوں۔ یہی وجہ ہے کہ نبض کی یہ قسم سور مزاج بارد مادی یا غیر مادی کی دلیل ہوتی ہے، یا اس بات کی دلیل ہے کہ قوت میں کمی ہے۔ کمزوری کے اسباب یا استفراغ یا ایسے خراب اخلاط ہیں جو اپنی کیفیت سے حرارتِ غریزی کو تحلیل کر دیں۔ قوت والی جنس کے اسباب ظاہر ہیں۔ نبض متواتر کی جنس کے وہی اسباب ہیں جو نبض سریع کے ہیں۔ نبض سریع یا عظیم کے نہ ہونے پر طبیعت نبض متواتر کو استعمال کرتی ہے۔ نبض متفاوت کا سبب تنفس کی حاجت کا نہ ہونا اور برودت کا غلبہ ہے۔

چار زمانوں کو ایک دوسرے پر قیاس کرنے کی جنس، ان زمانوں کے غیر طبیعی ہونے کی صورت میں اگر حرکت انقباض کی بہ نسبت حرکت انبساط زیادہ عظیم اور غیر طبیعی حالت پر ہو تو اس کا سبب سانس لینے کی شدید حاجت اور بخاراتِ دہانی کے اخراج کی قلیل حاجت ہے۔ اگر حرکت انقباض کا طبیعی تناسب حرکت انبساط کے مقابلہ میں صغیر ہو تو اس کا سبب قوت کی کمی اور تنفس کی شدید حاجت ہے۔ دونوں سکونوں کے آپسی تناسب کے اختلاف کو اسی اختلاف پر قیاس کرنا چاہیے جو حرکت انبساط و انقباض کے تناسب کا اختلاف ہے۔

نبض متشابہہ اور نبض مختلف کی جنس ظاہر ہے۔ نبض متشابہہ کا سبب قوت کا بہتر ہونا، اور نبض مختلف کا سبب قوت کا خلل اور ضعف ہے۔ اس اختلاف کا سبب دو امور میں سے کوئی ایک ہے۔ یا قوت کی گرانی مثلاً اخلاط کا غلبہ، یا ایسی چیز جو قلب کی حرارتِ غریزی کو تکلیف پہنچا کر اسے سست کر دے، مثلاً نمِ معدہ کا درد۔ کبھی نبض قوت آلہ کو حرکت دینے میں کمزور ہوتی ہے، جیسا کہ شدتِ مرض میں۔ کیونکہ قوت کی کمزوری ہمیشہ اضافی ہوتی ہے۔ کبھی خلط کے زیادہ ہونے کے سبب سے قوت کمزور ہوتی ہے، اور بعض اوقات نبض آلہ کی تحریک سے کمزور ہونا ممکن ہے۔ جب چند نبضوں میں اختلاف ہوتا ہے تو ان میں خرابی کم ہوتی ہے، جس طرح نبض غیر منظم کے مقابلہ میں نبض منظم کم خراب ہوتی ہے، کیونکہ نبض منظم کے اختلاف میں قوت کے غلبہ سے دورہ محفوظ ہوتا ہے۔

اختلاف کی قسموں میں سے مرکب نبضوں کے اسباب یہ ہیں: نبض غزالی کا سبب آلہ کا سخت ہونا ہے۔ نبض ذنب الفارہ کا سبب وہی ہے جو اختلاف کا سبب ہے، لیکن جب نبض انحطاط میں آتی ہے تو قوت کے انحطاط کی دلیل ہوتی ہے۔ پھر اگر پہلی حالت پر لوٹے تو قوت کے برائے گتہ ہونے کی دلیل ہے، لیکن اگر مسلسل انحطاط سے تیز کی طرف مائل ہو تو اس کے برعکس پر دلیل ہے۔

نبض موجی کے اسباب قوت کا کمزور ہونا، آلہ کا نرم اور کچھ متواتر ہونا ہے۔ اس نبض میں شریان کے

ہر جزو کو قوت کھینچتی ہے جس کے سبب اس کی حرکت موج کی حرکت کے مانند ہوتی ہے، جو بہت سی حرکتوں سے مرکب ہوتی ہے۔ نبض نملی اور نبض دودی کے اسباب بھی یہی ہیں، لیکن نملی میں قوت زیادہ کمزور ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ کہا گیا ہے کہ نبض نملی اسی وقت ہوتی ہے جب اس سے پہلے نبض دودی ہو۔ کمزوری کے اسباب یا استفراغ کی زیادتی ہے، جیسا کہ غشی کے وقت ہوتا ہے، یا حرارتِ غریزی کے اکثر اجزاء فاسد ہو جاتے ہیں، کیونکہ مرض کے اسبابِ فاعلہ اس کی ضد میں ہوتے ہیں اور اسے خراب کرتے ہیں۔

نبض منشاری کا سبب قوت کا کمزور ہونا اور نبض کا صغیر ہونا ہے۔ اس نبض کے بعض اجزاء مقدم اور بعض مؤخر ہوتے ہیں، جیسا کہ موجی میں ہوتا ہے، لیکن اس میں یوست زیادہ ہوتی ہے، کیونکہ یوست تمدد سے عارض ہوتی ہے۔ اس لیے نبض منشاری، اور ام حارہ کی دلیل ہے، خصوصاً جب عصبی اعضاء میں ہوں، کیونکہ اعضاء کی صلابت اکثر اعصاب کے سبب سے ہوتی ہے۔

نبض ذوالقرعتین کو نبض مطرقی بھی کہتے ہیں، جس طرح سندان پر ہتھوڑا مارنے کے بعد فوراً ہی دوسری ضرب لگتی ہے، اسی طرح اس نبض میں دو ٹھوکریں ہوتی ہیں۔ اس کا سبب شریان کی صلابت ہے۔ اس میں ایک ٹھوکرے کے بعد دوسری ٹھوکرہ ہوتی ہے۔ نبض ارتعاشی کا سبب قوت کا کمزور ہونا ہے۔ نبض ملتوی تھوڑے تشنج کی دلیل ہے۔ نبض منحنی کا سبب قوت کی ایسی کمزوری ہے جس میں شریان کے اجزاء کو یکساں نہ کھینچا جاسکے۔ نبض کی مذکورہ قسموں کے اسباب کا مختصر بیان ختم ہوا۔

نبض مرکب کی وہ تمام قسمیں جو اورام اور دوسری بیماریوں کے ساتھ مخصوص ہیں، ان کا تذکرہ ہر مرض کی علامات کے ذیل میں کیا جائے گا۔ نبض کی باقی تین اجناس جو شریان کی کیفیت، قوام اور شریان میں پائی جانے والی چیز سے بنتی ہیں، ان کے اسباب سور مزاج کی وہی اقسام ہیں جو پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ نبض کی یہ تمام قسمیں ہر شخص کی نبض صحیح کے لحاظ سے ہوتی ہیں، یعنی مزاج معتدل وغیرہ کی نبضیں جو کُل نو ہیں۔ نبض صحیح بھی ہر شخص میں مختلف ہوتی ہے، اس لیے نبض صحیح اور نبض مرضی کے امتیاز کو سمجھنا ضروری ہے، اس کے بغیر مرضی کا سمجھنا دشوار ہے، کیونکہ نبض مرضی بلحاظ نبض صحیح ہوتی ہے۔ اس لیے صاحب فن کے لیے لازم ہے کہ مختلف مزاج رکھنے والے صحت مند لوگوں کی نبضیں دیکھا کرے۔ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ وہ نون سے خارجی محرکات ہیں جن کے اثر انداز ہونے سے نبضیں ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتی ہیں۔ اگر طبیب ان مسائل سے واقف نہ ہو تو نبض صحیح کو نبض مرضی کے ساتھ غلط ملط کر دے گا۔

نبض بہ لحاظ مزاج | مزاج گرم کی نبض اعتدال سے زیادہ سریع و عظیم ہوتی ہے، اور اکثر زیادہ متواتر ہوتی ہے۔ مزاج بارد کی نبض اس کے برعکس ہوتی ہے۔ یعنی نبض

اعتدال سے زیادہ صغیر و بطی ہوتی ہے، اکثر زیادہ متفاوت بھی ہوتی ہے۔ مزاج یا بس کی نبض صلب اور صغیر ہوتی ہے، کیونکہ صلابت کی وجہ سے پھیلاؤ نہیں ہوتا۔ مزاج رطب کی نبض لیتن اور عظیم ہوتی ہے، کیونکہ رطوبت سے پھیلاؤ ہوتا ہے۔ نبض میں موٹاپے کو بھی کافی دخل ہے۔ فربہ لوگوں کے مقابلہ میں لاغر جسم والوں کی نبضیں زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ فربہ جسم والوں میں شریانیں گوشت کی زیادتی کی وجہ سے گہرائی میں دبی ہوتی ہیں۔ فربہ لوگوں میں نبض عظیم نہ ہونے کی وجہ سے نبضیں زیادہ متواتر ہوتی ہیں۔

نبض بہ لحاظ عمر | نبضیں بہ لحاظ عمر مختلف ہوتی ہیں، کیونکہ ہر عمر کا مزاج مختلف ہوتا ہے۔ بچوں میں بہ سبب حرارت نبضیں سریع اور متواتر ہوتی ہیں، کیونکہ ان میں حرارت کے

ساتھ قوت کی کمی ہوتی ہے۔ جوان آدمی میں حرارت و قوت کے باعث نبضیں عظیم ہوتی ہیں۔ حرارت کے سبب بچوں کی طرح ان کی نبضیں بھی متواتر ہوتی ہیں۔ بوڑھوں کی نبضیں ضعیف، بطی اور متفاوت ہوتی ہے۔ مرد اور عورت کے مزاج مختلف ہوتے ہیں، اس لیے دونوں کی نبضیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ مرد کی نبض عورت کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور عظیم ہوتی ہے۔ عورتوں کی نبض مرد کے مقابلہ میں صغیر و ضعیف ہوتی ہے۔ اسی لیے عورتوں کی نبض زیادہ سریع بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ نبض سریع، نبض عظیم کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

مزاجوں کے اعتبار سے نبض کے تغیرات بیان ہوئے۔ نبض نیند اور بیداری سے بھی متاثر ہوتی ہے۔

نبض میں تغیر پیدا کرنے والے بیرونی امور یہ ہیں: چاروں موسم، اشیاء خوردنی، حمام اور عوارض نفسانیہ۔ نبض کے متعلق مذکورہ بالا باتوں سے بیرونی امور سے واقع ہونے والے تغیرات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ بیرونی چیزوں سے بدن میں حرارت یا رطوبت یا برودت یا بوست پہنچتی ہے۔ نبض کے اختلافات اسی حرارت یا رطوبت وغیرہ کے تابع ہوتے ہیں۔ مثلاً جب بدن میں غذا پہنچتی ہے تو پہلے نبض صغیر و ضعیف اور متفاوت ہوتی ہے۔ ہضم غذا کے بعد حالت اس کے برعکس ہو جاتی ہے، کیونکہ غذا جب تک ہضم نہیں ہوتی حرارت پوشیدہ رہتی ہے، جس طرح آگ پر لکڑی رکھ دی جائے۔ پھر جب غذا کا استحصال ہو جاتا ہے تو حرارت غریزہ مشتعل ہو جاتی ہے۔ نیند اور بیداری کا بھی یہی حال ہے۔ جب غذا کے سبب سے حرارت غریزہ کم ہو جاتی ہے تو نیند آجاتی ہے، اور جب غذا پوری طرح ہضم ہو جاتی ہے تو بیداری ہو جاتی ہے۔

موسمِ ربیع کا مزاج چونکہ حارِ رطب ہے، اس لیے اس موسم کی نبض وہی ہوگی جو حارِ رطب مزاج والے کی ہوتی ہے۔ موسمِ گرما، خریف اور موسمِ سرما کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ موسمِ خریف کی نبض اسی طرح عظیم، معتدل اور متواتر ہوتی ہے جیسے موسمِ ربیع کی، وہ غلطی پر ہیں، کیونکہ موسمِ خریف میں قوی کا انحطاط زیادہ ہوتا ہے۔ گویا یہ موسم بوزھوں کے قوی سے مشابہہ ہے، اسی لیے اس موسم میں دختوں اور پھلوں میں بڑھاپے کے آثار ہوتے ہیں، نیز اس موسم میں اکثر نباتات و حیوانات کی قوت مولدہ معطل ہو کر بوڑھی ہو جاتی ہے۔

نبض مختلف مقامات سے بھی اثر پذیر ہوتی ہے۔ کیونکہ مقامات کا مزاجوں پر اثر ہوتا ہے۔ اختصار کے پیش نظر نبض کا اتنا ہی بیان کافی ہے۔

پیشاب کے اعراض

پیشاب کے اعراض، ہضمِ جگر، ہضمِ عروقی، ہضمِ اعضاء اور گردہ و مثانہ کے اعراض پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم پہلے اعراض کی اقسام کو لیتے ہیں، اس کے بعد علامات مختلفہ سے بحث کی جائے گی۔ پیشاب میں علامت کے طور پر تین چیزیں قابلِ غور ہیں: (۱) رنگ، (۲) قوام، (۳) ثقل۔

رنگ پانچ قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) زرد، اس کے مختلف درجات ہیں، مثلاً تینی (گھانس کا رنگ)۔ (۲) تریج (ترنج کا رنگ)۔ (۳) اصفر نارنجی (نارنگی کی طرح زرد)۔ (۴) نارسی (زعفران کے پودوں کے بالائی ریشوں کا رنگ)۔ اسے احمرِ ناصح بھی کہا جاتا ہے۔

دوسرا شرخِ رنگ ہے۔ اس کے بھی کئی درجے ہیں۔ (۱) اصہب (شرخ سفیدی مائل)، (۲) وردی (گلابی)، (۳) احمر قانی (گہرا شرخ)۔ (۴) احمر اقم (شرخ سیاہی مائل)۔

تیسرا سبز رنگ ہے۔ اس کے بھی کئی درجے ہیں۔ (۱) فستقی (پستہ کا رنگ)۔ (۲) زنگاری (زنگار کا رنگ)۔ (۳) آسمانی۔ (۴) نیلا۔ (۵) کرائی (گندنا کا رنگ)۔

چوتھا سیاہ رنگ ہے۔ اس کے بھی کئی درجے ہیں۔ (۱) اسود اقم (شرخ سیاہی مائل)۔ (۲) اسود زعفرانی (کچھ زعفرانی کچھ سیاہ)۔ (۳) اسود حضری (کچھ سیاہ کچھ سبز)۔ (۴) اسود نیلی (کچھ سیاہ کچھ نیلا)۔

پانچواں سفید رنگ ہوتا ہے۔ صاف و شفاف پانی کے رنگ کو بھی سفید کہتے ہیں۔ لیکن درحقیقت سفید سے مراد دو دھیارنگ ہے، جو مٹی یا دودھ کے مانند ہوتا ہے۔ محسوس ہونے والے بسیط رنگ یہی ہیں کبھی کبھی مرکب رنگ بھی ہوتے ہیں، مثلاً لونِ زیتی (تیل کا رنگ) گوشت کے دھوون کا رنگ۔

قوام | پیشاب کا قوام کبھی پتلا اور کبھی گاڑھا ہوتا ہے۔ پیشاب کی چار حالتیں ہوتی ہیں۔ پتلا پھر گاڑھا، گاڑھا پھر صاف و رقیق، شروع اور بعد میں پتلا، شروع اور بعد میں گاڑھا۔ گاڑھے پیشاب کا قوام کبھی میلا اور کبھی صاف ہوتا ہے۔ پتلا پیشاب اکثر صاف ہوتا ہے۔

نفل (گاد) | پیشاب کا گاد، پیشاب کی طبیعت، رنگت، مقام اور وضع کے لحاظ سے اکثر علامت بنتا ہے۔ نفل کا جوہر چند قسم کا ہوتا ہے، ایک سفید گاڑھا اور سختہ، جو قارورہ کی تہ میں ہوتا ہے۔ اس کے اجزاء یکساں ہوتے ہیں، اور اکثر صہنوبر کی مانند ہوتا ہے، یہ طبعی نفل ہے۔ دوسری اقسام کحالی، کرسی، حشیشی، مدی قحی، مخاطی، دموی، علقی، شعری اور رملی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک قسم خمیری اور ایک قشوری بھی ہوتی ہے۔ یہ ساری قسمیں غیر طبعی ہیں۔ نفل کا طبعی رنگ سفید ہے۔ لیکن کبھی یہ سُرخ یا سیاہ یا مثیالا بھی ہوتا ہے۔ نفل کبھی قارورہ کی بالائی سطح پر، کبھی وسط میں اور کبھی تہ میں ہوتا ہے۔ کبھی اس کی وضع یکساں چکنی، کبھی گھردری اور متفرق الاجزاء ہوتی ہے۔

پیشاب کے مذکورہ اعراض کے بعد اب یہ سمجھنا ہے کہ یہ اعراض کس چیز پر دلالت کرتے ہیں۔ پہلے ہم رنگ کے دلائل پیش کرتے ہیں۔

زرورنگ : یہ رنگ اپنی ساری کیفیتوں میں پیشاب میں مردہ صفرا کی آمیزش کو ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ اترجی رنگ طبعی ہے، اور باقی درجات حرارت کی زیادتی کی دلیل ہیں۔ زردی گہرائی کے اعتبار سے جتنی زیادہ آگ کے مشابہہ ہوگی اتنی ہی زیادہ حرارت پر دلیل ہوگی۔

سُرخ رنگ : عموماً غلبہ خون یا قوت کی کمزوری پر دلیل ہے، خصوصاً جب یہ مثیالا ہو۔ لیکن اس میں کچھ ناریت کا ہونا صفرا کی دلیل ہے۔ بعض لوگوں کے خیال میں بغیر کسی رگ کے پھٹے ہوئے خالص خون کا پیشاب اگر امراض حادہ میں ہو تو بحر ان یا غلبہ خون کی دلیل ہے۔

سیاہ پیشاب : احتراق یا غلبہ برودت کی دلیل ہے۔ ان دونوں چیزوں کا سبب فاعل حرارت یا برودت ہے۔ اگر حرارت کے سبب سیاہ ہے تو اس سے پہلے پیشاب کا کوئی ایسا رنگ ہوگا جو حرارت کی دلیل ہے۔ اگر اس کا سبب برودت ہے تو اس سے پہلے پیشاب کا رنگ سبز یا مثیالا یا کوئی ایسا رنگ ہوگا جو برودت کی دلیل ہے۔ کبھی طبیعت کے مردہ سودا کو پیشاب کی طرف دفع کرنے سے بھی پیشاب کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اکثر طحال کے مریضوں میں دیکھا گیا ہے۔

سبز رنگ : سبز پیشاب برودت کی دلیل ہے، لیکن سبز رنگ کی دو قسمیں زنگاری اور کرافی شدید احتراق کی دلیل ہیں۔ سبز کی فستقی اور آسمانی قسمیں جی حرارت کی دلیل ہوتی ہیں، کیونکہ یرقان کے مریضوں کا

درد پیشاب کچھ سبزی لیے ہوئے ہوتا ہے۔ سیاہی کا پہلا درجہ سبزی ہے، اس لیے سیاہی کے اسبابِ فاعل وہی ہوں گے جو سبزی کے اسبابِ فاعل ہیں، لیکن سبزی کا سبب معمولی ہوتا ہے۔

سفید رنگ: پانی کی طرح صاف و شفاف ہونا، نضج کے نہ ہونے، قوتِ غاذیہ کی کمزوری یا سٹدوں یا دونوں کی دلیل ہے۔ منی کے مانند لبنی پیشاب، ناپختہ اخلاطِ بلغمی کی دلیل ہے۔ اکثر ایسا پیشاب، سکتہ اور اس کے اعراض کی دلیل ہے۔ بچوں کی مرگی میں بھی ایسا ہی پیشاب ہوتا ہے۔ مذکورہ بیماریوں کی حالتِ بحران میں اس خلط کا پیشاب ہوتا ہے۔ امراضِ حادہ میں سفید پیشاب آنا کبھی کبھی موت کی دلیل ہوتا ہے، کیونکہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ صفرا نے سر کی جانب رجوع ہو کر ورم پیدا کر دیا ہے۔ سرد بیماریوں میں کبھی سُرخ پیشاب ہوتا ہے جس کا سبب درد کی زیادتی (قولنج) یا مرارہ اور آنت کے درمیانی راستہ کا بند ہو جانا ہے جس کی وجہ سے یہ خلط صفراوی پیشاب میں مل کر خارج ہو جاتا ہے۔

پیشاب کے مرکب رنگ: گوشت کے دھوون کے مانند پیشاب، جگر یا گردوں کی کمزوری ظاہر کرتا ہے۔ زیتی پیشاب میں اگر صرف رنگ، روغنِ زیتون جیسا ہو تو رسل کی علامت ہے جو اعضاء کے سمین پگھلنے سے ہوتی ہے، لیکن اگر پہلے پیشاب کا رنگ سیاہ رہ چکا ہے تو اچھی علامت ہے۔ کبھی گرم بخاروں میں بھی ایسا پیشاب ہوتا ہے، کبھی چکنے مواد سے پیدا شدہ بحران کی علامت ہے، لیکن ایسا کم ہوتا ہے۔

رقیق پیشاب نضج نہ ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ نضج سے لازمی طور پر مواد گاڑھے ہو جاتے ہیں۔

قوام نضج نہ ہونے کا سبب اخلاط کی خامی یا قوی کا کمزور ہونا، یا غذا اور پانی کا زیادہ پہنچنا ہے۔

اسی لیے پتھری کے مریض کا پیشاب رقیق ہوتا ہے۔

گاڑھا پیشاب: اگر رقیق ہونے کے بعد گاڑھا پڑ گیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طبیعت ابھی نضج میں مشغول ہے۔ اگر پیشاب از اول تا آخر گاڑھا ہے تو حرارتِ غریبہ کے سبب پیشاب میں اخلاط کے منتشر ہونے کی دلیل ہے۔ یہ خراب علامت ہوتی ہے۔ اگر پیشاب گاڑھا ہو کر رقیق ہو جائے تو یہ گاڑھا پن اگر

طبعی ہے تو طبیعت کے عمل کرنے کے بعد کمزور پڑ جانے کی دلیل ہے، اور اگر گاڑھا پن اخلاط کے منتشر ہونے سے ہے تو یہ اچھی علامت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ طبیعت کے عملِ نضج کی دلیل ہے۔ بعض لوگوں نے اس طریقہ

استدلال پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ طبیعت کے عمل سے پیشاب میں ظاہر ہونے والے اعراض سے دلیل قائم کرنا

چاہیے۔ بیرونی ہوا سے ظاہر ہونے والے اعراض سے دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ لیکن ایسا کہنے والے اس بات سے ناواقف ہیں کہ پیشاب میں ہونے والے ہوا کے مختلف عملِ طبیعت کے عمل سے پیدا ہونے والی

صلاحتوں کے سبب ہوتے ہیں۔ طبیعت کے عمل سے ابتدائے مرض میں اگر گاڑھا پیشاب بعد میں رقیق

جائے تو مرض کے طول کھینچنے کی دلیل ہے۔ بچوں کا پیشاب طبعاً گاڑھا اور جوانوں کا رقیق ہوتا ہے۔
ثفل | عموماً حالتِ صحت میں قارورہ کی تہہ میں بیٹھ جانے والا ثفل، سفید، یکساں اجزاء والا اور صنوبری شکل کا ہوتا ہے۔ اس کے نیچے بیٹھے کا سبب اس کا تیسرے مضم (مضم اعضا) کا فضلہ ہونا ہے، اور وزنی ہونے کی وجہ سے فضلات نیچے بیٹھ ہی جاتے ہیں۔ اس کی سفیدی کا سبب یہ ہے کہ اعضا جس خون سے غذا حاصل کرتے ہیں، پہلے اس خون کو اپنا ہم شکل بنا لیتے ہیں، اس لیے اس کا فضلہ بھی سفید ہوتا ہے۔ جب قوتِ غاذیہ کا فعل طبعی ہوتا ہے تو اسی وقت ایسا ہوتا ہے۔ ثفل کے چکنے اور اس کے اجزاء کی یکسانیت کا سبب اس کے اجزاء کا معتدل نضج ہے۔ صنوبری شکل اس لیے ہے کہ اس کے اجزاء وزنی اور ہلکے ہونے میں ایک دوسرے کے مشابہہ ہیں، اور ان میں حرارت کا پورا عمل ہوتا ہے، کیونکہ وزنی اجسام زیادہ پھیلنے والے ہوتے ہیں، اور ہلکی چیزیں اوپر اٹھنے کے لیے جمع ہو کر چیر نیچے گرتے ہیں، جیسا کہ آگ کے شعلے میں ہوتا ہے۔

علامتی اعتبار سے ثفل کا مقام اس طرح ہے کہ اگر ثفل بالائی سطح پر ہو، جسے "غمامہ" کہا جاتا ہے، اور سفید ہو تو طبیعت میں عمل نضج کے شروع ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ بقراط کا قول ہے کہ مرض کے چوتھے دن جب پیشاب میں سفید غمامہ ہوتا ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ بحر ان مرض ساتویں دن ہوگا۔ ثفل کا وسط میں ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ نضج زیادہ ہوا ہے۔ اور نیچے بیٹھنے والا ثفل نضج کے پورے ہونے کی دلیل ہے۔ بیماری کے دوران اگر پیشاب میں ایسا ثفل آنے کے بعد رک جائے تو مریض کی حالت خراب ہونے کی دلیل ہے۔ سفید ثفل سب سے بہتر ہے، لیکن کبھی سفید ثفل خام اور ناپختہ مادہ کے سبب سے بھی ہوتا ہے۔ طبعی ثفل سے اس کو ممتاز کرنے والی چیز یہ ہے کہ خام مادہ کے اجزاء ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ زرد ثفل غلبہ صفر کی دلیل ہے، یہ خراب علامت ہے۔ سرخ رنگ اس بات کی علامت ہے کہ مادہ کی کثرت کی وجہ سے طبیعت، مادہ کا استعمال کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لیے ایسے ثفل والا مرض طویل المدت ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی دوسری مہلک علامت نہ ہو تو آدمی مرتا نہیں ہے، بصورت دیگر مرض اپنی مدت پوری کرنے کے بعد موت پر ختم ہوتا ہے، کیونکہ جس مرض میں خراب علامت موجود ہو اس میں مادہ کی کثرت بالآخر قوی پر غالب آجاتی ہے، اور عمل کے برعکس اگر اچھی علامت موجود ہو تو نتیجہ بھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔ کیونکہ خرابی اور تضاد محض مقدار کے بڑھ جانے سے ہوتا ہے، اس لیے اکثر سلامتی کی دلیل ہوتا ہے۔ سیاہ ثفل تیز بخاروں میں احتراق کی دلیل ہے، اور اس میں موت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ سیاہ ثفل اور بطریق بحر ان جو سیاہ خلط پیشاب کے راستے دفع ہوتی ہے، ان دونوں کا فرق یہ ہے کہ سیاہ ثفل قارورہ کی تہہ میں

جمع رہتا ہے، اور سیاہ خلط پورے فارورے میں پھیلا ہوتا ہے، اس لیے اس خلط میں مقام کے لحاظ سے کوئی ابہام نہیں ہے۔ سیاہ ثفل جب بالائی سطح پر ہوتا ہے تو زیادہ خطرناک نہیں ہوتا، کیونکہ یہ خراب نفع شروع ہونے کی دلیل ہے۔ اور نیچے بیٹھنے والا ثفل نفع کے پورے ہونے کی دلیل ہے۔ میلا ثفل طبیعت کی برودت اور حرارت غریزیہ کے کم ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ ثفل کی سب سے بہتر شکل وہ ہے جس کے اجزاء یکساں ہوں۔ اجزاء کا مختلف ہونا اخلاط کے برائگیختہ اور ناپختہ ہونے کی دلیل ہے۔ غیر طبیعی ثفل کا جوہر درد راہو تو اخلاط کے سوختہ ہونے، اعضاء کے گھلنے اور اس کے اجزاء کے متفرق ہونے کی دلیل ہے۔ امراض حادہ میں ایسا ثفل ہونا زیادہ خطرناک ہے۔ ثفل کا رنگ ہی خلط کے سوختہ ہونے اور عضو کے پگھلنے کی دلیل ہے۔ اگر یہ رنگ سُرخ ہے تو خلط دموی یا جگر اور گردے کے ٹکڑے ہونے کی دلیل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زرد رنگ گردے کے ساتھ مخصوص ہے۔ پھلکے جیسا ثفل سب سے خراب ہے، کیونکہ یہ اعضاءِ اصلہ کے تحلیل ہونے اور کٹنے کی دلیل ہے۔ ثفل نخالی، جرب مثانہ اور دوسرے امراض مثانہ اور کبھی اعضاء کے گھلنے کے سبب سے ہوتا ہے۔ ان اسباب کا فرق یہ ہے کہ اگر جرب مثانہ سبب ہے تو خارش قضیب کی جڑ میں ہوگی۔ ثفل رملی اس بات کی دلیل ہے کہ پتھری یا تو بن چکی ہے یا بن رہی ہے۔ سُرخ رنگ سنگِ گردہ کی دلیل، اور اس کے علاوہ دوسرا رنگ سنگِ مثانہ کی دلیل ہے۔ ثفل متدی پھوڑا پھوٹ کر رہنے کی دلیل ہے، خصوصاً اعضاء بول کے پھوڑے۔ ثفل شعری اس بات کی دلیل ہے کہ حرارت کے سبب رطوبت کی شکل میں منجمد ہوگئی ہے۔ اس طرح کی بستہ رطوبت گردے میں ہوتی ہے۔ ثفل خمیری ضعفِ معدہ کی دلیل ہے۔ ثفل دموی علقی اعضاء بول کے زخم اور اعضاء بول کی رگ پھٹ جانے کی دلیل ہے۔ پیشاب کی علامتوں کے بعد اب ہم بیرونی اور اندرونی اعضاء کے امراض علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے بعض بیماریاں بیرونی جسم پر ہوتی ہیں، جن کا وجود محسوس ہوتا ہے، غیر محسوس اور اندرونی بیماریوں کی جانکاری کے لیے جب کتابی معلومات کافی ہو جاتی ہیں تو محسوس بیماریوں کے لیے یہ معلومات بدرجہ اولیٰ کفایت کریں گی۔ محسوس بیماریوں کے لیے صرف اسباب سے بحث کی جاتی ہے، لیکن اندرونی بیماریوں کے لیے تین کیفیتوں پر دلائل درکار ہوتے ہیں۔

(۱) عضو مریض سے استدلال، (۲) نفس مرض سے استدلال، (۳) سبب مرض سے استدلال۔ ہم پہلے اندرونی بیماریوں کے دلائل بیان کریں گے۔

سورمزاج کی بیماریاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ (۱) مادی، (۲) غیر مادی۔ دونوں اقسام کبھی پورے

بدن میں اور کبھی کسی خاص عضو میں ہوتی ہیں۔ عضو کی مادی بیماری کی دو صورتیں ہیں، یا یہ عضو کے جوف میں ہوگی، یا نفس عضو میں سرایت کیے ہوئے ہوگی۔ جیسے اورام اور کھوڑے۔ جوف والی بیماری اور اندرونی بیماری کے دلائل یکساں ہوتے ہیں۔ اورام اندرون جسم میں کبھی ہوتے ہیں اور بیرون جسم میں کبھی۔ اسی طرح بعض امراض مرکبہ بیرون جسم میں ہوتے ہیں، جیسے فک (جوڑا کھڑنا) اور خلع (جوڑا کا ٹلنا) وغیرہ، ایسی بیماریاں محسوس ہوتی ہیں، اور بعض اندرون جسم میں ہوتے ہیں، مثلاً سڈے اور اعضاء کا چکنا یا کھردرا ہونا۔ پورے جسم کی سوء مزاج والی بیماری پہلے بیان کی جاتی ہے۔ اس بیماری کو حمی (بخار) کہتے ہیں۔

حمی یوم (ایک روزہ بخار) | اس کے عارض ہونے سے پہلے کسی بیرونی سبب فاعل کا ہونا ضروری ہے، لیکن یہ سبب، خاص علامت نہیں ہے۔ اور یہ ضروری

نہیں ہے کہ جب بھی یہ اسباب موجود ہوں تو حمی یوم ہی ہوگا، بلکہ حمی یوم کے لیے بیرونی سبب کا ہونا ضروری ہے۔ اسی کے پیش نظر وہ خاص علامتیں بیان کی جا رہی ہیں، جن کو اطباء عام طور سے دلیل بناتے ہیں۔ اس بخار کی خاص علامتیں دو ہیں۔ ایک یہ کہ اس بخار میں نبض مختلف نہیں ہوتی، کیونکہ نبض مختلف کا سبب تب عفونی میں اخلاط کی زیادتی یا خرابی ہے۔ اس بخار میں صرف پیشاب کے رنگ میں تبدیلی ہوتی ہے۔ دوسری علامت یہ ہے کہ اس بخار میں پیشاب کا نفل بدستور اپنی حالت پر ہوتا ہے۔ پیشاب کے رسوب (نفل) کی تبدیلی اسی وقت واقع ہوتی ہے جب کوئی متعفن خلط موجود ہو۔ اس کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس میں سخت اعراض نہیں ہوتے، بلکہ معمولی حرارت بغیر چھین کے ہوتی ہے۔ یہ بخار اکثر ایک باری تک رہتا ہے، لیکن کبھی تین باریاں بھی ہو جاتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایسے بخار میں مریض اگر حمام بھی کرے تو اس کے جسم پر لرزہ نہیں آتا۔ یہ علامت قطعی ہے۔

ان کی دو قسمیں ہیں: (۱) مضم عروقی میں، اور (۲) مضم اعضاء میں ہونے والا۔ دونوں کا فرق یہ ہے کہ اندرون عروق والا بخار گھٹتا بڑھتا نہیں

ہے، اور نہ اس میں لرزہ ہوتا ہے، اگرچہ کبھی کبھی اس کی باری شدید ہوتی ہے۔ اور مضم اعضاء والا بخار گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، باریاں ہوتی ہیں، اور لرزہ کے ساتھ بخار ہوتا ہے۔ اس بخار میں باری ہونے کا سبب یہ ہے کہ پورے خلط میں یکبارگی تعفن کی صلاحیت نہیں ہوتی، بلکہ خلط بتدریج اور ایک نظم کے ساتھ متعفن ہوتا ہے متعفن خلط میں طبیعت بھی اپنی تدبیر کرتی ہے،

اور خلط میں کچھ نفع پیدا کرتی ہے، اسی لیے بخار کی باریوں میں نظم و ترتیب نہ ہونا خراب علامت ہے۔ بخار کے خلط فاعل کے مزاج اور مقدار کے لحاظ سے نظم و ترتیب بھی مختلف ہوتی ہے، جس کو عنقریب بیان کیا جائے گا۔ عروق میں ہونے والے بخار کے نہ گھٹنے کا سبب یہ ہے کہ متعفن خلط کے ایک جزو میں جب حرارت عفونیہ مشتعل ہوتی ہے تو عروق کی صلابت کے سبب سے طبیعت اس جزو کو تحلیل کر کے جسم سے نکالنے نہیں پاتی کہ دوسرا جزو مشتعل ہو جاتا ہے، لیکن اس بخار میں باری کے اوقات ضرور قوی و شدید ہوتے ہیں، بعینہ اسی سبب سے لرزہ نہیں ہوتا، کیونکہ تحلیل ہونے والی مقدار اعضاء حساسہ محسوس نہیں کر پاتے۔ مضمم اعضاء کی عفونت اس کے برعکس کیفیات رکھتی ہے۔ مسامات کے سبب سے اعضاء متخاضل ہوتے ہیں، اسی لیے اس بخار کی باریوں میں بخار گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اس بخار میں لرزہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ چچھن پیدا کرنے والا خلط اعضاء حساسہ پر گزرتا ہے۔

عفونی بخار کی خاص علامتیں دو ہیں۔ ایک یہ کہ ابتدائے مرض میں پیشاب میں رسوب بالکل نہیں ہوتا، کیونکہ اس وقت طبیعت اپنا عمل نہیں کرتی۔ دوسری علامت یہ ہے کہ نبض مختلف ہوتی ہے۔ امتلازہ بحسب قوی اور امتلازہ بحسب تجاویف کی علامتوں کی وضاحت سے ان بخاروں پر دلائل قائم کیے جاتے ہیں۔ کسی بیرونی سبب کے بغیر اعضاء شکنجی ہونا، پھر بخار کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عفونی بخار ہے۔ اس میں حرارت کی کیفیت خراب ہوتی ہے۔ اس بخار میں اکثر خراب اعراض ہوتے ہیں۔ یہ عفونی بخاروں کی مخصوص علامتیں ہیں۔ اب ہر بخار کی خاص علامتیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

صفراوی بخار | یہ بخار اگر مضمم اعضاء میں ہے تو اس کی علامت شدید لرزہ ہے، جو جسم میں چچھن پیدا کرتا ہے۔ اس بخار کی پہلی اور دوسری تمام باریوں میں نبض صغیر، متفاوت اور ضعیف ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ خلط، حرارت، غریزہ کو کم کر دیتا ہے، اسی لیے باریوں کے شروع میں جسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے، کیونکہ حرارت طبیعیہ اندرونی اعضاء سے الگ ہو جاتی ہے، پھر جب جسم میں حرارت غریبہ مشتعل ہو جاتی ہے تو حرارت طبیعیہ کے ساتھ مل کر اندرون جسم میں پھیل جاتی ہے۔ اس بخار کی خصوصیت یہ ہے کہ مندرجہ بالا نبض لگاتار نہیں ہوتی، بلکہ بعض میں قوی و عظیم ہو جاتی ہے، کیونکہ حرارت جسم میں پھیل جاتی ہے۔ اس بخار میں پیشاب اکثر ناری ہوتا ہے، اور پیاس کی شدت ہوتی ہے، اکثر صفراوی تھے ہوتی ہے۔ جب یہ بخار خالص صفراوی ہوتا ہے تو اس کی باری تقریباً بارہ گھنٹے تک ہوتی ہے، اور ہر تیسرے روز اس کی

باری آتی ہے، لیکن یہ استدال برعکس نہیں ہے، کیونکہ ہر تیسرے روز باری والے بخار کا خالص صفراوی ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ چوتھے دن بخار آئے۔ ایسا ابتدائے مرض میں ہوتا ہے۔ یہی اس بخار کی خاص علامتیں ہیں۔ ان دلیلوں کی تقویت کبھی عام چیزوں سے بھی ہو جاتی ہے، مثلاً مزاج، ہوا، عمر اور تدبیر اس خلط کے مناسب حال ہو۔ ہوا کی مناسبت دو طریقوں سے ہوتی ہے، ایک موسم کے لحاظ سے، جیسے موسم گرما ہو، یا یہ موسم گرما، حرارت و بیوست میں اپنی طبعی حالت پر نہ ہو۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ تمام صفراوی بخار اکثر سال کے اسی موسم میں ہوتے ہیں، جو صفراوی بخار گھٹتا بڑھتا نہیں ہے، اس میں دورہ اور لرزہ کے علاوہ تمام علامتیں ہوتی ہیں۔ حمی محرقہ بھی اسی نوع میں داخل ہے۔ یہ تیز بخار و ریدوں خصوصاً معدہ اور جگر کی ریدوں میں ہوتا ہے، اسی لیے اس بخار میں زیادہ گھبراہٹ اور بے چینی ہوتی ہے۔ اس کی خاص علامت شدید پیاس ہے۔ محرقہ بخاروں میں خلط زنگاری کے سبب سے ہونے والا بخار بدترین ہے، اس بخار کی باری طویل ہوتی ہے، کیونکہ خلط زنگاری میں ضج بہ مشکل ہر ہوتا ہے۔

بلغنی بخار کی علامتیں

اس بخار کے خاص عوارض یہ ہیں کہ باری شروع ہونے کے وقت ہاتھ پیر میں دیر تک ٹھنڈک ہوتی ہے، اور جب حرارت بڑھتی ہے تو پھر ٹھنڈک کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے باری کی مدت تقریباً اٹھارہ گھنٹے ہوتی ہے۔ حرارت میں چھین اور ہیجانی کیفیت نہیں ہوتی۔ جسم پر کچھ دیر تک ہاتھ رکھنے کے بعد ہی حرارت محسوس ہوتی ہے۔ اس بخار میں صفراوی بخار سے بھی زیادہ نبض صغیر ہوتی ہے۔ باری کے چاروں اوقات میں نبض زیادہ متفاوت ہوتی ہے۔ پیشاب کبھی رقیق، سفید اور کبھی پیلا اور گاڑھا ہوتا ہے۔ جب حرارت عفونیہ تیز ہوتی ہے اور بلغم خالص نہیں ہوتا ہے تو پیشاب میں سُرخی ہوتی ہے۔ مریض کے ہاتھ پیروں اور پوٹوں میں استرخائی کیفیت ہوتی ہے۔ اکثر ایسے مریضوں کا فم معدہ سرد ہوتا ہے اور قی بلغنی ہوتی ہے۔ اس بخار میں دورے ہوتے ہیں، لیکن یہ کوئی خاص علامت نہیں ہے، کیونکہ ایسے دورے صفراوی بخاروں میں بھی ہو سکتے ہیں۔ اس بخار کی ہر باری کی مدت طویل ہونے کا سبب، خلط کی خانی اور تحلیل کو بہ مشکل قبول کرنا ہے۔ صفراوی بخاروں کے مقابلہ میں اس بخار کی باریوں کا سلسلہ زیادہ دراز ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی خلط میں بعض بہت جلد ہو جاتا ہے۔ باری کے طویل ہونے کے سبب سے اس خلط میں بھی تعفن کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے جو اب تک متعفن

نہیں ہوتی ہے، کیونکہ جسم میں حرارت غریبہ زیادہ مدت تک باقی رہتی ہے۔ صفراوی بخار میں حرارت غریبہ جلد ختم ہو جاتی ہے، اسی لیے غیر متعفن خلط کے متعفن ہونے کا امکان کم ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ اس بخار میں حرارت غریبہ بہت پوشیدہ ہو جاتی ہے، اس لیے حرارت عفونیہ پیدا ہونے کا سلسلہ رہتا ہے۔ بلغمی بخاروں میں جو بخار بلغم خام زجاجی سے پیدا ہوتا ہے وہ سب سے خراب ہے۔ کبھی مزاج، عمر اور تدابیر بھی اس بخار کے لیے دلیل بنتے ہیں۔

حمی ربع (چوتھیا بخار) کی علامتیں

یہ بخار شدید لرزہ سے شروع ہوتا ہے، جس کے سبب دانت بچتے ہیں۔ غایت برودت سے مریض کو جسم کٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس بخار کی باری کی ابتدا میں بلغمی بخار کے مقابلہ میں نبض زیادہ لطیف، صغیر اور متفاوت ہوتی ہے، لیکن باری کی شدت کے وقت اور باری ختم ہونے کے وقت بلغمی بخار کے مقابلہ میں نبض زیادہ عظیم ہوتی ہے۔ کیونکہ حرارت اس بخار میں زیادہ شدید ہوتی ہے۔ پیشاب مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ کبھی سبزی مائل سفید و قیق، کبھی گاڑھا سیاہ یا سُرخ ہوتا ہے۔ اکثر یہ بخار دوسرے بخاروں کے بعد ہوتا ہے، اس کی مدت طویل ہوتی ہے، اس کا دورہ دو روز کی راحت کے بعد تیسرے روز شروع ہوتا ہے۔ اس بخار کی یہ خاص علامت ہے، کیونکہ تمام دوسرے بسیط و مرکب بخاروں میں اس قسم کا دورہ نہیں ہوتا۔ اس کے مریض اکثر طحال کے مریض ہوتے ہیں۔ ان علامات کی تقویت اس خلط کے موافق تدبیر، عمر اور مزاج سے بھی ہوتی ہے۔ اس سخت خلط (خلط سوداوی) کے غلبہ کی علامتیں پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔

حمی مطبقہ (دموی بخار)

اس بخار میں لرزہ نہیں ہوتا، کیونکہ خون، عروق کے اندر ہوتا ہے، لیکن اگر کسی عضو میں جگر یا حجاب میں ورم فلغمونی (ورم دموی) کے سبب سے بخار ہو تو لرزہ ہوتا ہے۔ اس صورت میں تیسرے روز باری ہوتی ہے جس طرح صفراوی بخار کی۔ کیونکہ خون زیادہ گرم ہو کر صفراوی المزاج ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بخار، اندرون عروق والے صفراوی بخار سے کچھ مختلف ہوتا ہے۔ یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کوئی بخار محض صفراوی نہیں ہوتا، اگر صرف صفرا سے بخار ہو تو موت یقینی ہے، کیونکہ صفرا میں نفع اسی وقت ممکن ہے جب یہ خون میں یا اسے مادہ میں ملا ہوا ہو جس سے اعضاء اصلہ غذا حاصل

کرتے ہیں۔

دموی بخار کی علامتیں وہی ہیں جو غلبہ خون کی علامتیں ہیں، جو اوپر گزر چکی ہیں۔ اس میں نبض بہت تنظیم و قوی ہوتی ہے، پیشاب سرخ اور گاڑھا ہوتا ہے۔ اس میں اور صفراوی بخار دونوں میں گھبراہٹ اور بے چینی ہوتی ہے، لیکن صفراوی بخار میں نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ ذہنی انتشار خاص طور پر تیز بخاروں میں ہوتا ہے۔ یہ بخار ایک ہی بار ہو کر یا صحت یا موت پر ختم ہو جاتا ہے۔ شروع میں نحیف اور بڑھتے بڑھتے انتہائی شدید ہو جاتا ہے، کبھی اس کے برعکس اور کبھی یکساں بھی ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا علامات بسیط و مرکب دونوں بخاروں کی شناخت کا پتہ دیتی ہیں، لیکن بطریقہ درجہ ان علامتوں کو بسیط کا عنوان دیا گیا، حالانکہ زیادہ تر مرکب بخار میں عارض ہوتے ہیں۔ یہ عوارض اکثر ان بخاروں کی علامتیں بنتے ہیں جن کے ہیولی تقریباً طبعی اخلاط ہوں، مثلاً صفرا طبعی متعفن ہو جائے۔ اس صورت میں صفراوی بخار کی باری زیادہ سے زیادہ بارہ گھنٹے تک ہوگی۔ لیکن اگر صفراء محی یا زنگاری ہو تو باری کی مدت زیادہ طویل ہوتی ہے اور عوارض زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں بھی زنگاری والا بخار زیادہ مہلک ہے، کیونکہ اس خلط میں نفع نہیں ہوتا۔ جسم میں خلط کا عمل زیادہ ہو جانے سے بخار کے نتائج زیادہ خطرناک ہوتے ہیں، اور جب خلط قوت طبعی سے قریب ہو تو بخار خطرے سے خالی ہوتا ہے۔

اسباب ہیولانی کے اعتبار سے ہونے والے مرکب بخار کی چند قسمیں ہیں۔ (۱) دو یا زیادہ اخلاط مل جائیں۔ اس لیے اس مرکب بخار میں دونوں قسم کے عوارض ملے جھلے ہوتے ہیں۔ (۲) ایک بخار عضوی اور دوسرا اعضاء اصلہ میں ہو۔ (۳) ایک ہی بخار کو وجود میں لانے والا خلط ورم کے ساتھ ہو اور دوسرے کے ساتھ ورم نہ ہو۔ کبھی دو بخار مرکب ہوتے ہیں، اور ان کی باریاں مل جاتی ہیں، لیکن ان کے مادے اکٹھے نہیں ہوتے۔ مقام کے لحاظ سے مرکب بخار کی مثال یہ ہے کہ ایک بخار اندرون عروق اور دوسرا بیرون عروق میں ہو، یا دونوں ایک ہی جگہ میں ہوں لیکن ملے ہوئے نہ ہوں۔ کبھی ان ساری قسموں سے مل کر مرکب بخار ہوتا ہے، کبھی بخار شدید اور کبھی نحیف ہوتا ہے۔ شدید وہ ہے جس کے اسباب فاعلہ قوی ہوتے ہیں، اور نحیف اس کے برعکس ہے۔ یہ بخار بھی مرکب ہو سکتے ہیں۔

تپ دق

تپ دق تین درجات میں منقسم ہے۔ اس کے عوارض گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔ ابتداء مرض میں اس کے عوارض کا پتہ نہیں چلتا۔ جب ہلکی حرارت مسلسل اور تین دن سے زیادہ قائم رہے، اور اثنائے مرض مریض کو زیادہ حرارت ہونے کا احساس نہ ہو، اور عفونی بخار کی کوئی علامت موجود نہ ہو تو یہ بخار دق کہا جاتا ہے۔ ایسے مریض کو غذا اس وقت دی جائے جب نبض کمزور اور حرارت غیر محسوس ہو، اور استعمال غذا کے تین گھنٹے کے بعد اگر حرارت بڑھ جائے، اور نبض سریع، متواتر اور کچھ عظیم ہو جائے تو قطعاً تپ دق ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب اعضاء میں سوء مزاج حار ہوتا ہے تو چونکہ ایسے اعضاء میں سپینڈروالی غذا اس مزاج کے مشابہ ہو جاتی ہے اس لیے اس غذا سے اعضاء، حرارت غریبہ حاصل کرتے ہیں، خواہ غذا بار دہی کیوں نہ ہو۔ اسی سبب سے بخار بڑھ جاتا ہے، اور عوارض شدید ہو جاتے ہیں، لیکن عفونی بخار میں ایسا نہیں ہوتا، کیونکہ حرارت غریبہ اعضاء غذا میں ممکن نہیں ہوتی۔ بعض اطباء اس کا محض تخمینی اور تمثیلی سبب بیان کرتے ہیں کہ مریض دق کے ساتھ غذا کا حال ایسا ہی ہے جیسے چوئے پر پانی ڈالنے سے ہوتا ہے۔

یہ بخار کسی دوسرے بخار کے بعد ہی ہوتا ہے، کبھی حمی یوم کے بعد ان لوگوں میں ہوتا ہے جن میں اس کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اکثر عفونی بخار کے بعد ہوتا ہے۔ جب یہ بخار تپ دق میں منتقل ہوتا ہے تو مریض کا جسم لاغر، جلد خشک، چہرہ پٹمردہ اور آنکھیں دھنس جاتی ہیں۔ جب زبول کے آخری درجہ میں پہنچ جاتا ہے تو آنکھوں میں کیچ ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسے غبار میں رہنے والوں کی آنکھوں میں پوٹے کھینچ کر نیچے آجاتے ہیں، جس طرح غنودگی کے عالم میں ہوتا ہے۔ پیشانی کی جلد کھینچ کر مشکیزے کی طرح ہو جاتی ہے اور خشک ہو جاتی ہے، کنپٹیاں چمٹ جاتی ہیں، ٹھوڑی سخت ہو جاتی ہے، رنگ زرد اور مرق شکم گھل کر خشک ہو جاتا ہے، نبض کمان کے چلے کی طرح صلب، ممتد، متواتر اور ضعیف ہوتی ہے، پیشاب کارنگ تیل کے مانند ہوتا ہے۔

اورام کی علامتیں

ورم دموی

یہ سرخ اور بہت گرم ہوتا ہے، اگر عضو قلیل الحس نہیں ہے تو درد شدید ہوتا ہے، ٹیس اور کھنچاؤ ہوتا ہے۔ ورم دموی بعض بڑے اور بعض چھوٹے ہوتے ہیں، ان میں خون متعفن نہیں ہوتا، لیکن

جب متعفن ہو جاتا ہے تو اس سے جبرہ پیدا ہو جاتا ہے، ورم جبرہ کی علامت سوزش ہے، جس میں ورم دموی سے زیادہ تپن ہوتی ہے، بخار متواتر ہوتا ہے۔ طاعونی اور ام بھی اسی قبیل میں آتے ہیں، جو بغل کے نیچے اور کنج ران میں ہوتے ہیں۔

ورم صفراوی | اس کی علامتیں یہ ہیں: خلط کا رقیق ہونا، کھنچاؤ اور ٹیس کے بغیر شدید درد ہونا۔ ورم نملہ کی علامت یہ ہے کہ یہ جلد میں پھیلتا جاتا ہے۔

ورم بلغمی کی علامتیں | اس کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ دبائے سے بھی درد نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ بغیر دبائے ہوئے درد ہو۔ مختصر یہ کہ مندرجہ بالا تمام اورام بسیطہ کے حالات محسوس ہوتے ہیں، لیکن مرکب اورام میں مزید امتیاز معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرکب اورام میں یہ تمام عوارض ملے جلے ہوتے ہیں۔

ورم سوداوی کی علامتیں | ورم بلغمی کی طرح اس میں بھی درد نہیں ہوتا، لیکن یہ ورم سخت اور مٹیالا ہوتا ہے۔ ورم سرطان بھی اس قسم میں داخل ہے۔ سرطان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی شکل سرطان (کیکڑے) کے مانند ہوتی ہے۔ اس ورم کے چاروں طرف کی رگوں میں سیاہ اور میلا خون بھرا ہوتا ہے جس کی شکل کیکڑے کے پیروں کے مانند ہوتی ہے۔ اندرون جسم کے اورام کی علامتیں اندرونی امراض کے ذیل میں بیان کی جائیں گی۔

جلدی بیماریاں

جدری (چیچک) حصبہ (خسرہ) جذام، جرب (خارش) بہق (چھپ) اور برص کے اسباب کتاب المرض میں بیان کیے جا چکے ہیں جو کافی ہیں۔ ان میں بعض بیماریاں پیدا ہونے سے پہلے اپنی کچھ علامتیں رکھتی ہیں، مثلاً جذام، جدری اور حصبہ۔ جذام کے پیدا ہونے کی علامتیں یہ ہیں: آواز کا بیٹھنا، چہرہ کی سُرخی، کھردرا پن اور پھٹنا، آنکھ کی سفیدی کا میلا ہونا، آنکھ کا گول ہونا۔

جدری کے پیدا ہونے کی علامتیں یہ ہیں: بخار برابر رہنا، چہرہ، کنپٹیاں اور گردن کی رگوں میں نفع، چہرہ سُرخ، حلق میں کھردرا پن، بشرطیکہ اس سے قبل یہ مرض نہ ہوا ہو۔ بیرونی جسم پر دانے نکلنے کے ساتھ اگر بخار ہو تو قطعی طور پر خراب قسم کی عضوی اور وبائی بیماریوں کی دلیل ہے، خصوصاً جب دانے سیاہ بیگنی رنگ کے ہوں اور پھوٹنے پر سیاہ کھرنڈ جم جائے، جیسا کہ آگ سے جلے پر جمتا ہے۔ بخار اور تمام امراض حادہ بھران پر ختم ہوتے ہیں، اس لیے یہاں بھران محمود اور

بحران غیر محمود کی علامتیں بیان کی جا رہی ہیں۔

بحران کے لیے چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ (۱) کن بیماریوں میں بحران ہوتا ہے اور
بحران کن میں نہیں ہوتا۔ (۲) کون سی علامتیں مرض کے چار مدارج کی دلیل بنتی ہیں۔ (۳) کس
 چیز کے ذریعہ امراض کی ہر قسم میں استفراغ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں خارش ہونے والا مادہ اگر طبیعت
 مرض کے مطابق ہو تو یہ بحران محمود ہے، بصورت دیگر مذموم ہے۔ (۴) وہ کیا خاص علامتیں ہیں جو
 بحران کے موجود ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ (۵) بحران محمود اور بحران ردی کے آیام۔

آخر میں بحران کی بحث کے ذیل میں ان دو باتوں کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ (۱) تمام امراض کی
 مطلق خراب علامتیں، خواہ ان میں بحران ہو یا نہ ہو۔ (۲) اچھی علامتیں جو مرض کی شفا یابی کی دلیل ہیں۔
 جو بیماریاں بحران سے ختم ہوتی ہیں اور جو غیر محسوس طور پر تحلیل ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔ ان دونوں
 کی واقفیت مدت مرض کے قلیل یا طویل ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ جن بیماریوں کی مدت قلیل ہو
 ان میں بحران ہوتا ہے۔ مدت مرض کے طویل یا قلیل ہونے کی واقفیت نفس طبیعت مرض سے با
 بیرونی چیزوں کے مناسب مرض یا نامناسب مرض ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ بیرونی چیزیں ہوا،
 شہر، تدبیر اور پیشہ ہیں۔ مریض کی عمر اور مزاج سے بھی واقفیت ہوتی ہے۔ مرض کا اہم ہونا کسی عضو
 شریف کی طبیعت سے بھی معلوم کیا جاتا ہے، مثلاً اعضاء رتبیہ کے اور ام۔ مدت مرض کے قلیل یا
 طویل ہونے کی واقفیت، اعراض سے بھی ہوتی ہے، اگر اعراض بڑے ہوں تو مدت مرض قلیل ہوگی
 اس کے برعکس خفیف اعراض میں مدت طویل ہوتی ہے۔ جن امراض کی مدت طبعی طور پر مختصر ہوتی
 ہے وہ دموی اور صفراوی بخار ہیں، خواہ بخار کے ساتھ اعضاء شریفہ میں ورم ہو یا نہ ہو۔ صفراوی
 بخاروں میں غب خالص کی مدت زیادہ سے زیادہ ۱۴ دن ہے، کبھی کبھی ایک ہفتہ یا اس سے
 بھی کم میں ختم ہو جاتا ہے۔ عروق کے اندر والا بخار زیادہ حاد ہوتا ہے، اور حمی دمویہ (مطبغہ)
 غایت درجہ کا حاد ہوتا ہے، مختصر یہ کہ قدمار نے امراض عادیہ انہی امراض کو کہا ہے جو چودہ دن یا
 کم میں ختم ہو جاتیں۔ امراض عادیہ میں دونوں قسم کی بیماریاں یعنی حمی دموی اور صفراوی، اور ورم دموی و
 صفراوی داخل ہیں۔ بلغمی بخار کی مدت طویل ہوتی ہے۔ تین ہفتوں سے پہلے اس میں نضج نہیں ہوتا،
 کبھی مہینوں باقی رہتا ہے۔ بلغم و صفرا سے مرکب بخار کی مدت بھی ایسی ہی طویل ہوتی ہے۔ سوداوی
 بخار کی مدت اس قدر طویل ہوتی ہے کہ کم و بیش چھ ماہ تک باقی رہتا ہے۔ بیرونی چیزیں جب نفس
 مرض، مریض کے مزاج، پیشہ اور ہمد بیر کے موافق ہوتی ہیں تو مرض کی مدت کے طویل اور مختصر

ہونے میں معاون ہوتی ہیں۔ یہ ان امراض میں ہی ہوتا ہے جن میں خود امراض کی طبیعت کا تقاضا ہو کہ ان کی مدت طویل یا مختصر ہو۔ مثلاً اگر کوئی نوجوان خالص صفاوی بخار میں مبتلا ہو، اور مقام، موسم، غذائی تدابیر اور مریض کا مزاج یہ سب گرم ہوں تو کہا جاسکتا ہے کہ بخار کی مدت ساتویں دن سے پہلے ضرور ختم ہو جائے گی۔ اس کے برخلاف کوئی بوڑھا شخص، موسم خریف میں کسی سرد مقام پر سوداوی بخار میں مبتلا ہو اور اس کا مزاج سوداوی اور تدابیر بھی ایسی ہوں تو بخار چھ ماہ سے کم میں ختم نہ ہوگا۔ بیرونی چیزیں جب مرض کے مطابق نہ ہوں تو طویل اور مختصر ہونے میں طبیعت مرض کے مخالف حالات کی دلیل ہیں۔ مرض کے مختصر ہونے میں شدت حرارت اور نبض کی سرعت و منظم دلیل ہیں بغرض یہ کہ مرض حاد میں مریض کی جسمانی حالت بہت جلد تبدیل ہو جاتی ہے، اور مریض پیلا یا سُرخ اور لاغر ہو جاتا ہے۔ طول مرض کی علامتیں اس کے برعکس اعراض ہیں، درمیانی قسم کے اعراض، درمیانی مدت کی دلیل ہوتے ہیں۔

بحران یا بغیر بحران ختم ہونے والے امراض کے چار زمانوں کی علامتیں یہ ہیں :

زمانہ ابتداء | اس میں اعراض شدید نہیں ہوتے اور ایک حالت پر قائم رہتے ہیں، مثلاً باری والے بخاروں کا ابتدائی زمانہ یہ ہے کہ باری کی مدت اور باری کے ختم ہونے کی مدت برابر ہوگی۔ زمانہ ابتداء کی خاص علامت یہ ہے کہ طبیعت، پیشاب میں نفع کا عمل نہیں کرتی۔ اگر سینہ کا مرض ہے تو سینہ سے نکلنے والے فضلات میں نفع نہیں ہوتا۔

زمانہ تزیید | یہ وہ اوقات ہیں جن میں مرض کے اعراض بڑھتے رہتے ہیں، مثلاً باری طویل اور راحت کے اوقات کم ہو جائیں۔ باری اگر شدید نہ ہو اور نہ اس کے اوقات طویل ہوں تو محض باری کا پہلے آجانا مرض کے تزیید کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ باری کے پہلے آنے کا سبب جب مرض کی شدت اور ابھار ہوتا ہے تو باری لازماً طویل اور شدید ہوتی ہے، لیکن باری کے پہلے آنے کا سبب جب خلط بورتی کے جلد نفع پانے اور اس پر طبیعت کے غلبہ ہونے سے ہو تو طویل اور شدید نہیں ہوتی، اس لیے باری کا صرف پہلے آنا تزیید کی دلیل نہیں ہے۔ زمانہ تزیید کی خاص علامت یہ ہے کہ پیشاب میں نفع ہوتا ہے، اور نفع کے بعد قارورہ کے درمیان یا اوپر غمام ہوتا ہے اور رنگ میں کچھ نفع ہوتا ہے۔

زمانہ انتہا | وہ اوقات ہیں جن میں اعراض اور باری کی یکساں حالت ہوتی ہے، طبیعت کا عمل نفع بھی پورا ہو جاتا ہے۔ نفع کے پورے ہونے کی علامت یہ ہے کہ پیشاب میں زیادہ رسوب ہوتا ہے۔

زمانہ انحطاط

وہ اوقات ہیں جن میں اعراض ہلکے ہوتے ہیں، مرض پر طبیعت کا غلبہ ہوتا ہے۔ باریوں کے درمیان راحت کا وقفہ زیادہ اور باری کی مدت کم ہوتی ہے۔ جس طرح باری کا پہلے آجانا تیز مرض کی دلیل نہیں ہے ویسے ہی محض مؤخر ہونا انحطاط مرض کی دلیل نہیں ہے، لیکن اگر اس کے ساتھ باری کے اعراض ہلکے اور مدت کم ہو تو انحطاط کی دلیل ہے، کیونکہ باری کی تاخیر کبھی مادے کی کمی سے اور کبھی طبیعت کے کمزور ہونے سے ہوتی ہے۔

بحران میں استفرغات کی قسمیں یہ ہیں: اسہال، قے، پسینہ، پیشاب، نکسیر، مقعد کی رگوں کا منہ کھلنا، عورتوں میں خون حیض جاری ہونا، کبھی اور ام کے ذریعہ استفرغ ہوتا ہے، اگر معمولی اعضاء میں اورام ہوں تو بحران محمود ہوتا ہے۔ جوڑوں میں بڑے پھوڑوں کے ذریعہ بھی استفرغ ہوتا ہے۔ استفرغ کی ہر قسم کسی مرض کے ساتھ اکثر مضموم ہوتی ہے۔ جب بحران محمود ہوتا ہے تو صفراوی بخار کے بحران میں صفرا کا استفرغ، قے، اسہال، پسینہ اور پیشاب کے ذریعہ ہوتا ہے۔ تپ دموی کے بحران میں نکسیر پھوٹنے، مقعد کی رگوں کے کھلنے اور عورتوں میں خون حیض جاری ہونے سے استفرغ ہوتا ہے۔ استفرغ کی سمت پر عضو علیل کی مشارکت بھی معاون ہوتی ہے، مثلاً جب دماغ میں ورم ہوتا ہے تو بحران کا استفرغ زیادہ تر نکسیر پھوٹنے کے ذریعہ ہوتا ہے اور مقعد کی رگیں کھلنے سے کم ہوتا ہے۔ مدب جگر کے ورم کا بحران پیشاب کے ذریعہ، اور مقعر جگر کا ورم اگر دموی نہ ہو تو اسہال کے ذریعہ ہوتا ہے، اور اگر دموی ہوتا ہے تو مقعد کی رگوں سے خون جاری ہونے یا خون حیض جاری ہونے سے ہوتا ہے۔ بڑے پھوڑوں اور اورام کے ذریعہ بحران اکثر طویل بیماریوں میں بیس دن بعد ہوتا ہے۔ امراض حادہ میں اعضاء رئیسہ کے ذریعہ ہونے والا بحران مہلک ہے۔ اسی لیے بقراط نے تنبیہ کی ہے کہ ایسی بیماریوں کے معالجہ میں خلط کا استفرغ زمانہ ابتداء ہی میں کیا جائے نضج مادہ کا انتظار نہ کیا جائے۔

ایام بحران

بحران محمود کے مشہور ایام بہ لحاظ مرض ایام تریح ہیں۔ پہلا بحران چوتھے دن اور دوسرا ساتویں دن ہے، کیونکہ چوتھا دن ہر دو ربوع میں مشترک ہے، اس کے بعد گیارہواں غیر مشترک ہے، اور چودھواں دن مشترک ہے۔ سترہواں اور بیسواں دن بھی مشترک ہے، اسی طرح چوبیسواں، ستائیسواں، اکتیسواں، چوہیسواں، سیستیسواں اور چالیسواں دن قیاس کر لیا جائے۔ طویل بیماریاں جو چالیس دن سے تجاوز کر جاتی ہیں ان میں بحران محسوس نہیں ہوتا۔ بیس دن تک ہر ربوع کا بحران قوی ہوتا ہے، یعنی ہر ربوع کا بحران آنے والے ربوع کی نسبت

دیتا ہے۔ مثلاً جب اچھی علامت جیسے پیشاب میں غمام بسیط کا معلق ہونا ہو تو چوتھے دن کے بحران میں ساتویں دن کے بحران کی خبر ہوتی ہے۔ گیارہویں دن کا بحران چودہویں دن کے بحران کی خبر دیتا ہے، اور چودہویں دن کا بحران سترہویں دن کے بحران کی خبر دیتا ہے، اور سترہویں دن کا بحران بیسویں دن کے بحران کی خبر دیتا ہے۔ بیسویں دن کے بعد ہر ساتویں دن کے بحران میں قوتِ انداز ہوتی ہے۔ یہ تمام ایام بحران محمود کے ہیں۔ ان ایام میں اکثر بحران ہوتا ہے، اگرچہ ان ایام میں بحران و انداز کم و بیش ہوتے ہیں، لیکن حالات تقریباً یکساں ہوتے ہیں۔ بحران کے ایام ان کے علاوہ بھی ہیں جن میں بحران محدود دورے سے نہیں ہوتا۔ یہ میسر، پانچواں، نواں، تیرہواں، اسیواں اور اکیسواں دن ہیں۔ بیس دن کے بعد ان ایام میں بحران و انداز کی قوت بالکل نہیں ہوتی۔ ان ایام میں نواں دن اکثر گیارہویں دن کی خبر دیتا ہے۔

بحران مذموم کے ایام میں سب سے خراب چھٹا دن ہے، اس دن اکثر بحران ردی ہوتا ہے۔ چوتھے دن کی خراب علامتیں چھٹے دن کے بحران کی خبر دیتی ہیں، مثلاً پیشاب میں سیاہ غمام۔ اس کے بعد بارہواں اور پھر اٹھارہواں دن خراب پائے گئے ہیں۔ بارہویں دن بحران کم ہوتا ہے۔ بحران اس وقت سے شمار کیا جاتا ہے، جبکہ افعال میں ضرر واقع ہو جائے، لیکن اگر عورتوں کو حالتِ نفاس میں بیماری لاحق ہو تو اس کا بحران بقول بقراط ولادت کے وقت سے شمار ہوگا۔ بحران ردی اور بحران محمود کے ایام میں قدمات کا اختلاف ہے، لیکن مذکورہ بحران کے ایام بقراط و جالینوس کے مطابق لکھے گئے ہیں۔ پھر بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ بحران ہمیشہ اسی طرح ہو۔ بہر حال اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ رازی کہتا ہے کہ اس نے بیمارستان میں تقریباً دو ہزار مریضوں کا معائنہ کیا، جن میں اکثر مریضوں میں بحران کی مذکورہ علامتوں کو درست پایا، اور کم لوگوں میں اس کے خلاف دیکھا۔ بحران کے قریب ہونے کی علامتیں مرض میں شدت اور ہیجانی کیفیت، پیشاب اور بلغم میں بحرانی علامتیں ظاہر ہونا، نبضِ عظیم اور مرض کی طبیعت ہیں۔ اسی طرح باری ولے بخار میں متعین وقت سے پہلے باری آنا بحران کا پتہ دیتا ہے، لیکن اگر ان علامتوں کے برخلاف علامتیں ہوں تو بحران میں تاخیر ہوتی ہے۔ الغرض مذکورہ علامتیں متوسط ہوں تو درمیانی مدت کی علامات ہیں۔ یعنی بحران نہ بہت تاخیر سے ہوگا اور نہ بہت جلد۔

حالتِ بحران کی علامتیں سخت قسم کے اعراض ہیں، مثلاً شدید گھبراہٹ اور اچھل کود، خلل ذہنی، دردِ سر، بیداری، آنکھ اور چہرہ کا سرخ ہونا، سانس کی تنگی، دل کی دھڑکن، گردن میں

در در نچلے ہونٹ کا پھر کنا، معدہ میں چھین، لرزہ، کپکپی، رعشہ، پیشاب کھل کر نہ آنا، قبض، شدید پیاس وغیرہ۔ تمام علامتیں یا ان میں کچھ اگر رات میں ظاہر ہوں تو دوسرے دن بحران ہوگا، اور اگر دن میں ظاہر ہوں تو اسی دن رات میں بحران ہوگا۔ اس حالت میں خلط کی حرکت سے بحران کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے، مثلاً ہونٹ پھر کناٹے کی علامت ہے، چہرہ کی سُرخی اور ناک کا ناکل، نکسیر کی علامت ہے۔ کبھی انذار کی نوعیت سے بھی بحران کی نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے، مثلاً اگر ایام انذار میں نکسیر ہو تو بحران بدریغہ نکسیر ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح تھے، پسینہ یا اسہال وغیرہ اس بات کی علامات ہیں کہ بحران ان ذرائع سے ہی ہوگا۔ مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں بحران محمود آخر مرض میں اچھے نفع کے بعد ہونے والا بحران ہے۔ اس بحران میں مرض کا سبب بننے والے مادے کا استفراغ، مرض کے مناسب ہوتا ہے، اور بحران پر دلیل بننے والے انذارات محمود ہوتے ہیں اور حالت بحران کی علامتیں خطرناک نہیں ہوتیں، مثلاً شدید غشی، وجع الفواد اور خفقان نہیں ہوتا۔

بحران محمود اور مذموم کے بارے میں مذکورہ معلومات مختصر کافی ہیں۔ ان معلومات کی روشنی میں اس بات کا اندازہ ممکن ہے کہ امراض حادہ کا نتیجہ شفا رہے یا موت۔ اب ہم ان امور کے بارے میں مزید تقویت دینے والی علامات یا دلائل بیان کریں گے۔

پہلے صحت کی علامات بیان کی جاتی ہیں۔ یہ علامتیں کبھی افضل و اعراض سے اور کبھی ان بیماریوں سے اخذ کی جاتی ہیں جو دوسری بیماریوں کے بعد ہوتی ہیں۔ اعراض سے اخذ کی جانے والی علامتیں یہ ہیں۔ مریض کے چہرے پر تندرستی کے آثار، جیسا کہ مریض اپنی حالت تندرستی میں دکھائی دیتا تھا، کیونکہ لوگوں میں حالت صحت کے دوران بھی تمام چہروں پر یکساں تندرستی کے آثار نہیں ہوتے۔ مذکورہ علامت سلامتی کی دلیل ہے۔ پورے جسم میں یکساں حرارت اس بات کی دلیل ہے کہ اجزاء اور ام سے محفوظ ہیں۔ اگر براز رقت و غلظت میں معتدل ہو، تحلیل شدہ ہو، اور اس کا رنگ روغنی ہو تو یہ بھی سلامتی کی دلیل ہے۔ کیونکہ ایسا براز قوی غذایہ کے بہتر ہونے کی دلیل ہے۔ ترنجبی رنگ کا پیشاب جس میں نفل نیچے بیٹھا ہوا ہو اور سفید ہو اور اس کے اجزاء یکساں ہوں، یا نفل معلق ہو تو سلامتی کی علامت ہے، خصوصاً جبکہ نفل نیچے بیٹھا ہوا ہو۔ ایسا پیشاب بخاروں اور اورام جوف میں اچھی علامت سمجھی گئی ہے۔ ذات الجنب اور ذات الریہ میں سفید تھوک جو اوسط درجہ کا ٹھاہوا اور آسانی سے پھینکا جاسکے اور بدبودار نہ ہو تو سلامتی کی دلیل ہے۔ بحران کے کسی دن تیز بخار کے بعد جب مریض کو پسینہ آئے اور پسینہ اعتدال کے ساتھ گرم ہو اور پورے بدن میں یکساں

پسینہ آئے، پسینہ کی مدت معتدل ہو، رنگ سفید ہو اور بدبودار نہ ہو تو سلامتی کی دلیل ہے۔
دموی بخاروں، اورام دماغ اور اورام احشاء کے بحران کے دوران اگر نکسیر پھوٹ جائے تو یہ
سلامتی کی دلیل ہے۔

افعال سے اخذ کی جانے والی علامتیں یہ ہیں:۔ تیز بیماریوں میں ذہن کا درست رہنا، حواس کا
بہتر ہونا، مریض کا آسانی کے ساتھ کروٹ لینا اور عمدگی سے لینا سلامتی کی دلیل ہے۔ بہتر تنفس جو
متواتر، متفاوت اور منقطع ہو، نبض قوی ہونے کے ساتھ مختلف کم ہو تو سلامتی کی قوی دلیل ہے۔
اگر پہلی بیماری کے بعد آنے والی دوسری بیماری کے اسباب برعکس ہوں تو یہ دوسری بیماری،
پہلی بیماری سے نجات کی علامت ہے۔ اول الذکر کی مثال یہ ہے: امتلاء مادہ کے سبب سے کسی
شخص کو تشنج ہو جائے، پھر وہ بخار میں مبتلا ہو جائے تو اس کا تشنج ختم ہو جائے گا، اور کسی شخص کو
ریح یا سوء مزاج بارد کے سبب سے معدہ یا جگر یا آنت یا طحال میں درد ہو، پھر بخار میں مبتلا
ہو جائے تو درد ختم ہو جائے گا۔ قداماء کے اقوال میں غور کرنے سے بہت سی دوسری مثالیں بھی ملتی
ہیں، مثلاً جب حمی مطبقہ کے مریض کو بحران کے ایام میں لرزہ آجائے تو بخار کے ختم ہو جانے کی
دلیل ہے، کیونکہ طبیعت خلط فاعل کو اندرون عروق سے نکال کر بیرون جسم کی طرف دفع کر دیتی ہے۔
آخر الذکر کی مثال، درد نقرس، درد مفاصل اور امراض گردہ کے مریضوں کو اگر مرض دوائی لاحق
ہو جائے تو مذکورہ بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔

مالینولیا کے مریض کو اگر بواسیر ہو جائے تو مالینولیا کے ختم ہونے کی دلیل ہے۔ ان اقوال کی روشنی
میں اور بھی بہت سی مثالیں نکالی جاسکتی ہیں۔ کبھی کسی مرض کا عرض، پہلے مرض کے کم ہونے کی دلیل
بنتا ہے، جبکہ پہلے مرض کے اسباب میں سے ہی دوسرے مرض کے اسباب ہوں، اور پہلے کی نسبت دوسرا
مرض ہلکا ہو، مثلاً بقراط کہتا ہے کہ زلق الامعاء کے مریض کو کھٹی دوا کار آنا اچھی علامت ہے۔

سلامتی کی علامتوں کے بعد اب ہم مہنگی علامتیں بیان کریں گے۔ قداماء کے دستور کے مطابق
ہر علامت کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے گا۔ یہ علامتیں کبھی افعال اور اعراض افعال سے اخذ کی جاتی
ہیں۔ یہ علامتیں یا بیرون جسم میں یا جسم سے نکلنے والی چیزوں میں ہوتی ہیں، کبھی ان بیماریوں میں ہوتی
ہیں جو ایک بیماری گزرنے کے بعد ہوں۔ اعراض کی علامتیں پہلے بیان کی جاتی ہیں۔

۱۰۔ اس مرض میں پنڈلی کی رگیں ہونی ہو کر ان میں گرہیں پڑ جاتی ہیں۔

بقراط کہتا ہے کہ مریض کا چہرہ، مُردہ کے چہرہ کی مانند ہو جاتا ہے۔ مُردہ کی کا مطلب یہ ہے کہ ناک
 نوکیلی ہو جائے، آنکھیں گہرائی میں چلی جائیں، دونوں کان ٹھنڈے ہو جائیں، کان کی ٹوائٹ جاتے،
 چہرہ کی جلد کھینچ جاتے، چہرہ کا رنگ میلا سبز، بھورا یا زرد ہو جائے، ایسا چہرہ ہلاکت کی دلیل ہے۔
 تیز بیماریوں میں یہ عوارض لاحق ہوتے ہیں، کیونکہ بیماری اور حرارتِ غریبہ کی شدید مخالفت حرارتِ
 غریبہ کو کم کر دیتی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ عوارض امراضِ عادیہ میں مرض کے شدید ہونے کی دلیل ہیں، لیکن طویل
 بیماریوں مثلاً سل کے مریضوں میں بھی لاحق ہوتے ہیں، لیکن جب مریض کو اسپتال یا سہرے کے ذریعہ استفرغ
 ہوتا ہو تو اس وقت یہ دلیل ہلکی ہو جاتی ہے۔ جب آنکھ کی سفیدی سُرخ ہو جائے اور آنکھ کی رگیں میلی
 یا سیاہ ہو جائیں تو امراضِ عادیہ میں موت کی دلیل ہے، کیونکہ سیاہی، حرارتِ غریبہ کے ختم ہونے کی
 علامت ہے۔ رگوں کا سُرخ ہونا دماغ کے امتلاء کی دلیل ہے۔ آنکھوں کا ابھر آنا اگر آشوبِ چشم اور
 قے کے سبب نہ ہو تو امراضِ عادیہ میں خراب علامت ہے۔ پوٹے، ہونٹ اور ناک کا رنگ میلا
 ہو جائے تو موت کے قریب ہونے کی دلیل ہے۔ ہاتھ پیروں کا ٹھنڈا ہونا خراب علامت ہے، کیونکہ
 اس سے پتہ چلتا ہے کہ حرارتِ غریبہ اندرونِ جسم میں چلی گئی ہے، خواہ اس کا سبب اندرونِ جسم کا
 بڑا پھوڑا یا سرد اخلاط کی زیادتی ہو۔ جب بخار کی حالت میں بیرونِ جسم ٹھنڈا اور اندرونِ جسم گرم ہو تو
 موت کی علامت ہے، کیونکہ اندرونِ جسم میں ورمِ حار کی دلیل ہے، جس کی جانب حرارتِ غریبہ لوٹ
 گئی ہے۔ مختصر یہ کہ حالتِ بخار میں پورے جسم میں یکساں حرارت کا نہ ہونا خراب علامت ہے، کیونکہ یہ
 اعضاءِ رئیسہ، دماغ، جگر یا معدہ میں ورم کی دلیل ہے۔ جب زبان میں پھنسیاں ہوں اور ہاتھ پیر
 ٹھنڈے ہو جائیں تو موت قریب ہو جانے کی علامت ہے، کیونکہ اس سے مری اور معدہ میں خراب قسم
 کے پھوڑوں کا پتہ چلتا ہے۔ جب انگلیاں اور ناخن سبز اور میلے ہو جائیں اور نبض ضعیف ہو تو موت
 قریب ہوتی ہے، اس کے برخلاف اگر سیاہ ہو جائیں اور نبض قوی ہو اور بحران کا دن ہو تو سلامتی کی
 دلیل ہے، کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان اعضاء میں پیپ بننے یا پھوڑے نکلنے سے مرض ختم
 ہو جائے گا۔ اگر مریض کے جسم میں پھوڑا پہلے سے موجود ہو، پھر یہ سبز یا سیاہ ہو جائے تو خراب علامت
 ہے، کیونکہ ماؤفہ عضو میں سب سے پہلے حرارتِ غریبہ ختم ہو جاتی ہے۔ امراضِ عادیہ میں جب جسم پر
 باجرہ کے برابر چھوٹے چھوٹے آبلے نکل آئیں تو خراب علامت ہے، کیونکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مادہ میں
 نضج کم ہوا ہے۔

بقراط نے جس موسم میں ساتویں دن سے پہلے یرقان ہو جانے کو بتایا ہے وہ ہمارے

شہروں میں تجربے سے غلط ثابت ہوا، خصوصاً گرم مزارع لوگوں اور موسم گرما میں یہ بات قطعاً غلط ہے۔ ممکن ہے کہ بقراط کا نظریہ یونان کی آب و ہوا کے لحاظ سے درست ہو، کیونکہ وہ علاقے زیادہ سرد ہیں۔ بہر حال بقراط کی دلیل یہ ہے کہ یرقان کے ذریعہ بھی بحران ہوتا ہے، اور بحران کا نفع مادہ سے قبل واقع ہونا خراب علامت ہے۔

براز کے عوارض یہ ہیں: امراضِ حادہ میں مریض کا براز سیاہ، سبز، زیادہ بدبودار یا چکنا ہو تو موت کی دلیل ہے، کیونکہ سیاہ براز احتراقِ مادہ کی اور چکنا براز اعضاء اور چربی گھلنے کی دلیل ہے۔ پتلا اور سفید براز بھی خراب ہے، کیونکہ یہ ضعف، ہضم اور صفرا کے بالائی جسم کی طرف رجوع ہونے کی دلیل ہے، ایسا حادی حادہ میں ہوتا ہے، ان بخاروں میں سفید پیشاب جس چیز کی علامت ہے اسی کی علامت سفید براز بھی ہے۔ سفید براز یرقان کی بھی علامت ہے۔ لیس داز براز بھی خراب سمجھا گیا ہے، کیونکہ اس سے اعضاء کا گھلنا ثابت ہوتا ہے۔ براز میں مختلف رنگ ہونا مرض کے طویل ہونے کی علامت ہے۔ ہر مرض کے شروع میں بالائی یا زیریں جسم سے مرہ سودا کا خارج ہونا موت کی دلیل ہے، کیونکہ ابتدائے مرض میں اس خلط کا خارج ہونا اس کی زیادتی یا قوی کے کمزور ہونے یا دونوں چیزوں کی دلیل ہے۔ مرہ سودا ترشش کے سبب سے سحج (آنتوں کی ترشش) ہونا مہلک ہے۔ براز میں خالص صفرا کا ہونا یا خونی اسہال ہونا، جبکہ غذا کی بالکل خواہش نہ ہو، خراب علامت ہے۔ پیشاب میں سیاہ رسوب ہونا موت کی دلیل ہے۔ عرصہ تک متواتر بچوں کا پیشاب رقیق ہونا خراب علامت ہے۔ کیونکہ بچوں کا طبیعی پیشاب گاڑھا اور اس میں رسوب ہوتا ہے۔ امراضِ حادہ میں پانی جیسا پیشاب خراب اور مہلک ہے۔ میلا پیشاب اور اس میں جوش ہونا خراب ہے، کیونکہ اس سے حرارتِ غریبہ کے قوی اور پُر جوش ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ سولیتی، نخالی اور صفائی پیشاب اگر گروہ و مثانہ کے سبب سے نہ ہو تو تیز بخار کی حالت میں خرابی کی دلیل ہے، گروہ اور مثانہ کے سبب سے یہ پیشاب ہوں تو موت کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ موت کی دلیل اعضاء کے گھلنے سے بنتی ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ گروہ و مثانہ کی صورت میں درد ہوتا ہے۔

سیاہ اور زنگاری تھے خراب ہے، اگر اس میں بدبو بھی ہو تو موت کی علامت ہے۔ اگر بحران کے دنوں کے علاوہ پسینہ آئے، اور اس سے بخار میں سکون نہ ہو تو خراب علامت ہے۔ اگر پسینہ ٹھنڈا ہو اور صرف گردن اور سر پر آئے تو زیادہ خراب ہے۔ ایسا پسینہ تیز بخاروں میں موت کی دلیل ہے، اگر تیز بخار نہ ہو تو مرض کے طویل ہونے کی علامت ہے۔ تپ محرقہ میں اگر نکیر میں خون کے سیاہ قطرے ہوں تو موت کی علامت ہے۔ کیونکہ اس سے دماغ میں بڑا ورم ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

افعال سے اخذ کی جانے والی علامتیں یہ ہیں: روشنی سے آنکھوں کا چنڈھیا جانا، اور بلا سبب آنسوؤں کا جاری ہو جانا خراب علامت ہے۔ اگر آنکھوں میں زیادہ حرکت ہو، دونوں آنکھیں میڑھی ہوں، اور ایک آنکھ دوسری سے چھوٹی ہو تو موت کی علامت ہے۔ آنکھوں کا ٹیڑھا ہونا اور کسی ایک آنکھ کا سکڑنا تشیخ دماغ کے سبب سے ہوتا ہے۔ جب مریض کے سر سے ٹھوسی جیسی چیز گرنے لگے تو موت کی دلیل ہے؛ کیونکہ یہ جسم کی قوت برداشت کے ختم ہونے کی دلیل ہے۔ مختصر یہ کہ مریض کی شکل و وضع کا حالت تندرستی کے مقابلہ میں تبدیل ہو جانا خراب علامتیں ہیں۔

بیٹھنے اور چلنے میں تکان، جسمانی کمزوری اور سماعت و بصریت کا ختم ہو جانا قریب موت کی علامات ہیں۔ اسی طرح جب اختلاط عقل کے نتیجہ میں تنفس عظیم اور متفاوت ہو جائے تو یہ بھی ردی علامت ہے، کیونکہ اختلاط عقل یا ذہن کے مریض میں افعال کا نظم و ضبط قائم نہیں رہتا۔ سانس لینے میں دشواری بھی خراب علامت ہے؛ کیونکہ یہ عضلات صدر کے تشیخ کی خبر دیتی ہے۔ اگر نیند سے درد محسوس ہو تو موت کی علامت ہے۔

امراض سے اخذ کی جانے والی علامتیں

ایک مرض کے بعد آنے والا دوسرا مرض اگر زیادہ شدید ہو، یا پہلے عضو کے مقابلہ میں زیادہ شریف عضو میں واقع ہو تو خطرناک ہے؛ مثلاً ورم ذبحہ اگر چوتھے دن پھیپھڑے کی طرف منتقل ہو جائے تو ساتویں دن مریض کی موت ہو جائے گی۔ بعد میں پیدا ہونے والا مرض اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے مرض کا سبب فاعل شدید تھا، مثلاً ذات الجنب کے مریض کے پہلو کا سیاہ ہونا مریض کے جلد مر جانے کی علامت ہے۔ کبھی بعد والا مرض پہلے مرض کا سبب فاعل ہوتا ہے، مثلاً قرعہ ریبہ کے مریض کو زکام ہونا۔ امراض حادہ میں ہچکیاں آنا موت کی علامت ہے؛ کیونکہ اس سے تشیخ کا پتہ چلتا ہے۔ کبھی بعد والا مرض، پہلے مرض کی بالکل ضد ہوتا ہے، مثلاً امراض حادہ کے بعد استقاء۔

علامات مرض کے سلسلہ میں مذکورہ بالا امور ان اقوال کی روشنی میں لکھے گئے ہیں جو عام طور سے اطباء کرام بیان کرتے ہیں، چونکہ یہ فن طب کی مفصل کتاب نہیں ہے، اس لیے اصولی طور پر بنیادی امور بیان کر دینا کافی ہیں۔ اب ہم اندرونی اعضا کے امراض کی علامتیں بیان کرتے ہیں۔

اعضاء آلمہ کی علامتیں

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ تین چیزوں کی علامتیں معلوم کرنا ضروری ہیں، (۱) وہ عضو جس میں مرض ہے۔ (۲) اس عضو کا مرض۔ (۳) سبب مرض۔ یعنی مرض کا خاص سبب۔ اکثر وہ عوارض علامت بنتے ہیں جو اعضاء کے افعال یا انفعالات میں لاحق ہوں۔ لازمی عوارض بیرون جسم پر اور جسم سے نکلنے والے فضلات میں ہوتے ہیں۔ افعال یا انفعالات کے عوارض عضو مریض پر اکثر اس وقت دلیل بنتے ہیں جب اس عضو کے ساتھ افعال یا انفعالات کا ضرر مخصوص ہو، مثلاً اشتہاء غذا کا ختم ہو جانا، فم معدہ کے مرض کی دلیل ہے، لیکن جب ضرر مخصوص نہ ہو تو عضو مریض پر دلیل نہیں بنتے۔ مثلاً انگلیوں کی حرکت میں دشواری خود انگلیوں میں مرض ہونے کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہ دشواری اس عصب کی خرابی سے ہوتی ہے جس کا سلسلہ انگلیوں تک ہے۔ اعضاء کے افعال اور انفعالات کے عوارض اگر عضو اور مرض کے لیے مخصوص ہوں تو دونوں کے لیے دلیل بنتے ہیں، مثلاً تیز اور چھین پیدا کرنے والا درد اس بات کی دلیل ہے کہ عضو ماؤف غشائی ہے، اور اس کا سبب خلط صفاوی ہے۔ ٹرش ڈکار اس بات کی علامت ہے کہ فم معدہ میں مرض ہے، اور اس کا سبب فاعل برووت ہے۔ مرض کے بالمقابل بیرونی عضو بھی عضو مریض کی دلیل ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ مقام عضو مریض کے ساتھ مخصوص ہو، جیسے کہ شراسیف کے نیچے کا درد، معدہ کے مرض کی دلیل ہے، لیکن اگر وہ مقام عضو مریض کے ساتھ مخصوص نہ ہو تو دلیل نہیں ہے۔ مثلاً پہلو کا درد کبھی بڑی آنتوں اور کبھی گردوں کے مرض سے ہوتا ہے۔ فضلات بدن بھی عضو مریض کی علامت ہوتے ہیں، یہ کبھی اعضاء کی طبیعت اور ساخت کے لحاظ سے ہوتے ہیں، مثلاً اگر تیز بخار نہ ہو تو پیشاب میں چوڑے چھلکے کا خارج ہونا گردہ کی بیماری ظاہر کرتا ہے، اور ٹھوس کے مانند ہو تو مثانہ کی بیماری معلوم ہوتی ہے۔ کبھی یہ فضلات عضو کی مقدار کے لحاظ سے ہوتے ہیں، مثلاً کھانسی میں بڑا ریشہ خارج ہونا اس بات کی علامت ہے کہ ریشہ پھیل چڑھے سے نکلا ہے۔ اگر چھوٹا ریشہ ہو تو قصبہ ربہ سے نکلنے کی علامت ہے۔ کبھی یہ فضلات اپنے نکلنے کے مقام اور جہت کے لحاظ سے علامت بنتے ہیں، جیسے مقعد سے خون نکلنا مقام کی مثال ہے، کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ مرض آنتوں یا مقعر جگر میں ہے۔ اور پیشاب کے راستے سے خون آنا اس بات کی علامت ہے کہ مثانہ، یا گردے یا مقعر جگر میں مرض ہے۔ فضلات کے خارج ہونے کی جہت کی مثال یہ ہے کہ اگر کھانسنے سے خون آیا ہے تو یہ علامت

پھیپھڑے سے خون آنے کی ہے، اور کھنکھارنے سے خون آنامری سے خون آنے کی علامت ہے۔ نبض اور درد سے عضو مریض کا صحیح پتہ چلتا ہے، اگرچہ یہ دونوں افعال و انفعالات کے عوارض ہیں، لیکن قوانین کلیہ کی طرح ان دونوں کی عمومی دلالت ہے۔ نبض منشاری عضو عصبی کے مرض کی علامت ہے، اور نبض موجی عضو لحمی کے مرض کی علامت ہے۔ درد اگر چٹھن والا ہو اور چوڑائی میں گھومتا ہو معلوم ہو تو عضو غشائی میں درد ہوگا۔ اگر ہلکا درد ہو تو گوشت کے مرض کی علامت ہے۔ ٹیس والا درد زیادہ شرمین والے عضو کے مرض کی علامت ہے۔ غیر عصب والے عضو یعنی جگر یا طحال کے مرض کی علامت ہے۔ اگر لمبائی میں کھنچاؤ والا درد ہو تو عصب یا رگ کے مرض کی علامت ہے۔ برمایا سوا چھبونے کے مانند درد ہو تو کسی دبیز عضو مثلاً گردہ یا بڑی آنت میں مرض کی علامت ہے۔ توڑنے والا درد ہڈی والے عضو کے مرض کی علامت ہے۔ ان ذرائع سے عضو مریض کی واقفیت ہوتی ہے۔

یہاں عضو کے مخصوص اور مشترک افعال و انفعالات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ کتاب الصحت میں گزر چکے ہیں، اعضاء کے مقامات بھی نظر انداز کیے جائیں گے۔ یہاں صرف ایسی علامتیں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کی جائیں گی جو جسم سے خارج ہونے والی چیزوں سے ماخوذ ہیں، اور جو اعضاء کے حالات پر دلیل بنتی ہیں۔

جسم سے خارج ہونے والی چیزیں دو طرح کی ہوتی ہیں، کچھ طبعی طور پر جیسے بول و براز اور تھوک، اور کچھ غیر طبعی طور پر جیسے خون اور اعضاء کے اجزاء۔ طبعی طور پر خارج ہونے والی چیزوں کے عوارض، بیماریوں اور ان کے اسباب پر دلیل بنتے ہیں، جو پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔ غیر طبعی طور پر خارج ہونے والی چیزیں عضو مریض پر دلیل بنتی ہیں۔ نفس اعضاء کی حقیقت کتاب التشریح میں بیان کی جا چکی ہے۔ اب جسم سے خون نکلنے کی علامتیں بیان کی جائیں گی۔

خون بالائی یا زیریں جسم سے نکلتا ہے۔ بالائی جسم کا خون اگر منہ سے نکلتا ہے تو تھوک میں مل کر باہر آتا ہے۔ اگر حلق سے نکلتا ہے تو کھنکھارنے سے باہر آتا ہے۔ اگر معدہ سے نکلتا ہے تو قے کے ذریعہ باہر آتا ہے۔ اگر پھیپھڑے یا سینے سے نکلتا ہے تو کھانسنے سے باہر آتا ہے۔ پھیپھڑے سے نکلنے والے خون کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، اور یکبارگی نکلتا ہے۔ یہ خون شریانی اور کف کے ساتھ ہوتا ہے اور اس میں درد نہیں ہوتا۔ البتہ سینے سے جو خون نکلتا ہے اس میں درد ہوتا ہے، اس کی

مقدار بھی کم ہوتی ہے، اور یکبارگی نہیں نکلتا ہے۔ اس کا رنگ پھیپھڑے کے خون سے مختلف ہوتا ہے۔ اگر سینے کی شریان کے پھٹنے سے خون نہیں آ رہا ہے تو بستہ خون نکلتا ہے۔ کبھی خون کا مرکز دماغ ہوتا ہے، اور چونکہ کھانسی ہونے سے خون گرتا ہے، اس لیے یہ گمان ہوتا ہے کہ پھیپھڑے سے آ رہا ہے، حالانکہ دماغ سے آنے والا خون اپنے رنگ اور قوام میں پھیپھڑے کے خون سے مختلف ہوتا ہے۔ اکثر یہ خون بستہ ہوتا ہے اور دماغ میں امتلاء خون سے کبھی اس کی تصدیق ہوتی ہے، مری سے خون آنے کی علامت یہ ہے کہ دونوں شانوں کے درمیان مریض کو درد کا احساس ہوگا۔

زیریں جسم سے نکلنے والا خون کبھی فم مقعد کی رگوں کے کھلنے سے نکلتا ہے۔ جب خون زیادہ اور خراب ہو جاتا ہے تو طبیعت ایسے خون کو بطور استفراغ خارج کر دیتی ہے۔ اگر خون بہت زیادہ آنے لگے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خون کا آنا طبیعت کی وجہ سے نہیں ہے۔ فم مقعد کے عوارض سے اس بات کی واقفیت اچھی طرح ہوتی ہے۔ مقعد کے راستے سے خون نکلنے کے اسباب یہ ہیں: آنتوں کی خراش اور زخم، جگر کی قوتِ ماسکہ کا کمزور ہونا، خون کی کیفیت خراب ہونے سے قوتِ دافعہ کا دفع کرنا۔ یعنی قوتِ ماسکہ کے کمزور ہونے اور خراش کے سبب سے نکلنے والا خون، ان دونوں کی عام علامت یہ ہے کہ یہ خالص نہیں ہوتا، بلکہ اس کا رنگ گوشت کے دھوون جیسا ہوتا ہے۔ آنتوں کی خراش سے نکلنے والے خون کی خاص علامت یہ ہے کہ مریض عضو میں درد محسوس کرتا ہے اور خون تھوڑا تھوڑا آنتوں کے چھلکے کے ساتھ مل کر نکلتا ہے۔ جگر سے نکلنے والے خون پر ضعفِ جگر کے عوارض دلیل بنتے ہیں، اور خون نکلنے کے وقت درد نہیں ہوتا۔ خراب خون کو اگر جگر دفع کرتا ہے تو اس کے رنگ سے معلوم کیا جاتا ہے۔ ایسا خون سیاہ اور سوختہ ہوتا ہے۔ پیشاب کے راستے سے نکلنے والا خون، مثلاً، گردہ اور مقعر جگر سے آتا ہے۔ گردے سے نکلنے کے دو اسباب ہیں، یا گردے کی رگ کھل جاتی ہے، یا پتھری پیدا ہونے سے رگ پھٹ جاتی ہے، کیونکہ جو پتھری جرمِ گردہ میں پیدا ہو وہ گوشت کو پھاڑ کر باہر نکلتی ہے، لیکن جب پتھری گردے کے جوف میں بننا شروع ہوتی ہے تو درد شروع ہوتا ہے۔ گردے سے خون نکلنے کا ایک سبب قوتِ غذایہ کا کمزور ہونا ہے۔ گردے اس مائیتِ دمویہ سے غذا حاصل کرنا چھوڑ دیتے ہیں جو وہاں موجود ہوتی ہے۔ مقعر جگر سے خون آنے کی علامت ضعفِ جگر کے عوارض ہیں، نہ کہ ضعفِ گردہ کے۔ ضعفِ گردہ کے سبب اگر خون آ رہا ہے تو ضعفِ گردہ کے عوارض ہوتے ہیں، مثلاً سوء مزاج کے سبب سے گردوں میں درد، جسم کی لاغری اور ضعفِ باہ۔ گردے کی رگ کھلنے کے سبب سے نکلنے والا خون، اس خون سے مختلف ہوتا ہے جو قوتِ غذایہ

کے کمزور ہونے سے نکلتا ہے، کیونکہ جب رگ کھلتی ہے تو خون کی مقدار شروع میں پیشاب پر غالب ہوتی ہے، اور پورا پیشاب خون ہی معلوم ہوتا ہے۔ ضعفِ گردہ میں خون غسالی ہوتا ہے۔ اس مرض میں ضعفِ گردہ کے عوارض شروع میں ظاہر نہیں ہوتے، لیکن ضعفِ قوتِ ہاضمہ کے سبب سے ہونے والے مرض کے عوارض ظاہر ہو جاتے ہیں۔ رگوں کے پھٹنے یا تاقل سے خون نکلنے کی علامت درد ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ رگوں کے کھلنے کے سبب سے خون نکلنے میں اکثر درد نہیں ہوتا، جیسا کہ ناک سے خون جاری ہونے میں درد نہیں ہوتا، لیکن اگر رگ پھٹنے یا تاقل سے خون آتا ہے تو جب تک رگ میں سوء مزاج مستوی و مستحکم نہیں ہوتا اکثر درد ہوتا ہے۔ مثلاً ناک سے خون نکلنے میں درد ہوتا ہے، کیونکہ اس عضو سے اکثر اس وقت خون نکلتا ہے جب افلاط اس میں خراش پیدا کر دیتے ہیں۔

جسم سے جن چیزوں کو نکلنا چاہیے ان میں ایک براز ہے۔ اگر یہ مقدار اور کیفیت میں غیر طبعی ہے تو مریض عضو کی علامت ہے اور اس کو اسہال کہا جاتا ہے۔ کتاب المرض میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اس مرض کے اسباب ضعفِ اعضاء، ضعفِ معدہ، ضعفِ جگر یا ضعفِ اعضاء ہیں۔ ضعفِ اعضاء سے مراد سوء مزاج غیر مادی ہے۔ کبھی ان اعضاء میں سے ایک یا ایک سے زائد میں سوء مزاج مادی کے لاحق ہونے سے یہ مرض ہوتا ہے۔ اس وقت یہ مرض صرف عضو مریض کی حالت نہیں بلکہ سببِ فاعل کی علامت بھی بنتا ہے۔ پہلے ہم اسہال کی وہ علامتیں بیان کریں گے جو عضو مریض پر دلیل بنتے ہیں۔ ان اعضاء میں سے ایک یا زیادہ اعضاء میں مرض مادی کے سبب سے اسہال کا فرق اس اسہال سے جو مرض غیر مادی کے سبب سے ہوتا ہے یہ ہے کہ پہلی صورت میں ثقل کے ساتھ اس مرض کا خلط فاعل بھی خارج ہوتا ہے۔ اگر معدہ کے سبب سے ہو تو امراضِ معدہ کے عوارض پائے جلتے ہیں۔ خواہ ان امراض کا سبب سوء مزاج مادی ہو یا غیر مادی۔ اس قسم کے اسہال کی خاص علامت یہ ہے کہ معدہ میں غذا کم ٹھہرتی ہے، کیونکہ اسہال معدی کے دو اسباب ہیں، ایک یہ کہ اس کی قوتِ دافعہ اس قدر قوی ہو کہ غذا کو دفع کر دے، یا اس کی قوتِ ماسکہ کمزور ہو۔ بہر حال جو بھی صورت ہو غذا معدہ میں کم ٹھہرتی ہے۔ کبھی آنتوں کے سبب سے اسہال ہوتا ہے۔ اس صورت میں آنتوں کے کمزور ہونے کے عوارض پائے جاتے ہیں، اور معدہ میں کوئی خرابی نہیں ہوتی، بلکہ اس میں غذا اپنے طبعی وقت تک ٹھہرتی ہے۔ جگر یا عروق یا بعض دوسرے اعضاء، مثلاً سر وغیرہ کے سبب سے بھی اسہال ہوتا ہے۔ اگر مرض مادی ہو گا تو عضو میں غلبہ خلط کی علامات اور اس کے مخصوص عوارضات نمایاں ہوں گے۔ چنانچہ

ایک طبیب نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص کو اسہال کا مرض تھا، اسہال میں نیند کے بعد شدت ہو جاتی تھی اور بیداری میں کمی۔ اس کیفیت سے انہوں نے سمجھا کہ اس مرض کا غلط فاعل دماغ میں ہے، چنانچہ انہوں نے دماغ کا علاج کیا، جس سے صحت ہو گئی۔

اسہال کی ایک قسم ان نالیوں میں سڈوں کی وجہ سے عارض ہوتی ہے جو آنت سے جگر تک جاتی ہیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ناپختہ غذا خارج ہو، جو کہ معدہ اور آنتوں میں طبعی یا تقریباً طبعی وقت تک ٹھہری ہو۔ اسہال کی دوسری قسموں سے جتنی مدت میں لاغری ہوتی ہے اس سے کم مدت میں اسہال کی اس قسم سے جسم لاغر ہو جاتا ہے۔ جب اسہال کی ان قسموں میں تشابہ ہو جاتا ہے تو ان کی واقفیت دشوار ہوتی ہے۔ کیونکہ طبی اقوال سے اخذ کی جانے والی اکثر علامتیں محض تخمینہ ہوتی ہیں، لہذا ان میں خوب غور و فکر کے بعد جس امر کی طرف گمان غالب ہو، اس کا علاج، ملکی اور لطیف دواؤں سے شروع کرنا چاہیے۔ پھر اگر خیال درست ثابت ہو اور علاج میں کامیابی ہو تو علاج جاری رکھا جائے، ورنہ اسے ترک کر دیا جائے۔ مثلاً جب یہ خیال ہو کہ اسہال کا سبب سڈہ ہے تو ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جو کچھ مفتح بھی ہوں، اگر کامیابی ہو تو اپنے خیال پر قائم رہیں، ورنہ پہلی تدبیر کے نقصانات کا تدارک کریں۔ اسی لیے علاج کے سبب سے چہرہ میں زردی پیدا ہونے کو امراض و اسباب کی علامتوں میں شمار کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر مرض کا سبب حرارت معلوم ہو تو کچھ ٹھنڈک پہنچانے والی دواؤں سے علاج کرنا چاہیے۔ اگر فائدہ ہو تو اسی خیال پر قائم رہتے ہوئے استیصال مرض کی کوشش کرنا چاہیے۔ مریض اعضاء کو سمجھنے کے طریقے زیادہ تر یہی ہیں، لیکن کبھی کبھی عضو مریض کے مشارک اعضاء کے اعراض سے بھی اس کی واقفیت ہوتی ہے، مثلاً ذات الجنب اور ورم جگر کے سبب سے کھانسی اور ورم جگر کے سبب سے عظم ترقوہ کا کھینچ جانا۔ لیکن یہ علامات اس وقت قابل غور ہوتی ہیں جب ان کے ساتھ دوسری علامتیں بھی پائی جائیں۔ مثلاً کھانسی اور بلغم اس وقت ذات الجنب کی علامت ہیں جب پہلو میں درد اور تیز بخار بھی ہو۔ اعضاء میں کبھی بجائے خود مرض ہوتا ہے، اور کبھی دوسرے اعضاء کی مشارکت سے۔ چنانچہ طبی کتابوں میں مشارکت امراض کی وضاحت کا بھی دستور ہے۔ مثلاً ایکالی یا معدہ میں فساد غذا اور خلوع معدہ کے وقت درد سر ہونا، ایسا دماغی مرض ہے جو معدہ کی مشارکت سے ہوتا ہے، لیکن یہ حقیقی بات نہیں ہے، کیونکہ کبھی کسی عضو کے مرض کا بڑھنا، دوسرے عضو کے مرض کے بڑھنے سے کسی عارضہ کے سبب یا اس سبب سے ہوتا ہے کہ عضو میں دو قسم کے امراض ہوتے ہیں، ایک مرض خاص اور دوسرا مرض مشترک، لیکن عضو میں مرض مشارک کا

گمان ہوتا ہے، حالانکہ پہلے سے اس میں ایک مرض موجود تھا جو مرضِ مشارک کے سبب سے قوی و شدید ہو گیا۔ اگر کسی عضو کی صحت و مرض، دوسرے عضو کی صحت و مرض کے سبب سے ہوتا ہے تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دوسرا عضو اس کے مرض کا سبب ہے، لیکن یہ خیال درست نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دونوں اعضاء کا مرض کسی تیسرے عضو کے مرض کے تابع ہو۔ چونکہ یہ طریقہ استدلال کمزور ہے اس لیے اس فن پر غور و خوض کرنے والوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ حتی الامکان زائد سے زائد دلائل و علامات فراہم کریں، پھر جس چیز کا قوی گمان ہو جائے اس کا علاج ملکی دواؤں سے کیا جائے، اگر خیال درست ثابت ہو تو یکسو ہو کر علاج کیا جائے، ورنہ مرض کے لیے دلائل و علامات تلاش کیے جائیں۔ اعضاءِ آلہ کی علامتوں سے واقفیت کے بعد اب ہم امراض اور ان کے اسباب بیان کریں گے۔

سب سے پہلے سوء مزاج مادی اور غیر مادی کی علامات کو سمجھنا ضروری ہے۔ مادی بیماریاں کبھی ورم کے ساتھ اور کبھی بغیر ورم ہوتی ہیں۔ سوء مزاج مادی میں جسم یا عضو مآؤف پر غلبہ خلط کی علامتیں موجود ہوتی ہیں۔ جس کا تذکرہ گذر چکا۔ جسم کے فضلات میں تھے اور براز سے بھی سوء مزاج مادی کے خلط فاعل کا پتہ چلتا ہے۔

سبب فاعل کی نوعیت معلوم کرنے کے لیے پیشاب بھی اچھی علامت ہے۔ اسی طرح منہ کے بلغم سے بھی سبب فاعل کی نوعیت معلوم کی جاتی ہے، مثلاً سرخ بلغم غلبہ خون کی علامت ہے، زرد بلغم غلبہ صفرا کی اور سیاہ بلغم سودا، سوختہ کے غلبہ کی علامت ہے۔ یہ سینے کی بیماریوں میں موت کی دلیل ہے۔ بلغموں میں بہتر وہ ہے جو سفید ہو، چکنا ہو، اجزاء یکساں ہوں اور آسانی سے خارج ہو۔

اورام میں غلبہ خلط کی علامتوں سے خلط فاعل کا پتہ چلتا ہے۔ درد بھی سبب فاعل کی علامت ہے۔ تیز درد عموماً گرم اخلاط سے ہوتا ہے۔ برمایا سوا چھینے جیسا درد خلط بارد سے ہوتا ہے۔ مثلاً قولنج کا درد، یا خلط متحجر سے ہوتا ہے، مثلاً سنگ گردہ اور مثانہ کا درد۔ اورام کے مزاج پر بعض بھی خاص علامت ہے، اس لیے بعض نبضوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اورام عارہ میں نبض صلب، صغیر، سریع، متواتر اور مختلف نشاری ہوتی ہے۔ صلب اس لیے کہ مادہ، شریان کو کھینچتا ہے، صغیر ہونے کی وجہ رگ کی سختی ہے۔ متواتر اور سریع ہونے کا سبب تعدیل کی ضرورت ہے، تاکہ عظیم نہ ہونے سے جو کمی پیدا ہو گئی ہے اُسے سرعت و تواتر

پورا کرے۔ منشاری کا سبب یہ ہے کہ قوت، شریان کو پھیلنے کے لیے مجبور کرتی ہے، لیکن اس کے تمام اجزاء ایک ساتھ نہیں پھیلتے، کچھ اجزاء پہلے اور کچھ بعد میں پھیلتے ہیں، یہاں تک کہ منشار آراہ پٹے کے مانند اس کی حرکت ہو جاتی ہے۔ ورم دموی میں نبض جتنی متواتر ہوتی ہے، اس سے زیادہ ورم صفراوی میں ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس میں حرارت شدید ہوتی ہے۔ اکثر یہ نبض منشاری ہوتی ہے، کیوں کہ صفرا کی بہوست شریان کو سخت کر دیتی ہے۔

اورام بطنیہ میں نبض صغیر، متفاوت اور بطئی ہوتی ہے۔ ان کا سبب برودت کا غلبہ اور قوت کا کمزور ہونا ہے۔ یہ نبض مختلف منشاری نہیں ہوتی، کیوں کہ ان اورام کے غلط فاعل میں رطوبت ہوتی ہے۔

اورام سوداویہ میں نبض صلب ہوتی ہے۔ اس کا سبب غلط سودا کی بہوست ہے ایسی حالت میں نبض منشاری ہوتی ہے۔ جس کا سبب ظاہر ہے اور ساتھ ہی متفاوت و بطئی بھی ہوتی ہے۔ اعضاء شریفہ کے اورام میں بخار کا ہونا اورام کی خاص علامتوں میں ہے۔ لیکن بخار ان اورام میں ہوتا ہے جو پھوٹنے والے ہوتے ہیں، اور جو نہیں پھوٹتے ہیں، مثلاً اورام ربکی اور اورام صلب، ان میں حرارت غریبہ پیدا نہیں ہوتی۔ یہ اعضاء مشاہدہ کے مطابق دماغ، جگر، پھیپھڑا، معدہ، چھوٹی آنت، طحال، گردہ، مثانہ اور رحم ہیں۔

یہاں تک عضو ماؤف کی نوعیت مرض پر دلالت کرنے والی تمام علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ اگرچہ اندرونی اعضاء کی مخصوص علامات اور نفس اعضاء کی خاص علامتیں بیان نہیں کی گئی ہیں، لیکن مذکورہ علامتوں سے ان مخصوص علامات کا بہ آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تاہم مشہور اعضاء کی علامات امراض یہاں لکھی جاتی ہیں، کیوں کہ عمومی اقوال کبھی کبھی جزئیات پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتے اس کے علاوہ مذکورہ علامتوں میں بھی ہر علامت تنہا دلیل نہیں بنتی، بلکہ اس کے ساتھ دوسری علامات کو ملانا پڑتا ہے کیونکہ تنہا علامت مرض یا عضو مریض پر دلیل نہیں بنتی، اس لیے ہر مرض کے خاص عوارض بیان کرنا ضروری ہیں۔ مثلاً پہلو کے چھن والے درد کے ساتھ، منہ سے بلغم نکلنا اور نبض منشاری ہونا، پسلیوں کے اندر کی غشاء میں ورم کی دلیل ہے۔

اندرونی اعضاء کی اکثر علامتیں اورام یا سوء مزاج مادی وغیر مادی سے معلوم ہوتی ہیں۔ دماغ میں واقع ہونے والے سوء مزاج حار، بارد، رطب اور یابس ہوتے ہیں۔ ہر قسم کے سوء مزاج کی الگ الگ علامتیں ہوتی ہیں، مثلاً چہرہ کی سرخی اور مجلس کا

گرم ہونا غلبہ خون کی علامت ہے۔ سو مزاج عاری یا بارد کی خاص علامت درد سر ہے، لیکن مزاج عار میں درد تیز ہوتا ہے۔ سو مزاج رطب و یابس سے دوسرے نہیں ہوتا، مزاج رطب میں گرانی ہوتی ہے۔ سر کی گرانی، نیند کی زیادتی اور حواس مکرر ہونا سو مزاج رطب کی علامتیں ہیں۔ سو مزاج یابس کی علامتیں ان عوارض کی ضد ہیں۔ سر میں یہ تمام سو مزاج کبھی شروع ہی میں اور کبھی دوسرے اعضاء کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ اکثر ایسا معدہ کے سبب سے ہوتا ہے۔ اس کی علامت وہ درد سر ہے جو آبکائی یا معدہ خالی ہونے یا معدہ میں غذا فاسد ہونے سے ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ معدہ کا مرض زیادہ یا کم ہونے سے دماغ کا مرض کم یا زیادہ ہوتا ہے۔ کبھی دونوں سبب کی رگوں کی مشارکت سے درد سر ہوتا ہے، جیسے درد شقیقہ، اس کی دلیل گردن کے امتلاء کی علامتیں ہیں۔ کبھی درد سر پورے بدن کی مشارکت سے ہوتا ہے۔ اس حالت میں امتلاء کی دونوں قسموں میں سے کسی ایک کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ دماغ میں تمام اقسام کے اورام حارہ اور باردہ پیدا ہوتے ہیں، اس کے خاص افعال عضو مریض اور مرض پر علامت بنتے ہیں۔ دماغ میں جب اس قسم کا مرض لاحق ہوتا ہے تو ہر وقت اختلاط ذہن ہوتا ہے۔ دوسرے اعضاء کی مشارکت مثلاً ورم حجاب کے سبب سے عارض ہونے والے اختلاط ذہن ہمہ وقت نہیں ہوتے۔ افعال کے عوارض سے مرض کے سبب فاعل کی نوعیت اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ ورم صفراوی میں مریض کے تخیلات خراب ہو جاتے ہیں، اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لباس پر مکھن ہے جس کو وہ چھڑاتا رہتا ہے، نیز بے خوابی کی شکایت ہوتی ہے۔ بیداری کی حالت میں بدخلق اور تند مزاج ہو جاتا ہے۔ ورم دموی میں بے خوابی کم ہوتی ہے، مریض ہنستا ہے اور خوشی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس کے برعکس ورم صفراوی میں غصتہ اور بدخلق ہوتی ہے۔ ورم سوداوی میں ذہن کی خرابی، شدید گھبراہٹ، خوف اور گریہ وزاری ہوتی ہے۔ ورم بلغمی میں قوائے نفسانیہ نہ صرف زیادہ خراب بلکہ معطل ہونے لگتے ہیں۔ دماغ میں ورم پیدا کرنے والے اخلاط میں ہر ایک خلط کے غلبہ کی خاص علامتیں ہیں، مثلاً چہرہ اور آنکھوں کا سرخ ہونا اور ان دونوں کے ملمس کا گرم ہونا اور نبض عظیم، یہ غلبہ خون کی علامتیں ہیں، خصوصاً جب اس خلط کے مناسب تدبیر، عمر، مزاج اور موسم بھی ہوں۔ ان باتوں کے اعادہ کی ضرورت اس لیے نہیں کہ اس سے پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

ورم دموی جب غشاء دماغ میں ہو، اور شروع ہی میں پیدا ہو، نیز قوت قوی ہو تو خاص طور پر نبض مختلف اور منقطع ہوتی ہے۔ قوت اور صلابت شریان کے درمیان کشاکش ہونے کے سبب

سے بھس میں ارتعاش ہوتا ہے۔ اور ام عارہ میں یہ عوارض زیادہ نمایاں اور شدید ہوتے ہیں لیکن اور ام بلغمی و سوداوی میں کم ہوتے ہیں، خصوصاً بلغمی میں، یہاں تک کہ عضو میں خلط کی رطوبت منتشر ہونے کے سبب سے ابتداء ورم بلغمی میں نبض لین ہوتی ہے۔ دماغ کی غشاؤں میں سے غشاء رقیق یا کھوپڑی کے نیچے کی غشاء میں ورم ہوتا ہے، کبھی نفس دماغ میں ورم ہوتا ہے، اس میں زیادہ خطرہ ہوتا ہے اور اس کے عوارض زیادہ قوی اور عظیم ہوتے ہیں۔ کیوں کہ ورم دماغ کے ساتھ استرخاء ہوتا ہے۔ اکثر نبض کی حرکت معطل ہونے کے سبب موت بھی ہو جاتی ہے۔ بعض لوگوں کے قول کے مطابق شبکہ دماغی میں ورم ہو جاتا ہے۔ شراہین کی کثرت کے سبب اس ورم میں ٹیس ہوتی ہے۔ اس ورم کی خاص علامات یہ ہیں کہ آنکھ کی سفیدی میں شدید سرخی ہوتی ہے۔ پپوٹے بوٹے ہو کر ان کی حرکت سست ہو جاتی ہے۔ ان تمام اور ام میں بخار لازمی ہے۔ ورم عارہ میں تیز بخار اور ورم بارد میں نرم اور ہلکا بخار ہوتا ہے۔ یہی وہ امراض دماغی ہیں جن کی علامات جاننے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

صدر، سکتہ، مرگی وغیرہ تمام عصبی اور محسوس ہونے والی بیماریاں کتاب المرض میں مع اسباب بیان کی جا چکی ہیں۔ اب ان اسباب کی مخصوص علامتیں مزید بیان کرنا ہیں، جبکہ مرض کے اسباب ایک سے زیادہ ہوں، خواہ مرض شروع ہی میں پیدا ہوا ہو یا دوسرے اعضاء کی مشارکت سے مثلاً کتاب المرض میں بیان کیا گیا ہے کہ مرگی کا خلط فاعل کبھی بلغم اور کبھی سودا ہوتا ہے، کبھی یہ خلط دماغ میں ابتداءً پیدا ہوتی ہے، اور کبھی دوسرے اعضاء کی مشارکت سے۔ یہ علامتیں گذشتہ قوت کے ذریعہ معلوم کی جاتی ہیں، کیوں کہ جن امراض کے اسباب ایک سے زیادہ ہوتے ہیں، ان کی علامتیں وہی ہوتی ہیں جو غلبہ خلط کی علامتیں ہیں۔ اور جو امراض دوسرے اعضاء کی مشارکت سے ہوتے ہیں ان کا طریقہ استدلال بیان کیا جا چکا ہے، یعنی اس عضو کے مرض کی کمی بیشی عضو مشارکت کے مرض کی کمی بیشی سے ہوتی ہے، اور عضو میں مسلسل تکلیف نہیں ہوتی۔ ایسے تمام عوارض اس بات کی دلیل ہیں کہ عضو میں ابتداءً مرض نہیں ہوا۔

نوٹ: مزاج مادی اور غیر مادی سے پیدا ہونے والے امراض کا فرق اس طرح جانا جا سکتا ہے کہ مادی میں غلبہ خلط کی علامتیں پائی جاتی ہیں، اور غیر مادی میں کبھی سوء مزاج معمولی

ہوتا ہے تو بیرونی چیزیں اسباب ہوتی ہیں، اور مرض کی مدت کم ہوتی ہے، مثلاً آفتاب کی حرارت کے سبب درد سر ہونا، اور اعشاء، غذا، میں ٹھنڈی ہوا لگنے سے اسہال ہونا، لیکن اگر مرض دیر تک باقی رہے تو اکثر اس کا سبب مرض غیر مادی ہوتا ہے۔ مثلاً حمی دق اور وہ تشنج جو بیوست کے نتیجہ میں لاحق ہوتا ہے۔ سو، مزاج غیر مادی کی خاص علامت یہ ہے کہ مرض ہلکا اور معمولی ہوتا ہے۔

آنکھ | آنکھ کی اکثر بیماریاں محسوس ہوتی ہیں۔ ان بیماریوں کو آنکھ کے معالجہ میں لکھا جاتا ہے گا۔ یہاں جن امراض کی علامتیں بیان کرنا مقصود ہیں ان میں ایک مرض عصب بخوف میں لاحق ہوتا ہے۔ عصب بخوف وہ عصب ہے جس سے روح نفسانی گذرتی ہوتی آنکھ میں پہنچتی ہے، اور آنکھ کو بینائی کی استعداد بخشتی ہے۔ یہ مرض نفس روح میں بھی ہو سکتا ہے۔ آنکھ تک پہنچنے والے عصب میں ضرر سو، مزاج مادی مع ورم یا سدے سے، یا بغیر ورم اور بغیر سدے کے سو، مزاج سے ہوتا ہے۔ عصب کے ورموں کی علامتیں آنکھوں میں ٹیس، سرنخی اور حرارت ہیں۔ عصب کے سدے میں صرف گرانی ہوتی ہے، اس میں سور مزاج کے پیدا ہونے کی علامتیں وہی ہیں جو سو، مزاج مطلق کی علامتیں ہیں۔ آنکھ میں بھی سدہ ہو جاتا ہے، جس کو نزول الماء کہا جاتا ہے۔ یہ سدہ طبقہ قرنیہ اور رطوبت جلیدیہ کے درمیان واقع ہوتا ہے اس سدے کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، بعض سفید، بعض سبز اور بعض نیلے ہوتے ہیں۔ اس مرض کے پیدا ہونے سے پہلے آنکھوں کے سامنے قرصی پیریں (یعنی چھوٹے نقطے یا مکھیوں یا پھروں کی شکلیں) نظر آتی ہیں۔ یہ قرصی تھورات اگرچہ معدہ کی مشارکت سے بھی ہو سکتے ہیں، کیوں کہ معدہ کے بخارات دماغ تک پہنچتے ہیں، لیکن معدہ کی وجہ سے پیدا ہونے والے خیالات اور نزول الماء کے باعث خیالات کا فرق یہ ہے کہ اول الذکر معدہ کے حالات کے اعتبار سے گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔ بصورت دیگر خیالات یکساں رہتے ہیں۔

کان | کان کے امراض سو، مزاج مادی اور غیر مادی دونوں اسباب سے ہوتے ہیں۔ اس میں سدے اور اورام بھی ہوتے ہیں، درد اور کھوڑے وغیرہ کے سبب ہی اعراض کان میں ہوتے ہیں کان کی ان بیماریوں کی علامتیں وہی ہیں جو ان بیماریوں کی علامتیں عام طور پر جسم میں ہوتی ہیں۔ کان کے ورم حار میں چھن پیدا کرنے والا درد ہوتا ہے، کیوں کہ یہ عصبی عضو ہے، اور نبض منشاری ہوتی ہے۔ ورم کے خلط فاعل کے غلبہ کی علامتیں بعینہ وہی

ہیں جو اس خلط کے غلبہ کی علامتیں ہیں۔ کان میں ورم پیدا کرنے والے اخلاط اکثر رقیق ہوتے ہیں، کیوں کہ اس کا جو ہر سخت اور کثیف ہے۔ اکثر ورم کے ساتھ متواتر بخار رہتا ہے، خصوصاً جب کان کی جڑ میں ورم ہوتا ہے اس کی مخصوص بیماریوں میں طنین اور دوسری ہیں۔ یہ امراض کان کے اندرونی سوراخ میں ریاح کی گردش سے ہوتے ہیں۔ کبھی قوت سامعہ کے زیادہ تیز ہونے سے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ ان میں غلبہ اخلاط کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی۔

ناک | ناک میں سدے، ورم اور سوز، مزاج کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ اس میں ایک مخصوص ورم "ام اربع واربعین" (یعنی کن کھجور جیسا ورم) ہے۔ ان امراض کی علامتیں گذشتہ بیان سے واضح ہیں۔ منہ کی تمام بیماریوں مثلاً قلعہ، ورم اور تاکل وغیرہ کا حال ظاہر ہے۔

حلق | حلق میں پیدا ہونے والے ورم کو "ذبحہ" کہا جاتا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ ورم کے مقام پر درد ہوتا ہے، اور نکلنے میں دشواری ہوتی ہے۔ اگر ورم زیادہ ہوتا ہے تو سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے، کبھی کبھی سانس بند ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر غلبہ خلط کی علامتوں سے سببِ فاعل کا پتہ چلتا ہے۔ اس ورم میں نبض موجی ہوتی ہے، کیوں کہ یہ عضلاتی عضو ہے۔ یہ ورم کبھی بڑا اور کبھی چھوٹا ہوتا ہے، اسی لحاظ سے کبھی خطرناک اور کبھی بے خطر ہوتا ہے، لیکن بیرونِ حلق میں بھی ورم ہو جانا اچھی علامت ہے۔ خواہ بظاہر سوجن اور درد زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

پھیپھڑا | پھیپھڑے میں امراض عامہ مثلاً ورم، پھوڑا اور تفرق اتصال، اور امراض خاصہ مثلاً کھانسی اور بہر (سانس کی تنگی) لاحق ہوتے ہیں۔ ورم کی علامت یہ ہے کہ سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے اور حمی مطبقہ ہوتا ہے، کیوں کہ یہ عضو قلب سے قریب ہے، سینہ میں گرائی ہوتی ہے، اور غلبہ خون کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اس عضو میں اکثر ورم دموی ہوتا ہے، کیوں کہ اس عضو کا جو ہر ڈھیلا ہوتا ہے، اس میں

۱۔ کان میں سنناہٹ کی باریک اور تیز آواز۔
۲۔ کان میں سنناہٹ کی ہلکی اور بھدی آواز۔

صفراء نہیں ٹھہرتا، اور بلغمی رطوبات چونکہ نرم اور رقیق ہوتی ہیں، اس لیے ان سے بھی پھیپڑے میں ورم بلغمی نہیں ہوتا۔ اس ورم میں درد نہیں ہوتا، کیوں کہ اس عضو میں قوتِ حس نہیں ہے۔ نبض اور ام عارہ بیسی ہوتی ہے، چونکہ یہ عضو ڈھیلا ہوتا ہے، اس لیے اس کے ورم میں نبض مویبی ہوتی ہے۔ نزلہ یا سینے کی چوٹ یا دیگر بیرونی اسباب سے پھیپڑے میں تفرقِ اتصال ہو جاتے تو اس کی علامت یہ ہے کہ کھانسی کے ساتھ دفعتاً کافی مقدار میں شربانی سرخ خون نکلتا ہے۔ پھیپڑے کے ورم کی ایک علامت وہ بلغم ہے جو کھانسنے سے نکلتا ہے، جب کہ اس کے ساتھ دوسری علامتیں بھی موجود ہوں، کیوں کہ کبھی غشاءِ مستبطن الاضلاع کے ورم سے بھی بلغم نکلتا ہے۔ پھیپڑے کے ورم میں ایسا بلغم جس کے اجزاء یکساں اور سفید ہوں، اور جو آسانی سے نکل جاتے، اچھی علامت ہے، لیکن اگر بلغم میں کسی خلط کے رنگ کا غلبہ ہو تو خراب علامت ہے۔ سب سے خراب سیاہ بلغم، اس کے بعد زرد پھر سرخ ہے۔ بقراط کا خیال ہے کہ پھیپڑے کی بیماریوں میں بالکل خشک اور گول بلغم نکلنا خراب علامت ہے۔ کھانسی کے جو اسباب پہلے بیان کیے گئے ہیں ان سے اس کے سببِ فاعل کا بھی پتہ چلتا ہے۔

اس کی مشہور بیماریاں اور ام اور سدے ہیں۔ سینہ کی اندرونی جانب کی غشاءِ سینہ کے ورم کا نام شوصہ ہے۔ اس کی خاص علامتیں یہ ہیں: پھیلا ہوا چھن والا درد، تیز بخار، بلغم نکلنا، کھانسی اور نبض منشاری۔ کبھی کبھی یہ ورم اس عضلہ میں ہوتا ہے جو اس غشاء کے نیچے ہے، اس ورم کو ذات الجنب کہتے ہیں۔ اس کی علامتیں شوصہ کی علامتوں کی ہی طرح ہیں، یعنی درد، بلغم اور بخار، لیکن اس میں عوارض خفیف ہوتے ہیں، خطرہ کم ہوتا ہے اور درد میں چھن نہیں ہوتی، کیوں کہ ورم عضو غیر غشائی میں ہوتا ہے، اس کی نبض منشاری نہیں ہوتی ہے۔ کبھی ورم، سینہ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے والی غشاء میں ہوتا ہے۔ اس کے عوارض، غشاءِ مستبطن الاضلاع کے اور ام کے عوارض کی طرح ہیں، البتہ اس کا درد لہبہ میں ہوتا ہے۔ کبھی یہ ورم نفسِ حجابِ فاصل میں ہی ہوتا ہے۔ حجاب اور اغشیہ کے اور ام سے اکثر اختلاط ذہنی بھی ہو جاتا ہے۔

معدہ میں جملہ اقسام کے سوء مزاج مادی اور اور ام و قروح لاحق ہوتے معدہ ہیں، سوء مزاج غیر مادی اگر خفیف ہو تو اس کے اسباب بیرونی چیزیں ہوتی ہیں، یہی چیزیں بطور حلاقت ہوتی ہیں، مثلاً ٹھنڈی ہوا لگ جانا، یا ٹھنڈی غذا، لیکن اگر

سوء مزاج غیر مادی جڑ پکڑے تو معدہ میں ضعف اور ذبول کے عوارض ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اس قسم کا سوء مزاج اگر عاریابس ہوگا تو تپ دق ہو جاتے گی، اور اگر بارد ہوگا تو شیخیخت نامی دق ہو جاتی ہے۔ ان دونوں امراض کی جو عمومی علامتیں ہیں وہی علامتیں ان کے معدہ میں واقع ہونے سے بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً جرم معدہ پتلا اور خشک ہو جاتا ہے، اور جب مریض چت لیٹتا ہے تو معدہ کے مقام پر گڑھا معلوم ہوتا ہے، اور جلد سخت ہو جاتی ہے، اجابت غیر منہضم ہوتی ہے، اور معدہ کی ساری قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ معدہ کے سوء مزاج مادی میں کبھی مادہ اس کے جوف میں جمع رہتا ہے، اور کبھی اس کے جرم میں جذب رہتا ہے، کبھی دونوں امور مجتمع ہو جاتے ہیں، اور دونوں جگہ کبھی ایک ہی خلط اور کبھی ایک سے زیادہ اخلاط کا اجتماع ہوتا ہے۔ مثلاً یہ بھی ممکن ہے کہ جرم معدہ میں خلط صفراوی منجذب ہو، اور جوف معدہ میں خلط بلغمی جمع ہو۔ اگر معدہ میں خلط بلغمی جمع ہو تو کھٹی ڈکاریں آئیں گی، جب کہ خلط صفراوی میں دغانی ڈکاریں آتی ہیں۔ جرم معدہ میں منجذب خلط اور جوف معدہ میں جمع ہونے والے خلط کی علامت فرقہ یہ ہے کہ جمع شدہ خلط، قے اور براز میں ظاہر ہوتا ہے، اور منجذب خلط خارج نہیں ہوتا، اس میں صرف اُبکائی آتی ہے، قے نہیں ہوتی۔ خلط صفراوی اور سوداوی کی خاص علامت ہونٹوں کا پھڑکنا ہے۔ معدہ پر خلط سوداوی کے غلبہ کی علامتیں یہ ہیں: بُرے خواب دیکھنا، آنکھوں کے سامنے فرضی تصویریں اور حلق میں سرکہ کی مانند ترش اور نمکین چیز کا احساس۔ سوء مزاج مادی اور غیر مادی کا فرق یہ ہے کہ مادی میں قے اور براز کے ذریعہ اخلاط خارج ہوتے ہیں، گاڑھا پیشاب معدہ کے سوء مزاج مادی کی علامت ہے۔ معدہ کے اورام کبھی اس کے زیریں حصہ اور کبھی بالائی حصہ میں ہوتے ہیں۔ ورم کبھی حار، کبھی بارد، کبھی از قسم دبیلہ، کبھی از قسم مستہ اور کبھی رتبی ہوتا ہے۔ معدہ کے جس ورم میں پیپ بننے کی صلاحیت ہوتی ہے اس میں بخار اور چھن والا درد لازمی طور پر ہوتا ہے، خصوصاً جب ورم بالائی حصہ میں ہو، کیوں کہ اس حصہ میں اعصاب زیادہ ہیں، اور قلب و دماغ سے مشارکت رکھنے کی وجہ سے یہ عضو شریف بھی ہے، اسی لیے ورم قعر معدہ کے عوارض کی بہ نسبت، ورم قم معدہ کے عوارض زیادہ خطرناک ہیں۔ ورم قم معدہ میں اکثر خفقان، غشی اور خرابی ذہن کے عوارض بھی ہوتے ہیں۔ ورم بارد میں معمولی درد اور ہلکا بخار ہوتا ہے۔ دبیلہ اور مستہ میں کبھی درد ہوتا ہے۔ بخار نہیں ہوتا، بخار حمی دق یا حمی غلطہ کے مانند ہوتا ہے۔ اورام بارد کی خاص علامت

ڈکاریں آنا ہے اور معدہ کے افعال کا کمزور ہو جانا، مثلاً غیر منہضم غذا کی اجابت ہونا، اس کے علاوہ دوسرے عوارض لاحق ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ غلبہ اخلاط کی علامات سے بھی اکثر خلطِ فاعل کا پتہ چلتا ہے، اور اسی طرح مزاج، عمر، تدبیر اور ان کے علاوہ امور میں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ معدہ میں پھوڑے کی علامت یہ ہے کہ جن چیزوں کے ذائقہ میں سوزش اور چھین ہوتی ہے ان کے معدہ میں پہنچنے سے جلن کا احساس ہوتا ہے۔ عموماً معدہ کے اندر پھوڑے نہیں ہوتے، بلکہ حلق اور منہ میں ہوتے ہیں۔

جگر جگر میں اورام، سدے اور سوء مزاج کی جملہ اقسام پیدا ہوتی ہیں۔ ورم کی علامات میں بخار، کھانسی، گرانی اور ترقوہ کا کھنچاؤ ہے۔ ورم اگر مدب جگر میں ہو تو ترقوہ میں خاص طور سے کھنچاؤ محسوس ہوگا، نیز کھانسی اور بلغم عارض ہوتا ہے۔ ورم اضلاع اور ورم جگر کے عوارض اکثر ملتے جلتے ہوتے ہیں، کیوں کہ ورم جگر کا درد سب سے آخری چھوٹی پسلی تک پہنچتا ہے، جہاں تک غشاء مستبطن الاضلاع کے ورم کا درد ہوتا ہے۔ لہذا اس مقام کا درد، ورم جگر کی مخصوص علامت نہیں ہوتا۔ ورم غشاء میں بھی ترقوہ میں کھنچاؤ ہوتا ہے۔ ورم جگر میں بلغم اس وقت آتا ہے جب ورم میں ریم بنا شروع ہوتی ہے۔ کبھی ورم غشاء میں بھی بلغم آتا ہے، اس لیے ابتدائی مرض میں بلغم آنا کوئی خاص علامت نہیں ہے۔ دونوں ورموں کا فرق درد کی نوعیت سے ہوتا ہے۔ شوہہ میں چھین اور کھنچاؤ والا درد ہوتا ہے، اور ورم جگر کے درد میں گرانی ہوتی ہے۔ دونوں ورموں کی نبضیں بھی الگ الگ ہیں۔ شوہہ میں منشاری اور ورم جگر میں موجی نبض ہوتی ہے۔ ورم جگر کا مریض لیٹنے میں ورم کے مقام پر حرارت محسوس کرتا ہے۔ کبھی عضلات جگر میں ورم ہوتا ہے۔ ان دونوں کا فرق شکل کے اعتبار سے محسوس ہوتا ہے۔ ورم جگر کی شکل ہلالی اور ورم عضلات کی شکل مستطیل یا مربع ہوتی ہے۔ ورم عضلات کا ایک سرا میوٹا اور دوسرا پتلا ہوتا ہے۔

طحال طحال میں سوء مزاج کی تمام قسمیں، ورم، سدہ اور ریاح نامحہ پیدا ہوتے ہیں۔ ورم کی علامتیں یہ ہیں: گرانی والا درد، بخار اور اس مرض سے پیدا ہونے والے دوسرے عوارض۔ سدہ میں عوارض جسمانی کے ساتھ صرف گرانی ہوتی ہے۔ ریاح کی علامت کھنچاؤ والا درد ہے۔ ورم اور سدہ طحال میں جسم لاغر ہو جاتا ہے، چنانچہ بقراط کہتا ہے کہ جب طحال بڑھتی ہے تو جسم لاغر ہو جاتا ہے، اور جب طحال لاغر ہوتی ہے تو جسم

فربہ ہو جاتا ہے۔

گردے | گردوں میں بھی سو۶ مزاج کی تمام بیماریاں اور اورام و قروح لاحق ہوتے ہیں۔ گردے اور مثانہ کے خاص امراض پتھری اور ریت کا پیدا ہونا، میں۔ گردے کے سو۶ مزاج کی ایک قسم پر کار ہے۔ اس مرض میں شدید پیاس، پیشاب کی زیادتی اور بخار ہوتا ہے۔ گردے کے ورم عار کی علامت گرانی محسوس ہونا، کمر کا درد اور بخار ہے۔ پیشاب بمشکل ہوتا ہے۔ ورم گردہ کے آخر میں اگر مریض تندرست گردے کی طرف سے لیتا ہے تو اسے گردہ لٹکا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اورام کے آخر میں اکثر ایسا بخار ہوتا ہے، جس میں اکثر بے چینی پیدا کرنے والی مغلطہ ہوتا ہے۔ ورم بارد میں بخار کے نفیف عوارض لاحق ہوتے ہیں۔ اعضاء ریسہ کے اُن اورام میں بخار ہوتا ہے جن میں پیپ بننے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

گردے میں پتھری پیدا ہونے کی علامت یہ ہے کہ جیسے ہی پتھری بننا شروع ہوتی ہے، چھیننے والا درد محسوس ہوتا ہے۔ اور یہ درد اس وقت تک رہتا ہے، جب تک طبیعت پتھری کو دفع نہ کر دے، کیوں کہ پتھری گردے کے جرم میں پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے جب پتھری باہر ہوتی ہے تو اکثر خون جاری ہو جاتا ہے۔ اس مرض میں درد کا مقام وہی ہوتا ہے جو درد قویج کا مقام ہے، دونوں امراض کے اکثر مشترک ہوتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ دونوں میں متلی، تے اور بھوک ختم ہو جاتی ہے۔ ابتدائی مرض میں دونوں کے درمیان امتیاز مشکل ہوتا ہے۔ آخر مرض میں قویج کا امتیاز اس طرح ہوتا ہے کہ قویج کی صورت میں قبض، اجابت میں بلغمی اخلاط اور ریاحات کی کثرت ہوتی ہے۔ گردہ کی پتھری ہو تو پیشاب میں ریت ہوتی ہے، اور درد ایک ہی جگہ کمر کے کنارے پر قائم رہتا ہے، لیکن قویج کا درد پھیلتا ہوا ہوتا ہے۔ حقنہ کے ذریعہ بھی قطعی پتہ لگایا جاتا ہے۔ کیوں کہ اگر حقنہ سے مریض کو افاقہ ہو تو یقیناً درد قویج ہے، لیکن اگر حقنہ سے مریض کی حالت اور خراب ہو جاتے تو بلاشبہ درد گردہ ہے۔ دراصل حقنہ سے اُنٹیس پر ہو جاتی ہیں، اور گردوں پر اُنٹوں کا دباؤ پڑنے سے درد بڑھ جاتا ہے۔ گردے کے پھوڑے کی علامت یہ ہے کہ کمر کے درد میں گرانی اور کھنچاؤ نہیں ہوتا ہے۔ پیشاب میں ریم، خون اور پھوڑے کے چھلکے خارج ہوتے ہیں۔ جب گردوں کے جرم میں مائل ہوتا ہے تو گوشت کے

ٹکڑے خارج ہوتے ہیں۔

مٹانہ | مٹانہ کی مشہور بیماریاں یہ ہیں: پتھری، ورم اور پھوڑا، پیشاب قطرے قطرے آنا،
 یا پیشاب بند ہو جانا، پیشاب بلا ارادہ آنا۔ پتھری کی علامتیں مٹانہ کا درد، قنیب
 میں خارش، اور بلا سبب کبھی ایسا دگی اور کبھی استرخاء ہوتا ہے۔ پیشاب خام اور سفید ہوتا
 ہے، پیشاب میں ریت ہوتی ہے، اور پیشاب مشکل سے ہوتا ہے۔ پیشاب کا بند ہونا یا گردے
 کے سبب سے ہوتا ہے، جہاں سے مٹانہ کی طرف پیشاب آتا ہے، یا اس راستہ کے سبب سے ہوتا
 ہے جس سے پیشاب گذر کر گردے سے مٹانہ میں آتا ہے۔ دونوں صورتوں میں پیشاب بند
 ہو جاتا ہے، اور مٹانہ کو دبانے سے مٹانہ خالی معلوم ہوتا ہے۔ دونوں گردوں میں اور مٹانہ تک
 جانے والے راستوں (حالبین) میں درد اور گرانی ہوتی ہے۔ مٹانہ اور حالبین میں پیشاب
 بھرا ہوا ہوتا ہے اور صرف مٹانہ کے سبب سے پیشاب بند ہوتا ہے تو اس کے دبانے سے پیشاب
 خارج ہوتا ہے۔ اور اگر حالبین کے سبب سے بند ہوتا ہے تو مٹانہ کو دبانے سے
 پیشاب خارج نہیں ہوتا۔ حالبین میں سڈے کے اسباب یہ ہیں: پتھری، گاڑھا خلط، بستہ
 خون یا ریم، برودت کے سبب سے سکڑ جانا، ورم اور مستہ۔ اگر اس کا سبب پتھری ہے تو
 اس کی علامتیں پاتی جاتیں گی۔ بستہ خون کی علامت یہ ہے کہ اس سے پہلے خون جاری ہوا
 ہو۔ ریم کے سڈے بننے کی علامت یہ ہے کہ پہلے پھوڑا رہ چکا ہو۔ گاڑھے خلط یا مستے کے
 سڈے بننے کی علامت یہ ہے کہ ایسی غذا تین استعمال کی گئی ہوں جو ان اسباب کی سبب
 تھیں۔ جب ایک سے زیادہ اسباب جمع ہو جاتے ہیں تو ان کا معلوم کرنا دشوار ہو جاتا
 ہے، لیکن طبیب اس کا انداز کر کے اپنے غالب گمان کے مطابق دوائیں استعمال کرتے
 اگر کامیابی نظر آتے تو اپنے خیال پر قائم رہے ورنہ علاج بدل دے۔ مٹانہ کے پھوڑے سے
 نکلنے والے اجزاء بھوسہ اور چھلکے کے مانند ہوتے ہیں جبکہ گردوں کے پھوڑوں کے اجزا
 گوشت کے ٹکڑوں کے مانند ہوتے ہیں۔

آنت | آنتوں میں لاحق ہونے والے امراض یہ ہیں: قولنج، پھوڑا، سچ (خراش)،
 اور خون نکلنا، خون سچ کے بعد نکلتا ہے۔ ابتداءً خون کے ساتھ چھلکے
 ملے ہوتے نکلتے ہیں، کبھی آنت کے جرم کے کچھ ٹکڑے بھی خارج ہوتے ہیں۔ سچ کی علامت درد
 ہے، نیز خلط فاعل اور آنوں بھی خارج ہوتی ہے۔ بڑی آنتوں میں پھوڑا ہونے سے جب

مریض جبیں محسوس کرتا ہے تو فوراً پاتخانہ ہو جاتا ہے، اور براز میں چھلکے ملے ہوتے نہیں ہوتے۔ اگر پاتخانہ درد ہونے کے بعد کچھ وقفہ سے ہو تو پھوڑا چھوٹی آنتوں میں ہوتا ہے، اور براز میں پھوڑے کے اجزائے ہوتے ہیں۔ کیوں کہ براز طویل راستہ سے گذر کر نکلتا ہے، چھوٹی آنتوں کا درد ناف کے چاروں طرف، اور بڑی آنتوں کا ناف کے نیچے ہوتا ہے۔ خلط بلغمی کے سبب سے ہونے والے قولنج کی علامتیں یہ ہیں کہ گرانی والا درد ہوتا ہے، کبھی ڈکاریں آتی ہیں، تے میں بلغم نکلتا ہے، سخت قبض ہوتا ہے، اور ریح خارج نہیں ہوتے۔ مختصر یہ کہ جسم پر خلط بلغمی کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ ریح کے سبب سے ہونے والے قولنج کی علامتیں کھنچاؤ والا درد ہے، خصوصاً جب آنتوں میں پیچ پڑ جائے اور اپنی جگہ سے آنت ہٹ جائے۔ آنتوں کے ارد گرد درد اور قرقر بھی ریح کی علامت ہے۔ براز میں بھی ریح ہوتی ہے، اور براز گاتے کے گوبر کے مانند پھولا ہوا ہوتا ہے۔ ورم کے سبب سے ہونے والے قولنج کی علامتیں یہ ہیں کہ درد، پیاس اور ورم کے خلط فاعل کے عوارض ہوتے ہیں۔ قولنج کی ایک شدید قسم بھی ہے، جسے قدماء نے "ایلاؤس" کہا ہے، جس کے معنی ہیں "اے خدا محفوظ رکھ"۔ اس میں جب عوارض سخت ہو جاتے ہیں۔ تو مریض، براز کی تے کرتا ہے۔ اکثر یہ قولنج چھوٹی آنت کے ورم سے ہوتا ہے، کبھی ان میں براز خشک ہونے سے اور کبھی گاڑھے خلط یا صفاق کے پھٹنے سے آنتوں کا باہر ہونا، اور کبھی زہریلی چیزوں کے استعمال سے ہوتا ہے۔ بہر حال یہ قولنج چھوٹی آنتوں میں ہی ہوتا ہے۔

رحم میں تمام بیماریاں سوء مزاج کی اقسام سے ہوتی ہیں، جن کو پہلے بیان
 رحم کیا جا چکا ہے۔ اس میں ورم ہونے کی علامت، عصبی ہونے کے سبب، جھین
 والا درد اور نبض منشاری ہے۔ اس کے علاوہ عضورتیس ہونے کے سبب بخار بھی ہوتا ہے۔
 رحم کا ایک مخصوص مرض رعاء ہے۔ شروع میں اس مرض اور حمل کے درمیان فرق مشکل
 ہوتا ہے۔ اس کی قطعی علامت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب جنین شکم میں حرکت کرنے
 لگے۔ اگر عرصہ گذرنے کے بعد حرکت محسوس نہ ہو تو رعاء ہے۔ رحم میں اکثر ورم صلب ہو
 جاتا ہے، کبھی شروع میں اور کبھی ورم عار کے بعد ہوتا ہے۔ ورم صلب میں سے مرض "انقباب
 نم رحم" بھی ہے۔ یعنی نم رحم میں کچھ ورم صلب باقی رہ جاتا ہے۔ رحم میں تمام اقسام کے سوء
 مزاج ہوتے ہیں۔ اگر سوء مزاج مادی ہوتا ہے تو رحم سے نکلنے والی رطوبت سے مادہ کی
 نوعیت کا پتہ چلتا ہے۔ سوء مزاج غیر مادی کی علامت رحم میں خشکی پیدا ہونا ہے۔ مختصر یہ کہ

۶ مزاج کی عام علامتیں مزاجِ رحم کی علامتیں ہیں۔ ان علامتوں سے ان اسباب کا پتہ چلتا ہے۔
 (قرآن مجید میں) پیدا کرتے ہیں۔

علامات کا مختصر تذکرہ حسب ضرورت کرنے کے بعد کتاب العلامات ختم ہوئی۔

کتاب الادویہ والاعذیہ

مناسب ہوگا کہ سب سے پہلے ہم دوا اور غذا کی تعریف ان کے افعال نیز نوعیت عمل کے بارے میں معلومات حاصل کریں، بالخصوص ادویہ کے سلسلہ میں کیونکہ نسبتاً اس کے افعال و اثرات زیادہ ہیں۔ جنہیں اطباء مثلاً قوی اول، ثوانی، ثوالث اور خواص وغیرہ سے یاد کرتے ہیں۔ افعال کے ساتھ ساتھ ہم ہر فعل کے لحاظ سے ادویہ کے مزاج بھی بیان کریں گے۔ اس کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے قابل ہوں گے کہ ادویہ کے افعال کی معلومات صرف کتابوں سے ممکن ہے یا صرف تجربہ سے یا دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ اسی کے ذیل میں یہ بھی بتایا جائے گا کہ تجربہ کے لیے کیا ذرائع ہونے چاہئیں۔ مذکورہ تمام مباحث علم طبیعی کے مسلمہ اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے پیش کیے جائیں گے۔ پھر ہم کچھ ایسی ادویہ و اعذیہ کے افعال لکھیں گے جن کا تجربہ معتدل علاقوں میں متعدد بار کیا جا چکا ہے۔ اور جنہیں اکثر اطباء نے بیان کیا ہے۔ آخر میں ادویہ کو مرکب بنانے کے لیے قوانین اور بعض مشہور مرکبات کا تذکرہ کیا جائے گا اور ان قوانین کے مطابق ان مرکبات کے مزاج بھی بیان کیے جائیں گے جس پر یہ حصہ ختم ہوگا۔

غذا و دواء کی تعریف

غذا وہ ہے جس کو طبیعت عضو مغتذی (غذا حاصل کرنے والے اعضاء) کا جزو بناتے اور وہ مغتذی کے تحلیل شدہ جزو کے بدل کے طور پر ہو۔ دوا وہ ہے جس کو طبیعت مغتذی کا جزو اس طرح بناتی ہے کہ وہ جزو درحقیقت بلحاظ نوع تحلیل شدہ جزو نہیں ہوتا بلکہ

وہ ایک جداگانہ فعل و افعال کا حامل بن جاتا ہے۔ جب حالتِ مرض میں یہ متضاد کیفیت پہنچتی ہے تو یہ فعل نڈاوی اور مداوات کہلاتا ہے۔

ادویہ کی تاثیرات بلحاظ افعال

جسم انسانی میں اثر کرنے والی ادویہ کے کچھ افعال اولین حیثیت رکھتے ہیں یعنی حرارت، برودت، رطوبت، یبوست۔ کچھ افعال ثانوی حیثیت کے ہیں مثلاً انضاج، تہلین اور تحلیل و تفتیح وغیرہ جن کو ادویہ کی طبائع فاعلہ کے تحت بیان کیا جائے گا۔ کچھ افعال ثوالث ہیں جو کسی عضو کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں پہلے ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جسم انسانی میں یہ افعال اپنا اثر کس طرح کرتے ہیں اور جسم ان سے کس طرح منفعل ہوتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ عضو مفتزی غذا کس طرح سے حاصل کر رہا ہے۔

تغذیہ و استحالة

علم طبیعی کی رو سے اعضاء متشابہہ سب سے پہلے غذا حاصل کرتے ہیں کیونکہ جسم مفتزی میں غذا کے درجات کے مطابق استحالة ابتداً ایسی رطوبت کی طرف ہوتا ہے جو اعضاء متشابہہ کی رطوبت کے مانند ہوتی ہے۔ پھر تمام رطوبتیں اسی طرح مل جاتی ہیں جس طرح رطوبت چیزیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں کیونکہ نلنے کے علاوہ کوئی ایسی صورت نہیں ہے جس کے ذریعہ عضو کے تمام اقطار میں تحلیل شدہ اجزاء کے بدل میں طبیعت اس رطوبت کو رکھ سکے۔ نئی رطوبت کے پینے سے اعضاء کی رطوبت میں شادابی و تازگی آجاتی ہے اور طبیعت اس رطوبت کو جسم کی رطوبت کے متشابہہ بنا دیتی ہے یعنی اس رطوبت کا قوام عضو کے قوام کے متشابہہ ہو جاتا ہے۔ علم طبیعی میں یہ بھی ہے کہ یہ فعل طبع سے ہوتا ہے اور طبع حرارت سے ہوتا ہے۔ حرارت اس مفتزی میں ہوتی ہے جو جاندار کے اعضاء متشابہہ میں سے ایک عضو ہے۔ لیکن حرارت اس فعل کا محرک اول نہیں ہے، بلکہ محرک اول قوتِ غازیہ ہے۔ حرارت کے افعال محدود نہیں ہوتے۔

غذاء معتدل و دواء معتدل

ان تمام اصولوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کسی غذا یا دواء معتدل یا غیر معتدل کس لفظ

سے کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اعتدال کو اولاً غذا کی طرف اور عدم اعتدال کو دوا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ غذا کی قوت و صلاحیت کے لحاظ سے اس کا احتمالاً طبعاً ایسی رطوبت کی طرف ہوتا ہے جو اعضاء متشابہتہ الاجزاء کی رطوبت اصلہ کے مشابہ ہوتی ہے اور اس حرارت غریزیہ کی طرف احتمالاً ہوتا ہے جو معتدلیہ کی حرارت کے مشابہ ہوتی ہے۔ جب مزاج معتدل یا قریب الاعتدال میں یہ حرارت و رطوبت پیدا ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ غذا معتدل ہے مثلاً گھیوں کی عمدہ پکی ہوئی روٹی اور حوان مرغ کا گوشت جسم کے تحلیل شدہ سارے اجزاء کو پورا کرنے والی غذا ہے۔ اور دوا کے اعتدال سے بھی تقریباً یہی مراد ہے لیکن اتنا فرق ضرور ہے کہ اس میں ایسی قوت نہیں ہے کہ جسم کے تحلیل شدہ اجزاء کی مقدار کے مطابق اس کا بدل بن سکے۔ اسی لئے کسی دوا معتدل کو اگر غذا کی مقدار میں استعمال کیا جائے تو اس سے غذا حاصل کرنا ناممکن ہے۔

دوا کے معتدل ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ جسم کے تحلیل شدہ اجزاء کی مقدار کے لحاظ سے اگر تھوڑی مقدار میں دوا معتدل استعمال کی جائے تو جسم میں غیر معمولی کیفیت پیدا نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص دوا معتدل کو غذا کی مقدار میں استعمال کرے تو اس کے جسم میں یقیناً غیر معمولی حالت پیدا ہوگی۔ نیز ایسی دوا کا وجود ممکن ہی نہیں ہے جو تمام افعال میں معتدل ہو۔ اسی مفہوم کے اعتبار سے کسی دوا کو ہار یا بارد رطب یا یابس کہنا اور غذا کو حار، بارد اور رطب و یابس کہنا محض نام کا اشتراک ہے۔ مثلاً شراب اور زعفران کو دوسرے درجہ میں گرم کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ دونوں ایک درجہ کی چیزیں ہیں۔

غذاء معتدل اور دوا معتدل کی تعریف اور اس سے جسم پر مرتب ہونے والے مختلف اثرات جو اوپر بیان کیے گئے ہیں اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے بھی کافی ہیں کہ غذا معتدل اور دوا معتدل اپنی کیفیات اولیٰ میں کس طرح غیر معتدل ہو سکتی ہے۔

یعنی گرمی، سردی، خشکی اور ترری دوا کے ذریعہ کن بنیادوں پر حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس دوا کا احتمالاً غیر معتدل گرم کیلوسس کی طرف ہوتا ہے وہ معدہ کو زیادہ گرم کرتی ہے۔ ایسے کیلوسس سے پیدا ہونے والا خون بھی غیر معتدل ہو کر حرارت غریزیہ کی حرارت کو نیز رطوبت اصلہ کی حرارت کو بڑھانے کا سبب بنتا ہے۔ نتیجتاً اعضاء جسمانی کی حرارت بڑھ کر غیر معتدل ہو جاتی ہے۔

دواء بارد کا بھی یہی حال ہے یعنی مقامات ہضم میں اس کا استعمال ایسی حرارت کی طرف ہوتا ہے جو جسم کی حرارت سے کم ہوتی ہے اور جس سے بننے والا کیلوس اعتدال سے زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے جس کی وجہ سے خون، حرارت غریزی اور رطوبت اعضاء حتیٰ کہ خود اعضاء میں ٹھنڈک سرایت کر جاتی ہے۔ اسی اصول پر دواء رطب اور دواء یابس کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔

دواء حار دواء بارد

اطباء نے جسم انسانی پر مختلف دوائی اثرات کے تجربات کے ذیل میں جسم کو گرمی اور سردی پہنچانے کے دوائی ضابطے بیان کیے ہیں لیکن گرمی پہنچانے کے اصول کو زیادہ واضح اور اسلوب میں بیان کیا ہے۔ اس کے برخلاف ٹھنڈک کے اثرات کو آسانی کے ساتھ بیان نہیں کر پاتے، چنانچہ جالینوس کہتا ہے کہ دواء کو چھوٹے اجزاء میں تقسیم کرنے سے ٹھنڈک پہنچانے کا عمل وجود میں آتا ہے۔ لیکن جو دوائیں غیر منقسم شکل میں یہ اثر انجام دیں وہ بارد بالفعل ہوں گی۔ بہر حال چھوٹے اجزاء میں تقسیم کا عمل دواء حار اور دواء بارد دونوں میں ہوتا ہے کیونکہ چھوٹے اجزاء کا استعمال جلد ممکن ہے۔ جس طرح جسم دواء کا استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی مسلم ہے کہ دوا کے ذریعہ خود جسم کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ اور یہ صنف دواء سے زیادہ غذا میں موجود ہے۔ سنا ہے کہ مصر سے ایک زہریلے درخت کو اکھاڑ کر دوسری جگہ لگایا گیا تو اس کے زہریلے اثرات زائل ہو گئے اور وہ بطور غذا استعمال کے قابل ہو گیا۔

ارسطو سے منقول ہے کہ روم کے علاقوں میں دو نہریں ایسی ہیں جن میں سے ایک کا پانی پی کر بکری سیاہ تر بچہ جنتی ہے اور دوسری نہر کا پانی پینے سے سفید مادہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تاویل اس طرح کی جاسکتی ہے کہ علم طبیعی کی رو سے غذا میں ضدیت اور مشابہت کی جہات ہوتی ہیں۔ ضدیت کی جہت سے غذا کا فعل اور مشابہت کی جہت سے اس کا انفعال انجام پاتا ہے۔

ادویہ کے ان احوال کو اصطلاحاً حار بالقوی اور بارد بالقوی کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ادویہ میں حرارت و برودت پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ مثلاً درخت صنوبر جو حار بالقوی ہے کیونکہ سوائے حیوانات کے کسی مرتب چیز میں حرارت بالفعل

یعنی محسوس حرارت نہیں ہوتی۔ حیوان میں یہ درجہ کمال پر ہوتی ہے۔ بقیہ موجودات کو حرارت بالفعل کے لیے بیرونی حرارت کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ جس تناسب اور اعتدال کے ساتھ تمام ارکان حیوانات میں پائے جاتے ہیں دیگر موجودات میں نہیں ہوتے۔ اشیائے بسیطہ یعنی ارکان اربعہ جن میں غذائیت نہیں ہے جب بیرون یا اندرون جسم سے ملتے ہیں تو جسم میں ان کی صرف کیفیات کا اثر ہوتا ہے چنانچہ جسم سے مل کر یہ حرکت دیتے ہیں نہ کہ خود متحرک ہوتے ہیں۔ یہ ارکان جن کیفیات کا عمل کرتے ہیں وہ کیفیات بالفعل موجود ہوتی ہیں جیسے آگ کی حرارت یا برف کی برودت۔

درجات ادویہ

جسم معتدل کے لحاظ سے اطباء نے قوی ادویہ کو چار درجوں میں تقسیم کیا ہے تاکہ معالجہ میں رہبری حاصل ہو۔ مثلاً حار بدرجہ اول یا دوئم یا سوئم یا چہارم اسی طرح بارد، یا بس اور رطب کے درجات ہیں۔

دوائے رطب تیسرے درجہ سے آگے نہیں ہوتی۔ کیونکہ چوتھے درجہ میں رطب ہونا زہر قاتل کے مماثل ہے۔ یہ تھے ادویہ کے افعال اولیں اور ان کی نوعیت فعل۔ اب ہم قوی ثوانی، وثوالث، ادویہ کے مزاج اور کیفیات فعل کی طرف آتے ہیں۔

تاثیرات ادویہ بلحاظ افعال

جو ادویہ ارکان سے مل کر وجود میں آتی ہیں وہ جسم میں ایسا انفعالات پیدا کرتی ہیں جو ادویہ کے قوی اسطقیہ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ مثلاً جسم میں ایسی حرارت یا برودت یا بوسست پیدا ہو جاتے جو ادویہ کی حرارت، برودت، رطوبت اور بوسست سے مشابہت رکھتی ہو یا جسم میں ایسے انفعالات ہوں جو ادویہ کے قوی اسطقیہ کے مشابہ نہ ہوں بلکہ ایسی چیز ہو جو اس مقام کے لحاظ سے قوی اسطقیہ کے تابع ہو جس میں ادویہ کا فعل ہوتا ہے۔ مثلاً تصلیب، تلسین، تسوید اور تخمیر۔ جس مقام میں یہ انفعالات ہوتے ہیں اگر ان کے لیے کسی عضو کی تخصیص نہ ہو تو ادویہ کے ایسے افعال کو قوی ثانیہ کہا جاتا ہے لیکن اگر عضو کی تخصیص ہو تو ایسے افعال کو قوی ثالثہ کہا جاتا ہے۔ جیسے مدربول اور منقہ ریبہ دوائیں۔

پیدا ہو جائیں مثلاً اخلاط محترقہ اور ان کی مانند دوسرے افلاط، تو ان حالات میں طبیعت کو سہارا دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جس عضو میں ایسا مادہ جمع رہتا ہے اس میں حرارتِ غریزیہ پوشیدہ رہتی ہے۔ لہذا دواءِ منضج کا مزاج ایسا ہونا چاہیے جس سے مادے کا نفع ہو سکے۔ اس قسم کی دوا وہی ہوگی جو حرارتِ غریزیہ سے مشابہت رکھتی ہو۔ ایسی دوا کا مزاج حرارت و رطوبت میں معتدل یا کچھ حرارت کی طرف مائل ہوگا۔ کیونکہ کثرت یا کیفیت مادہ کے سبب سے عضو کی حرارتِ غریزیہ میں برودت آجاتی ہے۔ جسم معتدل کے لحاظ سے اگر دوا میں یہ اوصاف موجود ہوں تو دواءِ معتدل کہلاتے گی۔ اگر یہ اوصاف ارکان کے غلبہ کے لحاظ سے ہوں تو ان کو حار رطب کہا جاتا ہے۔ مثلاً نیم گرم پانی اور روغن زیتون شیریں سے ورموں کا نطول یا وہ لیپ جو آرد گندم میں پانی اور روغن زیتون ملانے کے بعد پکا کر بنایا جائے۔ یہ ملحوظ رہے کہ ہر مزاج اور عضو کی دواءِ منضج الگ الگ ہوتی ہیں اسی لیے طبیب کو چاہیے کہ دواءِ منضج کے درجات کا لحاظ کرے۔ مثلاً ابھی جو لیپ بیان کیا گیا وہ پہلے درجہ کی دواءِ منضج تھی۔ روٹی میں نمک اور خمیر میں پانی اور روغن زیتون ملا کر آرد گندم کی طرح لیپ بنایا جاتا ہے۔ کبھی دواءِ مسدود کو بھی بالعرض دواءِ منضج کہا جاتا ہے مثلاً قیروطی روغن گل، کیونکہ مسامات کے بند ہونے سے عضو میں گرمی آجاتی ہے اور نفع کا عمل گرمی سے انجام پاتا ہے۔

جب مادے میں دوا کا فعل ایسا ہو کہ طبیعت باسانی نفع پیدا کر سکے یا اس کے فعل سے مادہ میں بدرجہ اولیٰ نفع ہو جائے۔ مثلاً مادے کی کیفیت کو معتدل بنا دے۔ یا اسے لطیف کر دے تو اسے بھی دواءِ منضج کہیں گے۔ چنانچہ اندرونی طور پر استعمال ہونے والی بہت سی دواؤں کو اسی اصول کی بنیاد پر منضج کہا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی دواء میں نفع پیدا کرنے کی یہ تمام صورتیں موجود ہوں خواہ یہ دواء مرکب ہو یا مفرد۔

دوائے ملین

زیادہ تر ان دواؤں کو کہتے ہیں جو ورم صلب و بے حس متحجر اور ام کو تحلیل کرتی ہیں۔ عموماً اس طرح کے اور ام گاڑھے اخلاط سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ اخلاط ترہ سودا، گاڑھے بلغم یا دونوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ چونکہ ان اور ام کی سختی کا سبب برودت ہوتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ گرم دوا کے ذریعہ نرمی پیدا کی جائے۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کو برودت نے منجمد کر دیا ہے اسے

حرارت ہی نرم بنائے گی۔ اگر ورم انتہائی سخت قسم کا ہے تو دوا کی حرارت بھی اسی مقدار میں ہونی چاہیے جو ہڈی یا لوہے کو پگھلاتی ہو۔ اس کے برخلاف اگر اور ام نرم ہوں تو ان میں رطوبت موجود ہوگی۔ اس لیے دوا کو گرم ہونے کے ساتھ ساتھ خشک بھی ہونا چاہیے تاکہ اس رطوبت کا بھی ازالہ ہو سکے۔ اس مقصد کے لیے دوسرے یا تیسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک دوائیں تجربہ میں زیادہ کارگر ثابت ہوئی ہیں مثلاً اشق، مقل ازرق، میعہ بہرن اور بچھڑے کی نلی کا گودہ۔ بکری اور گائے کی چربی۔

اگر دوائیں مذکورہ درجات سے زیادہ گرم و خشک ہوں گی تو ورم کو اتنی تیزی سے تحلیل کر دیں گی کہ کچھ متحجر غلط تحلیل ہونے سے رہ جائے گی اس لیے ایسی ریاؤں کے درجات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً چربیوں کی قوت اشق اور مقل سے کم ہے اور مرغ کی چربی بطن کی چربی سے کمزور ہے۔ یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ ہر مزاج اور ہر عضو میں ایسی دواؤں کا فعل یکساں نہیں ہوتا۔

ادویہ مصلبہ

مصلب دوائیں بار دہوتی ہیں کیونکہ صلابت نام ہی جمود کا ہے اور جمود برودت کے سبب سے ہوتا ہے۔

جالینوس کا ان ادویہ کو رطوبت کے ساتھ مشروط کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ مطب دوائیں تری پہنچاتی ہیں سختی پیدا نہیں کرتیں۔ مناسب تھا کہ برودت کے ساتھ بیوست کی شرط لگائی جاتی لیکن یہ دونوں کیفیتیں منفعل ہوتی ہیں نہ کہ فاعل۔ فاعلی کیفیتیں حرارت اور برودت ہیں۔ اگرچہ بیوست اور رطوبت شامل ہونے سے ان کے افعال میں فرق واقع ہو جاتا ہے۔ جالینوس نے الآثار کے چوتھے باب میں اس قسم کی کیفیات کے افعال و انفعالات تفصیل بیان کیے ہیں۔ مصلب ادویہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ جالینوس کے قول کی بنیاد پر ان کی مثالیں یہ ہیں۔ (۱) کاکا۔ (۲) سدا بہار۔ (۳) زرف۔ (۴) اسپغول۔ لیکن یہ دوائیں بار دہونے کے سبب سے مصلب ہیں نہ کہ رطب ہونے کے سبب سے۔

مغری اور مسد دوائیں

یہ دوائیں جسم کے مسامات اور سوراخوں پر چپک جاتی ہیں۔ ان کے مزاج میں ارضیت ہوتی

ہے۔ یہ چھن نہیں پیدا کرتیں۔ کیونکہ چھن پیدا کرنے والی دوائیں مجاری میں جلد نفوذ کرتی ہیں۔ یا یہ دوائیں لیس دار ہوتی ہیں مثلاً گوند۔ دواء ارضی غیر لیس دار کی مثال نشاستہ ہے۔ ان دواؤں میں چھن پیدا کرنے کی صلاحیت بالکل نہیں ہوتی۔ ایسی دواؤں کا مزاج معتدل یا مائل بہ برود ہوتا ہے۔ یہ دوائیں جب اندرونی طور پر استعمال کی جاتی ہیں تو کس طرح مسدوبندی ہیں اس بات کو دوا کے افعال کے بیان سے سمجھا جاسکتا ہے جو پہلے گزر چکا ہے کیونکہ دوا سے بننے والا کیلوس معدہ امعاء اور جگر میں سُدہ اور چپک پیدا کرتا ہے اور اس خون سے بنی ہوئی رطوبتیں اعضاء میں چپک پیدا کرتی ہیں۔ البتہ اعضاء کے مختلف مزاجوں کی وجہ سے ادویہ مسدودہ کے افعال بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ کھجوریں جگر میں سُدہ پیدا کرتی ہیں لیکن پھیپھڑے کے سُدوں کو کھولتی ہیں۔

مصح اور جالی دوائیں

دونوں قسم کی دوائیں ایک ہی جنس سے تعلق رکھتی ہیں۔ صرف صفت کے اعتبار سے کمزور اور قوی کا فرق ہے۔ جالی دوا بیرون جسم کے میل کو دھوتی اور صاف کرتی ہے۔ اس میں مسامات میں نفوذ کر کے ان کو کھولنے کی قوت نہیں ہوتی مثلاً ماء اعلیٰ، تخم تر بوز، باقلہ، جو کا آٹا اگر ایسی دوائیں جزء ناری ہو اور مسامات میں نفوذ کر جائے تو یہ مفتح کہلائے گی۔ مفتح دواؤں میں بھی کچھ ایسی دوائیں ہوتی ہیں جن کا فعل اندرون جسم سے زیادہ بیرون جسم پر ہوتا ہے۔ کچھ ایسی ہیں جن کا فعل بیرون جسم سے زیادہ اندرون جسم پر ہوتا ہے اور بعض کا فعل اندرون و بیرون جسم پر یکساں ہوتا ہے۔ جن مفتح دواؤں کا فعل بیرون جسم پر زیادہ ہوتا ہے ان میں شوریت ہوتی ہے اور ان کے جوہر میں غلظت نہیں ہوتی بلکہ لطیف ہونے کے سبب سے بیرون جسم میں نفوذ کرتی ہیں۔ جب ایسی دوائیں اندرون جسم میں پہنچتی ہیں تو ان کے لطیف ہونے اور اندرون جسم کے مسامات کے کشادہ ہونے کے سبب سے نفوذ تو کرتی ہیں لیکن مسامات سے چپکی ہوئی چیزوں کو دور نہیں کرتیں۔ اگر دواء میں قوت تفتیح کے ساتھ ساتھ قوت قبض ہو اور اس کے جوہر میں غلظت ہو تو اندرون جسم کے مجاری پر اس کا فعل زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی ارضیت اور غلظت قوت مفتحہ کے لیے بطور آلہ بن جاتی ہے جس سے اندرون جسم کے مجاری کی صفائی ہو جاتی ہے۔ نیز قوت قبض دواؤں کو اپنے فعل انجام دینے تک مسامات میں روکے رکھتی ہے۔ گزشتہ بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ

اندرون جسم پر دوا کا فعل کس طرح ہوتا ہے۔ ایسی دوائیں جب بیرون جسم پر لگائی جاتی ہیں تو چونکہ ان میں قبض وارضیت ہے اور بیرون جسم کے مسامات تنگ ہوتے ہیں اس لیے ان میں نفوذ نہیں کرتیں۔ مثلاً افسنتین جگر کے سدوں کو کھولتی ہے لیکن بیرون جسم کے مسامات کو نہیں کھولتی۔ ایسی دواؤں کے مزے کڑوے اور کچھ کیلے ہوتے ہیں۔ جن دواؤں کا فعل بیرون و اندرون جسم پر یکساں ہوتا ہے ان کا مزاج مذکورہ دونوں قسموں کے بین بین ہوتا ہے۔ ایسی دواؤں میں تلخی اور کافی شوربت ہوتی ہے قوت قبض نہیں ہوتی۔ مثلاً سوسن آسمان گونی اور شجی وغیرہ۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ ہر عضو کی دوا مفتوح الگ الگ ہوتی ہے اس لیے مفتوح ادویہ کے افعال کے درجات معلوم کرنا ضروری ہیں نیز ادویہ کے تمام افعال و قوی کو ذہن نشین رکھنا نہایت ضروری ہے۔

مخالل دوائیں

عضو متخالل میں زیادتی پیدا ہو جانے کو متخالل کہتے ہیں اور یہ زیادتی عضو کی حرارت کے سبب سے وجود میں آتی ہے چنانچہ متخالل دوائیں گرمی پیدا کرتی ہیں لیکن ان کی گرمی میں اعتدال ہوتا ہے کیونکہ زیادہ گرم دوائیں استفراغ اور خشکی لاتی ہیں۔ متخالل دواؤں کا جوہر گاڑھا نہیں ہوتا۔ گاڑھے مادے کی حرارت تکلیف دہ ہوتی ہے خواہ اس کی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو۔ متخالل دواؤں کی مثال یہ ہے۔ بابونہ، حطمی، روغن زیتون کہتے۔

مکثف دوائیں

مخالل کے برعکس یہ دوائیں بارد ہوتی ہیں چونکہ برودت سے عضو کی مقدار گھٹتی ہے اور برودت کے سبب سے اس کا مزاج زمین کے مزاج سے قریب ہوتا ہے لیکن جب یہ گرم ہوتا ہے تو مقدار بھی بڑھ جاتی ہے اور اس کا مزاج ہوا کے مزاج سے قریب ہو جاتا ہے۔ عضو کی مقدار کسی بیرونی چیز سے کبھی نہیں بڑھتی اور نہ کسی چیز کے تحلیل ہونے سے اس کی مقدار کم ہوتی ہے۔ یہ علم طبی کا اصول ہے جو دوائیں تکاثف پیدا کرتی ہیں وہ مصلب بھی ہوتی ہیں۔ پہلے تکاثف کا فعل کرتی ہیں پھر اگر دیر تک عضو پر رکھی جائیں تو اس کو سخت کر دیتی ہیں۔ دیر تک رکھنے سے کبھی عضو مردہ بھی ہو جاتا ہے لیکن ایسا آخری درجہ میں ہوتا ہے۔

ادویہ موسعہ عروق

یعنی رگوں کے منہ کو کشادہ کرنے والی دوائیں۔ یہ دوائیں زیادہ گرم، گاڑھے جوہر والی اور مفتوح دواؤں کی جنس سے ہیں اگرچہ ان سے زیادہ قوی ہیں۔ ان دواؤں کو تین درجات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جالی، مفتوح اور موسع عروق۔ مفتوح دواؤں کی حرارت اتنی نہیں ہوتی کہ محرق کہی جاسکیں۔ احراق سے تکالیف ہوتا ہے۔ مثلاً لہسن، بیل کا پتہ اور روغن انجوان۔

قابض و مضیق عروق دوائیں

(یعنی رگوں کے منہ کو تنگ کرنے اور سکیڑنے والی دوائیں)۔ ان دواؤں کا مزاج بارد ہوتا ہے۔ ان میں ارضیت اور خشکی زیادہ ہے اسی لیے ان کا مزہ کیلا ہوتا ہے۔ دواء بارد ارضی سے رگوں کے منہ سکیڑتے ہیں لیکن غیر ارضی کا فعل کمزور ہوتا ہے۔ دواء مکثف اور دواء قابض کا فرق یہ ہے کہ مکثف کا جوہر لطیف اور قابض کا جوہر گاڑھا ہوتا ہے۔ قابض ادویہ کی مثالیں یہ ہیں۔ مازو، گلنار اور افاقیا وغیرہ۔

ادویہ مسکن اوجاع

(یعنی درد کو تسکین دینے والی دوائیں) یہ کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو درد کے سبب کو دور کرے۔ دوسری تسکین کرنے والی دوائیں۔ مثلاً افیون۔ تیسری وہ جو مآوفہ عضنوں کے سبب درد کی مخالف ہو۔ درحقیقت یہی مسکن دواء ہے۔ کیونکہ پہلی قسم میں کئی اقسام کی دوائیں شامل ہیں مثلاً مسہل دوائیں یا وہ دوائیں جو اخلاط کو کاٹی اور پکاتی ہیں۔ دوسری قسم محض بالعرض مسکن ہے۔ کیونکہ یہ عضنوں میں بے حسی پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ شدید ضرورت کے ما سوا اس کا استعمال خطرناک ہے۔ اس کی تفصیل ہم حیلۃ البرک کے باب میں بیان کریں گے۔ تیسری قسم مسکن کی وہ ہے جس کا خاص کام ہی تسکین پہنچانا ہے اور درحقیقت یہی اصل مسکن دوا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ عضنوں میں درد کے سبب کی مخالف ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسی دواؤں کا مزاج معتدل اور حرارت غریزیہ کا ہم مزاج ہوتا ہے یا اس سے کچھ زیادہ گرم ہوتا ہے۔ اسی لیے حرارت یا برودت کے سبب سے ہونے والے دردوں میں یہ دوائیں ایک ہی طرح

سکون پیدا کرتی ہیں اور اس صورت میں ان دواؤں کا فعل اس طرح ہوتا ہے کہ یہ اس حرارتِ غریزیہ کو بڑھا دیتی ہیں جو شفا اور ازالہ مرض میں طبیعت کا آگہ ہے۔ اور طبیعت اس سوء مزاج پر غالب آجاتی ہے جو درد کا سبب ہے، نیز دوا میں موجود قوتِ تلطیف ہونے کے سبب سے نفعِ مادہ میں معاون ہوتی ہیں اسی لیے ایسی دوائیں دو طرح سے مسکن ہوتی ہیں۔ (۱) یہ حرارتِ غریزیہ کو بڑھا دیتی ہیں۔ (۲) درد کے خلطِ فاعل میں نفع اور منفعل بہ طبیعت ہونے کی صلاحیت پیدا کرتی ہیں۔ ایسی دواؤں میں زیادہ موثر چربیوں اور روغنیاں ہوتے ہیں۔ مثلاً مرغ کی چربی سب سے بہتر ہے۔ لیکن جالینوس کے خیال میں مرغابی کی چربی مرغ سے بھی بہتر ہے۔ اسی طرح زیتون اور بیضہ مرغ کا تیل سب سے بہتر ہے۔ تمام باردا اور مسدود دوائیں درد کو بڑھا دیتی ہیں۔ کیونکہ یہ عضو کی تحلیل شدہ چیز کو نکلنے نہیں دیتیں۔ ان میں اور مسخف (مسست کرنے والی) دواؤں میں فرق یہ ہے کہ مسخف کا جوہر زیادہ گاڑھا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ مسامات کو کھولتی اور عضو کو تحلیل کرتی ہیں۔ بہر حال مسخف دواؤں کا مزاج مسکن ادویہ کے مزاج سے قریب ہوتا ہے۔

منبت لحم

(گوشت لانے والی دوائیں) ان دواؤں میں کچھ جلا اور کچھ تجفیف پائی جاتی ہے۔ قوتِ جلاء زخم کا میل صاف کرنے کے لیے اور قوتِ تجفیف رطوبات کو صاف کرنے کے لیے ہوتی ہے کیونکہ ہر عضو میں ہضمِ غذاء کے وقت گاڑھے اور لطیف فضلات پائے جاتے ہیں۔

وامل قروح

(زخم کو مندمل کرنے والی دوائیں) یہ معتدل، قابض اور مجفف ہوتی ہیں کیونکہ گوشت آجانے کے بعد طبیعت اس گوشت پر کھال پیدا کرتی ہے اور کھال گوشت سے زیادہ خشک ہوتی ہے لہذا ایسی دواؤں کو قوی مجفف نہیں ہونا چاہیے مثلاً مازو، گلنار

محرق

(جلانے والی دوائیں) ان دواؤں کا مزاج بہت گرم اور جوہر گاڑھا ہوتا ہے کیونکہ یہ جسم

میں دہکتی ہوئی چنگاری کی طرح کام کرتی ہیں۔

اکال

(گوشت کو کھانے والی) اور مذیب (گوشت کو گھلانے والی) دوائیں۔ یہ ادویہ گوشت میں تعفن پیدا کرتی ہیں لیکن محرق دواؤں کی طرح جلا کر نہیں سڑاتیں کیونکہ محرق کے مقابلہ میں ان کی حرارت کم اور جوہر لطیف ہے۔ مذیب دوائیں اکال دواؤں سے کم موثر ہوتی ہیں۔ ان کو اکال یا معفن کہنے کا سبب یہ ہے کہ یہ گوشت کو حرارتِ غریبہ کے باعث کھا جاتی ہیں اور حرارتِ غریبہ عفونی ہوتی ہے۔ معفن کی مثال ہر تال سرف اور زرد ہے۔ مذیب دوائیں زائد گوشت والے زخموں میں اور معفن دوائیں قروح آکلہ (بد گوشت والے زخموں) میں مستعمل ہیں۔

جاذب دوائیں

جذب کا فعل کبھی کیفیتِ اولیں کے ذریعہ اور کبھی بالخاصہ ہوتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ کیفیتِ اولیں کے ذریعہ غیر متعین چیز کا جذب اور جذب بالخاصہ میں متعین چیز کا جذب ہوتا ہے۔ مثلاً مقناطیس صرف لوہے کو جذب کرتا ہے۔ دونوں اقسام میں فعل جذب حرارت ہی کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔ جذب بالخاصہ کے افعال آگے بیان کیے جاتے گے۔ کیفیت کے ذریعہ جذب کرنے والی دوائیں (جن میں حرارت مطلقہ پائی جاتی ہے) دو قسم کی ہوتی ہیں۔ پہلی قسم حرارتِ طبعی کے ذریعہ جذب کرتی ہے مثلاً مشک طرامشع اور شہد کی تنگی کے چھتے کا میل اور دوسری قسم حرارتِ عفونی کے ذریعہ جذب کرتی ہے مثلاً سداب اور کبوتر کی بیٹ۔

فاد زہری اور تریاتی دوائیں

اکثر یہ دوائیں اپنے پورے جوہر سے دافع زہر ہوتی ہیں۔ یہ دوائیں بالخاصہ اپنا فعل انجام دیتی ہیں اور ان میں سے بعض اپنی کیفیتِ اولیں سے یہ کام کرتی ہیں۔ ایسی دوائیں زہروں سے پیدا ہونے والی کیفیات کی مخالفت ہوتی ہیں۔ زہر بھی ان دواؤں کی طرح دو قسم کے ہی ہوتے ہیں۔ یعنی ایک اپنی کیفیاتِ اولیں سے اور دوسرا اپنے پورے جوہر سے اثر انداز ہوتا ہے۔ تفصیلات بعد میں لکھی جائیں گی۔ مانع تعفن دواؤں کو ادویہ مقصہ و حافظہ بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ عفونت کی

مخالف یا سردوں کو کھولنے والی ہوتی ہیں۔ یہ دونوں صفات سے مزین ہوتی ہیں۔

مقوی اعضاء و آئیں

مقوی دواؤں کا مزاج اپنے پورے جوہر میں عضو کے مزاج سے مماثلت رکھتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ہر عضو مماثل عضو کو تقویت پہنچاتا ہے۔ لیکن مقوی دوائیں بحیثیت مقوی ہونے کے عضو سے کچھ زیادہ گرم و خشک ہوتی ہیں کیونکہ تمام اعضا میں بالخصوص اعضاء فاعلہ میں برودت و رطوبت کے سبب سے اکثر حالات میں استرخاء و ضعف ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ عضو کا فعل اکثر اس لحاظ سے کمزور ہوتا ہے کہ اس میں برودت و رطوبت کمزوری پیدا کرنے کے لیے موجود ہوتی ہے۔ دوا کے مزاج میں اس کی مخالف کیفیت ہوتی ہے مثلاً مقوی جبگز ادویہ میں ادویہ قلبیہ سے زیادہ بیوست ہونا چاہیے۔

دواء مقوی کبھی اپنے پورے جوہر سے مقوی ہوتی ہے مثلاً قلب کے لیے سونا اور مروارید اور کبھی کیفیت اولیٰ و ثانوی سے ہوتی ہے۔ مثلاً گل سرخ کا بکسا پن اور خوشبودار دواؤں کی تلخی اور خوشبو اس بات کی دلیل ہیں کہ اعضاء رتیہ کے لیے مقوی دوائیں ہیں۔ اب تک جن ادویہ قلبیہ پر تجربہ کیا جا چکا ہے اس کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشک تمام خوشبودار دواؤں سے زیادہ مقوی قلب ہے۔ کیونکہ اس میں سب سے زیادہ خوشبو موجود ہوتی ہے۔ یہاں تک دواؤں کے ثانوی افعال بیان کیے گئے۔ اب ناشی افعال کی حامل ادویہ کے مزاج بیان کیے جائیں گے۔ ایسی دوائیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ (۱) مفتت حصاة (پتھری توڑنے والی)۔ (۲) مولد لبن (دودھ پیدا کرنے والی)۔ (۳) مدر حیض (حیض جاری کرنے والی)۔ (۴) مولد منی (منی پیدا کرنے والی)۔ (۵) قاطع منی و لبن (منی اور دودھ کو ختم کرنے والی)۔ (۶) منقی صدر (سینے کا تنقیہ کرنے والی)۔

مفتت حصاة دوائیں

جیسا کہ اطباء کا خیال ہے ان دواؤں کے مزاج میں کچھ حرارت پائی جاتی ہے۔ جہاں تک قوی حرارت کا سوال ہے تو اس کا کام سخت اور متحجر کرنا ہے اس لیے پتھری بنانے والی حرارتِ غریبہ میں قوی حرارت پائی جاتی ہے۔ اس لیے مفتت حصاة دواؤں کے ساتھ تھوڑی حرارت کی

شرط ضروری ہے۔ یعنی ایسی حرارت جو پتھری بنانے والی حرارت سے کم ہو۔ یہ اصول ہے کہ جس چیز کو حرارت و بیوسٹ نے بستہ کر دیا ہے۔ اسے برودت و رطوبت تحلیل کر دیتی ہے۔ برودت و رطوبت کا مطلب یہ ہے کہ اس کی حرارت پتھری بنانے والی حرارت سے کم ہوتی ہے۔ یہ دوائیں پتھری میں گویا فنج کا کام کرتی ہیں جس کو حرارتِ غریزہ ٹکرنے ٹکرنے کے باہر کر دیتی ہے مثلاً ہلیون، چنا، بادام۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دوا کا یہ فعل اس کے پورے جوہر سے انجام پائے۔

مدر بول دوائیں

ان ادویہ میں لطیف حرارت ہوتی ہے کیونکہ گردوں میں مائیت کو جذب کرنے والی قوت کو لطیف حرارت مدد دیتی ہے۔ نیز جگر کی اس قوتِ ممیزہ کی بھی معاون ہوتی ہے جو مائیت کو علیحدہ کرتی ہے۔ جن دواؤں میں تیزی پائی جاتی ہے وہ پورے جوہر کے ساتھ اعضاء بول کے موافق ہوتی ہیں مثلاً کرفس۔ بادیان۔ دو قو (تخم گذر دشتی)۔

مدر لبن دوائیں

یہ بلغمی اخلاط کو گرم کرتی ہیں اور اس قوتِ ہاضمہ کی معاون ہوتی ہیں جو بلغمی اخلاط کا استحالہ خون کی طرف کرتی ہیں۔ بعض غذائیں بھی ادراکِ لبن کے لیے بہت مناسب ہوتی ہیں۔ ان غذاؤں سے ایسا معتدل کیلوس پیدا ہوتا ہے جس کی حرارت و رطوبت خون کی حرارت و رطوبت سے مشابہ ہوتی ہے۔

مدر حیض دوائیں

یہ دوائیں مدر لبن ادویہ کی جنس سے ہوتی ہیں لیکن ان سے زیادہ گرم ہوتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ادراکِ حیض میں رگوں کے منہ کو کھولنے اور خون کی تلطیف و تقطیع کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے احتباسِ طمث کی معمولی شکایت میں مدر لبن دوائیں کافی ہو جاتی ہیں لیکن اگر خونِ حیض بالکل رک جائے تو ادراک کے لیے پودینہ، مشکطرا، مشیح، قسط، تیج اور زراوند وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

منی پیدا کرنے والی دوائیں اور غذائیں

یہ گرم، رطب اور نفاخ ہوتی ہیں یعنی ان سے شریانوں میں نفخ اور روح کثیر پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً چنا، پیاز، صنوبر اور سقنقور۔

سینہ اور پھیپھڑے کا تنقیہ کرنے والی ادویہ

یہ دوائیں سینہ اور پھیپھڑے کی ریم کو خارج کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ ان میں نفخ، تقطیع اور تلطیف کی قوت پائی جاتی ہے۔ ان دواؤں میں زیادہ حرارت نہیں ہوتی کیونکہ زیادہ حرارت ریم کو سخت کر سکتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ریم کو خارج کرنے میں لزوجت اور غلظت والی دوائیں کارآمد ہوتی ہیں لیکن اس قسم کی دوائیں اس وقت مناسب ہیں جب مادہ رقیق اور متفرق ہونے کی وجہ سے خارج ہونے کے لائق نہ ہو۔ نفخ اور تلطیف پیدا کرنے والی دواؤں کی مثال۔ تازہ حب صنوبر، مکھن، سمراہ شکر اور بادام ہیں۔ ملاحظہ رہے کہ ہر مزاج اور ہر عضو کی مناسبت سے ان دواؤں کے افعال میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ لہذا طبیب کو دواؤں کے درجات کا علم ہونا لازمی ہے جو بالعموم تجربہ ہی سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ بعض دواؤں میں ایسے افعال بالخاصہ ہوا کرتے ہیں۔

دوائے ذوالخاصہ

ادویہ کے قوی اولیج و ثوانی و ثوالث کے تذکرہ کے بعد اب ہم ان ادویہ کے درمیان فرق بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جن کے افعال بالخاصہ یعنی پورے جوہر کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ادویہ کے افعال دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو ارکان کے قوی اولین کی طرف منسوب ہوتی ہے مثلاً ہار ادویہ کا فعل تسخین اور بارد کا فعل تبرید۔ ہار اور بارد ادویہ کے یہ افعال ذاتی اور ان کے جوہر کے تابع ہیں۔ اسی طرح تقطیع و تلطیف وغیرہ ادویہ کے افعال ثوانی و ثوالث میں سے ہیں۔ ایسے افعال کے تمام اسباب کو بیان کرنا ممکن ہے لیکن دوسری قسم میں ذاتی نسبت کے طور پر ان افعال کو ارکان کی قوت اولین کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا مثلاً مقناطیس کا لوہے کو جذب کرنا، جذب بھینڈیت، جذب اگرچہ حرارت کی طرف منسوب ہوتا ہے

لیکن جاذب مطلق ہونے کی حیثیت سے لوہے کو جذب نہیں کرتا بلکہ وہ ایک مخصوص جاذب ہے۔ یعنی لوہے اور مقناطیس کے درمیان نسبت و موافقت۔ یہ نسبت جاذب اور جذب ہونے والی چیز کے ارکان کی ملنے والی مقدار و کمیت سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے بے انتہا موجودات کے لحاظ سے کسی ایک چیز میں لامتناہی خواص کا پایا جانا ممکن ہے۔ بالخاصہ میں ارکان کے قوی اولیں کے لیے یہ فعل بطور عرض ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قوی کے جوہر میں یہ فعل نہیں ہے۔ چنانچہ ارکان کے ملنے کی مقدار جس سے کسی چیز کا فعل ہوتا ہے، ہیولی کی جانب سے ہونے والے افعال کی طرح مضبوط تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے یہی مفہوم ہے بالخاصہ اور جملہ جوہر کا۔ یہاں مزاج کا مطلب افعال کی دوسری قسم ہے۔ ان افعال کے اقسام میں سے جذب کے ذریعہ ادویہ مسہلہ کا فعل ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ جب کوئی دوائے مسہل استعمال کی جاتی ہے تو جسم کے زیریں یا بالائی مقامات میں سے اسی خلط کو بذریعہ اسہال باہر کرتی ہے جو اس دواء کے ساتھ مخصوص ہے۔ مثلاً کسی شخص کے پیر میں نملہ ہو تو سقمونیا اسی مقام پر کام کرے گی جہاں نملہ ہے۔ اسی بنا پر اندرون جسم کے خلط صفراوی کو باہر کی طرف حرکت دینے والی دوا کے علاوہ دوسری چیز نہیں ہو سکتی۔ یہ حرکت جذب کرنے سے ہوتی ہے۔ دواؤں میں کسی خاص خلط کو جذب کرنے کا ہی صرف فعل نہیں ہوتا۔ جیسے سقمونیا صفرا کو اور جبرلاجور و سودا کو جذب کرتی ہے بلکہ بعض دوائیں مخصوص اعضاء سے بھی جذب کرتی ہیں۔ مثلاً گوند گاڑھے بلغمی اخلاط کو اوتار و مفاصل سے جذب کرتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دوائیں جذب کے فعل کے ساتھ اخلاط کو ایک دوسرے سے جدا کرنے (عضو ماؤن کی طرف) بھیجے کا فعل بھی انجام دیں کیونکہ خون میں اکثر اخلاط بالقوی موجود ہوتے ہیں۔ غذا کے راستے سے جب اخلاط جذب ہو کر معدہ اور آنتوں کی طرف جاتے ہیں تو قوتِ دافعہ ان کو نکالنے کے لیے حرکت میں آجاتی ہے۔ ممکن ہے کہ جس عضو میں خلط ہو اس کی قوتِ دافعہ دوا کے فعل کی معاون ہو یعنی جب دوا اس خلط کو جذب کرنا شروع کرے تو عضو کی قوتِ دافعہ بھی اس کو رفع کرنے کے لیے حرکت کرے چنانچہ جب قوتِ دافعہ کا فعل زیادہ ہوتا ہے تو شدید استفراغ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جذب کا فعل رگوں کا منہ کھلنے سے ہوتا ہے اور رگوں کے منہ حرارت سے ہی کھلتے ہیں۔ اس بحث سے ثابت ہوا کہ مسہل دوائیں اپنی مخصوص حرارت سے اخلاط کو جذب کرتی ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح مقناطیس صرف لوہے کو جذب کرتا ہے اسی طرح اگر سقمونیا صرف صفرا کو جذب کرتی تو یہ ممکن نہ ہوتا کہ جب مقدار خوراک سے زائد سقمونیا استعمال کی جاتے تو تمام اخلاط کا اسہال کرے حالانکہ اطباء کہتے ہیں کہ جب زائد مقدار میں استعمال ہوتی ہے تو پہلے صفرا کا اسہال کرتی ہے پھر بقیے بعد دیگرے بلغم سودا اور خون کا اسہال کرتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دوائے مسہل جس حرارت کے

ذریعہ جذب کرتی ہے وہ بالفعل نہیں ہوتی یعنی حرارت کی صورت مزا جیہ موجود نہیں ہوتی بلکہ دوائے مسہل جسم سے حرارت حاصل کرتی ہے۔ جسم اس حرارت کو محدود مقدار میں پیدا کرتا ہے اسی لیے جب دوائے مسہل تھوڑی مقدار میں استعمال کی جائے اور جسم کی محدود حرارت اس کے ساتھ شامل ہو تو دوائے مسہل مخصوص خلط ہی جذب کرے گی۔ جب تک کسی دوائے مسہل کا تجربہ نہ کر لیا گیا ہو یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ کسی خاص خلط کو خارج کرتی ہے کیونکہ بہت سی دوائیں چند اخلاط کو بھی خارج کرتی ہیں جیسے غار یقون۔ نیز تمام اخلاط تقریباً ہم جنس ہوتے ہیں، اسی لیے یہ ممکن ہے کہ ایسی دوا جو کسی خلط کے لیے مخصوص ہو مقدار خوراک بڑھانے سے دوسری خلط کو بھی خارج کرنے لگے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جو دوائیں سودا کو جذب کرتی ہیں وہ سودا سے مماثل دوسرے بلغمی اخلاط بھی جذب کرتی ہیں۔

سموم | جسم میں زہریلی چیزوں کا فعل دیگر افعال ادویہ کی طرح ہی ہوتا ہے یعنی بعض سموم اپنا فعل کیفیات اولیں سے کرتے ہیں مثلاً ایون اپنی برودت سے سن کرتی ہے۔ اسی طرح کی چیزیں جب مصلح کے ساتھ تھوڑی مقدار میں استعمال کی جاتی ہیں تو دوائی کیفیات پیدا کرتی ہیں۔ بعض سموم اپنے پورے جوہر سے فعل انجام دیتے ہیں یعنی ان سے جسم کا استعمال ہو جاتا ہے مثلاً مکلس سونا۔ ایسے سموم بطور دوا استعمال نہیں ہوتے۔ بعض سموم تیزی سے اخلاط کو جذب کرنے کی وجہ سے قاتل ہیں۔ ان کے استعمال سے فوراً موت ہو جاتی ہے۔ مثلاً خربق سفید۔ بعض سموم خوئی اسپہال لاتے ہیں۔

فادزہر دوائیں | فادزہر دوائیں بھی مذکورہ افعال کی طرح کام کر کے شفا کا سبب بنتی ہیں۔ یعنی ان میں سے بعض اپنی کیفیات سے سموم کا ازالہ کرتی ہیں کیونکہ دونوں کی کیفیات آپس میں متضاد ہوتی ہیں۔ بعض دوائیں اپنے پورے جوہر سے ازالہ کرتی ہیں۔ بعض جذب کر کے ازالہ کرتی ہیں۔ فادزہر سے شفا اسی وقت ممکن ہے جب کوئی زہریلی چیز جسم میں غیر طبعی حالت پیدا کر دے۔ یہ دوائیں ایسی کیفیت کا ازالہ اپنی مخالف تاثیر سے کرتی ہیں۔ جس سے بالعرض زہر سے نجات مل جاتی ہے۔ لیکن جب کوئی تندرست آدمی فادزہر کھاتا ہے تو یہ خود زہر کا کام کرتی ہیں اسی لیے اطبا کا قول ہے کہ فادزہر چیزیں سموم اور ادویہ کے درمیان ہوتی ہیں۔ درمیان میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں طرف کی جنس میں سے ہیں اور جو چیز کسی کی جنس ہوتی ہے وہ اس کے مشابہ بھی ہوتی ہے حالانکہ درحقیقت فادزہر اور سموم ہم جنس نہیں ہیں بلکہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ یہ سموم کی ضد ہیں۔ تندرست آدمی کے کھالینے سے فادزہر کے قاتل ہونے کا سبب یہ ہے کہ جسم انسانی میں یہ شفا کا کام اسی وقت کرتی ہے جب جسم کے مزاج میں سمیت ہوتی ہے۔ گویا جسم انسانی میں فادزہر ادویہ کے افعال دو قسم کے ہوتے ہیں۔ مفاعل سمی: پیر نہیں

وقت ہوتا ہے جب جسم میں سمیت نہ ہونے کی صورت میں فاذرہر کھایا جائے۔ ۲۔ فعل مخلص: یہ اس وقت ہوتا ہے جب جسم میں سمیت ہونے کی حالت میں فاذرہر کھایا جاتا ہے۔ اس طرح فاذرہر چیزیں ایک جہت سے سموم اور دوسری جہت سے ادویہ ہیں۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ جس جہت سے ادویہ ہیں اسی جہت سے سموم بھی ہوں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ مقامات کے مختلف حالات کے لحاظ سے ایک ہی فاعل کے مختلف افعال ہوں لہذا محافظ دو جب تندرست جسم میں پہنچتی ہے تو زہر ہو جاتی ہے اور جب زہر والے جسم میں پہنچتی ہے تو شافی ہو جاتی ہے۔

مجہول ادویہ کی دریافت کے ذرائع: قیاس و تجربہ

جو ادویہ تجربہ و مشاہدہ میں آچکی ہیں ان کے افعال اور ان کی نوعیت عمل کے بارے میں جتنی ضروری باتیں تھیں ان کو واضح کر دیا گیا۔ اب ہمیں اس امر پر غور کرنا ہے کہ جن دواؤں کا تجربہ نہیں ہوا ہے، آیا ان کے افعال قیاس کے ذریعہ معلوم کیے جاسکتے ہیں یا ان کا فرداً فرداً تجربہ کیا جائے یا قیاس و تجربہ دونوں ہی طریقے اختیار کیے جائیں۔ اگر قیاس و تجربہ کو معیار قرار دیا جائے تو کیا اس مقصد کے لیے اطباء نے جو طریقے اختیار کیے ہیں وہ کافی ہیں؟

ادویہ کے افعال جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں چار قسموں پر منحصر ہیں:

۱۔ افعال اول۔ ۲۔ افعال دوئم۔ ۳۔ افعال سوئم۔ ۴۔ افعال بالخاصہ۔ لیکن غذائیں صرف ایک ہی فعل انجام دیتی ہیں اور وہ تغذیہ ہے (یعنی غذا کا جزو بدن بن جانا) طبعی غذائیں بلحاظ اپنے جوہر کے ہمارے بدن کے لیے سازگار ہوتی ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ غذاؤں کی نوعیت عمل کے ادراک میں اسی قیاس کو کام میں لایا جائے جو خاصہ کی تخلیق میں شامل ہے۔

وہ قیاسات جو کسی چیز کے وجود کو پیش کرتے ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں:

- ۱۔ وہ قیاس جس سے کسی چیز کا وجود اور اس کا سبب دونوں حاصل ہوتے ہیں، ایسے قیاس میں حد اوسط "مطلوبہ چیز کے وجود بالذات کے لیے اور ہماری معلومات کے لیے بھی سبب ہوتا ہے۔"
- ۲۔ وہ قیاس جس سے صرف کسی چیز کا وجود معلوم ہوتا ہے ایسے قیاس کا "حد اوسط" مطلوبہ چیز کی صرف معلومات کے لیے سبب ہوتا ہے نہ کہ اس کے وجود کے لیے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:
 - ۱۔ اس قیاس میں حد اوسط مطلوبہ چیز کے درمیان حائل ہو جاتے۔
 - ۲۔ حد اوسط اور مطلوبہ چیز دونوں کسی ایک چیز سے متاخر ہو جاتیں۔

ادویہ کے ان افعال کی معلومات ان دونوں قسموں یعنی برہان سبب اور برہان وجود میں سے کسی ایک سے ہو سکتی ہیں، یا جن قیاسات کے نتائج سے ان افعال کا وجود حاصل ہوتا ہے۔ وہ قیاسات کی ان دونوں قسموں سے مرکب ہو، یعنی پہلے امور متاخرہ سے ان امور متقدمہ کو معلوم کرنا جو افعال ادویہ کے اسباب ہیں۔ پھر ان اسباب سے ان افعال کو معلوم کرنا جو متاخر ہیں۔ ان قیاسات میں پہلی قسم دلائل کے اقسام میں اور دوسری قسم براہین مطلقہ کے اقسام میں شمار ہوگی۔ یہ تمام باتیں اس شخص کے لیے نہایت واضح ہیں جس نے فن منطق کی سمجھ بڑی بہت مہنت کی ہو۔ ان مباحث کے بعد اب ہم خاصہ کا بیان شروع کرتے ہیں۔

ہمارے خیال میں اگر خاصہ کے وجود کی معلومات کسی چیز کے تعلق سے ممکن ہیں، مثلاً بدن انسان، جبکہ یہی تعلق مقصود بھی ہے تو دو صورتوں میں ایک صورت ضرور ہوگی۔

۱۔ وہ طبیعت جس سے اس فعل کا ظہور ہو رہا ہے ہمارے علم میں ہو، خواہ یہ واقفیت پہلے سے ہو یا دلیل کی بنیاد پر حاصل ہوئی ہو۔

۲۔ یا طبیعت سے متعلق کچھ کیفیات بعد میں ظاہر ہوں یہاں تک کہ وہ کیفیات اور خاصہ دونوں مساوی طور پر محمول ہو رہے ہوں، اور یہی بعد میں ظاہر ہونے والی کیفیات ہمارے نزدیک خواص سے زیادہ معروف و مشہور ہیں، اور ممکن ہے کہ بلا واسطہ خواص کے بیان میں شامل کر دیا جائے، کیونکہ اس قسم کی چیزیں دلائل سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اگرچہ بعض قسم کے دلائل عارضی ہوتے ہیں لیکن ان کی صداقت کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ایسی ہی دلیلوں پر اتفاق ناگزیر ہے۔

خاصہ کی تعریف میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ وہ طبیعت جس سے یہ فعل سرزد ہو رہا ہے ہمیں اس کا علم حاصل نہیں، کیونکہ خاصہ، ایک ایسا فعل ہے جو کسی موجود سے اس کے ارکان کی مقداروں کے لحاظ سے صادر ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس مقدار کو نہ تو قیاس کے ذریعہ (نظری طور پر) معلوم کیا جاسکتا ہے اور نہ ان نامعلوم مقداروں کی پوری واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی خاص کیفیت پیدا ہو جائے جو اس طبیعت کو مکمل یا ناقص دلیل کے طور پر پیش کرے۔ ہاں! اس طبیعت کو صرف خاصہ ہی بذات خود پیش کر سکتا ہے جب کہ وہ محسوس ہو جائے (مشاہدہ میں آجائے)۔ یہی خاصہ جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں، محمل دلیل بن کر اس طبیعت کی نشاندہی کرتا ہے۔ جب یہ ممکن نہیں ہے تو یہ بھی ناممکن ہے کہ ذوالخاصہ میں کوئی ایسی کیفیت ہو جو خاصہ کے مساوی ہو اور اس پر دلیل بنے اور یہ کیفیت خاصہ کی بہ نسبت ہمارے نزدیک زیادہ جانی پہچانی ہو، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب

کوئی کیفیت پوری طرح اس طبیعت پر دلالت کرے، جو خاصہ کا فعل کرتی ہے۔ خاصہ کسی موجود کے تابع ہوتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ کسی ایک چیز میں بے انتہا خواص پائے جائیں، لہذا ایسی شے کو حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے اور نہ ایسے خواص و دلائل کے وجود کی کوئی راہ، جو بالذات اس طبیعت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز بالذات ہوتی ہے وہ اپنی صورت کی وجہ سے موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح جو چیز بالعرض ہوتی ہے وہ اپنے ہیولی کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔

اس اصول کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ خاصہ کے وجود کی معلومات مشاہدہ کے علاوہ کسی دوسرے ذریعہ سے نہیں ہو سکتیں، پھر جس طرح ممکن ہوگا اس کے اسباب بیان کیے جائیں گے۔ خاصہ کے بارے میں جب یہ بات واضح ہو چکی کہ قیاس کے ذریعہ اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا تو اب ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ ادویہ کے افعال اولیں بذریعہ قیاس معلوم کیے جاسکتے ہیں یا نہیں۔

چنانچہ اس بارے میں بھی تحقیق و جستجو کا طریقہ بالکل وہی ہوگا جسے ہم نے خواص کی تحقیق کے لیے اختیار کیا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ دوا معتدل یا غیر معتدل کو قیاس کے ذریعہ معلوم کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس بات کی ضرورت ہو کہ اس میں جو طبیعت موثرہ ہے اس کو حاصل کیا جائے۔ کسی دوا کے بارے میں ہار یا بار دیا معتدل کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جسم انسانی میں دوا کے استحالہ کے بعد ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جو جسم کے لحاظ سے معتدل یا غیر معتدل ہو۔ لہذا دوا کا مزاج جو بھی ہو اس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ جسم انسانی کو منفعل و متاثر کرے۔ ادویہ کا فاعل و موثر ہونا ان کے ارکان کی مقداروں کو جسم انسانی پر قیاس کرنے سے ہوتا ہے، اس لیے یہ ظاہر ہے کہ دوا یا غذا کے مزاج کو انسان کے مزاج پر قیاس کیا جائے گا۔ اگر دوا یا غذا کے ارکان کی مقداریں جسم انسانی کے مزاج کے مساوی ہیں تو دوا معتدل ہوگی اور اگر کسی کیفیت میں زائد یا کم ہیں تو غیر معتدل ہوگی۔ اس قاعدے کی بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ انسان کے لیے غذا معتدل انسان ہی کا گوشت ہے، مرغ اور بکری کے بچہ جیسی معتدل غذاؤں کا مزاج بھی انسانی مزاج کے مساوی ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی لازم آتا ہے کہ نباتات معتدل نہ ہوں، چہ جائیکہ وہ انسان سے زیادہ گرم ہوں، کیونکہ ظاہر ہے کہ حیوانات بالعموم نباتات سے زیادہ گرم ہوتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ نباتات میں حرارت بالفعل کا احساس نہیں ہوتا۔

جب اس جہت سے یعنی طبیعت اور مزاج کی رو سے جس کے ذریعہ یہ دوا اپنا فعل انجام دیتی ہے، اس طبیعت کی معلومات حاصل نہیں ہوتیں تو شاید یہ نفس دوا میں موجود ارکان کی

مقداروں کو قیاس کرنے کی جہت سے ہو سکتی ہوں۔ چنانچہ دوا پر حرارت کا غلبہ ہو تو دوا حار اور برودت کا غلبہ ہو تو بارد ہوگی۔ اسی طرح دوا رطب اور دوا یابس میں بھی ہوتا ہے مثلاً کسی دوا پر اگر ناریت کا غلبہ ہے تو اس میں زیادہ حرارت پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے مثلاً گندھک اور اسی طرح کی دوسری چیزوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ اصول اس وقت ٹوٹ جاتا ہے جبکہ بعض چیزیں ایسی ملتی ہیں جن کا مزاج بہت گرم ہوتا ہے لیکن جب انسان انہیں استعمال کرتا ہے تو ان کے جسم کے لحاظ سے بارد ہو جاتی ہیں، اسی طرح بعض چیزیں بنفسہ بارد ہوتی ہیں لیکن جسم انسانی میں پہنچ کر گرم ہو جاتی ہیں مثلاً نئی اور پرانی شراب، نئی شراب پرانی شراب سے زیادہ گرم ہوتی ہے، کیونکہ نئی شراب میں غلیان اور جوش ہوتا ہے، لیکن جسم انسانی کے لحاظ سے پرانی شراب زیادہ گرم ہوتی ہے۔ پرانی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شراب پوری طرح بن گئی ہو اور زیادہ عرصہ کی نہ ہو۔ نئے اور پرانے روغن زیتون میں بھی یہی صورت ہوتی ہے۔ صرف روغن زیتون پر ہی یہ بات منحصر نہیں بلکہ نباتات و حیوانات سب کے اجزاء پر حرارت کا غلبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں بعض ایسے ہیں جو جسم انسانی کے لحاظ سے گرم ہیں اور بعض ٹھنڈے (بارد)۔ یہ نہ صرف بارد ہوتے ہیں بلکہ اپنی برودت کی بنا پر مہلک بھی۔ روغن زیتون ان چیزوں میں ہے جن پر حرارت و رطوبت کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں ہوائیت کا ہونا بالکل ظاہر ہے۔

یہ جو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ روغن زیتون میں ہوائیت کا غلبہ کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ یہ برودت سے ابال میں آجاتا ہے۔ کیونکہ برودت اور مائیت کے جم جانے سے بھی ابال آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ روغن زیتون میں برودت سے اس لیے ابال آتا ہے کہ اکثر اجزائے ہوائیہ جن میں پانی ہوتا ہے ان کے استحالہ سے یہی کیفیت ہوتی ہے۔ روغن زیتون اور اس کے مزاج کے بارے میں آثار کے مقالہ رابعہ میں مکمل بیان ہے۔ ان امور کی بنا پر ایسے قیاسات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس سلسلہ میں حتمی چیز تجربہ ہے کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جب ان کو آگ پر رکھا جاتا ہے تو بہت جلد ان کا استحالہ نہیں ہوتا اور جب کوئی جانور کھا لیتا ہے تو اس کی حرارت غریزی سے اس میں فوراً استحالہ ہو جاتا ہے جیسا کہ شتر مرغ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر وہ سونے کو نگل جائے اور فوراً سونے کو اس کے پیٹ سے نکال لیا جائے تو سونے کا وزن کم ہو جائے گا حالانکہ آگ سے دیر میں اثر ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس حیوان کی حرارت آگ کی حرارت سے زیادہ ہے بلکہ یہ چیز اس حیوان کی حرارت کے پورے جوہر میں ہوتی ہے اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ ادویہ سے زیادہ انڈیہ میں یہ بات ظاہر ہے کیونکہ جب غذا کے مزاج میں یہ چیز داخل ہے کہ وہ تبدیل ہو کر غذا حاصل کرنے

والے کے جز اور نوع میں سے ہو جائے تو ظاہر ہے کہ منتزعی سے غذا کی یہ موافقت اس کے پورے جوہر میں ہے
 اس لیے بعض حیوانات کے لیے یہ چیز غذا بن جاتی ہے جو دوسرے حیوانات کے لیے نہ ہرے مثلاً خربق (کسکی)
 بشر کی غذا اور بچھناک مینا کی غذا ہے لیکن جو دو اجسام میں کیفیات اولیٰ کا فعل کرتی ہے، اس کے متعلق کہا
 جاتا ہے کہ یہ بذریعہ قیاس معلوم کی جاسکتی ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود جالیئوس اور دوسرے اطلنے ایسے
 قوانین وضع کیے ہیں جو جسم انسانی میں ادویہ کے افعال پر دلیر بنتے ہیں۔ یہ قوانین اگرچہ ظنی ہیں بلکہ
 اس سے آگے بڑھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکثری ہیں کئی نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود ان قوانین کے فوائد بھی ہیں
 کہ ان سے انسان تجربہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر ظنی قانون کے موافق کتبہ کبھی ثابت ہوا تو وہ قطعی
 ہو جاتا ہے۔ اس لیے جالیئوس کہتا ہے کہ جراثیم و ذرائع سے اس فن کا استنباط ہونا ہے وہ تجربہ اور قیاس
 ہے نیز جن غذائی یا دوائی چیزوں پر تجربہ ہو چکا ہے ان کو ایک دوسرے پر قیاس کرنے میں یہ قوانین و دلائل
 مفید ہوتے ہیں مثلاً جب دو قسم کی غذا میں ایک بھر بھری اور دوسری لیسدار تو شعاً بھر بھری کا استحاله
 جلد ہوگا کیونکہ یہ تجربہ ہے کہ جراثیم و ذرائع سے نیز ان چیزوں میں غور و خوض کرنا اور
 ان کے وجود و سبب نو بیان کرنا مشکل ہے جب کسی چیز کا تجربہ ہو جائے تو اس کا سبب بیان کرنا آسان
 ہے۔ کسے یہ کہ اسی لحاظ سے یہ فن قیاسی ہے اور معالجہ میں جب کسی دوا یا غذا کو معلوم کرنا ہو تو ایک دوا سے
 دوسری دوا کو قیاس کرنا یا ایک غذا سے دوسری غذا کو قیاس کرنا ممکن ہے لیکن جس شخص کی معلومات محض تجربہ
 پر موقوف ہوں اور ادویہ سے متعلق دوسری معلومات نہ ہوں اس کے لیے قیاس کرنا ممکن نہیں ہے۔ دونوں
 قوتوں کے فرق کے بیان میں جالیئوس نے طویل بحث کی ہے لیکن جس قدر دلائل و قیاسات بیان کرنا ممکن
 تھا اس سے کم ہی جالیئوس اور اس کے متبعین اطباء نے بیان کیا ہے کیونکہ انھوں نے ادویہ کے مزاج کو
 معلوم کرنے کے ذرائع میں سے صرف مزاج، بو اور آگ میں جلد استحاله پر اکتفا کیا ہے۔ یہ چیزیں اگر دلائل قرار
 دی جائیں تو ان مزاجوں کے ساتھ خاص ہوں گی جن سے جسم انسانی میں یہ افعال ہوتے ہیں لیکن ادویہ کے
 ذاتی دلائل ان مزاجوں کے مساوی ہوتے ہیں جن سے افعال ہوتے ہیں۔ اس وقت یہ ممکن ہے کہ متاخر سے متقدم کو
 معلوم کیا جائے پھر متقدم سے متاخر کو معلوم کیا جائے جو مطلوب و مقصود ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس فن
 میں اس طریقہ پر تحقیق نہ کرے تو دوائے ہار اور دوائے بارد کے مزاج اسے معلوم نہ ہو سکیں گے
 مثلاً کسی طبیب کی معلومات صرف اتنی ہوں کہ دوائے ہار وہ ہے جس کا مزہ تیز، تلخ اور نمکین ہو اور
 حرارت کا فعل ہار مزاج والی دوا سے ہی ہوتا ہے تو ایسے طبیب کو تمام گرم دواؤں کے مزاج معلوم نہیں
 ہوتے اور اس فن میں اس کی معلومات ناقص ہے کیونکہ بعض گرم چیزیں تلخ و تیز نہیں ہوتیں۔ مثلاً چڑھے،

مزج کے جزوے اور بہت سے حیوانات کے گوشت، کیونکہ تمام ادویہ و اغذیہ نباتی یا حیوانی یا معدنی ہوتی ہیں یا جسم معدنی ہوتا ہے (مثلاً صدف اور مروارید و غیرہ)۔ صرف نباتات کے مزے نمایاں طور پر معلوم ہوتے ہیں۔ اب ادویہ کے مزاج اور ان کے دلائل بیان کیے جائیں گے، سردی و مت وہ دلائل بیان کیے جاتے ہیں جن سے ادویہ کے مزاجوں کی مقدار میں معلوم ہوتی ہیں۔

مزجہ کی نامعلوم مقداروں کی معلومات ان اعراض سے ہوتی ہیں جو متمزج کی کیفیات میں سے کسی کیفیت کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ یہ متمزج ہونے کی حیثیت سے عضو متشابہتہ الاجزاء ہوا کرتا ہے۔ یہ اعراض وہ امتیازات ہیں جو امزجہ ادویہ کی مقداروں سے لاحق ہوتے ہیں۔ بعض امتیازات تمام اعضائے متشابہتہ الاجزاء کے لیے عام ہوتے ہیں۔ یعنی کوئی نہ کوئی امتیاز ضرور ہوگا۔ یہ امتیازات آثار کے مقالہ رابعہ میں بیان کیے گئے ہیں مثلاً جامد اور غیر جامد ہونا، پگھلنے والا اور نہ پگھلنے والا ہونا، لیسدار اور بغیر لیس کے ہونا، ان کے علاوہ دوسرے امتیازات جنہیں آئندہ بیان کیا جائے گا۔ کچھ امتیازات یعنی ذبے، تیزبو اور رنگ، بعض اعضاء متشابہتہ الاجزاء کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ کبھی عضو متشابہتہ الاجزاء کو جب چھو کر معلوم کیا جاتا ہے کہ یہ گرم یا ٹھنڈا ہے تو اس میں کسی ایک رکن کا غلبہ ظاہر ہوتا ہے۔ ایسا ان چیزوں میں ہوتا ہے جن میں حرارت و برودت بالفعل موجود ہوتی ہے لیکن جب اغذیہ و ادویہ میں اس حیثیت سے غور کیا جائے کہ یہ کسی مرکب کے اجزاء ہیں (اور یہ ایسی چیز ہے جو ادویہ و اغذیہ کے ساتھ مخصوص ہے) اگر یہ نباتات کے اجزاء ہیں تو ان پر ان کے افعال و مقامات سے دلیل قائم کی جاتی ہے اور اگر کسی حیوان کے اجزاء ہیں تو اس حیوان کی تدبیر اور نوعیت غذا سے دلیل قائم کی جاتی ہے مختصر یہ کہ حیوان کی ان ہی چیزوں کو اخذ کیا جائے گا جو انسان کے مزاج کو معلوم کرنے کے لیے اخذ کی جاتی ہیں یعنی افعال، تدابیر اور مقامات، افعال کا مطلب افعال نفسانیہ ہیں جو غازیہ حسیہ اور نزوعیہ وغیرہ ہیں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

یہی وہ اصول ہیں جو اس فن میں بیان کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ اصول مضبوط نہیں ہیں لیکن ان کے علاوہ دوسرے اصول نہیں ہیں اس لیے انہیں ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر ایک کے متعلق حتی الامکان بیان کیا جائے گا جیسا کہ ارسطو بھی کہتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ خطیب سے ہر بات کی دلیل، یا ماہندس سے واضح قول کی امید کی جائے۔ ان چیزوں سے متعلق جو کچھ بیان کرنا ہے وہ علم طبی کے مسلمات میں سے ہوں گے۔ جو کچھ بیان کرنا ہے ان پر بہ تکلف برہان پیش کرنا اس فن میں مناسب نہیں ہے۔ کچھ مشہور علماء میں جن سے مفسر دات کے مزاج معلوم کیے جاتے ہیں، یہ

ہیں۔ ۱۔ منجمد ہونا ۲۔ گاڑھا ہونا ۳۔ تر ہونا ۴۔ تحلیل ہونا ۵۔ پگھلنا ۶۔ لیسدار ہونا ۷۔ بھر بھرا ہونا ۸۔ پتلا ہونا ۹۔ غلیظ ہونا ۱۰۔ نرم ہونا ۱۱۔ سخت ہونا ۱۲۔ جلنے کی صلاحیت ہونا یا نہ ہونا ۱۳۔ کثیف و متخلخل ہونا۔ منجمد ہونے والی چیزوں میں سے کچھ حرارت سے اور کچھ برودت سے جمتی ہیں برودت سے جمنے والی چیزوں میں کچھ ایسی ہیں جن کو حرارت نے پہلے گاڑھا کر دیا ہو اور بعض ایسی نہیں ہوتیں بعض چیزیں حرارت سے بعض برودت سے اور بعض دونوں سے گاڑھی جاتی ہیں، پگھلنے والی چیزیں بھی کچھ حرارت اور کچھ برودت و رطوبت سے پگھلتی ہیں تر ہونے والی چیزوں میں کچھ حرارت سے اور کچھ برودت سے تر ہوتی ہیں۔ جس چیز کو حرارت منجمد کر دیتی ہے اس میں حرارت و بہوست کا غلبہ ہوتا ہے مثلاً نمک اور اس کی قسمیں۔ اور جس چیز کو برودت نے منجمد کر دیا ہے اگر پہلے اس کو حرارت نے گاڑھا کر دیا ہے اور تقریباً ایسا جماؤ ہو جائے جو ہوائیت اور ماتیت کے سبب سے ہوتا ہے مثلاً مکھن اور چربی کا جمنہ تو یہ ضرور گرم ہے اسی طرح گوند اور روغن کی قسمیں بھی گرم ہیں، جس چیز کو برودت نے منجمد کر دیا ہے اور ارضیت اس پر غالب ہے نیز حرارت نے اس کو گاڑھا کر دیا تھا تو ایسی چیزیں بار دیا بس ہوتی ہے مثلاً ہڈیاں اور سینگ وغیرہ اور جس چیز کو برودت نے منجمد کر دیا ہے اور حرارت نے زیادہ گاڑھا نہیں کیا ہے تو اس کا مزاج بار درطوب ہوگا مثلاً پارہ وغیرہ جن چیزوں کو حرارت نے گاڑھا اور برودت نے منجمد کر دیا ہے وہ قریب بہ اعتدال یا گرم ہوتی ہیں مثلاً اقلیمی یا اس کی مانند دوسری چیزیں۔ جو چیزیں حرارت سے پگھل جاتی ہیں وہ برودت سے ضرور منجمد ہو جاتی ہیں اور جو چیزیں برودت سے پگھل جاتی ہیں وہ حرارت سے منجمد ہو جاتی ہیں اسی لیے ایسی چیزوں کے مزاج پر حرارت و برودت میں کسی ایک سے دلیل قائم کرنا درست ہوتا ہے کیوں کہ جب پگھلنے والی چیزوں میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر برودت نے ان کو منجمد کر دیا ہے اور حرارت نے گاڑھا نہیں کیا ہے تو قطعاً ایسی چیزوں کا مزاج بار درطوب ہوتا ہے لیکن اگر حرارت نے ان کو گاڑھا کر دیا ہے اور ان میں ارضیت بھی زیادہ ہے تو ان کا مزاج بار دیا بس ہوگا مثلاً لوہا اور اکثر معدنیات۔ اور اگر ہوائیت نے ان کو گاڑھا کیا ہے تو ان کا مزاج گرم و تر ہوگا مثلاً سمیں اور شرب اسی طرح ان چیزوں کو بھی قیاس کرنا چاہئے جو برودت اور رطوبت سے تحلیل ہوتی ہیں مثلاً نمک کی قسمیں۔ حرارت سے گاڑھی ہونے والی چیزوں کا مزاج گرم ہوتا ہے لیکن ہوائیت سے گاڑھی ہونے والی چیزیں مثلاً منی حار رطوبت یا معدن ہوتی ہیں مثلاً جوش دیا ہوا دودھ۔ جو چیزیں برودت سے گاڑھی جاتی ہیں اگر اس سے

پہلے حرارت سے کچھ گاڑھی ہو چکی ہیں تو ان کا مزاج رطب عار ہے مثلاً چریلے شوربے۔ اور اگر حرارت کے بغیر برودت سے گاڑھی ہوتی ہیں تو ان کا مزاج بارد رطب ہے مثلاً ٹھنڈک سے جما ہوا دودھ۔ اشیاء میں اپنا فعل کرنے والی حرارت و برودت کبھی عرضی اور کبھی طبعی ہوتی ہے۔ جب طبعی ہوتی ہے تو دوا کا مزاج قطعاً طبعی ہوتا ہے مثلاً مٹی کا گاڑھا ہونا۔ اور غیر طبعی ہونے پر دوا کا مزاج عرضی ہوتا ہے مثلاً جوشس دینے سے شیرہ انگور کا گاڑھا ہونا۔ جو چیزیں حرارت و برودت دونوں سے گاڑھی ہوتی ہیں ان میں ہوائیت و ماتیت بالکل ملی ہوتی ہے۔ مثلاً روغن زیتون اور دوسرے وہ روغن جن میں اس کا امکان ہے۔ برودت کے سبب سے اس لیے گاڑھی ہو جاتی ہیں کہ اجزائے ہوائیہ کے استحالہ کے سبب منجمد ہو جاتی ہیں۔ حرارت سے گاڑھے ہونے کا سبب یہ ہے کہ اجزائے ماتیہ تکلیل ہو جاتے ہیں اور ارضیت غالب ہو جاتی ہے۔

جن چیزوں میں ماتیت اور تھوڑی ارضیت ہوتی ہے وہ حرارت و برودت سے گاڑھی نہیں ہوتیں حرارت کے سبب سے گاڑھی ہونے سے پہلے وہ فنا ہو جاتی ہیں اور برودت کے سبب سے منجمد بھی نہیں ہو سکتیں کیوں کہ برودت اس وقت منجمد کرتی ہے جب کسی چیز کی حرارت کو نکال دیتی ہے اور اس کی رطوبت بھی فنا ہو جاتی ہے پھر یہ بوست کے پیدا ہونے سے وہ چیز گاڑھی یا منجمد ہو جاتی ہے جب دو چیزیں ایک ساتھ ایک ہی محرک سے منجمد ہوں اور دونوں رقت و غلظت میں بھی یکساں ہوں تو برودت و حرارت میں ایک ہی درجہ پر ہونگے لیکن جب ان میں سے ایک زیادہ گاڑھایا اس کا محرک زیادہ قوی یا اس کا مزاج زیادہ بارد ہو تو وہ جلد منجمد ہو جائے گی لیساہ چیزوں میں ماتیت اور ارضیت زیادہ ہوتی ہے اس لیے یہ بارد اور گاڑھی ہوتی ہیں۔ بھر بھری چیزوں میں اجزائے ہوائیہ زیادہ اور کچھ ارضیت ہوتی ہے چونکہ ان میں ہوائیت ملی ہوتی ہے اس لیے بہ آسانی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں رطب ہونے کی جہت سے ایسی چیزیں دوسری اشیاء کی بہ نسبت تقسیم کو قبول کرتی ہیں اور بھر بھری چیزوں میں یہ بوست ہونے کی جہت سے ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ لیساہ چیزوں میں رطوبت ماتیہ ہونے کی جہت سے ان میں کھنچاؤ ہوتا ہے اور ارضیت کے زیادہ ہونے کی جہت سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں ان کا منقسم ہونا دشوار ہوتا ہے اس لیے بھر بھری چیزیں جلد منقسم ہو جاتی ہیں کیوں کہ حرارت سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں جلد منقسم ہو جاتی ہیں۔ کسی

چیز کا بھر بھرا ہونا بھی مفہم میں معاون ہوتا ہے لیکن چیزوں کا منقسم ہونا چونکہ دشوار ہوتا ہے اس لیے یہ طبیعت کو کندہ کر دیتی ہیں اور اسی وجہ سے دیر مفہم بھی ہوتی ہیں۔ گاڑھا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ادویہ کے مزاج میں یہ سست ہے کیوں کہ اس میں ارضیت ہوتی ہے اور جب ایسی چیز غذا ہوتی ہے تو اس کا مفہم ہونا دشوار ہوتا ہے کیوں کہ جو ہر ارضی کے مادے سے اس کی صورت کا علیحدہ ہونا دشوار ہوتا ہے لطیف چیزوں میں اگر ہواست ہوتی ہے تو حرارت و ربوبیت کی دلیل بنتی ہے اور اگر یہ اشیا گرم ہوتی ہیں تو یہ رطوبت کی دلیل ہے اسی لیے گرم چیزیں آسانی سے منفعل ہوتی ہیں مثلاً کچے پھل۔ سخت ہونا گرم ہونے کے برعکس ثابت یعنی جو ہر ارضی یا بس کی دلیل ہے۔ جس چیز میں رطوبت یا یہ سست ہوتی ہے اس کے قوی منفعل پیر نہ کہ قوی فاعل پر غلظت و لطافت اور لینت و ملابت دلیل بنتی ہے۔

تکاثف و تخنل دو مفہم پر منطبق ہوتے ہیں۔

(۱) کسی چیز کا مقدار کے لحاظ سے کم و بیش ہونا۔ اس مفہوم کو تکاثف و تخنل سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے اس کی مثال یہ ہے کہ شیرہ انگور کو اگر روغنی ٹھکے میں بھر کر بند کر دیا جائے تو کچھ عرصہ بعد اس کی مقدار بڑھنے لگی یہاں تک کہ بعض اوقات ٹھکا پھوٹ سکتا ہے۔ اسی طرح بخارات میں اگر تکاثف پیدا ہو جائے تو مقدار گھٹ جائے گی۔ اس طرح شے تکاثف سے کوئی پتہ نہ ہوتے بغیر اس کی مقدار گھٹتی ہے اور شے تخنل میں کوئی چیز اضافہ کے بغیر اس کی مقدار بڑھتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہوا، پانی اور مٹی سے مقدار میں نسبتاً زیادہ ہوتی ہے جب کسی چیز کا مزاج ہوا کے مزاج سے نسبتاً قریب ہو تو اس کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اسی لیے تخنل چیزیں ہوائی یعنی حار رطب اور تکاثف چیزیں بارڈ یا بس یا بارڈ رطب ہوتی ہیں چونکہ متوازن چیز میں ابراٹھے ہوا سے زیادہ ہوتے ہیں اس لیے رولی پکاتے وقت آگ ٹھیر کیا جاتا ہے تاکہ بہ آسانی سٹم ہو سکے۔ کیوں کہ رطب ہونے کی جہت سے جو ہر ہوائی بلد منفعل ہو جاتا ہے اس کا جانا ہے کہ رطوبت چیزیں آسانی سے جمع ہو جاتی ہیں اس کے برخلاف خشک چیزیں وہ مشکل جمع ہوتی ہیں اسی لیے یہ دیر مفہم بھی ہوتی ہیں۔

(۲) جن چیزوں کے مسامات کشادہ ہوں وہ متخلخل اور جن کے مسامات تنگ ہوں وہ متکثف ہیں۔ جرم کے لحاظ سے ان کے مزاج بنتے ہیں نہ کہ ان کے مسامات کے کشادہ یا تنگ ہونے کے لحاظ سے۔ اگرچہ کسی چیز کے مسامات کا کشادہ ہونا اس کے مفہم کے لیے معاون ہوتا ہے کشادہ مسامات والی چیز کا ٹوٹنا آسان ہوتا ہے۔ اس کے بالمقابل متکثف (تنگ مسامات والی) چیز ہے۔

جلنے والی چیزیں یا ناری ہوتی ہیں مثلاً گندھگ ابی قسمیں یا ہوائی ہوتی ہیں مثلاً گھاس اسی لیے مفہم میں ان کا استعمال جلد ہو جاتا ہے ان میں کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو جسم کو چھیدتی ہیں۔ بالینوس کہتا ہے کہ یہ اصول اسی وقت صحیح ہوگا جب دو میں کثیف یا لطیف کی شرط لگائی جاتی کیوں کہ کبھی کوئی چیز غلیظ اور متخلخل ہوتی ہے یعنی ان میں بڑے مسامات ہوتے ہیں جن میں آگ نفوذ کر کے جاگزیں ہو جاتی اور جلانے کا سبب بنتی ہے۔ حرارت غریزیہ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ جلانے کا کام کر سکے کیوں کہ اس میں رطوبت ہوتی ہے اور اس کی حرارت آگ کی حرارت سے کم ہوتی ہے کیوں کہ کسی چیز کا آسانی سے جلنا کسی عرض یعنی مسامات کے کشادہ ہونے کے سبب سے ہوتا ہے مثلاً بانس۔ اور جس چیز کے نفس جو ہر میں جلنے کی صلاحیت ہو تو اس میں آگ کو حرارت غریزیہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے مثلاً چرات۔ نہ جلنے والی چیزیں وہ ہوتی ہیں جن میں ارضیت یا ماتیت یا دونوں ہوتی ہیں۔ مفرد اشیاء کے مزاجوں پر دلیل بننے والی عام علامات کا تذکرہ کر دیا گیا اب مزے ملو اور رنگب کے لحاظ سے ادویہ کے مزاج بیان کیے جائیں گے۔ اطباء عموماً ان ہی چیزوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مزے کی مشہور قسمیں یہ ہیں مشیریں، چربیلہ، نمکین، تلخ، تیز، بکٹھا، کھیلا، ترش اور پھیکا۔

یہ مزاج عام معتدل الحرارة کی دلیل ہے یہ عموماً مزاج انسانی کے

مشیریں

مناسب ہوتا ہے جیسا کہ بالینوس کا قول ہے۔

اس میں ہوا تیت زیادہ اور کچھ ماتیت ہوتی ہے اسی لیے مشیریں کی

چربیلہ

بہ نسبت اس میں حرارت کم ہوتی ہے۔

نمکیں | اس کے مزاج میں جو ہر یا بس سوختہ زیادہ ہوتا ہے جس میں کچھ رطوبت کی آمیزش ہوتی ہے اس میں شیرینی سے زیادہ حرارت ہوتی ہے۔

تلخ | اس کے مزاج میں جو ہر یا بس ارضی زیادہ ہوتا ہے جس کے ساتھ کبھی برودت اور کبھی حرارت ہوتی ہے۔ برودت کی علامت یہ ہے کہ شروع میں اس کا مزہ تلخ معلوم

ہوتا ہے اس کے بعد شیریں معلوم ہوتا ہے ایسا طبیعت کے سبب سے ہوتا ہے مثلاً بلوط، کدو اور بہت سے دوسرے نباتات۔ اور جس میں حرارت و ارضیت ہوتی ہے اس کا مزہ شروع میں شیریں پس کے بعد تلخ معلوم ہوتا ہے اس طرح کی تلخی اس بات کی دلیل ہے کہ دو مزاجوں میں سے کوئی ایک یعنی بارد یا بس یا عاریا بس ہوگا۔ اسی طرح تلخ چیزوں کا سیاہ ہونا حرارت یا برودت سے ہوتا ہے۔ تلخ چیزوں کے متعلق اطباء نے اس چیز کو فرو گذاشت کیا ہے اور تلخ چیزوں کو صرف مار کہا ہے، وہاں کہ افیون زیادہ تلخ ہے (بارد) اور مخدر ہے کسی شخص کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ افیون کا جز بارد، تلخ نہیں ہے کیوں کہ ایسے مسائل کو علم طبیعی سے تسلیم کر لینا چاہتے۔ تلخ چیزوں کے تشخصی جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ کتاب النبات میں ہے۔ تلخی کی وہ قسم جو حرارت کے سبب سے ہوتی ہے وہ نمکیں سے زیادہ گرم ہے کیوں کہ نمکیں چیز میں کچھ رطوبت بھی ہوتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ سمندر کے پانی میں جب نمکینیت زیادہ ہو جاتی ہے تو تلخ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بحر مردار کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پانی کے تلخ ہونے کے سبب سے کوئی جانور اس میں نہیں رہتا۔ کیوں کہ بے مزاج حیوان کے مزاج کی بالکل ضد ہے مختصر یہ کہ بیہوشی کے سبب سے تلخ چیز شیریں کے باقی اور ضد ہے۔ اسی لیے ایسی چیز ان بچوں کے لیے زیادہ قاتل ہے جن میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے۔ بہر کیف جو ہر غذائی میں تلخی نہیں ہوتی بلکہ ادویہ میں تلخی ہوتی ہے لیکن شیریں چیز میں جو ہر غذائی یا غذائے دوائی ہوتی ہے۔

حریف (تیز مزہ والی چیز) | اس کے مزاج میں حرارت و بیہوشی زیادہ ہوتی ہے اور ساتھ ہی لطافت ہوتی ہے۔

یہ مزے وہ ہیں جو حرارت کی قسموں پر دلیل بنتے ہیں، ان کے درجات ہیں جیسا کہ بیان کیا گیا۔ پھر ہر نوع کے بھی درجات ہیں۔ کچھ شیریں چیزیں ایسی ہیں جو پہلے درجہ میں گرم ہیں اور کچھ دوسرے درجہ میں گرم ہیں اسی طرح نمکیں چیزوں میں کچھ دوسرے درجہ میں گرم اور کچھ اس سے زیادہ گرم ہیں۔

دواؤں کے مزاج بارود پر دلیل بننے والے مزے یہ ہیں: عفص (بکٹھا) قابض (گیلا) حامض (ترش) تله (پھیکا) اگرچہ پھیکی چیزوں میں کوئی مزہ نہیں ہوتا، مزہ نہ ہونا بھی ایک مزہ ہے، کیوں کہ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ برقوت حاسہ اپنے خاص محسوسات کا ادراک کرتی ہے اور کسی محسوس کے نہ ہونے کا بھی ادراک کرتی ہے۔ عفص اور قابض ایک ہی قسم میں ہے، صرف کم و بیش کا فرق ہے۔ دونوں کسی چیز کے مزاج میں زیادہ ہوسست اور برودت کی دلیل بنتے ہیں عفص میں قابض سے زیادہ ہوسست و برودت ہوتی ہے۔

ترش | یہ مزاج بارد کی دلیل ہے جس میں کچھ رطوبت بھی ہوتی ہے۔ لیکن برودت کے ساتھ کچھ حرارت بھی ہوتی ہے، اسی لیے یہ مقطع و مطلق ہوتی ہے اور عفص و قابض سے برودت میں کم نہیں ہوتی۔

تله | پھیکی چیزوں کا مزاج مائی (رطب) اور بارد ہوتا ہے۔

تمام مزوں کے دلائل بیان کر دتے گئے یہ مزے کسی چیز کے جوہر پر کبھی پوری دلیل نہیں بنتے، کیوں کہ مرکب دوا میں ایک سے زیادہ اجزاء ہوتے ہیں، ان اجزاء میں بعض کا مزہ نہیں ہوتا اور بعض کا ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جو مرکب دوا میں ملاتی جاتے اس کا مزہ بھی ہو۔ جیسا کہ دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے۔ لہذا دوائے مرکب میں تمام اجزاء کے لحاظ سے مزاج متعین کیا جاتا ہے۔ تمام بے مزہ اور پھیکی چیزیں بارد نہیں ہوتیں کیوں کہ بہت سی گوند والی چیزیں پھیکی ہونے کے باوجود گرم ہوتی ہیں۔

روح (بو) | مزے کے مانند بو کی قسمیں واضح نہیں ہیں۔ اسی لیے خوشبودار اور بدبودار کے علاوہ بو کے نام نہیں ہیں۔ لیکن ہر مزے کے نام ہیں۔ بو کے اکثر نام مزوں سے اخذ کیے جاتے ہیں، مثلاً ترش بو، تیز بو اور تلخ بو وغیرہ۔ اسی لیے اس قسم کی بو کا مزاج وہی ہوتا ہے جو اس کے مزے کا مزاج ہوتا ہے۔ خوشبودار چیزوں کا مزاج گرم ہوتا ہے۔ جس چیز کے مزاج میں رطوبت مزیدہ اور حرارت عفوئی ہوتی ہے وہ بدبودار ہوتی ہے۔ بو کے دلائل بہت کمزور ہوتے ہیں۔ کیوں کہ کبھی مرکب دوا کے بعض اجزاء میں بو نہیں ہوتی اور بعض میں ہوتی ہے۔ اس لیے بو کے لحاظ سے پوری مرکب دوا کا مزاج متعین کرنا غلط ہوگا کیوں کہ بعض اجزاء کے لحاظ سے تمام اجزاء کا مزاج متعین ہوگا۔ نہ مثلاً کسی شخص کا بے

خیال غلط ہے کہ گل سرخ گرم ہے، کیوں کہ یہ خوشبودار ہے۔

الوان درنگ، رنگوں کے دلائل بوسے بھی زیادہ کمزور ہوتے ہیں، کیوں کہ رنگ چیز کی سطح پر ہوتا ہے، اس لیے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس جزوہ سطح کا مزاج رنگ

والے مزاج کے برخلاف ہوتا ہے۔ کبھی سرد اور گرم دونوں قسم کی چیزوں کا رنگ ایک ہی ہوتا ہے، مثلاً نمک اور کافور دونوں میں سفیدی ہوتی ہے۔ لیکن ایک نوع کے افراد کو ایک دوسرے پر قیاس کرتے ہوئے رنگ کی دلالت درست ہوتی ہے۔ مثلاً سفید و سیاہ مرغ اور سفید و سیاہ چنے کے درمیان قیاس کرنا۔ رنگوں کی قسمیں بہت ہیں، لیکن عموماً سیاہ، سفید اور ان دونوں سے ملے ہوئے مثلاً غما (بادل کا رنگ) زرد اور گہرے سرخ ہوتے ہیں۔ سیاہ رنگے جوہر رضی یا بس سے ہوتا ہے، کبھی اس کا فاعل حرارت ہوتی ہے مثلاً حبشیوں کے رنگ، اور کبھی برودت ہوتی ہے مثلاً سیاہ مشروبات۔ سفید رنگ اگر ارضیت اور ہوا تبت کے ملنے کے سبب سے ہو تو وہ عاریا معتدل ہوتا ہے۔ مثلاً وہ لوگ جن کا رنگ سفید ہوتا ہے، اور اگر ارضیت اور ارضیت کے ملنے کے سبب سے ہو، جیسا کہ سیال چیزوں میں، تو یہ بار در طب مزاج کی دلیل ہے۔ سرخ رنگ کی تمام قسمیں حرارت پر دلیل بنتی ہیں، کیوں کہ ان میں جزوہ ناری ہوتا ہے۔ زرد رنگ کا مزاج ان رنگوں کے درمیان ہے۔ سبز رنگ کا مزاج، سیاہ رنگ کے مزاج کے قریب ہوتا ہے، اور زرد رنگ کا مزاج سفید رنگ کے مزاج کے قریب ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ درمیانی رنگوں کا مزاج، سیاہ و سفید کے مزاجوں سے ملا ہوتا ہے۔ اعضاء متشابہتہ الاجزاء کے اعراض و ملحقہ کے لحاظ سے قوی ادویہ کے دلائل بیان کر دتے گئے۔

نباتات و حیوانات کے مزاج

اب وہ دلائل بیان کیے جاتیں گے جو کسی نبات یا حیوان کے جزوہ کی حیثیت سے مخصوص ہوتے ہیں۔ چند چیزوں سے نباتات کے مزاج معلوم کیے جاتے ہیں۔

(۱) مقام

(۲) شہر

(۳) موسم

(۴) افعال

یہ دلائل زیادہ قوی اس وقت ہوتے ہیں جب گذشتہ دلائل بھی شامل کر لیے جاتے ہیں۔ ان دلائل سے جس طرح دواؤں کے مزاج معلوم کیے جانے میں اسی طرح ایک نوع کی دواؤں

کے درمیان قیاس کرنے کے طریقے بھی معلوم کیے جاتے ہیں۔ جس طرح قیاس کرنے کے طریقے پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔

کچھ نباتات کامل اور کچھ ناقص ہوتے ہیں۔ ناقص وہ ہے جس میں دو ارکان (پانی اور مٹی) میں سے کوئی ایک زیادہ ہو۔ پانی زیادہ ہونے کی مثال وہ نباتات ہیں جو پانی میں پیدا ہوتے ہیں، مٹی زیادہ ہونے کی مثال وہ نباتات ہیں جو سخت زمینوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لیے ایسے نباتات ناقص ہوتے ہیں، یعنی ان میں پھول اور پتے نہیں ہوتے۔ ایسے نباتات کے مزاج میں یا جو ہر بار درطوب زیادہ ہوتا ہے، مثلاً کائی، یا جو ہر بار دیا بس مثلاً کماؤ (کھمبی)۔ کامل نباتات معتدل پہاڑوں میں پیدا ہوتے ہیں، ایسے پہاڑوں میں نباتات زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ متمکن ہوتے ہیں، ان میں حرارت و رطوبت ملی ہوتی ہے، ہوا سے نباتات میں حرکت ہوتی رہتی ہے اور اجرام سماویہ کے قریب ہوتے ہیں، اسی لیے ایسے نباتات میں پھل، پھول اور پتے ہوتے ہیں۔ نیز بعض نباتات صحرائی اور بعض بستانی ہوتے ہیں۔ نباتات کی ایک قسم یعنی بستانی صحرائی سے زیادہ بارد و رطوب ہوتی ہے مثلاً کاسنی صحرائی اور کاسنی بستانی جسے سرفی کہا جاتا ہے ممالک کے لحاظ سے نباتات کے مزاج پر اس طرح دلیل قائم کی جاتی ہے کہ کچھ نباتات صرف سرد ممالک میں اور کچھ صرف گرم ممالک میں پیدا ہوتے ہیں گرم ممالک میں پیدا ہونے والے نباتات اکثر گرم ہوتے ہیں، مثلاً گرم منساح جو ہندوستان اور دوسرے گرم ممالک سے لاتے جاتے ہیں، سرد ممالک میں پیدا ہونے والے نباتات اکثر سرد ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی بالعرض سرد ممالک میں گرم نباتات مثلاً صنوبر، اور گرم ممالک میں سرد نباتات پیدا ہوتے ہیں مثلاً تھر ہندی (املی) جو ممالک عرب میں بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ ایسے نباتات کا بیرونی حصہ سخت ہوتا ہے یا اس سبب سے کہ وہ زمین کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے نباتات سرد ممالک میں گرم ہوتے ہیں۔ کیوں کہ ٹھنڈک کے سبب سے حرارت عزیز اندر چلی جاتی ہے، اور گرم ممالک میں سرد نباتات کی برودت بھی کم ہو جاتی ہے۔ نباتات کے مزاج پر جس طرح ممالک سے دلیل قائم کی جاتی ہے اسی طرح موسم اور وقت سے بھی قائم کی جاتی ہے موسم سرما میں گرم سبزیوں وہ ہوتی ہیں جن کے زیادہ حصے زمین کے اندر ہوتے ہیں، مثلاً گرم کلا اور شلم وغیرہ۔ گرم موسموں میں کبھی بارد اس لیے ہو جاتی ہے کہ اس میں بہت تھوڑی حرارت ہوتی ہے جو ہوا کی معمولی ٹھنڈک سے زائل ہو جاتی ہے۔ مثلاً موسم گرما

کی بہت سی سبزیاں۔

جن نباتات کے افعال سے مزاج پر دلیل قائم کی جاتی ہے ان کی تعداد زیادہ ہے۔ کچھ نباتات جلد بڑھتے اور کچھ دیر سے بڑھتے ہیں۔ جلد بڑھنا عموماً حرارت یا لطافت یا دونوں کی دلیل ہے۔ دیر سے بڑھنا حرارت و لطافت کی ضد پر دلیل ہے۔ اسی طرح نباتات میں جلد پھل آنے اور دیر سے پھل آنے سے بھی دلیل قائم کی جاتی ہے۔ نیز بعض نباتات میں پتے پھول اور پھل ہوتے ہیں اور بعض میں نہیں ہوتے۔ پہلی قسم غلیظ ارضی یا مائی ہوتی ہے۔ پتے اور پھول والے نباتات معتدل ہوتے ہیں۔ اسی طرح کچھ نباتات ایسے ہیں جن میں کانٹے اور گریں زیادہ ہوتی ہیں، یہ عموماً ارضی ہوتے ہیں، اور کچھ نباتات میں کانٹے نہیں ہوتے۔ یہ پہلی قسم کے بالمقابل ہیں۔ مختصر یہ کہ نباتات کے وہ امتیازات بہت ہیں جن سے ان کے مزاج معلوم کیے جاتے ہیں۔ ہم نے بالاخص ان کی طرف محض اشارت کر دی ہے۔

حیوانات کے وہ امتیازات بہت ہیں جن سے ان کے مزاج پر دلیل قائم کی جاتی ہے۔ مثلاً کچھ پانی کے اور کچھ خشکی کے حیوانات ہیں۔ پانی والے بارد رطب اور خشکی والے حار یا بس ہیں۔ حیوانات میں کچھ اڑنے والے اور کچھ چلنے والے بھی ہیں۔ پرندے، چلنے والوں سے زیادہ ہوائیت کے حامل ہیں۔ نیز بعض حیوانات میں خون ہوتا اور بعض میں نہیں ہوتا ہے۔ خون والے حار رطب اور بغیر خون والے بارد یا بس ہوتے ہیں۔ بعض حیوانات سانس لینے والے اور بعض سانس لینے والے نہیں ہوتے۔ سانس لینے والے حار اور سانس نہ لینے والے بارد ہوتے ہیں۔ بعض حیوانات صرف گرم ممالک میں ہوتے ہیں، جن میں اکثر حار یا بس ہوتے ہیں، مثلاً اونٹ اور ہرن وغیرہ اور بعض حیوانات صرف سرد ممالک میں ہوتے ہیں۔ ایک نوع یا متعدد انواع کے حیوانات کے مزاج، چراگاہ، پانی پینے کی جگہ اور آبادی کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں مثلاً پتھر ملی زمین والی ٹھیلی کا مزاج زیادہ لطیف اور اس میں فہنلات کم ہوتے ہیں، برنسبت اس ٹھیلی کے جو کچھ میں رہتی ہے۔ بعض حیوانات تیز دوڑنے والے اور زیادہ محنت کرنے والے ہوتے ہیں، ان کا مزاج حار اور کچھ رطب ہے۔ اور بعض حیوانات آہستہ دوڑنے والے اور کم محنت کرنے والے ہوتے ہیں، ان کا مزاج بارد ہوتا ہے۔ چلنے والے حیوانات میں بعض پیدا ہوتے ہی چلتے ہیں اور بعض کچھ عرصہ کے بعد۔ بعض حیوانات ایک حمل سے بہت سے بچے پیدا کرتے ہیں اور بعض صرف ایک بچہ، اور بعض حیوانات میں دونوں بانیں پائی جاتی ہیں۔ خوراک

کے لحاظ سے بھی حیوانات مختلف ہوتے ہیں۔ گوشت خور حیوانات کا مزاج گرم و خشک ہوتا ہے۔ اسی لیے شریعت میں اکثر ایسے حیوانات حرام ہیں۔ سبزی خور حیوانات کا مزاج معتدل ہوتا ہے، مثلاً چوپایوں میں بکری اور گائے اور پرندوں میں کبوتر اور مرغیاں۔ جثہ کے بڑے اور چھوٹے ہونے کے لحاظ سے بھی حیوانات مختلف ہوتے ہیں۔ خشکی کے حیوانات میں بڑے جثہ والے ارضی ہوتے ہیں اور چھوٹے جثہ والے میں ارضیت کم ہوتی ہے۔ پانی کے جانوروں میں بڑا جثہ ہونا زیادہ رطوبت کی دلیل ہے۔ اسی لیے چھوٹے جثہ والی پھلیوں کو اطباء نے ناپسندیدہ کہا ہے۔ سخت ہڈی والے حیوانات اور جن میں اجسام ارضی مثلاً کھر، سینگ، فلوس (سفن) اور پیر زیادہ ہوتے ہیں ان میں ارضیت زیادہ ہوتی ہے، اسی لیے پھلیوں میں فلوس اور کانٹوں کا زیادہ ہونا اس کی عمدگی کی دلیل ہے۔ کیوں کہ یہ ایسے مزاج کی دلیل ہے جو اس کے مزاج کی ضد ہے۔ حیوانات کا بہادر اور بزدل ہونا بھی ان کے مزاج کی دلیل ہے۔ بہادر حیوانات کے مزاج گرم اور بزدل حیوانات کے مزاج سرد ہوتے ہیں۔

ایسے امتیازات جن کے ذریعہ حیوانات کے مزاج پر دلیل لائی جاتی ہے بکثرت ہیں۔ لیکن ہم نے صرف اس قدر بیان کیا ہے کہ اس کو وقت فرصت مستحضر کیا جاسکے، اس کتاب کو ابجاز و اختصار کے ساتھ بیان کرنا بھی مقہود ہے۔ اجسام تشابہتہ الاجزاء میں لاحق ہونے والے اعراض کے یہ تمام دلائل ہیں۔ اجسام مرکبہ کے مزاج اسی وقت معلوم ہو سکتے ہیں جب تمام دلائل اکٹھے کیے جاتیں اور متضاد دلائل کو ایک دوسرے پر قیاس کرتے ہوتے جس مزاج کا غلبہ ہو وہ متعین کیا جاتے۔ ان تمام دلائل سے اندیہ و ادویہ کے افعال اولیٰ کی معلومات حاصل ہوتی ہیں، انہی سے ادویہ کے افعال ثوانی بھی معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ کیوں کہ جب یہ معلوم ہو جاتے گا کہ کسی دوا کا مزاج حار یا بس ہے تو اس کے افعال ثوانی بھی معلوم ہو جائیں گے۔ اگرچہ کبھی کسی دوا کے افعال ثوانی اس کے مزاج کے مطابق نہیں ہوتے۔ مثلاً زیادہ گرم چیز میں تلطیف و تقطیع کے افعال ہوتے ہیں، لیکن کبھی معتدل دواؤں میں بھی یہ افعال ہوتے ہیں مثلاً کشنیز خشک صحرائی اور اذخر وغیرہ۔ اور سرکہ غایت درجہ کا ملطف و مقلع ہے حالانکہ یہ بارد ہے۔ یہ اس لیے کہ سرکہ کی حرارت کو اس کی برودت اندر لے جاتی اور کسی چیز کے اندرونی حصہ میں نفوذ کراتی ہے۔ مندرجہ بالا دواؤں کا بھی یہی حال ہے یعنی ان میں زیادہ لطافت ہو یا کوئی عارضی سبب ہو جس سے فعل لطیف ہو جاتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ الٹا کے پورے

جوہر میں لطافت ہو۔ لیکن افعال ثوابت کو افعال اولیٰ پر قیاس کرنا ضعیف ہے، کیوں کہ یہ افعال دوا کے پورے جوہر میں ہوتے ہیں۔

افعال اغذیہ و ادویہ

ادویہ و اغذیہ سے متعلق تمام ضروری اصول کلیہ بیان کر دتے گئے اب ہر دوا و غذا کے افعال کا تذکرہ ہوگا۔ صرف ان دواؤں کا ہی بیان ہوگا جو زیادہ مشہور ہیں، مشہور کبھی وہ جن کی تائید جالیبنوس نے کی ہے۔ کیوں کہ اس فن میں یہ شخص قابل اعتماد اور ماہر ہے۔ دوسرے اطباء کی مثال اس شخص کی ہے جو اپنے جانے پہچانے شخص کو دور سے آواز دے لیکن جب وہ قریب آجاتے تو اس کو پہچان نہ سکے۔ ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے ایسی چیزیں بیان کی جائیں گی جو محض غذا ہیں پھر ایسی چیزیں جن میں غذائیت و دوائیت دونوں پائی جاتی ہیں۔ پھر ایسی چیزیں جن میں محض دوائیت ہوتی ہے۔

غذائیں

تمام اطباء کا اتفاق ہے کہ معتدل المزاج اشخاص (جو اکثر چوتھے اور پانچویں اقلیم کے رہنے والے ہیں) کے لیے باقی غذاؤں میں سب سے مناسب گیہوں ہے جس سے کوئی چیز بنائی جاتی ہے۔ اس کے استعمال کے چند طریقے ہیں۔

(۱) روٹی بنا کر جو بغیر خمیر کے ہو یا خمیری۔

(۲) حلوا بنا کر۔

(۳) ہریسہ بنا کر۔

(۴) اس کے آٹے کا حریرہ بنا کر۔

(۵) اس کے دانوں کو بھون کر۔

(۶) اس کو پانی میں بھگو کر بھوننے کے بعد پیس لیا جاتے جس کو ستو کہا جاتا ہے۔

(۷) پیسے بغیر پانی میں پکا کر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جس گیہوں سے یہ غذائیں تیار کی جاتی

ہیں اس کی چند قسمیں ہیں، سب سے عمدہ وہ ہے جس کا دانہ وزنی اور ٹھوس ہو۔ گیہوں

سے تیار ہونے والی چیزوں میں سب سے بہتر عمدہ قسم کے گیہوں کے آٹے سے بنی ہوتی

روٹی ہے۔ اس کو فطیر (چپاتی) کہا جاتا ہے گیہوں کی بھوسی نکالے بغیر اس کے آٹے کی روٹی کو خشکلا اور ہمارے یہاں اندلس میں "ناہوق" کہا جاتا ہے۔ میدہ کی روٹی سے یہ کم ثقیل اور دیر ہضم ہوتی ہے۔ اگرچہ میدہ کی روٹی میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے، اور اس میں خشکار جیسی بیوست بھی نہیں ہوتی اور نہ اس کا استعمال سوداء کی طرف ہوتا ہے خشکار میں بیوست اس لیے زیادہ ہوتی ہے کہ ہر نلہ کی بھوسی ارضی اور بارد یا بس ہوتی ہے، یہ روٹی زود ہضم ہوتی ہے کیونکہ گیہوں کی بھوسی میں جلا کی صفت ہے پھر مناسب مقدار میں نمک اور زیادہ پانی ملا کر آٹے کو اتنا گوندھا جاتے کہ اسفنج کے مانند متکفل ہو جاتے پھر اس کی مقدار خمیر بنا کر تنور میں پکایا جاتے بے خمیر والی روٹی میں غلظت و لزوجت ہوتی ہے، اور زائد خمیر والی کا استعمال متعفن اخلاط کی طرف ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں حرارت غریبہ ہوتی ہے۔ روٹی کے بعد عمدگی میں وہ رفیق حریرہ ہے جو روٹی کے ٹکڑوں سے بنایا جاتا ہے، لیکن اس میں پانی ہونے کی وجہ سے کچھ بار در طلب ہوتا ہے۔ روٹی کے ٹکڑوں کو چند بار گرم پانی میں ڈالا جاتے تو بہت ہلکی اور زود ہضم ہو جاتی ہے۔ امراض عادہ کے مریضوں کے لیے یہ خاص غذا ہے۔ گیہوں کا ستو بھی اچھی غذا ہے جب کہ اس کے ساتھ ٹھنڈا پانی زیادہ مقدار میں ملا کر استعمال کیا جائے کیوں کہ پانی میں بھگونے اور سھوننے سے ستو کا جوہر متکفل اور لطیف ہو جاتا ہے روٹی کے ٹکڑوں کو شہد کے ساتھ گوندھنے سے گرمی پیدا کرتی ہے اور اس میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے۔ علوے اور ہریسے میں غلظت و لزوجت ہوتی ہے اور یہ سدے پیدا کرتے ہیں۔ پانی میں پکایا ہو گیہوں اس سے بھی زیادہ ثقیل اور سدہ پیدا کرنے والا ہے۔ بلکہ یہ گیہوں کی تمام غذاؤں سے زیادہ دیر ہضم ہے۔ گیہوں کے آٹے کا حریرہ کبھی ثقیل ہوتا ہے۔ خمیر سے بنا ہوا حریرہ بہت لطیف ہوتا اور ٹھنڈک پیدا کرتا ہے، کیوں کہ اس میں ترشی ہوتی ہے، لیکن متعفن اخلاط کی طرف اس کے استعمال کا اندیشہ رہتا ہے، اسی لیے عفونتی بیماریوں میں اس سے پرہیز کرنا چاہتے۔ جو کی روٹی اگر گیہوں کی روٹی کی طرح پکائی جاتے تو عمدگی میں گیہوں کی روٹی کے بعد ہے۔ لیکن اس میں کچھ برودت ہوتی ہے۔ جو کے ستو کا استعمال بہت جلد ہوتا ہے یہ ٹھنڈک پیدا کرتا ہے خصوصاً جب پانی کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ یہ پیلے درجہ میں بارد ہے۔ ماہ الشیر (آب جو) غذاؤں سے زیادہ دواؤں میں شامل ہے۔ امراض عادہ یا سند میں اس کا استعمال بہت بہتر ہے۔ اس فن کی تھوڑی معلومات رکھنے والوں سے کبھی یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

کیوں کہ یہ مبرد اور مرطب ہے، اعتدال اور جلاء پیدا کرتا ہے، اس کا کیموس بہتر ہوتا ہے، نفاخ اور دیر معضم ہے۔ ان صفات کا تجربہ ہو چکا ہے۔ بار در چیزوں میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں۔ ماہ الشعیر کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کے مسلم دانوں کو پانی میں بھگو کر چار گھنٹے رکھ چھوڑا جائے۔ جو کی مقدار سے بیس گنا پانی ہونا چاہتے۔ پھر اتنا جوش دیا جائے کہ پانی سرخ ہو جائے۔ اس طریقہ پر بنانے سے نفع نہیں کرتا۔ مسلم دانوں میں چونکہ قوت جاذبہ ہوتی ہے اس لیے وہ پانی کو جذب کرتے ہیں اور زمین میں بونے سے اُگ آتے ہیں۔ ابو مروان بن زہر نے اپنی کتاب "تیسیر" میں اس کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اطباء غلطی پر ہیں جو دانوں کو کوٹ کر بھگونے کے لیے کہتے ہیں۔ بقیہ تمام اقسام کے غلوں کی روٹی کی قوت وہی ہے جو اس غلہ کی قوت ہوتی ہے جس سے وہ بنائی جائیں۔ غذائے دوائی کے باب میں ایسے ہی غلوں کا تذکرہ ہوگا۔ ماہ الشعیر کو شروع ہی میں بیان کر دیا گیا حالانکہ۔ سب یہ تھا کہ اس کو اسی باب میں بیان کیا جاتا۔

گوشت گوشت میں جوان اور تندرست مرغ کا گوشت تمام لوگوں کے لیے زیادہ عمدہ ہے اس کے بعد عمدگی میں بکرے کا گوشت ہے۔ تعدیل مزاج کے لیے مرغ کے گوشت کی عجیب خاصیت ہے۔ اسی لیے اس کا شور باجذامیوں کے لیے مفید ہے، اور اس کا مغز جو ہر دماغ کو زیادہ کرتا اور فکر کو بہتر بناتا ہے۔ بکرے کے بعد جوان بھیر کا گوشت عمدہ ہے۔ یہ قدماء کے خیالات ہیں۔ لیکن رازی کی رائے ہے کہ عمدہ ہونے میں بکرے کے گوشت کے بعد بکری کے بچے کا گوشت ہے۔ ظاہر ہے کہ بکری کے بچے کے گوشت میں فضلات زیادہ ہوتے ہیں۔ رازی کا علاقہ چونکہ گرم ہے اس لیے یہ گوشت معتدل ہوتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جنوبی علاقوں میں بکری کے بال گھنگریالے، خشک اور چھوٹے ہوتے ہیں، اور ان علاقوں (اطراف اندلس) میں اس کے بال لمبے اور سیدھے ہوتے ہیں۔ پھر نے کا گوشت زیادہ عمدہ ہوتا ہے، کیوں کہ عمر دراز کی طرح اس میں غلظت، برودت اور بیہوشی نہیں ہوتی۔ پھرے کا گوشت دوسرے حیوانات کے گوشت کی نسبت خوشبودار ہوتا ہے، اس لحاظ سے بکرے کے گوشت سے بہتر ہے، کیوں کہ پکاتے وقت بکرے کے گوشت میں کچھ بو معلوم ہوتی ہے، لیکن اچھے کیموس کے لحاظ سے یہ پھرے کے گوشت سے بہتر ہے۔ پرندوں میں چکور کا گوشت بہتر ہے۔ یہ کچھ بارویا بس ہوتا ہے۔ چکور گویا جنگلی مرغی ہے۔ یہ اسہال کو بنا کرتا ہے، خصوصاً جب اسے نلکے

کھایا جاتے۔ پرندوں میں جنگلی کبوتر میں غذائیت ہوتی ہے لیکن یہ کچھ گرم و خشک ہوتا ہے۔ یہ بالخصوص طبیعت میں تیزی پیدا کرتا ہے۔ کبوتر کا گوشت گرم و خشک ہے، جنگلی کبوتر سے اس کا گوشت زیادہ ثقیل ہوتا ہے۔ اس کے مزاج میں رطوبت فضلیہ بھی ہوتی ہے، اس کی دلیل اس کی بوجھل حرکت ہے، اور اس کی حرارت کی دلیل اس کا ملمس اور اس کے پوٹے میں غذا کا جلدی مضم ہونا ہے۔ اسی لیے جو لوگ جوہرات کو صاف کرنا چاہتے ہیں وہ کبوتر کے بچے کو جوہرات کھلا دیتے ہیں، پھر فوراً بچے کو ذبح کر دیتے ہیں، جوہرات صاف ہو کر نکلتے ہیں، لیکن اس کی مقدار کچھ کم ہو جاتی ہے خصوصاً جب ذبح کرنے میں دیر کی جاتے۔ کہا جاتا ہے کہ سن بہری اور فالج کے مریضوں کے لیے کبوتر کا گوشت بالخصوص مفید ہے۔ قمری (کبوتر کی طرح کا ایک خوش آواز پرندہ ہے) کا گوشت ثقیل اور گرم و خشک ہے۔ فحش اس سے زیادہ لطیف و لذیذ ہوتا ہے۔ یہ کچھ خوشبودار بھی ہوتا ہے۔ چروٹوں کا گوشت گرم و خشک ہوتا ہے، اس میں گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ بٹیر کا گوشت معتدل یا کچھ گرم ہوتا ہے، اس کا جوہر لطیف اور کمیوس اچھا ہوتا ہے، تندرستوں اور بیماری سے اٹھے ہوئے کمزور لوگوں کے لیے مناسب چیز ہے۔ زرزور (ایک قسم کا پرندہ جو چڑیا سے بڑا ہوتا ہے اور کالے و چنگرے دو رنگوں میں پایا جاتا ہے) کا گوشت گرم و خشک، دیر مضم اور اس کا جوہر غلیظ ہوتا ہے۔

پھلیوں میں ان پھلیوں کا گوشت سب سے بہتر ہوتا ہے جو پتھری زمین کے پار میں رہتی ہیں، جن میں فلس (جلد پر چھلکے) زیادہ ہوتے ہیں، نہ زیادہ چھوٹی ہوں اور نہ بہت بڑی، نیز حرکت کرنے والی ہوں اور ان میں بدبو کم ہو۔ ہمارے یہاں (اندلس) میں اچھی پھلیوں کی قسموں میں "بوری" اور پھر "شابل" ہے، لیکن شابل جتنے کا بڑا ہوتا ہے، اگر ایسی ندیوں سے اس سے کاٹکار کیا جاتے جو سمندر سے دور ہوں تو اس میں فضلات کم ہوتے ہیں، کیوں کہ اس پھلی کا مزاج ایسا ہے کہ سرد پانی کی تلاش میں چلتی رہتی ہے۔

طبعی غذاؤں میں دودھ اور انڈے ہیں۔ جانداروں میں سب سے بہتر عورتوں کا دودھ پھر گدھی کا دودھ، اس کے بعد بھیڑ کا دودھ ہے دودھ کی یہ تمام قسمیں بہت لطیف ہیں لیکن بکری کے دودھ میں غلظت ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ اکثر معدہ میں بستہ ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ غلظت گاتے کے دودھ میں ہوتی ہے لیکن اس میں روغنیت زیادہ ہوتی ہے۔ تازہ پنیر یا روغن اور اس کا جوہر غلیظ ہوتا ہے۔ زیادہ دنوں کا پنیر ہاربا بس ہوتا ہے کیونکہ

اس میں نمک ہوتا ہے۔ انڈوں میں سب سے بہتر مرغی کا انڈا ہے۔ اس کی سفیدی کی بہ نسبت زرن زیادہ عمدہ ہوتی ہے۔ لیکن سفیدی کو اگر اتنا نہ پکایا جاتے کہ بالکل بستہ ہو جاتے تو زیادہ ردی غذا نہیں ہوتی ہے۔ اسی لیے اطباء نے اسے نیمبرشت پکانے کے لیے کہا ہے۔ یعنی بستہ نہ ہو بلکہ بالکل نرم ہو۔ اس میں کاجی، سرکہ اور روغن زیتون ڈال کر پکایا جاتا ہے۔ غذائی عصارے میں روغن زیتون ہے۔ یہ معتدل یا کچھ گرم ہے جگر کو فریب کرتا ہے، یہ اپنے پورے جوڑے انسان کے لیے بہت مناسب چیز ہے، اسی لیے ہمارے شہروں (انڈس) میں اسی کے ساتھ گوشت پکایا جاتا ہے۔ اس کے شوربے میں بھی مذکورہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ گوشت پکانے کا معتدل اور سادہ طریقہ یہ ہے کہ اس میں پانی، روغن زیتون، کھوڑا نمک اور پیاز ڈال کر پکایا جائے، اس کو تفایا کہا جاتا ہے اس کے علاوہ بھنا ہوا گوشت پوری طرح پکا ہوا نہیں ہوتا ہے، اسی طرح روغن زیتون ملا کر پکائی ہوئی روٹی اچھی نہیں ہوتی۔ کیوں کہ پکاتے وقت بس جاتی ہے اور اس میں کبریت کی بو آجاتی ہے۔ تمام قسم کے ربوب حار یا بس ہوتے ہیں، جو خشونت قبول کرنے والے اعضاء کے لیے مفید ہیں، لیکن اگر تھوڑے بچہ ہوتے ہوں تو ہضم میں معاون ہوتے ہیں۔

فواکہ | پھلوں میں سب سے بہتر انجیر اور انگور ہے۔ انجیر کا مزاج حار و رطب ہے، معدہ کے لیے مضر اور ملین ہے، اس میں قوت بلاء ہے کیوں کہ اس میں لبنیت ہوتی ہے۔ خوب پکا ہوا بہتر ہوتا ہے۔ انگور تھوڑا گرم ہے اور اعتدال کے ساتھ رطب ہے، جسم کو جلد فریب کرتا ہے، لیکن تمام اعضاء ہضم میں ریاح پیدا کرتا ہے۔ اس کے برخلاف انجیر صرف معدہ اور آنتوں میں ریاح پیدا کرتا ہے۔ مویز حار و رطب ہے اور منضج اخلاط ہے، اپنے پورے جوہر سے جگر کے لیے مفید ہے۔ اس کی نمبذ کے افعال شراب سے کمتر ہیں، لیکن عموماً اس کے قائم مقام ہوتی ہے۔

پانی | بقراط اور تمام قدماء کے خیالات کی بنا پر سب سے بہتر ان چشموں کا پانی ہے جو مشرقی جانب اسی زمینوں پر بہنے والے ہوں جو نہ سخت اور پتھر ملی ہوں اور نہ نرم اور شور ہوں۔ بلکہ معتدل ہوں۔ یہ پانی تمام پانیوں سے شہری اور بہتر ہوتا ہے، کیوں کہ یہ وزن میں سب سے ہلکا ہوتا ہے، لیکن یہ حرارت اور برودت سے جلد متاثر ہو جاتا ہے رازی کا خیال ہے کہ بڑی ندیوں کا شہری پانی سب سے بہتر ہے۔ اور بقراط کہتا ہے کہ ندیوں کا پانی چونکہ مختلف قسم کی زمینوں سے

گذرتا ہے اس لیے اس کا جوہر مشتبہہ ہے، نیز چھوٹی ندیوں کا پانی اکثر بڑے دریاؤں میں گرتا ہے اور اس طرح کے پانی ضرور مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ رازی نے بڑی ندیوں کو اس لیے بہتر کہا ہے کہ ان میں آفتاب کی حرارت کا عمل ہوتا ہے، کیونکہ پانی میں حرارت کا عمل یہ ہے کہ حرارت اس کے رقیق اجزاء سے گاڑھی چیزوں کو غلیظہ کر دیتی ہے۔ اسی لیے ضعفِ معدہ اور جگر کے مریضوں کو اطباء جو شش دیا ہوا پانی استعمال کرنے کے لیے بتاتے ہیں۔ اس بناء پر اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ بڑی ندیوں میں مختلف قسم کے پانی مختلف زمینوں کے ہوتے ہیں، نیز یہ ضروری ہے کہ موسم سرما میں اس کے ساتھ بارش کا پانی اور برف بھی مل جاتے ایسے پانی کے خراب ہونے پر سب ہی کا اتفاق ہے۔ اسی لیے بڑی ندیاں اپنے منبع سے جتنا دور ہوتی ہیں اتنا ہی ان کا پانی زیادہ خراب ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں قرطبہ کی بڑی ندی سے اشبیلیہ کی ندی زیادہ بہتر ہے۔ اشبیلیہ کی ندی کی مزید خوبی یہ ہے کہ اس میں مدوجزر ہوتا ہے سمندر کی قربت سے بڑی ندیوں میں کچھ شور پانی بھی مل جاتا ہے، اگرچہ مزے سے کچھ پتہ نہیں چلتا ہے۔ بہر حال بڑی ندیوں کے پانی میں گدلا پس ضرور ہوتا ہے، اسی لیے کسی خشک میدان میں ندی کا پانی جمع کیا جاتا ہے تو اس میں ریت اور بہت سی مٹی ملتی ہے۔ ہمارے یہاں ایسا ہی دیکھا جاتا ہے۔ لیکن چشموں کا پانی ہمارے یہاں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ استعمال ہونے والی طبعی غذا میں اور مشروبات یہی ہیں۔ اب دوائی غذا میں بیان کی جائیں گی۔ ان میں کچھ نباتات کچھ حیوانات اور ان کے فضلات اور کچھ مشروبات ہیں۔ نباتات میں غلے، پھل اور سبزیاں ہیں۔

باقی | یہ حرارت اور برودت میں معتدل یا کچھ مائل بہ حرارت ہے، اس میں قوتِ جلاء ہوتی ہے جو ورم کو تحلیل کرتی اور پکاتی ہے۔ چونکہ اس میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے، اسی لیے اس سے ریاح زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ خوب پکانے سے بھی نفخ کی تاثیر ختم نہیں ہوتی، جیسا کہ جالینوس کہتا ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قوتِ فکر کو خصوصاً نقصان پہنچاتا ہے۔ چنانچہ زیادہ کھاتے رہنے سے خواب پریشاں دکھائی دیتے ہیں۔

حمص (چنا) | یہ حرارت میں معتدل ہے، رطوبہ اور نفاذ بھی ہے۔ اس کے افعال توالث ہے۔ ہرے جنوں کو استعمال کرنے سے معدہ اور آنتوں میں زیادہ فضلات پیدا ہوتے ہیں۔ تلے ہوئے چنے اور باقی میں نفخ کم ہوتا ہے، لیکن دیر بھنم ہوتے ہیں، ان کو تلنے سے پہلے بھگو لیا جائے۔

تو دیر مضم نہیں ہوتے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے استعمال سے چہرہ و بشرہ میں سرخی آجاتی ہے۔ کیوں کہ یہ روح زیادہ پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے یہ مقوی باہ ہے۔

علس (مسور) | یہ سرد و خشک ہے، سوداوی خون پیدا کرتی ہے۔ خون کی گرمی کو ختم کرتی ہے، یہ قاطح باہ ہے، آنکھوں میں دھند پیدا کرتی ہے۔ پانی میں پکا کر استعمال کرنا عابس شکم ہے۔

ترمس (باقلا تے مہری) | یہ یابس اور تلخ ہے۔ جب اسے پانی میں اتنی دیر بھگو یا جاتے کہ اس کی تلخی دور ہو جاتے تو اچھی غذا ہو جاتی ہے۔ جب تلخ استعمال کیا جائے تو قاتل جنین اور مخرج کرم شکم ہے۔ مدر بول ہے اور بواب کے منہ کو کھولتی ہے۔

ارز (چاول) | اس کا جوہر غلیظ ہے، حرارت و برودت میں اعتدال کے قریب ہے۔ اسہال کو بند کرتا ہے۔ دودھ کے ساتھ پکانے سے لذیذ ہو جاتا ہے۔

لوبیا | اس میں کچھ حرارت اور رطوبت ہے۔ جسم کو فرہ کرتا ہے۔ مدر بول و حیض اور ملین شکم ہے، خصوصاً اس کی سرخ قسم اس کو استعمال کرنے سے سرچکراتا اور خواب پریشان دکھائی دیتے ہیں۔

دخن (دھین) | سرد و خشک اور عابس شکم ہے۔ اس میں غذائیت کم ہے۔

زرہ (جوار) | سرد و خشک ہے، اس میں غذائیت کم ہے۔

جلبان (مٹر کا بی) | یہ سرد اور مجفف ہے، اس میں غذائیت کم ہے۔

پھلوں کا بیان

تفاح (سیب) | سیب شریں اعتدال کے ساتھ ہار اور رطب ہے اور سیب ترش سرد و خشک ہے۔ یہ بالخاصہ اعضاء رتلیہ خصوصاً قلب کو قوی کرتا ہے۔ اس کا سونگھا مقوی دماغ ہے۔ یہ تمام تاثیرات اس کے خوشبودار ہونے کے سبب سے ہیں۔ دوسرے اور تیسرے مضم کے مقام پر اس قدر ریح غلیظ پیدا کرتا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ

یہ کبھی مرض سل کا سبب ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس سے پیدا ہونے والی ریح کھینچنے کی شریانوں کو پھاڑ دیتی ہے ابو مردان بن زہر نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔ لیکن اس کے شربت سے نفع نہیں پیدا ہوتا ہے۔

ناشپاتی خام سرد و خشک اور پختہ معتدل یا کچھ سرد ہے، کیوں کہ اس
گمشدی (ناشپاتی) میں مٹھاس، ترشی اور کیلا پن ہے۔ اس کے افعال ثوابت میں سے
 ایک فعل قبض شکم ہے۔ بالخاصہ یہ پیاس کو دور کرتی ہے۔

ناشپاتی سے اس کا جوہر زیادہ غلیظ اور زیادہ قابض ہے، اسی لیے
سفرجل (بہی) اس میں برودت زیادہ ہوتی ہے۔ بالخاصہ یہ سانس کو قوی کرتا ہے،
 اس کو سونگھنا خفقان میں مفید ہے۔ جس طرح ناشپاتی کا سونگھنا مفید ہے۔ اس فائدہ میں بہی
 زیادہ قوی ہے۔

اس کی ایک قسم شیریں اور ایک ترش ہے۔ دونوں قسمیں رطب ہیں، لیکن
رمان (انار) شیریں زیادہ رطب و حار ہے اس سے تھوڑا لطف ہوتا ہے۔ بالخاصہ غذاؤں کو
 معدہ میں فاسد ہونے سے روکتا ہے۔

یہ سرد و تر ہے۔ بلغم زجاجی پیدا کرتا ہے۔ اس کا سونگھنا غشی میں مفید
خوخ (شفتالو) ہے۔ اس کا کھلنا معدہ کے بخارات کے لیے مفید ہے۔ اس کے بیج کا مغز
 چہرہ کو صاف کرتا ہے۔ اس کا روغن ثقل سماعت میں مفید ہے۔ اس کا عصا رہ قائل
 گرم شکم ہے۔

اس کا مزاج شفتالو کے مزاج سے قریب ہوتا ہے لیکن اس میں شفتالو
مشمش (زر دالو) کے خواص نہیں ہوتے۔

اس کی دو قسمیں ہیں، سیاہ اور سفید۔ دونوں قسموں میں پختہ ہونے پر
عبقر (سوسن) سردی و تری آجاتی ہے۔ زیادتی صفر کو کم کرتا ہے۔ ملیں شکم ہے اور فم معدہ
 کو کچھ ڈھلا کرتا ہے۔

گرم و خشک ہے متلی پیدا کرتا ہے اور ملیں شکم ہے۔ لوگوں نے بیان کیا
جوز (اخروٹ) ہے کہ بالخاصہ اس کا اثر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو کثرت سے استعمال
 کرے تو اس کی زبان میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ انجیر ملا کر کھانے سے زہروں سے

شفا ہو جاتی ہے۔ بوڑھوں کے لیے یہ مفید ہے، اور گرم مزابوں کے لیے مضر ہے۔ سخت سردیوں کے موسم میں مضر نہیں ہے۔

بندق (فندق) | یہ جلوز کے نام سے مشہور ہے۔ تمام اوصاف میں یہ اخروٹ کے مانند ہے لیکن اس سے متلی کم ہوتی ہے۔

لوز (بادام) | یہ کچھ گرم اور رطب ہے، لذیذ ہوتا ہے اس کے بہت سے خواص ہیں۔ مثلاً جو ہر دماغ کو بڑھاتا، معتدل نیند لاتا اور پیشاب کے راستوں کو صاف کرتا ہے، ہضم عروقی کی کمزوری اور جسمانی لاغری میں عموماً مناسب چیز ہے۔ اس کا روغن تریب کے فعل میں تشنج یا بس کے مریضوں کے لیے تمام روغنوں سے بہتر ہے۔ روغن کنجد سے یہ بہت بہتر ہے، کیوں کہ اس میں قوت قبض ہے اور روغن کنجد میں قوت ارخاہ زیادہ ہے، نیز روغن کنجد میں حرارت زیادہ ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ منہ کو بدبو دار کر دیتا ہے، لیکن اطباء کی روشنی سے یہ ہے کہ اس کو روغن بادام کے بدل میں استعمال کرتے ہیں۔

صنوبر | یہ حار یا بس ہے، اس میں حرارت زیادہ ہوتی ہے، اسی لیے اس کا روغن فاج اور استرخاء میں مفید ہے۔

فستق (پستہ) | یہ حار یا بس ہے اس میں حرارت زیادہ ہوتی ہے، اسی لیے اس کا روغن اپنے پورے جوہر سے اعتدال کے ساتھ معدہ و جگر کو قوی کرتا ہے۔ بہر حال یہ ان دواؤں میں ہے جن کے بڑے فوائد ہیں۔

سبزیوں

تمام سبزیوں اپنی طبیعت اور پورے جوہر سے کچھ سوداوی اخلاط پیدا کرتی ہیں، لیکن جس کا یہ مزاج نہیں ہے، کیوں کہ اس میں برودت و رطوبت ہوتی ہے۔ وہ پودا جسے اندلس میں "کھیلا" کہا جاتا ہے گاؤ زبان ہے۔

کرنب (کرم کلہ) | یہ حار یا بس ہے، خلط سوداوی پیدا کرتا ہے۔ اس کا خاص فائدہ یہ ہے کہ اس کا پھوڑا ہوا پانی آواز کو صاف کرتا ہے۔

قرع دکدو | اطباء کا خیال ہے کہ یہ بارد رطب ماتی ہے اور اس سے پیدا ہونے والا غلط بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ جب اس کو پکا کر کھایا جاتا ہے تو معدہ سے جلد نکل جاتا ہے۔ اکثر یہ معدہ میں زبرد ہو جاتا ہے اور خراب استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ رطب چیزوں کا حال ہے جن میں قوت تبخیر اور ارضیت نہیں ہوتی۔ اطباء اس کو قوت اور ترلوز کے مثل قرار دیتے ہیں، لیکن ہمارے یہاں (اندلس) کا کدو ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ دیر ہضم ہوتا ہے نیز اس کا جوہر بہت غلیظ ہوتا ہے۔ زیادہ پکانے ہی سے اس کی اصلاح ہوتی ہے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ اس کا کیموس بھی خراب ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ بارد رطب ہے لیکن اس میں ایسی قوت نہیں ہے کہ بہ آسانی معدہ سے نکل جائے، یعنی اس میں قوت جلاء تھوڑی بہت بھی نہیں۔

بطیخ (خربزہ) | بارد ہے، نیز رطب زیادہ ہے، اس میں قوت جلاء ہے، اس کے افعال میں سے ادرا بول ہے، یہاں تک کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر کچھ دنوں تک اس کا پانی استعمال کیا جائے تو پتھری سے حفاظت رہتی ہے۔ خربزہ سے لکڑی زیادہ بارد اور کم رطب ہے، خربزہ کی نسبت اس سے ادرا بول بھی کم ہوتا ہے۔ اس میں رطوبت کم ہونے کے سبب سے معدہ میں اتنی جلد فاسد بھی نہیں ہوتی جس قدر جلد خربزہ فاسد ہوتا ہے۔

البقلۃ الحما (خرفہ) | تیسرے درجہ میں بارد اور دوسرے درجہ میں رطب ہے، لیسدار ہوتا ہے۔ پیاس کو بجھاتا اور حابس شکم ہے۔ دانت مند ہو جانے میں مفید ہے۔

قطف (بمقوا) | یہ سرد و تر اور ملین شلم ہے۔ یرقان اور گرم جگر والوں کو مفید ہے۔

اسفیناخ (پالک) | یہ معتدل ہے، حلق، پھیپڑے اور معدہ کے لیے اچھی چیز ہے، ملین شکم ہے۔ یہ دوسرے درجہ میں بارد و رطب ہے۔

البقلۃ الیمانیہ (چولانی) | اس کا مزاج بخوا کے قریب ہے، لیکن یہ گرم ہوتا ہے اور اس میں رطوبت کم ہوتی ہے۔ اندلس میں یہ ترلوز کہا

جاتا ہے۔

لفت (شلم) | یہ حار رطب ہے، نفع پیدا کرتا اور باہ میں ہیجان لاتا ہے، گردے اور پشت کو گرمی پہنچاتا ہے۔ ایک خیال کے مطابق بینائی کو بالخاصہ تیز کرتا ہے۔

باذنجان (بیگن) | ہمارے یہاں یہ سبزی بطور غذا بہ کثرت استعمال کی جاتی ہے۔ اس کو تلنے کے بعد گوشت کے ساتھ پکانے سے بہت لذیذ ہو جاتی ہے۔

میرے خیال میں تلنے کے بعد اس کی حرارت معتدل ہو جاتی ہے، کیوں کہ تلنے سے اس کا تیز حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں خشکی بہت ہوتی ہے کیوں کہ اس کے جوہر میں غلظت اور قوت قبض ہے جیسا کہ ابھی ہم نے کہا کہ گوشت اس کی بیوست میں بہت اعتدال پیدا کر دیتا ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ اس سے غلط سوداوی پیدا ہوتا ہے، جو گرم کلمہ سے پیدا ہونے والے غلط کے مانند ہوتا ہے۔ لیکن بہر حال یہ ایک پسندیدہ غذا ہے۔ اسی لیے عرصہ تک استعمال کرنے کے بعد ہی اس کا ضرر ظاہر ہوتا ہے۔

ہمارے یہاں استعمال ہونے والی مشہور غذا میں یہی ہیں، ان میں کچھ دوایت بھی ہوتی ہے اب ادویہ کا بیان شروع ہو گا۔

قیصوم (دبرنجاسف) | اس کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے،

کیوں کہ اس میں جوہر ارضی سوختہ ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ بہت تلخ دوا ہے۔ اس کے افعال ثوانی یہ ہیں کہ یہ مقطع، محلل اور مفتح سرد ہے، افسنتین سے زیادہ اس میں قوت تفتیح ہے، کیوں کہ افسنتین میں قوت قبض ہے۔ اس کی قوت ثالثہ یہ ہے کہ فم معدہ کے لیے مہز ہے، کیوں کہ اس میں تلخی ہوتی ہے اور قوت قبض نہیں ہوتی۔ اس پودے کی ٹہنیاں اور پھول دوا استعمال میں جلانے سے اس کی خشکی اور حرارت مزید بڑھ جاتی ہے۔ کوئی گرم روغن مثلاً روغن ارزندہ اس میں ملا کر داء الثعلب پر لپیپ کرنا مفید ہے۔ بہر حال اس کی راکھ، خشک کدو اور بیج شبت کی راکھ سے بہت زیادہ گرم و خشک ہے، کیوں کہ ان دونوں چیزوں کے مزاج اور اس دوا کے مزاج میں کافی بعد ہے۔ اسی لیے کدو اور بیج شبت کی راکھ ان زخموں کے لیے مناسب ہے جن میں سختی ہوتی ہے مثلاً عنوتناسل کی کھاں کے زخم میں مفید ہے جب کہ اس میں ورم نہ ہو۔

فنجکشٹ (بنکشت) | اسے اندلس میں شجرۃ ابراہیم کہا جاتا ہے۔ اس کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے، کیوں کہ اس کے

مزاج میں جوہر ارضی سوختہ غالب ہوتا ہے۔ جس میں جوہر ارضی بارد بھی ملا ہوتا ہے۔ اس کی دلیل

یہ ہے کہ اس دوا کا مزاج تیز اور کچھ کھیلا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے افعال توانی تقطیع اور تفتیح ہیں۔ اس کا کیلا پن اندرونی اعضا مثلاً جگر و طحال کی تفتیح میں معاون ہوتا ہے۔ اس کے افعال ثوالت میں ایک یہ ہے کہ قاطع باہ ہے، اسی لیے اس کے بیج کو حب الفقد کہا جاتا ہے۔ اسی سبب سے مقام "اٹینا" کی عورتیں اپنے بڑے تیوہاروں میں اسے اپنے بستر پر پکھاتی ہیں۔ مختصر یہ کہ اس کی قوت وہی ہے جو سداب کی قوت ہے، لیکن سداب اس سے زیادہ گرم و خشک ہے، سداب میں قوت قبض بھی نہیں ہے۔

شیل اس کا نام نجیل بھی ہے۔ اس پودے کی جڑ کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ اعتدال کے ساتھ گرم و خشک ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں جو ہر مائی، جو ہر ارضی اور کچھ ناریت ہوتی ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ یہ بے مزہ کچھ کھیلا اور کچھ تیز ہوتا ہے۔ لیکن اس کے پتے اور ٹہنیاں صرف بے مزہ ہوتی ہیں، اسی لیے اس کی قوت اولیٰ اعتدال کے ساتھ بار دیا بس ہے۔ اس کی قوت ثانوی یہ ہے کہ تازہ زخم سے خون جاری ہونے کو روکتا ہے اور اس زخم کو بھرتا ہے۔ اس کی جڑ کی قوت ثالثہ یہ ہے کہ پتھری کو توڑتی ہے اس پودے کے اس مزاج کی دلیل یہ ہے کہ یہ نرم اور نرم زمینوں میں اگتا ہے۔

شنجار ورتن بوت اندلس میں اسے "رجل الحمامہ" کہا جاتا ہے۔ اس کی چار قسمیں ہیں جو ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہوتی ہیں۔ جالینوس نے اس دوا کے درجہ کو بیان نہیں کیا ہے۔ لیکن جو کچھ اس کا مزاج معلوم ہوا ہے یہ ہے کہ پہلے درجہ میں بار د اور دوسرے درجہ میں یا بس ہے۔ کیوں کہ اس دوا کے اجزاء میں جو ہر ارضی بار د اور جو ہر ارضی سوختہ کا غلبہ ہے اسی لیے اس کا مزہ کھیلا اور کچھ تلخ ہے۔ اگر تلخی، کیلا پن کے برابر ہوتی تو اس کو معتدل کہا جاتا اور اگر صرف کیلا ہوتا تو بار د کہا جاتا۔ چونکہ یہ سوختہ پر دلالت کرنے میں کیلے پن کا معاون اس کی تلخی ہے اس لیے اس کو دوسرے درجہ میں ہی یا بس کہا گیا ہے کیوں کہ یہ زیادہ کھیلا اور تلخ نہیں ہے جس دوا کا ایسا مزاج ہے اس کے افعال توانی و ثوالت ظاہر ہیں اسی لیے یہ درد گردہ اور درد طحال کے مریضوں کے لیے مفید ہے۔ سرکہ پیس کر عنفوماؤف پر لگانے سے جلد کی بھوسا اور بہق کا عارضہ جاتا رہتا ہے۔

الغازلقون

جالیئوس نے اس دوا کے درجہ کو بیان نہیں کیا ہے لیکن جہاں تک معلوم ہے اس کا مزاج پہلے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ کے آخر میں خشک ہے کیوں کہ اس میں باردارضی، حارارضی، عارناری اور عاررطب اجزاء ہیں جن کا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی تنخص اس کو کھاتا ہے تو پہلے مٹھاس محسوس کرتا ہے اس کے بعد تلخی، پھر اسے تیزی اور کچھ کیلے پن کا احساس ہوتا ہے کیوں کہ یہ تمام مزے حرارت کی دلیل ہیں سوائے اس کے کہ کیلا پن اس کی کچھ حرارت کو توڑ دے، اور بیہوست کی بھی دلیل ہیں لیکن یہ کہ اس کی مٹھاس بیہوست میں کچھ اعتدال پیدا کر دے۔ لیکن مٹھاس اپنی قوت ترطیب کے ذریعہ جس قدر بیہوست کو توڑتی ہے اس سے زیادہ کیلا پن اپنی بیہوست سے حرارت کو توڑتا ہے۔ اسی لیے اس کو عار سے زیادہ یا بس کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ پورا درخت کی جڑ کے مانند ہوتا ہے اس لیے اس پر ارضیت کا غلبہ ہوتا ہے، یہ بھر بھرا ٹوٹنے والا اور سفید بھی ہوتا ہے یہ تمام باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اس میں غامی ہوا تیت ہوتی ہے۔ اگرچہ اس میں تین مزے ایسے ہیں جو حرارت کی دلیل ہیں لیکن اس کو پہلے درجہ میں گرم اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ مزے قوی اور ظاہر نہیں ہوتے۔ مختصر یہ کہ اس دوا کی درجہ بندی کے لیے تجربہ ہی پر اعتماد کرنا چاہئے۔ افعال اولین کے علاوہ اس کے دوسرے افعال یہ ہیں کہ یہ ممل اور اخلاط غلیظہ کا مقطع ہے۔ جگر، طحال، گردے اور سر کے سدوں کو کھولتا ہے۔ اس کے خواص یہ ہیں کہ زہریلے جانوروں کے ڈسنے میں مفید ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ان کے زہر سے برودت کے اعراض ظاہر ہوتے ہیں۔ گزیدہ کے لیے اس کی مقدار خوراک ساڑھے چار ماشہ ہے۔ اخلاط غلیظہ کے اسہال کے لیے بھی یہ اچھی دوا ہے۔ دوسری مسہل دواؤں کی طرح اس میں مضر بھی نہیں ہے اطراف بدن سے (فاسد مادوں کو) جذب کرنے والی اعلیٰ درجہ کی دوا ہے۔ بالخاصہ یہ دماغ کا تنقیہ کرتی ہے اسی لیے مرگی اور نزول الماء میں مفید ہے اس کی مقدار خوراک ساڑھے تین ماشہ سے سات ماشہ تک ہے سوائے بیہوست کے اور کسی چیز میں مسہل کی محتاج نہیں ہے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ چونکہ یہ قوی اخلاط کی تلخیص و تطہیر کرتا ہے اس لیے اس میں قوی حرارت ہوگی جیسا کہ اکثر نئے اطباء نے غلطی کی ہے۔

برشاوشال (برسیاوشال)

یہ جنگلی دھنیے کی ایک قسم ہے۔ بقول جالینوس قوی ادوی میں یہ دوا معتدل ہے، اس کے بہت سے ثانوی اور ثالث افعال بھی ہیں، جن میں کچھ یہ ہیں کہ یہ ملطف اور محلل ہے، داء الثعلب میں بالوں کو اگاتا ہے، خنازیر اور دبیلوں کو تحلیل کرتا ہے۔ پتھریوں کو توڑتا ہے سینہ اور پھیپڑے کے گاڑھے اخلاط کو نکالتا ہے۔ جالینوس کہتا ہے کہ یہ عابس شکم ہے جب کہ مناجیرین اطبا کہتے ہیں کہ اس میں قوت مسہلہ ہے۔ اس طرح کی دواؤں کو افعال ثوانی کی حامل دواؤں کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا چاہئے تاکہ اس میں اعتدال آجائے جس کا سبب بعد میں بیان ہوگا۔

حیا العالم (سدا سہار)

اس پودے کی کئی قسمیں ہیں، ایک قسم کا نام دشمان ہے جو گھر کی دیواروں پر اگتا ہے۔ دوسری قسم کو مصفقات، اور تیسری کو غناب السقف کہا جاتا ہے۔ یہ قسمیں تیسرے درجہ میں بارد ہیں کیوں کہ یہ بے مزہ ہیں اور ان میں مائیت زیادہ ہے، نیز یہ سرد مقامات اور موسم سرما میں اگتے ہیں۔ پہلی دو قسموں میں کچھ قوت تبخیف بھی ہے۔

اقاقیا

یہ ببول کی پھلی کا رب ہے۔ اقاقیا مغسول دوسرے درجہ میں سرد اور تیسرے درجہ میں خشک اور غیر مغسول پہلے درجہ میں سرد ہے۔ یہ مزاج اس لیے ہے کہ اس میں جو ہرارضی بارد کا غلبہ ہے۔ اسی لیے اس کا مزہ کسلا ہوتا ہے، اس میں کچھ جرم لطیف عار بھی ہوتا ہے جو دھونے سے ختم ہو جاتا ہے۔

انجرہ (اوٹنگن)

اس کو حنزبن بھی کہا جاتا ہے۔ جالینوس کا خیال ہے کہ اس پودے کے پھل اور پتے زیادہ گرم نہیں ہوتے۔ اس کے بہت سے افعال ثوانی اور ثالث بھی ہیں، جن میں کچھ یہ ہیں کہ یہ بڑے پھوڑوں اور ان اور ام کو تحلیل کرتا ہے جو کان کی جڑ میں ہوتے ہیں،

سینہ اور پھیپڑے کے گاڑھے اخلاط کو باہر کرتا ہے نیز سڑے ہوتے پھوڑوں کے لیے مفید ہے مختصر یہ کہ ایسے تمام پھوڑوں کے لیے مفید ہے جن میں بغیر چھن پیدا کیے ہوئے تخفیف کی ضرورت ہوتی ہے اس کی حرارت کے کم ہونے پر یہ سب سے بڑی دلیل ہے۔ یہ مدر بول اور صبیح باہ بھی ہے۔ یہ بھی اس کے نفاخ ہونے کی دلیل ہے۔ تخم اوٹنگن کی خاصیت اسہال بلغم ہے۔ اس فعل میں اس کی قوت تخم قرطم کے مانند ہے لیکن اس کا یہ فعل، تخم قرطم سے زیادہ قوی ہے۔ اس کی مقدار خوراک ساڑھے سترہ ماشہ سے ۲۵ ماشہ تک ہے۔ جس شخص کا یہ خیال ہے کہ یہ ناری ہے کیوں کہ اس کا پتہ چھن پیدا کرتا ہے تو وہ غلطی پر ہے کیوں کہ اس کے پتے کا جزء ناری اس قدر لطیف ہے کہ محض پونچھنے سے ختم ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس کو دھویا جائے

باد اور د اور شکائی

دونوں پودے سرد و خشک ہیں، ان میں برودت سے زیادہ۔ بوست ہوتی ہے، خصوصاً شکائی میں۔ چونکہ ان میں قوت قبض ہے اس لیے اسہال شکم اور نرف الدم میں مفید ہیں۔ گوا اور مقعد کے اورام میں بھی مفید ہیں۔ باد اور د کی جڑ اور شکائی کا پھل اور جڑ دواؤں مستعمل ہیں۔

وج (بیج)

عجمی زبان میں اسے "اشظالہ" کہا جاتا ہے۔ اس پودے کی جڑ استعمال کی جاتی ہے۔ قوی اولیٰ یہ ہے کہ یہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ کیوں کہ اس کے اجزاء میں جو ہر ناری لطیف کا غلبہ ہوتا ہے کبھی اس کے ساتھ ارضیت سوختہ بھی ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ تیز اور کچھ تلخ ہے۔ اس کے افعال ثوانی یہ ہیں کہ یہ جالی، مقطع، ملطف اور محلل سرد ہے۔ اس کے افعال ثوانی یہ ہیں کہ یہ مدر بول ہے، طحال کی سختی میں مفید ہے۔ آنکھ کے طبقہ قرنیہ کی غلظت کو دور کرتا ہے خصوصاً اس کی جڑ کا پتھوڑا ہوا پانی۔

صبر (ایلوا)

اس کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ پہلے درجہ کے آخر میں یا دوسرے درجہ کے شروع میں گرم

اور تیسرے درجہ میں خشک ہے۔ کیوں کہ اس میں جو ہرارضی سوختہ ہوتا ہے جس کے ساتھ جو ہرارضی بارد بھی ہوتا ہے جو اس کی حرارت کو توڑتا ہے، بہوست کی صفت میں دونوں جو ہر شریک ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بہت تلخ اور کیلا ہوتا ہے۔ اس کے مزاج گرم کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ عرب اور ہندوستان، جیسے گرم ممالک میں پیدا ہوتا ہے۔ سرد ممالک میں پیدا ہونے والے کی قوت کمزور ہوتی ہے۔ اس کے قوی ثوانی یہ ہیں کہ یہ قابض، رادع اور جالی ہے۔ انہی قوی کے ذریعہ یہ نیا گوشت لانے میں مفید ہے۔ قوی ثوالث یہ ہیں کہ نواصیر اور ذکر و دبر کے زخموں کے منہ کو چپکاتا ہے۔ اور منہ و ناک کے سوراخ اور آنکھ کے اورام کا رادع ہے۔ بالخاصہ فائدہ یہ ہے کہ صفراء، رقیق و غلیظ کا اسہال کرتا ہے۔ یہ ان دواؤں میں ہے جن کے استعمال سے کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے کیوں کہ اس میں قوت قبض ہے اس لیے یہ فم معدہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا ہے اسہال لانے میں اس کا درجہ تقریباً وہی ہے جو غاریقون کا ہے لیکن غاریقون کی بہ نسبت اس میں قوت جذب کم ہے کیوں کہ غاریقون اقصاء بدن سے جذب کرتا ہے اور ایلو صرف طبقات معدہ اور عروق کبد کے مواد کو جذب کرتا ہے، اسی لیے تنقیہ معدہ کے لیے مخصوص ہے۔ اس کی مقدار خوراک ساڑھے تین ماشہ سے ساڑھے چار ماشہ تک ہے۔

ودین (کھمبی)

اس کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ یہ پہلے درجہ کے آخر یا دوسرے درجہ کے شروع میں گرم و خشک ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ کچھ جالی اور مجفف ہے۔ گردوں کا تنقیہ کرتا ہے اور چہرہ کی جھامیں کو دور کرتا ہے بالخاصہ فائدہ (جس کا مشاہدہ ہوا ہے) یہ ہے کہ پاگل کتے کے کاٹنے میں مفید ہے۔

نانوزہ

اکثر اس کا بیج استعمال کیا جاتا ہے اس کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ تیسرے درجہ کے آخر میں

۱۔ اس نام کی دوا دوسری کتابوں میں نہیں مل سکی۔

گرم و خشک ہے۔ کیوں کہ اس میں جو ہر ناری اور جو ہر ارضی سوختہ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ تیز اور کچھ تلخ ہوتا ہے قوت ثانی اس کے مزاج سے ظاہر ہے کہ یہ مفتح اور محلل ہے۔ اس کی قوت ثالث ادرا ر بول ہے۔

اللوز المڑ (بادام تلخ)

اس کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ دوسرے درجہ کے آخر میں گرم اور دوسرے درجہ کے شروع یا پہلے درجہ میں خشک ہو۔ کیوں کہ بادام میں رطوبت کا ہونا ظاہر ہے۔ اس لیے کہ اس میں روغنیت ہوتی ہے۔ جس سبب سے اس کا مزاج گرم ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس میں کچھ ارضیت ہے اس کی دلیل اس کا مزہ ہے۔ اس کے قوی ثوالث یہ ہیں کہ یہ جگر کے سدوں کو کھولتا ہے۔ پسلیوں، طحال اور گردوں کے درد میں مفید ہے۔ پھیپڑے اور سینے کے گاڑھے اور لیسدار اخلاط کو باہر کرتا ہے۔ اس کے اکثر افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں زیادہ حرارت نہیں ہے حرارت میں اعتدال کا سبب یہ بھی ہے کہ اس میں روغنی رطوبت ہوتی ہے۔ اسی لیے پھیپڑے اور سینے کے سدوں کو کھولنے کے لیے یہ سب سے مناسب دوا ہے۔ کیوں کہ یہ اعضاء ایسے ہیں کہ خشونت سے انہیں مزہ پہنچتا ہے۔

اشق

اس گوند کے افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گرم و خشک ہے تیسرے درجہ کے اول میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہے گوند ہونے کی حیثیت سے یہ گرم ہے کیوں کہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حرارت ہر قسم کے گوند کو منجمد اور گاڑھا کر دیتی ہے کیوں کہ یہ نباتات کا فضلہ ہے لیکن اس درجہ کی حرارت اس لیے ہے کہ یہ نرمی پیدا کرتا ہے۔ بہوست میں یہ کم درجہ پر اس لیے ہے کہ یہ لیسدار ہوتا ہے گوند کی تمام قسموں میں ان باتوں کا پایا جانا ظاہر ہے۔ اس کی قوت ثانیہ اور ثالثہ یہ ہے کہ یہ نرمی پیدا کرتا ہے اور بواسیر ٹولولسیہ کی سختی کو تھلیل کرتا ہے طحال کی سختی میں مفید ہے اور خنازیر کو زائل کرتا ہے۔

حماما

اس کی قوتیں وج کے مانند ہیں لیکن وج زیادہ مجفف ہے اور حماما میں قوت
الضاج زیادہ ہے۔

شقالتق النعمان (گل لالہ)

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے بالخاصہ فائدہ یہ ہے کہ اس کی جڑ کا چبانا مخرج بلغم
ہے اس کا پتھوڑا ہوا پانی نتھنوں کے راستے سے دماغ کا تنقیہ کرتا ہے اس کے قوی ثوانی اور
ثوالت اس بات سے ظاہر ہیں کہ آنکھوں میں جلن کے سبب ہونے والے نشانات
کو صاف کرتا ہے جسم سے بھوسا چھوٹنے کے عارضہ کو دور کرتا ہے اور مد رجیض ہے۔

ثبیت (سویا)

یہ پہلے درجہ کے آخر یا دوسرے درجہ کے شروع میں گرم، اور دوسرے درجہ کے شروع
یا پہلے درجہ کے آخر میں خشک ہے چنانچہ اس میں پکا ہوا روغن زیتون محلل اور مسکن
درد ہوتا ہے۔ اور ورم لبسی کو پکاتا اور نیند لاتا ہے۔ کیوں کہ ثبیت کے ساتھ روغن پکائے ہوئے
زیتون کا مزاج تقریباً وہی ہو جاتا ہے جو ادویہ منضجہ کا مزاج ہے۔ لیکن ان سے یہ کچھ زیادہ
گرم محلل و ملطف ہوتا ہے ثبیت سوختہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ اسی لیے
یہ زیادہ رطب زخموں خصوصاً اعضاء تناسل کے زخموں کے لیے مفید ہے۔ خشک کی نسبت
تازہ ثبیت کم گرم اور زیادہ رطب ہے، اسی لیے یہ خواب آور ہے اور خشک سے زیادہ
نضج پیدا کرتا ہے، لیکن خشک زیادہ محلل ہے۔ اسی لیے جالینوس کہتا ہے کہ
پہلے کے لوگ اس کا تاج بناتے تھے اور شراب پینے کے اوقات میں اپنے سروں
پر رکھتے تھے۔

بابونج (بابونہ)

یہ پہلے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ اس کے قوی ثوانی یہ ہیں کہ یہ حال دمرخی ہے۔

مسامات جسم کو کشادہ کرتا اور لہجہ پیدا کرتا ہے۔ اندرون جسم کے درد کو سکون دینے میں یہ بالخاصہ مفید ہے۔

انیسون

اس پودے کا بیج زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہٹے۔ کیوں کہ اس میں جو ہر ناری زیادہ ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ تیز اور شیریں ہوتا ہے۔ اس کے افعال ثوانی اور ثوالث یہ ہیں کہ یہ شکم کے لہجہ کو دور کرتا، پیشاب لانا اور سدوں کو کھوتا ہے۔

زراوند

اس پودے کی جڑ استمان کی جاتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں، زراوند مدحرج اور زراوند طویل۔ مدحرج میں قوت تقطیع و تلطیف زیادہ ہوتی ہے اور طویل بلا بخشتا ہے اور زخموں کو مندمل کرتا ہے۔ دونوں قسمیں تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہیں۔ کیوں کہ ان میں جو ہر ارضی سوختہ اور کچھ جو ہر ناری ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مزے میں تلخی کے ساتھ تیزی بھی ہوتی ہے۔ اس کے افعال ثوانی، خصوصاً مدحرج کے یہ ہیں کہ گاڑھے اخلاط کی اچھی طرح تلطیف کرتا ہے، اسی لیے ایسے اخلاط اور سدوں کے سبب سے ہونے والے درد کو دور کرتا ہے سلاء کو خارج کرتا ہے۔ عفونت کو دور کرتا ہے میلے زخموں کو صاف کر کے مندمل کرتا ہے۔ اس کے افعال ثوالث یہ ہیں کہ دانت اور مسوڑھوں کو صاف کرتا ہے، اس کو پانی کے ساتھ استعمال کرنا ربو، ہچکی، مرگی اور نقرس کے مریضوں کے لیے مفید ہے۔ اطراف عضلہ کے تفرق انفعال میں مفید ہے۔ ہمارے یہاں عجی زبان میں اس پودے کو مسقورہ کہا جاتا ہے۔

لسان الحمل (بارتنگ)

یہ دوا اور اس کے تازہ پتے کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ دوسرے درجہ میں بارڈیا بس ہے۔ لیکن اس کی جڑ اور اس کے خشک بتوں میں برودت کم اور بوست زیادہ ہوتی

ہے۔ اس کا ایسا مزاج اس لیے ہے کہ اس میں جو ہرمانی اور جو ہرارضی بارد ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ پھیکا اور کھیلا ہوتا ہے۔ اس کے افعال ثوانی یہ ہیں کہ مجفف اور رادع ہے، اتمام خراب زخموں اور متعفن مواد کے لیے مفید ہے، نواصیر کا اندمال کرتا ہے۔ اس کے افعال ثوالث یہ ہیں کہ یہ آنتوں اور رحم کے زخموں کے لیے مفید ہے اور ان سے خون جاری ہونے کو روکتا ہے اس کی جڑ دانتوں کے درد کے لیے مفید نیز جگر اور گردوں کے بدوں کو کھولتی ہے، کیوں کہ ہر پودے کی جڑ اس کے پتوں سے زیادہ گرم ہوتی ہے اگرچہ اس پودے کے پتوں میں بھی حرارت ہوتی ہے کیوں کہ یہ زخموں کو صاف کرتے ہیں۔ اس کی تاثیر تجربہ کرنے والوں پر ظاہر ہے۔

اسارون

اس پودے کی جڑ دواء استعمال کی جاتی ہے۔ اس کی قوت، وج کی قوت کی مانند ہے، لیکن وج زیادہ قوی ہے۔

دارشیشعان (کاتپھل)

اس کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ پہلے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے کیوں کہ اس میں جو ہر ناری اور جو ہر ارضی بارد ہے۔ اسی لیے اس کا مزہ تیز اور کھیلا ہوتا ہے۔ اس کے قوی ثوانی یہ ہیں کہ متعفن پھوڑوں اور جمع شدہ مادوں میں مفید ہے۔

لوف (ہشت کند)

اس کو "ارون" اور اندلس میں "صارہ" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پودہ پہلے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ اس کی جڑ زیادہ مفید ہے اس کی قوت ثانی یہ ہے کہ معتدل طور پر پکاڑھے اخلاط کا قاطع ہے۔ قوت ثالث یہ ہے کہ سینہ سے بہ آسانی بلغم کو خارج کرتا ہے قحط کے دلوں میں اندلس کے باشندے اس پودے کی روٹی پکا کر کھاتے ہیں لیکن اس کے استعمال سے انہیں بہت نقصان ہوتا ہے۔

ہلیون

یہ پودا معتدل یا کچھ گرم ہے، کیوں کہ اس کے مزے میں تھوڑی سی تلخی ہوتی ہے، اسی لیے پکانے سے ختم ہو جاتی ہے یہ پودا کھایا بھی جاتا ہے اس کی قوت ثالث یہ ہے کہ گردے کے سدوں کو کھولتا ہے، خصوصاً اس کی جڑ اور بیج۔ نیز درد و بندوں میں مفید ہے۔

جعدہ

اس کی چند قسمیں ہیں، سب گرم و خشک ہیں۔ یہ مدر بول و حیض ہے۔ ساڑھے چار ماشہ کی مقدار میں نبیذ کے ساتھ کھانا کچھو کے کاٹنے میں مفید ہے۔

سقو لوقندر یون (حشیشہ الطحال)

یہ پودا حرارت میں معتدل اور کچھ خشک ہے۔ جس طرح نافث ورم جگر کی مشہور دوا ہے اسی طرح یہ بھی طحال کی سختی کو تحلیل کرنے اور اس کے سدوں کو کھولنے میں مشہور ہے۔ نیز پتھری کو توڑتا ہے۔

ضنی

اندلس میں بزبان عجمی اسے "انج" کہا جاتا ہے اس کی جڑ استعمال کی جاتی ہے جس طرح لوف کی جڑ مستعمل ہے یہ جالی اور محلل ہے۔ جلانے کے بعد اس کی رائی زیادہ گرم اور زیادہ محلل و ملطف ہے، اسی لیے یہ داء الثعلب میں مفید ہے۔

قرطم (کسنہ)

اس کا بیج استعمال کیا جاتا ہے بغیر کسی ضرر کے اسہال بلغم کے لیے یہ مشہور دواؤں میں سے ہے ادویہ مسہلہ میں یہ پہلے درجہ کی دواء مسہلہ ہے۔ اس کی مقدار خوراک ۲۵ ماشہ سے ۴۲ ماشہ تک ہے۔ غذا سے پہلے انجیر کے ساتھ استعمال کرنا بوڑھوں کے لیے مفید ہے جالینوس نے ادویہ مفردہ کے پہلے مقالہ میں اس کے متعلق کہا ہے کہ

اس میں قوت مجففہ ہے اور اعتدال کے ساتھ مسخن ہے، اور دوسرے مقالہ میں کہا ہے کہ یہ بیرونی استعمال میں تیسرے درجہ کی گرم دوا ہے پہلے مقالہ میں عمومی بات کہی ہے اور دوسرے مقالہ میں اس کے بیج کا مزاج بیان کیا ہے۔

افسنتین

یہ پہلے درجہ میں گرم اور دوسرے میں خشک ہے، اس کے پتوں کا عصا بہت زیادہ تلخ ہوتا ہے۔ اس کا یہ مزاج اس لیے ہے کہ اس میں جو ہر ارضی بارد اور جو ہر ارضی سوختہ و ناری ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ کھیلا، کڑوا اور تیز ہوتا ہے۔ اس کے قوی ثوالث یہ ہیں کہ مقوی معدہ ہے اور اس میں جمع شدہ صفرا کو بذریعہ اسہال خارج کرتی ہے۔ اس کا یہ فعل قوت جاذبہ کے سبب سے ہے۔ معدہ کو صفرا سے صاف کر دیتی ہے۔ یہ جگر کے سدوں کو کھولتی ہے اور مدربول ہے۔ چونکہ اس کا ذائقہ کھیلا ہے اس لیے معدہ میں بلغم موجود ہونے کی حالت میں اس کا استعمال مفید نہیں ہے۔ اس دوا کی چند قسمیں ہیں۔ سب سے بہتر وہ ہے جو خوشبودار ہوتی ہے اسی لیے یہ مقوی معدہ و جگر ہے مختصر یہ کہ معدہ و جگر کی مخصوص دوا ہونے کی حیثیت سے یہ بہت مشہور ہے۔

حب البیان (تخم بکائن)

اس کے مغز کا عصا (روغن) استعمال کیا جاتا ہے، کیوں کہ ہمارے یہاں روغن ہی دستیاب ہوتا ہے۔ یہ خوشبودار دواؤں میں ہے۔ اس کا مزاج پہلے درجہ کے آخریادوسرے درجہ کے شروع میں گرم ہے۔ کیوں کہ اس میں جو ہر ارضی سوختہ اور جو ہر ارضی بارد ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ تلخ اور کھیلا ہوتا ہے۔ چونکہ اس میں تلخی، خوشبو اور کھیلا پن ہے اس لیے معدہ بارہ اور جگر کے لیے استعمال ہونے والے روغنوں میں یہ سب سے مفید روغن ہے۔ ہمارے یہاں اس کو داخلی طور پر استعمال کرنے کا طریقہ رائج نہیں ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا داخلی استعمال مقلی و مسہل ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ایسی دوا اندرون بدن پہنچے گی تو اس کے افعال کیا ہوں گے۔ اس روغن کے مذکورہ افعال ثوالی اور ثوالث ہیں۔

جلنار (گلنار)

یہ انار دشتی کا پھول ہے اور بنبذ الرمان انار بستانی کا پھول ہے۔ یہ دوسرے درجہ کے آخر میں یا تیسرے درجہ کے شروع میں سرد ہے اور بیہوست میں بلا شبہ تیسرے درجہ میں ہے کیوں کہ اس کا جوہر ارضی بارد ہے اور مٹی میں برودت سے زیادہ بیہوست ہوتی ہے۔ ایسی دواؤں کے افعال ظاہر ہیں کہ یہ قابض مجفف، خون کو روکنے والی اور زخم کو بھرنے والی ہے۔ اسی لیے نفث الدم اور قرعہ امعاء کے علاج میں لوگ اسے بہ کثرت استعمال کرتے ہیں۔ نیز جس کے شکم میں مواد جمع ہو کر بذریعہ اسہال خارج ہوتے ہیں اور جن عورتوں کے رحم سے خون جاری ہوتا ہے ان کے لیے مفید ہے۔ جالینوس کہتا ہے کہ صاحب نہایت فاضل اطباء میں سے ہر ایک اس دوا کو استعمال کرتا ہے۔

علیق (اچھو)

اس پودے کے پتے، ٹہنیاں، پھول اور پھل سب ہی بارد یا بس ہیں، اگرچہ برودت و بیہوست میں یہ کم و بیش ہیں۔ پتے سب سے زیادہ رطب ہیں۔ کیوں کہ ان میں باتیت ہوتی ہے۔ اسی لیے قلاع اور منہ کے زخموں میں مفید ہے۔ اس کا خام پھل بارد و یا بس ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس میں کسلا پن ہوتا ہے، اور پختہ پھل اعتدال کے قریب ہے کیوں کہ اس میں مٹھاس ہوتی ہے۔ اس کے پھول کی قوت وہی ہے جو اس کے پھل کی قوت ہے۔ آنٹوں کے زخم، اسہال شکم، معدہ اور آنٹوں کے منصف اور نفث الدم میں دونوں مفید ہیں۔ اس کی جڑ میں جوہر عار و لطف ہے اسی لیے گردے کی پتھری کو توڑتی ہے۔

منقل (گوگل)

اس کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) منقلی جو سیاہ ہوتا ہے۔ اس کی قوت ثانیہ ملیں ہے، اس میں تلین کی پوری قوت ہوتی ہے۔ اس فعل سے اس کی قوت اولی بھی ظاہر ہے۔

(۲) دوسری قسم عربی ہے، یہ پہلی قسم سے زیادہ صاف اور دوسری مالی دواؤں سے زیادہ خشک ہوتا ہے لیکن نئے عربی کی قوت وہی ہے جو صقلی کی قوت ہے مقل عربی مفتت حصاة، مدربول، کاسر ریح غلیظہ خام ہے۔ اور پسیوں کے درد اور عضلات کے تفرق اتصال میں مفید ہے۔ بہر حال مقل ان دواؤں میں سے ہے جو گاڑھے بلغم کا اسہال کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اوتار و مفاصل سے مواد کو جذب کرتا ہے مسہل دواؤں میں یہ درمیانی درجہ پر ہے۔ اس کی مقدار خوراک ساڑھے چار ماشہ ہے۔

قرصعنه

بالینوس کا خیال ہے کہ گل سرخ کے مانند یہ پودا مرکب القوی ہے لیکن یہ قابض نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ پھیکا کچھ شیریں اور کچھ تیز ہوتا ہے۔ خصوصاً اس کے ریشہ میں — لہذا یہ معتدل یا کچھ بارد ہوگا جس دوا کا یہ مزاج ہوتا ہے اس کے فوائد بہت ہوتے ہیں اسی لیے یہ محلل اور رادع ہے۔ اس کی مشہور خاصیت یہ ہے کہ یہ عالیین کے ورم کو تحلیل کرتا ہے۔ چنانچہ اس کا یونانی نام ایسا ہے جو غالب سے مشتق ہے ورم عالیین پر ضمد کرنے اور لٹکانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ نئے اطبا کا خیال ہے کہ یہ تمام اورام میں مفید ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا بخوڑا ہوا پانی پیا جائے تو اندرون جسم کے اورام سے حفاظت ہوتی ہے۔

بلسان

اس کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ یہ خوشبودار ہوتا ہے اس کا روغن زیادہ لطیف ہے۔ اور اس درجہ میں گرم نہیں ہے جیسا کہ بالینوس اور دوسرے طباکتے ہیں، یہ غلط فہمی اس سبب سے ہوتی کہ اس میں لطافت اور قوت نفوذ ہے۔ بلساں کے پھل کی قوت بھی ایسی ہی ہے لیکن روغن سے کم لطیف ہے اس روغن کے بہت خواص اور عجیب افعال ہیں۔ اس کے افعال ثوانی یہ ہیں کہ دیر سے ختم ہونے والے بلغمی امراض کو دور کرتا ہے۔ گاڑھے اخلاط اور نفع پیدا کرنے والی ریح سے ہونے والے درد کے اسباب کا استیصال کرتا ہے۔ نیز پتھری کو لوڑتا ہے اگر سدہ کے سبب سے کوئی

عورت حاملہ نہ ہو سکے اور وہ اس کا تمول کر لے تو حاملہ ہو جاتے گی۔ اس کا باخاصہ فائدہ یہ ہے کہ زہروں کو دور کرتا ہے اسی لیے افیون، خانیق النمر اور کھمبھی کھانے والے اس سے شفا پاتے ہیں۔ اس کی مقدار درہم کی ایک چوتھائی (تقریباً ایک ماشہ) سے تین چوتھائی (تقریباً ۲ ماشہ) تک ہے۔

ابہل

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے نیز یہ بہت لطیف ہے۔ کیوں کہ اس میں جوہر ناری زیادہ ہے اس میں جوہرارضی سوختہ اور کچھ جوہرارضی بارد بھی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مزے میں تلخی کے ساتھ بہت تیزی اور کچھ کھیلا پن ہے۔ اس کے افعال ثوانی یہ ہیں کہ قروح خبیثہ کے سڑے ہوتے گوشت کو کھاتا ہے لیکن جن زخموں میں عفونت نہیں ہوتی وہ ایسی دواؤں کو برداشت نہیں کرتے اور متعفن زخموں میں جب شہد ملا کر لیسپ کیا جاتا ہے تو ان کو صاف کر دیتا ہے۔ اس کے افعال ثوالث یہ ہیں کہ یہ درد بول ہے اور تمام درد دواؤں سے زیادہ اور ارحیض کرتا ہے۔ خون کا پیشاب لاتا ہے، جنین کو خراب کرتا اور مردہ جنین کو باہر کرتا ہے اس کے لطیف اور خوشبودار ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ دارچینی کے بدل میں دارچینی سے دو گنے وزن میں استعمال کرتے ہیں۔

بہار

اس پودے کا پھول گل بابونہ سے زیادہ قوی ہے، اسی لیے اس سے زیادہ مٹل ہے۔ روغن میں پگھلایا ہوا موم اس کے ساتھ ملا کر اگر سخت ورموں پر لیسپ کیا جائے تو انہیں بھی تحلیل کر دیتا ہے۔

اشمشہ (چھڑیلہ)

یہ پودا بلوط، صنوبر اور اخروٹ کے درخت پر اگا ہوا پایا جاتا ہے۔ یہ پہلے درجہ میں سرد ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مزے میں معتدل کھیلا پن ہوتا ہے۔

لیکن اس میں قوت تکلیل و تلیسین بھی ہوتی ہے۔ خصوصاً جو اشنہ درخت مسوبر پر پایا جاتا ہے کیوں کہ یہ درخت گرم ہے۔ پہلے کہا جا چکا ہے کہ پودے میں جن چیزوں سے تاثیرات بڑھتی ہیں ان میں ایک وہ مادہ بھی ہے جس سے پودا غذا حاصل کرتا ہے۔

جنطیانا

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں نمائیاں نکلی ہوتی ہے اس کی بڑ میں تلطیف، تنقیہ اور تفتیح سرد کی قوتیں بہت قوی ہوتی ہیں۔

عجم الزبیب (مویز کابنج)

یہ پہلے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ اس کے کیلا ہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جو ہرارضی اور غلیظ ہے۔ اسہال شکم میں یہ بہت مفید ہے۔

شاہترج (شاہترہ)

یہ پہلے درجہ میں گرم یا پہلے درجہ کے آخر میں گرم ہے۔ کیوں کہ اس میں جو ہرارضی سوختہ اور جو ہرارضی بارد بھی ہوتا ہے گویا حرارت کی جہت سے اس کی قوتیں ایک دوسرے کی مخالف اور بہوست کی جہت سے معاون ہوتی ہیں۔ اسی لیے یہ دوسرے درجہ میں خشک ہے ان جوہروں سے مرکب ہونے کی دلیل اس کا مزہ ہے کیوں کہ یہ کیلا اور تلخ ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کا مزاج ایسا ہوگا اس کے افعال اولی و ثوانی تفتیح، تلطیف اور ادرار بول وغیرہ ہوں گے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں قوت مسہلہ ہوتی ہے نیز یہ کہ معدہ کی عمدہ دوا ہے، کیوں کہ اس میں کیلا پن ہوتا ہے اور اپنی حرارت سے معدہ کو صاف کرتی ہے ایسی دوائیں معدہ کے لیے خاص طور پر مفید ہوتی ہیں۔ خصوصاً جب یہ خوشبودار بھی ہوں جیسا کہ خوشبودار افستین معدہ کی اچھی دوا ہے۔

مالمیشا

یہ پہلے درجہ میں سرد ہے، کیوں کہ یہ حمزہ (سرخبادہ) میں مفید ہوتا ہے جب کہ یہ مرض قوی نہ ہو اس کا سبب یہ ہے کہ اس کا مزاج جو ہر ماتی اور جو ہر ارضی سے مرکب ہے۔ اور دونوں جو ہر بارد ہیں۔ لیکن جیسا کہ جالینوس کہتا ہے ان میں برودت زیادہ نہیں ہوتی بلکہ تالابوں کے پانی کے مانند ہے۔

فودنج بری (پودینہ دشتی)

یہ غیرا ہے۔ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے کیوں کہ اس میں جو ہر ناری اور ارضیت سوختہ زیادہ ہے۔ جس دوا کا ایسا مزاج ہے اس کے افعال ثوابی و ثوابت ظاہر ہیں۔

عروق السوس (اصل السوس)

یہ پہلے درجہ میں رطب ہے اور حرارت میں مزاج معتدل سے کچھ زیادہ ہے۔ اس کا جو ہر جیسا کہ جالینوس کہتا ہے جو ہر انسان کے مانند ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ شیریں اور کچھ کھیلا ہے۔ کیوں کہ معتدل شیرینیت حرارت و رطوبت کی دلیل ہوتی ہے اس کا کھیلا پن کچھ حرارت اور کچھ رطوبت کو توڑتا ہے۔ لیکن رطوبت اس میں زیادہ ہے۔ مری، مثانہ، معدہ اور دوسرے وہ اعضا جن میں خشونت پیدا ہو سکتی ہے، انہیں چکنا کرتا ہے۔ اس کے افعال ثوابت میں سے یہ ہیں کہ اگر اس کی خشک جڑ کو کوٹ کر خوب باریک کر کے حل کر لیا جائے تو آنکھ کے ظفرہ (ناخن) اور ناخن کی جڑ میں نکلنے والے زائد گوشت کے لیے بہترین دوا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جڑ اس کے عصارہ سے زیادہ گرم ہے۔ اس کا جو مزاج یہاں بیان کیا گیا ہے وہ دراصل اس کے عصارہ کا مزاج ہے۔ اس کی جڑ جب خشک کر لی جاتی ہے تو اس میں کچھ تلخی پاتی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں خشک جڑیں لائی جاتی ہیں۔ اسی لیے ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ تازہ جڑیں ویسی ہی ہیں جیسی پرانی جڑیں ہوتی ہیں۔ مختصر یہ کہ اگر اس کے عصارہ میں ملاوٹ ہو تو اس کی جڑ سے یہ زیادہ رطب و معتدل ہوتا ہے۔

فاوانیا

اس پودے کی جڑ پہلے درجہ میں گرم اور تیسرے درجہ میں خشک ہے اس کے مزاج کا تجربہ ایسا ہی ہوا ہے۔ کیوں کہ اس میں جو ہرارضی باردا، جو ہرارضی سوختہ اور جو ہرناری ہے۔ یہ زیادہ خشک ہے اسی لیے اس کا مزہ کھیلا اور شیریں ہوتا ہے۔ پھر دیر تک چبانے سے تیز و تلخ معلوم ہوتا ہے اس کے افعال ثوانی و ثوالت اس کے مزاج سے ظاہر ہیں۔ یعنی یہ جگر اور گردوں کے سدوں کو خارج کرتا ہے۔ اور کھیلا ہونے کے سبب سے اسہال شکم روکتا ہے۔ اس کے باخامہ فائدہ سے متعلق بالینوس کہتا ہے کہ اس کو بچوں کے گلے میں لٹکانے سے ان کی مرگی میں مفید ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ پودا وہی ہے جسے ہمارے یہاں وردالجبر کہا جاتا ہے، اس کا تجربہ کیا گیا لیکن یہ خاصیت نہیں پائی گئی۔

جذیرہ (گاجر)

اس کی دو قسمیں ہیں۔ دشتی اور بستانی۔ تمام تاثیرات میں بستانی سے زیادہ قوی دشتی ہے۔ دونوں کی قوت صاف اور مسخن ہے، دونوں ملطف ہیں۔ دونوں کی جڑوں میں قوت نافعہ ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ مدربول و حیض ہے۔ گاجر دشتی کو "دوقو" کہا جاتا ہے یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔

شجر الغار

اس درخت کا پتہ اور اس کا پھل، جو حب الغار ہے دونوں قوی مسخن و مجفف ہیں، خصوصاً حب الغار۔ لیکن اس کی جڑ کے ریشوں میں تیزی کم اور حرارت زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں کچھ کھیلا جو ہر بھی ہوتا ہے اسی لیے یہ پتھری کو توڑتا ہے۔ اس سے ساڑھے چار دانگ لے کر شراب ریجانی کے ساتھ کھانا، امراض جگر میں مفید ہے اس کی جڑ دوسرے درجہ میں گرم اور تیسرے درجہ میں خشک ہے اور اس کا پھل تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔

مشکطرا مشع

اس کی قوتیں بعینہ وہی ہیں جو پودینہ دشتی کی ہیں لیکن یہ اس سے زیادہ لطیف ہے اس کے افعال ثوانی میں سے بذب کرتا ہے۔

بلوط

اس درخت کا سرد و خشک ہونا ظاہر ہے، کیوں کہ اس میں کسبلا پن ہوتا ہے لیکن جرم بلوط پر جو ریشے ہوتے ہیں وہ کیلے نہیں ہوتے۔ درخت بلوط اور جفت بلوط دونوں میں قوت قبض اور لطافت ہوتی ہے جن کے سبب سے یہ بہت مفید چیزوں میں ہیں۔ اسی لیے عورتوں کے نرف العارض (استساضہ) نرف الدم، خروج امعاء اور اسپہال شکم میں جفت بلوط مفید ہے۔

خطمی

اس پودے کے افعال ثوانی یہ ہیں کہ یہ محلل و مرخی ہے ورم پیدا ہونے کو روکتا ہے۔ دردوں میں سکون پیدا کرتا ہے۔ بہ مشکل پکنے والے پھوڑوں کو پکاتا ہے۔ اس کی جڑ اور بیج کے افعال وہی ہیں جو اس کے تازہ پتے اور تازہ ٹہنیوں کے افعال ہیں۔ لیکن جڑ اور بیج زیادہ لطیف اور مجفف کم ہیں۔ تمام پودوں کی جڑ اور بیج کی صفات ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اسی لیے یہ دونوں چیزیں اس قدر زیادہ جالی ہوتی ہیں۔ کہ بہت میں مفید ہوتی ہیں نیز اس کا بیج گردوں کی پتھری کو توڑتا ہے جڑ میں ان افعال کے ساتھ قوت قابضہ بھی ہے اسی لیے بیج خطمی کا جو شانہ کڑوا ہوتا ہے۔ لہذا اس کے پتے اور ٹہنیاں پہلے درجہ میں گرم و خشک اور جڑ دوسرے درجہ کے شروع میں گرم و خشک ہے۔

زیت (روغن زیتون)

بغیر نمک ملائے ہوئے زیتون سے نچوڑا ہوا روغن منفع ہے۔ مختصر یہ کہ روغن نکالنے کے مختلف طریقوں سے اس کے مزاج میں تبدیلی ہوتی ہے۔ اس کا جوہر، جوہر انسان

کے مانند ہے، اندیہ کے بیان میں بھی اس روغن کا ذکر ہو چکا ہے۔ زیتون خام سے پھوڑے ہوئے روغن میں کچھ قوت قبض ہوتی ہے۔ جس قدر قوت قبض ہوتی ہے اسی لحاظ سے اس میں برودت ہوتی ہے روغن زیتون معتدل سے زیادہ روغن زیتون کہنے گرم و لطیف ہوتا ہے۔ اسی لیے اس میں قوت تحلیل ہے اور دردوں کو سکون دیتا ہے۔ روغن چیزوں سے نکالے ہوئے روغن کا مزاج وہی ہوتا ہے جو اس چیز کا مزاج ہے جس سے روغن نکالا گیا ہے۔ دواؤں کے اثر کو تیل میں ملانے کا طریقہ بھی راجح ہے۔ اس صورت میں تیل کا مزاج وہی ہوگا جو ان دواؤں کا مزاج ہے۔ جن چیزوں سے روغن نکالا جاتا ہے ان میں مشہور یہ ہیں، روغن ارند، روغن کنجد، روغن بادام، روغن تخم ترب، روغن اخروٹ، روغن حب الغار، روغن حب البان، روغن شونیز، روغن خردل، روغن آس، روغن مصطکی اور روغن حبتہ الخضر۔

روغن ارند

یہ روغن زیتون سے زیادہ محلل اور زیادہ لطیف ہے اسی لیے یہ روغن زیتون کہنے سے زیادہ مشابہ ہے۔ جب یہ موجود نہیں ہوتا تو اس کے بدل میں روغن زیتون کہنے استعمال کیا جاتا ہے اس سے زیادہ گرم روغن ترب اور روغن ترب سے زیادہ گرم روغن خردل ہے۔ روغن آس کا مزاج اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیوں کہ یہ بارد قابض ہے۔ روغن حب البان ان دونوں کے درمیان ہے کیوں کہ یہ مرکب القوی ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا۔ روغن کنجد اور روغن بادام عار رطب ہے۔ لیکن روغن بادام حرارت میں معتدل یا کچھ گرم ہے۔ اور اس کی رطوبت میں کچھ قوت قبض ہے، اسی لیے بغیر ارضاء اور گرمی پیدا کیے ہوئے رطب ہے۔ اسی لیے روغن کنجد سے یہ بہتر ہے۔ روغن اذخر، روغن حبتہ الخضر، اور روغن مصطکی میں سے ہر ایک میں قوت قبض اور قوت تحلیل ہے۔ اسی لیے معدہ و جگر کے لیے یہ بہت مفید ہیں۔ لیکن ہمارے یہاں اطباء کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ مصطکی، آس اور اذخر سے روغن نکالتے ہوں بلکہ ان کی قوتوں کو کسی روغن میں لیتے ہیں لیکن جالینوس نے اپنی کتاب میں صراحت لکھا ہے کہ ہمارے یہاں اطباء کا طریقہ یہ ہے کہ آس، مصطکی اور اذخر ہی سے روغن نکالتے ہیں ظاہر ہے کہ قوت و فعل میں ایسا روغن

اس روغن سے بہتر ہے جس میں ان چیزوں کی قوتیں لی جاتی ہیں۔

روغن شیریں میں دواؤں کی قوتوں کے لینے کا طریقہ قدماء اور متاخرین اطباء میں رائج ہے۔ ایسے روغنوں میں مثلاً روغن گل، روغن سفرجل، روغن سوسن، روغن بنفشہ، روغن نیلوفر اور روغن یا سمین ہے۔ ان روغنوں کی قوتیں ان ادویہ کی قوتوں سے معلوم کی جاتی ہیں، لیکن جس روغن میں ان ادویہ کو ڈالا جاتے وہ روغن شیریں یعنی ایسا روغن جس کی کوئی کیفیت بالکل ظاہر نہ ہو، بطور مادہ (اور زمین) جو روغن استعمال کیا جاتے اس کو ایسا ہی ہونا چاہئے، اور اگر اس کی کوئی کیفیت ظاہر ہو تو وہ کیفیت دوا کے مشابہ ہو جب کہ دوا کے فعل کو قوی کرنا مقصود ہو، یا کیفیت دوا کے مخالف کیفیت ہو جب کہ دوا کی قوت توڑنا مقصود ہو۔ مثلاً جب روغن گل کے فعل تحلیل کی معاونت مقصود ہو تو گل سرخ کو پرانے روغن زیتون میں ترکیب جاتے گا، اور جب یہ ارادہ ہو کہ اس کی قوت کو توڑا جاتے تو روغن زیتون خام میں ترکیب جاتے گا، اور جب یہ ارادہ ہو کہ روغن کی قوت وہی ہو جو گل سرخ کی قوت ہے تو روغن شیریں میں ترکیب جاتے گا۔

راسن

یہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ان لعوقات کے اجزا میں ڈالا جاتا ہے جو سینہ اور پھیپڑے سے گاڑھے اور لیسدار اخلاط کو باہر کرتے ہیں تو لعوقات میں یہ دوا اچھا اثر ڈالتی ہے۔ اس کے افعال ثوانی میں سے یہ ہے کہ ان اعضاء میں گرمی پہنچاتی ہے جن میں ٹھنڈک آجاتی ہے مثلاً عرق النساء وغیرہ۔

خریق (کھلی)

اس کی دو قسمیں ہیں، سیاہ و سفید۔ دونوں قسموں کی قوت ثانی جلاء پیدا کرنا ہے، اسی لیے یہ بہق، داد، خارش تر اور اس مرض میں مفید ہیں جس میں جلد کی بھوسیاں نکلتی ہیں۔ خریق سفید کا اندرونی استعمال خطرہ سے خالی نہیں ہے، بلکہ یہ زہریلی دواؤں کے شمار میں ہے، اور خریق سیاہ کو مہرہ سودا کے استفراغ کے لیے قدماء استعمال کرتے

تھے۔ یہ بہت قوی دوا ہے جو جگر اور معدہ کو نقصان پہنچاتی ہے۔ متاخرین نے اس مادہ کے استفراغ کے لیے دوسری دواؤں سے کام لیا ہے ان میں سب سے بہتر اس مادہ کے لیے سنگ لاجورد ہے، کیوں کہ اس کے استعمال میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور قوی الجذب بھی ہے۔ افتیمون اور بسفاج اگرچہ سودا کے خارج کرنے میں اچھی دوائیں ہیں، لیکن قوت میں خربق کے قریب نہیں ہیں۔ سنگ مقناطیس کی قوت اسہال بھی خربق کی جیسی ہے، لیکن یہ پتھر ہونے کی جہت سے قوی الجذب ہے، کیوں کہ اس میں بیوسٹ پائی جاتی ہے اور سنگ لاجورد میں بیوسٹ نہیں ہوتی ہے۔

افتیمون

اس پودے کی قوت عاذا کی قوت کے مانند ہے۔ یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے سودا کو خارج کرنے میں یہ اچھی دوا ہے۔ اس کی مقدار خوراک سات ماشہ سے ساڑھے دس ماشہ تک اور جو شانہ میں ساڑھے سترہ ماشہ سے ساڑھے چوبیس ماشہ تک ہے۔ چونکہ یہ بے پلینی اور بیوسٹ پیدا کرتی ہے اس لیے اس کی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیلوفر اس کے لیے اچھی مصلح دوا ہے کیوں کہ خوشبودار ہونے کی وجہ سے بے پلینی کو دور کرتی ہے، اور رطب ہونے کے سبب سے افتیمون کی خشکی کو دور کرتی ہے، لیکن یہ اس کی حرارت کو توڑتی ہے مصلح دوا ایسی ہونا چاہئے جو تمام جہات سے نقصانات کو دفع کرے۔ اگر بخار نہ ہو تو سیب ہمارے نزدیک بہتر مصلح ہے بادام اور اسطونودوس سے بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔

قوة الصباغین (مجیٹھ)

یہ دوسرے درجہ میں گرم اور تیسرے درجہ میں خشک ہے۔ کیوں کہ اس میں جوہر ارضی سوختہ اور جوہر ارضی بارد ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ کسلا ہے۔ ایسے مزاج کی دوا سے صادر ہونے والے افعال ثوانی و ثوالث یہ ہیں کہ یہ جگر اور طحال کے سدوں کو کھولتی ہے۔ پیشاب لانے اور حیض جاری کرنے میں قوی ہے۔ کبھی خون کا پیشاب بھی لاتی ہے۔ ان تمام چیزوں میں اعتدال کے ساتھ جلاء کرتی ہے۔ بن میں جلاء کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی لیے جب اس میں سرکہ ملا کر بہق پر لپیپ کیا جاتا ہے تو مفید ہوتی ہے۔ عسرق النساء، درد کمر اور استرخاء اعضاء کے مریضوں کے لیے ماء العسل کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے۔

غافث

جگر کی تقویت اور اس کے سدوں کو کھولنے کے لیے یہ بہت مشہور دوا ہے، کیونکہ اس میں جو ہر قبض اور جو ہر تلخ ہوتا ہے اسی لیے یہ پہلے درجہ میں گرم ہے، کیوں کہ کیلے پن سے زیادہ اس میں تلخی ہے۔

زنجبیل (سونٹھ)

یہ ایک پودے کی جڑ ہے جو ہندوستان سے لائی جاتی ہے۔ یہ تیسرے درجہ میں گرم ہے اس میں رطوبت فضلیہ ہوتی ہے، جس کے سبب سے یہ بدن کو دیر میں گرم کرتی ہے اس کے برخلاف سیاہ مرچ جلد گرم کرتی ہے۔ بدن سے سونٹھ اور سیاہ مرچ کے استعمال کا فرق بالکل ویسا ہی ہے جیسے آگ سے تر اور خشک لکڑی کے استعمال کا فرق ہے۔ دار فلفل (پیل) کا مزاج زنجبیل کے مانند ہے زنجبیل پہلے درجہ میں رطب ہے۔

نعنع

یہ پودینہ بستانی ہے، اس میں رطوبت فضلیہ ہوتی ہے، جس سے جماع کی تحریک ہوتی ہے، ایسی تمام چیزیں محرک جماع ہوتی ہیں جن میں ایسی رطوبت فضلیہ ہوتی ہے جس میں نفع نام نہیں ہوتا ہے۔ اس کا مزہ تلخ اور کھٹا ہوتا ہے یہ پودینہ دشتی سے کم گرم ہوتا ہے۔ یہ دوسرے درجہ کے آخر یا تیسرے درجہ کے شروع میں گرم و خشک ہے۔

بنافسیا

اس پودے میں قوت جاذبہ ہے، اور قوی و مسکن ہونے کے سبب سے تیسرے

درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں تر ہے۔ اس کی رطوبت کی دلیل یہ ہے کہ یہ جلد خراب ہو جاتا ہے، اور زنجبیل کی طرح کچھ دیر کے بعد بدن سے منفعل ہوتا ہے۔ اندرون بدن سے جذب کرنے اور جذب شدہ چیز کو تحلیل کرنے کی قوت اس میں ہے۔

ترمس

جب اس کو پانی میں اتنا پکایا جاتے کہ اس کی تلخی دور ہو جاتے تو یہ دوائے غذائی ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اس میں تلخی موجود ہو تو اس کے افعال تلخ دواؤں کی مانند ہوتے ہیں یعنی جالی مجفف، محلل اور جگر و طحال کے سدوں کو کھولتی ہے، مدر حیض، قاتل کرم شکم، مخزج جنین، بہق کو صاف کرتی، اعضاء کے میلے پن اور بسزری کو دور کرتی اور خنازیر کو تحلیل کرتی ہے۔ لہذا یہ تیسرے درجہ کے شروع یا دوسرے درجہ کے آخر میں گرم و خشک ہے۔

فس (کاہو)

بالینوس کہتا ہے کہ اس بسزری کی برودت، تالابوں کے پانی کی مانند ہے۔ دلیل یہ ہے کہ شدید قرہ میں یہ مفید نہیں ہوتی البتہ خفیف قرہ میں اس سے فائدہ ہوتا ہے اس بناء پر یہ پہلے درجہ کے آخر یا دوسرے درجہ کے شروع میں سرد تر ہے۔ اعلیٰ درجہ کی خواب آور ہے اس کے بیج کا استعمال منی کو ختم کر دیتا ہے۔

حاشا

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے اس کے افعال یہ ہیں کہ یہ مدر حیض ہے، پیشاب لاتا ہے، جنین کو باہر کرتا ہے، سدوں کو کھولتا ہے۔ بالینوس نے کہا ہے کہ یہ سینہ اور پیچھے کے لیے مفید ہے۔

دفع

یہ گوند ہے، افعال اولی و ثوانی میں اس کی قوت ثافسیا کے مانند ہے۔ یہ بہت گرم

ہے، اس میں رطوبت فضلیہ ہوتی ہے، یہ بھی اندرون بدن سے مواد کو جذب کرتا ہے۔
اس کا اثر دیر میں ہوتا ہے کیوں کہ اس میں رطوبت فضلیہ ہوتی ہے۔

بنفسج (بنفشہ)

اس پودے کے پھول اور پتے دوسرے درجہ میں سرد و تر ہیں اس کا باخاصہ فائدہ
یہ ہے کہ نیند لاتا ہے اور طلبن ہے۔

ذنبل الخلیل

اس پودے میں قوت قابضہ اور تلخی ہے، اسی لیے بغیر چہمن پیدا کیے ہوتے بہت
مجف ہے۔ اسی سبب سے یہ بڑے زخموں کو بھرتا ہے۔ اور وہ فتق جس میں آنتیں اتر
آتی ہیں، نفث الدم، عورتوں کے رحم سے خارج ہونے والی چیز خصوصاً جو سرخ ہوا
آنتوں کے پھوڑوں اور اسہال شکم کی تمام قسموں میں مفید ہے۔ کچھ لوگ بیان کرتے ہیں
کہ بعض اوقات متانہ کا زخم بھی اس سے مندمل ہوا ہے۔

نیل

یہ وہی چیز ہے جسے رنگریز استعمال کرتے ہیں۔ بغیر چہمن پیدا کیے ہوتے یہ قوی مجف
ہے، کیونکہ یہ تلخ اور کھلا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں، بستانی اور دشتی۔ قوت تجفیف
میں بستانی سے زیادہ قوی دشتی ہے۔ اس کے افعال یہ ہیں کہ سخت اعضاء کے زخموں کو بھرتا
ہے اگرچہ عضلات کے سروں میں ہوں۔ جاری خون کو روکتا ہے، خراب زخم جو متعفن
یا متاکل ہوں ان کا مقابلہ کرتا ہے، متعفن زخموں میں دشتی کا فعل زیادہ قوی
ہے کیوں کہ اس میں قوت تجفیف ہے، لیکن دوسرے زخموں میں بستانی
سے اس کا فعل کم ہے۔ کیوں کہ یہ چہمن پیدا کرتا ہے۔ دشتی، طحال کے لیے مفید
ہے۔ یہ دوسرے درجہ میں گرم اور تیسرے درجہ میں خشک ہے، اور بستانی پہلے درجہ
میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔

صفصاف (بید کی ایک قسم)

اس پودے کے پتے اور پھول دونوں پھمن پیدا کیے بغیر قوی مجفف ہیں۔ اور جس کی ایسی قوت ہوگی اس کا کثیر المنافع ہونا ظاہر ہے۔ یہ زخموں کو بھرتا ہے اس کی جلائی ہوئی چھال قوی مجفف ہے، اسی لیے یہ مسوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ خصوصاً جو گول، سفید اور میخ کے سر کے مشابہ ہوں، اور ایسے مسے جو اوندھے اور جلد کے اندر جھے ہوتے ہوں، ایسے تمام مسوں پر جب درخت صفصاف کی راکھ کو سرکہ میں گوندھ کر لیپ کیا جاتا ہے تو ان کو کاٹ دیتی ہے اس درخت کا گوند ان تمام چیزوں کو مٹا کر دیتا ہے جو صدقہ پر جم جاتی ہیں جس سے بینائی ختم ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ گوند بھالی اور مطلق ہے۔

الفودنج النہری (پودینہ نہری)

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے کیوں کہ اس میں جوہر ناری اور کچھ جوہر ارضی سوختے ہوتا ہے اس کی دلیل اس کا مزہ ہے، کیوں کہ اس کے مزے میں زیادہ تیزی اور کچھ کٹنی ہوتی ہے۔ اور جس چیز کا مزاج ایسا ہوگا اس کے افعال ثوانی و ثوالث ظاہر نہیں۔ افعال ثوانی میں تحلیل، تلطیف اور تجفیف ہے افعال ثوالث میں پیشاب لانا اور خون حیض جاری کرنا ہے۔ نیز جذام کے مریض اور زہریلے جانوروں کے کاٹنے میں مفید ہے کان اور دوسرے اعضاء کے کبڑوں کو مارتا ہے ان تمام افعال میں نہری سے زیادہ پودینہ کوہی قوی اور مفید ہے۔

قصب الذریرۃ (چراستہ)

ہمارے یہاں جزیرۃ اندلس میں یہ قصب ناپید ہے۔ یہ دوسرے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ کے آخر میں خشک ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں جوہر ارضی اور ہوائی دونوں ملے ہوتے ہیں، جیسا کہ جالینوس کہتا ہے کہ دونوں جوہر اعتدال میں متوسط ہیں۔ اس میں جوہر لطیف ناری بھی ہے، جس کے سبب سے یہ خوشبو دار

ہوتا ہے۔ اس میں جو ہرارضی اور ہوائی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مزے میں کھیلا پن اور کچھ تیزی ہوتی ہے۔ نیز قصب ہونے کے لحاظ سے اس میں ہوا تیت زیادہ ہے قصب کی کیفیت سے یہ بات ظاہر ہے۔ اس کے افعال ثوانی یہ ہیں کہ یہ کچھ پیشاب لاتا ہے، اور جگر و معدہ میں مفید ہونے والے لیپ کی دواؤں میں شامل کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ ان دواؤں میں بے ہے جن کی خوشبو اور تیزی میں کھیلا پن بھی ملا ہوا ہے۔ اور جس کا ایسا مزاج ہوگا وہ تمام اعضاء ریسہ کے لیے مقوی ہوگا۔ جالینوس نے کہا ہے کہ اس میں جو جزء لطف پایا جاتا ہے وہ تمام خوشبو دار معالجوں سے کم ہے۔

کبر

اس پودے کی جڑ دوسرے درجہ کے آخر میں گرم اور تیسرے درجہ میں خشک ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ متعاد قوتوں سے مرکب ہے، کیوں کہ اس میں جو ہرارضی باردا جو ہرارضی سوختہ اور جو ہرناری لطف ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ شروع میں اس کا مزہ زیادہ تلخ ہوتا ہے، اور پھر تیز ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کے بعد کھیلا ہو جاتا ہے۔ گذشتہ بیان سے واضح ہو کہ جس دواء کا ایسا مزاج ہوگا اس کے افعال ثوانی و ثوالث کیا ہونگے۔ طحال کے لیے مفید ہونے اور اس کے سدوں کو کھولنے میں اس پودے کی کچھ خصوصیت ہے، کیوں کہ اس کے استعمال سے براز کے ساتھ ایسی چیز نکلتی ہے جس میں خون ملا ہوتا ہے۔ جس کے بعد طحال کے درد میں سکون ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تمام گاڑھے اخلاط کو پیشاب کے ذریعہ خارج کرتا ہے یہ مد رحیض ہے اس کا غرغزہ کرنے اور اس کو چبانے سے بلغم خارج ہوتا ہے عضلہ کے سدوں کے پھٹنے میں یہ مفید ہے اس کی کلی کرنے سے درد دنداں میں فائدہ ہوتا ہے۔

حرف (ہالون)

یہ چوتھے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ اس کی قوت راتی کے مانند ہے اس کی تازہ ٹہنیاں اس کے بیج سے قوت میں زیادہ کمزور ہوتی ہیں کیوں کہ اس میں ماتیت ہوتی ہے۔ اسی لیے روٹی کے ساتھ (بطور سبزی) لوگ اسے کھاتے ہیں۔

قرمانا

یہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ یہ پودا خوشبودار ہوتا ہے۔ جس چیز کا ایسا مزاج ہوگا اس کے افعال ثوانی اور ثوالث کو ہر جگہ مکرر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ یہ بتاتی ہوتی چیز کی تکرار ہو جاتے گی۔ بلکہ اب کسی دوا کے بالخاصہ اور بہت مشہور افعال بیان کیے جاتیں گے، جو اس دوا کے لیے مخصوص ہوں اور دوسری دوا میں نہ ہوں۔ شروع ہی سے یہ انداز تحریر اختیار کرنا چاہئے تھا، لیکن جو طرز بیان اختیار کیا ہے یہ بھی ایک کوشش ہے۔ اس پودے کے مزے میں تیزی اور کچھ تلخی ہوتی ہے۔

کرویا (شاہ زیرہ)

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ کاسرریاح ہے اور پیشاب لاتا ہے صرف اس کے بیج کے نہیں بلکہ اس پودے کے تمام اجزاء کے یہی افعال ہیں۔

سلیخہ (تج)

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک اور بہت لطیف ہے اس میں جوہر ناری زیادہ اور جوہر ارضی کم ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ تیز اور کچھ کھٹا ہوتا ہے۔ خوشبودار مصالح ہونے کے سبب سے یہ مقوی اعضاء رتیبہ ہے، نیز یہ جگر کے سدوں کو کھولتا اور بدرجیض ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے وہ افعال ہیں جو ایسے مزاج کی دوا ہو سکتے ہیں

جنوز (خروٹ)

یہ درخت دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے اس کے پتے اور ٹہنیوں میں نچھ قوت قبض ہے۔ لیکن چونکہ اس کے مزاج میں لطافت بھی ہے۔ اس لیے اس کا جزء لطیف، جوہر قابض کو پوشیدہ کر دیتا ہے اور اس کے ایسے افعال ہوتے ہیں جو زیادہ قابض دواؤں کے نہیں ہوتے۔ اسی لیے اس کا عصارہ، جنوزہ اور متورم لہات دوا کے لیے عمدہ ہے۔ منز خروٹ کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

کبابہ

اس دوا میں جو ہرناری اور جو ہرارضی ہوتا ہے نیز خوشبودار ہوتا ہے ایسی دوا کے افعال ظاہر ہیں اس میں ایسی لطافت نہیں ہوتی کہ دار پلینی کے بدل میں استعمال کیا جاسکے۔

صنوبر

یہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ اس کے روغن کو قطران کہا جاتا ہے جو تقریباً چوتھے درجہ میں گرم و خشک ہے اس کی قوت ثانیہ یہ ہے کہ جسم کے نرم گوشت کو اس طرح سڑاتا ہے کہ کچھ بھی درد نہیں ہوتا ہے اسی لیے سڑانے والی دواؤں میں یہ پہلے درجہ پر ہے۔ اس کا سبب سے یہ مردہ گوشت کو سڑنے سے محفوظ رکھتا ہے کیوں کہ اس کو خشک کر دیتا ہے۔ لیکن دوسری چیز (یعنی قطران) کا فعل چونکہ قوی ہے اس لیے نہ صرف رطوبات فضلیہ بلکہ سخت اعضاء کو بھی فاسد و خراب کر دیتا ہے۔ قطران کی دھونی کر کے اس کی بو کو سونگھنا ہوائے وبائی میں اچھا علاج ہے۔ دواؤں میں یہ سب سے زیادہ مانع حمل ہے۔ اگر عورت اس کا جمول کرے یا مرد اپنے سر ذکر پر اس کو لگا کر جماع کرے تو اسقاط حمل ہو جاتا ہے۔ کیڑوں، جوڑوں اور شکم کے لمبے کیڑوں کو مارتا ہے۔ اگر سڑے ہوئے دانت پر لگایا جاتے تو درد میں فوراً سکون ہو جاتا ہے۔ قطران کے اجزاء میں سب سے چربیلہ وہ روغن ہوتا ہے جو اس صوف میں جمع ہوتا ہے جو صنوبر کو پکانے کے وقت ڈھانپا جاتا ہے۔ لیکن پکانے کے بعد جو ثفل باقی رہتا ہے وہ چونکہ گاڑھا ہوتا ہے۔ اسی لیے زخموں میں چسبن پیدا کرتا ہے۔ زفت کے مانند اس کی قوت ہے اسی لیے عارضش ترک کے علاج میں دونوں ہی استعمال کیے جاتے ہیں۔

قنطریون

اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم کو بلیل (کبیر) اور دوسری کو دقیق (مغیر) کہا جاتا ہے۔ دونوں قسموں کا مزاج مرکب القوی ہے اور دونوں کے افعال متضاد ہوتے ہیں۔ قسم بلیل کے مزے میں حدت، تیزی، اکیلا پن اور کچھ شیرینیت ہوتی ہے اس کی جڑ استعمال کی جاتی

ہے اور قسم دقیق کے پتے اور پھل استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کے مزے میں بہت واضح
 مکئی اور کچھ کیلا پن ہوتا ہے اسی لیے اس میں جوہرارضی سوختہ اور کچھ جوہرارضی بارد ہوتا
 ہے ہمارے یہاں (اندلس میں) قنطور یون کی یہی قسم پائی جاتی ہے۔ ایسی دوا کے افعال ظاہر
 ہیں کہ یہ سدوں کو کھولتی اور گاڑھے اخلاط کے ٹکڑے کرتی ہے۔ خصوصاً اندرونی اعضاء
 مثلاً جگر اور طحال کے سدوں کو کھولتی ہے۔ یہ گاڑھے اخلاط کی مسہل بھی ہے اس دوا
 سے کبھی اتنا زیادہ اسہال ہوتا ہے کہ خونی مواد بھی خارج ہو جاتے ہیں، اس وقت زیادہ
 فائدہ ہوتا ہے۔ یہ قوی مدر حیض ہے اور جنین کو خارج کرتی ہے۔ یہ زخموں کو بھرتی ہے کیوں کہ اس
 میں قوت قبض ہے۔

صمغۃ القراسیا (قراسیا کا گوند)

اس گوند کا مزہ پھیکا ہوتا ہے، لیکن اس کا خاص فائدہ یہ ہے کہ پتھری کو توڑتا ہے۔
 گوند ہونے کے لحاظ سے اس فائدہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ تمام اقسام کے گوند
 کا مزاج زیادہ گرم ہوتا ہے اگرچہ یہ بعید نہیں ہے کہ گوند کی کچھ قسمیں جسم انسانی کے لحاظ سے
 سرد ہوں مثلاً کھربا۔

قسطرن

اس کا مزاج گرم و خشک ہے دلیل یہ ہے کہ اس کے مزاج میں تلخی اور تیزی ہوتی ہے
 اسی لیے یہ گاڑھے اخلاط کے ٹکڑے کرتی، گردوں کی پتھری کو توڑتی، پھیپڑے اور سینہ کو
 صاف کرتی، جگر کے سدوں کو کھولتی، حیض لاتی اور مرگی زدہ کے لیے مفید ہے۔ نیز جوڑوں
 کے ٹوٹنے اور خراب ہونے میں فائدہ کرتی ہے بعض زہریلے کیسروں کے ڈنک کے مقام پر
 اس کا لپ کرنا مفید ہے عرق النساء اور کھٹی ڈکار میں اس کے کھانے سے فائدہ ہوتا ہے چنانچہ
 تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔

عفص (کیلی چیز)

کیلی چیزوں میں انگور نام ہے یہ دوسرے درجہ میں سرد اور تیسرے درجہ میں

خشک ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ بہت بکسا ہوتا ہے پختہ انگور برودت و ہوسست میں کم ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی دوا رادع و قابض ہوگی۔ انگور خام کے خاکستر میں تیزی، خشکی اور لطافت، ناسوختہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور جب اس کو حالبس دم بنانا مقصود ہو تو اس کو کولوں پر بریان کر کے سرکہ یا شراب میں بھایا جائے۔

موم

یہ زرد رنگ کی روغنی جامد چیز ہے۔ حرارت، برودت، رطوبت اور ہوسست میں یہ معتدل ہے۔ چونکہ اس کا ایسا مزاج ہے، نیز گاڑھا اور چپکدار ہوتا ہے اس لیے یہ اعضاء میں چپک جاتا ہے تمام مبرد و مسخن ضمادوں میں اطباء اس کو بطور ہیولی مالتے ہیں۔ مثلاً قیروطی ترید ہے، جس میں قیر (موم) کو اس طرح دھویا جاتا ہے کہ کھول میں موم رکھ کر اس میں تھوڑا ٹھنڈا پانی ڈال دیا جاتا ہے، کچھ دیر کے بعد پانی پھینک کر دوسرا پانی ڈال دیا جاتا ہے، اس طرح چند بار کرنے سے موم میں برودت کی کیفیت آجاتی ہے۔ امراض عادہ میں قیروطی کے استعمال کو جالینوس نے پسندیدہ قرار دیا ہے موم میں پھوڑوں کو پکانے کی قوت ہے اس طرح کہ یہ مسامات کو بند کر دیتا ہے۔ یہ اندرونی استعمال کی دواؤں میں نہیں ہے۔ اس میں کچھ تحلیل کی قوت ہے جو شہد سے اس میں آجاتی ہے، اسی لیے جب اس کی زردی ور کر دی جاتی ہے تو صرف مادہ رہ جاتا ہے، جس کو "قیر مقہر" کہا جاتا ہے۔

خروع (ارنڈ)

اس کا بیج مسہل ہے، نیز اس میں قوت جلاء و تحلیل ہے۔ اس لیے یہ دوسرے درجہ کے آخر میں گرم و خشک ہے۔

دار صینی (دار چینی)

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے یہ افادہ نامی خوشبو دار دواؤں سے بہتر ہے۔ تمام افادہ میں یہ بات عموماً پائی جاتی ہے کہ عفونت کا مقابلہ کرنے اور ریم والے مواد

کو ختم کرتی ہیں۔ اس فعل میں تمام افادہ میں دار پلینی سب سے بڑھ کر ہے۔ اور قرفتہ الدار پلینی (تج) گویا ایسی دار پلینی ہے جس کی قوت کمزور ہے، دار پلینی ہمارے یہاں (اندلس میں) نہیں پائی جاتی۔

لحیۃ التیس

یہ طرائیث ہے۔ تیسرے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ کیوں کہ اس کے مزاج میں جو ہر ارضی قابض زیادہ ہوتا ہے۔ اس پودے کے پتے سے اس کے پھول کا فعل زیادہ قوی ہوتا ہے۔ یہ زخموں کو بھرتا ہے۔ آنتوں کے زخم اور ضعف معدہ میں مفید ہے، اور ان کے رطوبات وغیرہ کو کھینچتا ہے۔ متعفن زخموں میں مفید ہے۔ کیوں کہ اس میں قوت تجفیف ہے۔ مختصر یہ کہ اس کا فعل وہی ہے جو قابض دواؤں کا فعل ہے اور ایسی قوت قبض ہے کہ دوسری قوتوں میں کمی نہیں ہوتی ہے یعنی اسہال شکم آنتوں کے زخم اور خون حیض کے زیادہ جاری ہونے میں بھی مفید ہے۔

لادان

یہ پہلے درجہ کے آخر میں بلکہ تقریباً دوسرے درجہ میں گرم ہے۔ اس میں کچھ قوت قبض ہے، اس کا جو ہر لطیف ہوتا ہے جس میں حدت ہوتی ہے۔ پس یہ معتدل طلیتین ہے۔ محلل و منفع اور رحم کی خرابیوں میں مفید ہے، کیوں کہ ان صفات کے ساتھ اس میں کچھ قوت قبض بھی ہے، جس سے یہ بالوں کو قوی کرتا اور گرے ہوتے بالوں کی جگہ پر نئے بال اگاتا ہے، کیوں کہ بالوں کی جڑوں کی رطوبت غریبہ کو ختم کر کے اپنی قوت قبض سے ان راستوں کو سکیرٹا ہے جن میں بال اگتے ہیں، لیکن داڑھی کے بال اور داء الثعلب پر بال اگانے میں تنہا یہ دوا کافی نہیں ہے اگرچہ یہ محلل ہے لیکن اس کے ساتھ ایسی دواؤں کو ملانے کی ضرورت ہوتی ہے جو زیادہ محلل ہوتی ہیں کیونکہ رطوبت غریبہ گاڑھے اور لیسدار رطوبت سے پیدا ہوتی ہے۔

لبلاب (عشق پیچاں)

یہ پہلے درجہ میں گرم و خشک ہے، خصوصاً تازہ لبلاب۔ کیوں کہ اس میں متفناد جو ہر

پاتے جاتے ہیں۔ جب تک یہ تازہ ہوتا ہے اس میں قابض اور تیز جوہر ہوتا ہے۔ یہ آبانی اسہال لاتا ہے اور مسہل دواؤں میں پہلے درجہ پر ہے، اسی لیے یہ بخاروں کے شروع میں نفع مادہ کے پہلے استعمال کیا جاتا ہے، جس طرح دوسری کمزور مسہل دوا میں مثلاً مغز خیارشنبہ اور املی وغیرہ استعمال کی جاتی ہے۔ اس کا پھوڑا ہوا پانی ۱۸ تولہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بلغم طبیعی یا گاڑھے بلغم کا اسہال کرتا ہے۔ تازہ بلباب کو شراب کے ساتھ پکا کر ضماد کرنا بڑے زخموں کو مندمل کرتا اور خراب زخموں کو چھا کرتا ہے۔ اور ان زخموں میں کھرنڈ پیدا کرتا ہے جو آگ سے جلنے کے سبب سے ہو جاتے ہیں۔ اس کے پتوں کو سرکہ کے ساتھ پکا کر کھانا طحال میں مفید ہے۔ اس فعل میں اس کا پھول زیادہ قوی ہے۔ اس کا پھوڑا ہوا پانی بطور سوط بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ سرمہ سے کان کی طرف گرنے والے مواد اور ناک اور کان کے پرانے زخموں میں مفید ہے۔

حنظل

یہ بہت تلخ دوا ہے لیکن اس کے کھانے سے تلخی کے افعال نہیں ہوتے کیوں کہ یہ بذریعہ اسہال جلد خارج ہو جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اسہال بلغم کی قوی دواؤں میں سے ہے۔ یہ مسہل دواؤں کے درجات میں سب سے آخری درجہ پر ہے۔ اندرون بدن کے مواد کو قوت کے ساتھ جذب کرتی ہے حدت کے سبب سے یہ دوا مہز بھی ہے یہاں تک کہ خراش پیدا کر دیتی ہے، اسی لیے بطور مصلح کثیراً اور مغز بادام کا استعمال ضروری ہے۔ اس کے استعمال سے بے چینی اور خلل پیدا ہوتا ہے اس کی اصلاح کے لیے مذکورہ مصلحات کے ساتھ بسد اور کبر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ دونوں حالتوں میں پستہ سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے اگر اس کا استعمال ہو سکے۔ اس کی مقدار خوراک ۳ رقی سے ۶ رقی تک ہے۔

صمغ (گوند)

یہ مغزی اور نجف ہے۔ اسی لیے سچ (آنتوں کی خراش) میں استعمال کیا جاتا ہے خصوصاً ایسا گوند جس میں تیز کیفیت نہ ہو، مثلاً کھربا اور گوند ہول۔

کزبرۃ (دھنیا)

یہ پہلے درجہ میں گرم ہے کیوں کہ یہ متھناد جو ہروں سے مرکب ہے، اس میں جزو تلخ، رطوبت ماتئیہ اور کچھ قوت قبض ہے اس لحاظ سے اس کے افعال مختلف اقسام کے ہوتے ہیں، مثلاً اگر آرد جو ملا کر لیپ کیا جاتے تو اس حرہ میں فائدہ کرتا ہے جو انحطاط میں ہو، اور اگر آرد باقلا ملا کر لیپ بنایا جاتے تو خنازیر کو تحلیل کرتا ہے اس کا پچوڑا ہوا پانی غذاؤں میں بہت استعمال کیا جاتا ہے اس سے سالن اور شور بے سبز ہو جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ایسی تمام غذاؤں میں استعمال کیا جاتا ہے جن میں سرکہ اور کانچی نہیں ڈالی جاتی اس کا بالخاصہ فائدہ یہ ہے کہ یہ اعلیٰ درجہ کا ہاضم ہے دھنیا ڈال کر گوشت پکایا ہوا خوشبودار ہوتا ہے اس کا پچوڑا ہوا پانی ۱۸ تولہ استعمال کرنا زہر قاتل ہے۔

قسط

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ کیوں کہ اس میں جو ہر ارضی سوختہ اور جہر ناری ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں بہت تلخی اور تیزی ہوتی ہے۔ اس مزاج کی حامل ادویہ کا ضمداء اعضاء کو سرخ بنانا اور اخلاط کو بیرون بدن جذب کرتا ہے اسی لیے لرزہ، پیشاب کے زیادہ ہونے، خون حیض کے زیادہ جاری ہونے میں مفید ہے، گرم شکم کو مارتا اور جھائیں کو دور کرتا ہے نیز عضلات کے پھٹنے اور خراب ہونے اور درد پہلو میں فائدہ کرتا ہے۔

سوسن ابیض (سفید سوسن)

یہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے کیوں کہ اس میں تلخی اور معتدل ماتئیہ ہوتی ہے، اسی لیے اس کا روغن بغیر جہن پیدا کیے ورموں کو تحلیل اور نرم کرتا ہے اسی سبب سے صلابت رحم کو تحلیل کرنے میں تمام دواؤں سے زیادہ مفید ہے۔ گرم پانی سے جلنے میں اس کے پتے کو پیس کر روغن گل ملا کر لیپ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس کی جڑ اس کے پتوں سے زیادہ قوی ہے اسی لیے یہ مدر حیض ہے اور صلابت رحم کو تحلیل کرتا ہے۔

زعفران

یہ دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہے منفع اور مقوی قلب ہے اس میں جوہر قبض اور جوہر گرم خوشبودار ہے۔ مسامات اور جلد کے مواد کو پکانے میں اس کی قوت قبض معاون ہوتی ہے۔

بصل (پیاز)

یہ چوتھے درجہ میں گرم ہے۔ اس کا جوہر گاڑھا ہوتا ہے اسی لیے جب مقعد میں ڈالی جاتی ہے تو اس کی رگوں کے منہ کو کھول دیتی ہے۔ اس کا پنچوڑا ہوا پانی نزول الماء اور اس دھند سے منید ہے جو گاڑھے اخلاط کے بلب سے ہو۔ اس میں رطوبت فصلیہ بھی ہے جس سے یہ جماع کے لیے مسہبان پیدا کرتی ہے۔

سرو

یہ پہلے درجہ کی ابتدا میں سرد یا معتدل ہے کیوں کہ پکساہٹ اس میں بہت زیادہ ہے ایتہ حرارت اور تیزی بھی کسی قدر موجود ہوتی ہے چنانچہ ان سب قوتوں سے مرکب ہو کر یہ استعمال نفع بخش دوا بن جاتی ہے۔ کیوں کہ بغیر حرارت اور پھین پیدائے ہوئے اس کی حرارت، قوت قبض کو تمدون جسم تک پہنچاتی ہے اسی لیے ارغاء اور تعفن پیدا کرنے والی بیماریوں میں اندرون جسم جسا شدہ مواد کو ختم کرتی اور اس طرح دور کرتی ہے کہ تکلیف نہیں ہوتی اور آخر کار صحت ہو جاتی ہے۔ دوسری گرم و خشک دواؤں میں بھی اس طرح کے فعل کی قوت موجود ہے لیکن یہ اس مقام پر دوسری رطوبات کو بھی جذب کرتی ہے۔ اسی لیے یہ دوا فتق کے لیے بہت منید ہے۔ مختصر یہ کہ اس کی حرارت، قوت قابضہ کے لیے گویا سہارا ہے۔

سعد (موتھہ)

اسا پودے کی جڑ استعمال کی جاتی ہے یہ پہلے درجہ کے آخر میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ کیوں کہ اس کا مزہ تیز اور کچھ کسلا ہوتا ہے۔ اس کے قوی ثوانی میں سے یہ

ہے کہ رطوبت کے سبب سے جن زخموں کا بھرنا مشکل ہوتا ہے ان میں یہ عجیب طور پر فائدہ کرتی ہے، اسی لیے یہ منہ کے زخموں میں بھی مفید ہے۔ نیز پتھری کو توڑتی، پیشاب لاتی اور حیض جاری کرتی ہے۔

حنّا (مہندی)

اس درخت کے پتے اور ٹہنیاں مستعمل ہیں۔ اس میں جو ہرارضی بارد اور عار دونوں ہوتے ہیں اسی لیے یہ بغیر چھن پیدا کیے بھف ہے۔ یہاں تک کہ ان زخموں میں فائدہ کرتی ہے جو قلاع کی جنس سے ہوتے ہیں تیز قلاع (منہ آنے) میں مفید ہے۔ اس سے زخموں کو آگ سے جلنے اور سوزش والے ورموں کے علاج میں استعمال کیا جاتا ہے۔

شوکران

اس کی کیفیت سے ظاہر ہے کہ یہ بہت ٹھنڈی دوا ہے۔

ماہودانہ

یہ یتومات کی قسموں میں سے ہے تمام یتومات کی طرح اس کا بیج بھی مسہل ہے یہ مسہل صفا ہے اس کی مقدار خوراک سات سے پندرہ بیجوں تک ہے۔ جس کا معدہ بہتر اور قوی ہو اور اسے استفراغ کی ضرورت ہو وہ بیجوں کو چبا کر کھائے اور جس کا معدہ کمزور ہو وہ مسہل بیجوں کو نگل جاتے۔

حماض

یہ دیکھتھی ہے اس کا بیج کھیلا اور ترش ہوتا ہے اسہال شکم اور آنتوں کے زخم میں مفید ہے۔

شیطرح (چیتا)

یہ چوتھے درجہ میں گرم ہے اس کی بوقوت اور مرزہ ہالون کے مانند ہے لیکن یہ اس

سے کم مجفف ہے۔

خیری (شب بو)

یہ دوسرے درجہ میں گرم ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ تلخ ہے۔ یہ مشیمہ کو نکالتا اور اسقاط حمل کرتا ہے۔ اس کا بیج اس کے پھول سے زیادہ قوی ہے۔ پھول کے سونگھنے سے دماغ کے سدے کھلتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ گردن میں لٹکانے سے مرگی میں فائدہ ہوتا ہے۔

گندر

یہ دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہے۔ کیوں کہ اس کا مزہ تلخ اور کسلا ہے۔ نرم اعضاء میں گوشت کو اگانے والی دوا ہے۔ اس میں زخم کو پکانے کی کچھ قوت بھی ہے قشار کندر میں قوت قبض نمایاں طور پر ہوتی ہے، یہاں تک کہ ادویہ مجففہ میں یہ تیسرے درجہ کی خشک دوا ہے، اس میں تیزی اور گرمی نہیں ہوتی ہے۔ اسی لیے نفث الدم، معدہ رطبہ، نرف الدم اور آنتوں کے زخم کے علاج میں استعمال کیا جاتا ہے۔

حضض (رسوت)

اس میں اعتدال کے ساتھ قوت رادع اور قوت محلل ہے۔ اس میں کچھ بیوسنت بھی ہوتی ہے۔ یہ آنکھ اور کان کی مخصوص دواؤں میں ہے۔ اس کے افعال بہت اور مختلف نوعیت کے ہیں جیسا کہ ایسے مزاج کی دواؤں میں پاتے جاتے ہیں۔

لوسیاخوس

ہمارے یہاں اندلس میں اس دوائے لوگ واقف ہیں یہ بالخاصہ خون کور وکتی ہے خواہ کسی جگہ سے خون جاری ہو۔ اس کا مزاج سرد و خشک ہے۔ اس کا پودا نالوں اور ندیوں کے کنارے اگتا ہے۔

بسباسمہ (جاوتری)

یہ ایک پوست ہے جو ہندوستان کے شہروں سے لائی جاتی ہے۔ اس میں مختلف قسم کے جوہر ہیں، جو ہر ارغنی زیادہ اور جوہر لطیف حار کم ہے۔ ہندوستان سے لائے جانے والے تمام خوشبودار مصالحہ جات کی طرح یہ بھی خوشبودار ہے۔ اس کا مزہ بہت کھٹا ہوتا ہے۔ نیز کچھ خوشبودار ہوتا ہے اس کی قوت اولیٰ یہ ہے کہ تیسرے درجہ میں خشک ہے لیکن اس دوا کا کوئی ایسا واضح فعل نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ اس میں کس درجہ کی گرمی و سردی ہے۔ اس کی قوت ثانیہ یہ ہے کہ سکیرتی اور مضبوط کرتی ہے اس کی قوت ثالثیہ ہے کہ اسہال شکم اور آنتوں کے زخم میں مفید ہے ابن وافد نے جالینوس سے نقل کرتے ہوئے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

ساذج (تیزپات)

اس کی قوت سنبل الطیب کی قوت کی مانند ہے۔

خبازا

اس میں ورموں کو تحلیل اور نرم کرنے کی قوت ہے۔

لفاح (لچھنا لچھنی)

یہ تیسرے درجہ میں سرد ہے۔ اس میں حرارت بھی ہوتی ہے۔ اس کے پھل (جو درہ اصل لفاح ہے) میں رطوبت ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ مرض سبات پیدا کرتا ہے۔ اس کی جڑ کے پوست میں قوت بھفہ ہے۔ جڑ کی قوت کمزور ہوتی ہے۔

رازیانج (سونف)

یہ تیسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہے اسی لیے یہ دودھ جاری کرتا ہے پیشاب لاتا، اور خون حیض جاری کرتا ہے یہ نزلہ وی مزاج والوں کے لیے مفید ہے اس کی

دو قسمیں ہیں، بستانی اور دشتی، بستانی زیادہ رطب اور دشتی زیادہ خشک ہے۔ چونکہ اس میں تیزی ہوتی ہے اس لیے اعضاء بول کی تقویت و اصلاح کے لیے مخصوص دوا ہے۔

مصطکی

یہ دوسرے درجہ میں گرم اور تیسرے درجہ میں خشک ہے، کیوں کہ اس میں قوتِ قابضہ اور قوتِ مغللہ ہوتی ہے۔ تمام اعضاء کے لیے عموماً اور معدہ کے لیے خصوصاً اس دوا کے مفید ہونے کی شہرت ایسی ہے کہ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

شونیز (کلونجی)

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ بہت تلخ نیز لطیف ہوتا ہے۔ اس کی پوٹلی بنا کر سونگھنا زکامِ بارد میں مفید ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کو مارتی اور نفع کو تحلیل کرتی ہے۔ تمام اقسام کے مسوں کو دور کرتی، حیض جاری کرتی اور تنفس انتہائی میں مفید ہے۔

اکلیل الملک (مانجنہ)

یہ دوا ورم کو تحلیل کرتی اور پکاتی ہے اس میں قوتِ رادعہ ہے یہ پہلے درجہ میں گرم و خشک ہے۔

عسل (شہد)

یہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ یہ غذا، دوائی ہے، خصوصاً بوڑھوں کے لیے یہ بہت مفید غذا ہے کیوں کہ ان میں اس سے اچھا خون بنتا ہے اور "شکر" ایک قسم کا شہد ہے لیکن یہ شہد کم گرم ہے اور اس میں قوتِ جلاء کئی کم ہے شہد کی طرح اس میں چھین پیدا کرنے کی کیفیت نہیں ہے۔ اسی لیے ان اعضاء کے لیے شہد سے زیادہ مفید ہے جنہیں قوتِ جلاء نقصان پہنچاتی ہے مثلاً معدہ، پھیپڑا اور مثانہ۔ یہ دونوں چیزیں چونکہ لذیذ اور طبیعت کے لیے مناسب ہوتی ہیں اس لیے اطباء نے شہدوں اور معجونوں کے لیے ان دونوں کو

بطور مادہ (زمین) بتایا ہے۔ شہد ان اعضاء کے لیے زیادہ مفید ہے جن میں زیادہ جلا اور تقطیع کی ضرورت ہوتی ہے۔ تازہ شہد کا فعل تقریباً وہی ہے جو شکر کا فعل ہے۔

خشخاش

خشخاش کی قسمیں زیادہ ہیں، تمام قسمیں سرد و تر ہیں۔ سفید قسم تیسرے درجہ میں اور سیاہ قسم چوتھے درجہ میں سرد و تر ہے۔ تخم خشخاش سفید، گرم مادوں سے ہونے والی کھانسی میں فائدہ کرتا ہے اور گرم اخلاط سے پیدا ہونے والے تامل سے پھیپھڑوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ یہ خواب آور بھی ہے خشخاش سیاہ تنہا مخدر ہے اور مرض سبات پیدا کرتا ہے۔

اُترج (بکورا)

اس پھل کا چھلکا معدر و جگر کو قوی کرنے میں مشہور ہے۔ یہ حرارت میں معتدل یا پہلے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ اس کے مزاج میں تیزی اس کے گرم ہونے کی دلیل نہیں ہے کیوں کہ تھوڑی حرارت میں جب بوسست ملتی ہے تو زیادہ چھین پیدا کرتی ہے۔ جالینوس نے کہا ہے کہ بوسست جب زیادہ ہو جاتی ہے تو حرافت (تیزی) کا کام کرتی ہے۔ اس کا بیج سرد اور بہت مجفف ہے اس کا مغز سرد و تر ہے یہ گاڑھے اخلاط پیدا کرتا ہے۔

مُو

اس کی جڑ استعمال کی جاتی ہے۔ یہ تیسرے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ یہ پیشاب لاتی اور تیض جاری کرتی ہے۔ اس میں رطوبت فضلیہ ہوتی ہے، جب کوئی شخص زیادہ تعداد میں لے کھا لیتا ہے تو رطوبت دماغ کی طرف چڑھ کر درد سر پیدا کرتی ہے

طرفا (جھاو)

اس دوا میں متعاد جوہر ہوتے ہیں، کیوں کہ اس میں قوت قبض اور قوت تحلیل ہوتی

ہے۔ یہ طحال کے لیے تمام دواؤں سے زیادہ مفید ہوتی ہے۔ اسی لیے لوگ کہتے ہیں کہ اس کی لکڑی کے برتن میں پانی پینے سے طحال کی بیماریاں نہیں ہوتیں اس کے پھل میں قوت قبض زیادہ ہوتی ہے، جو مازو کی قوت قبض کے قریب ہوتی ہے۔

آس (مورد)

اس پودے میں جو ہرارضی بارد زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے، کہ یہ کھیلا ہوتا ہے اس کا عالس ہونا بہت مشہور ہے۔

حرمل (اسپند)

یہ دوا دوسرے درجہ میں گرم ہے، گاڑھے اخلاط کو کاٹتی، پیشاب لاتی اور حیض جاری کرتی ہے۔ معدہ و پشت کے درد میں مفید ہے بلغم کا تنقیہ و اسہال کرتی ہے۔

سنبل

اس کی چند قسمیں ہیں ان میں بہتر مہندی ہے یہ پہلے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں جو ہرارضی بارد زیادہ، اور جو ہر ناری اور جو ہرارضی سوختہ تھوڑی سی مقدار میں ہوتا ہے۔ چونکہ اس میں یہ قوتیں پائی جاتی ہیں اور خوشبودار بھی ہے اس لیے یہ جگر اور معدہ کے لیے بطور ضمد یا مشروب بہت مفید ہے، کیونکہ یہ معدہ و جگر کو قوی کرتا اور ان مادوں کو خشک کرتا ہے، جو ان کی اور آنتوں کی طرف گرتے ہیں۔

خل (سرکہ)

اس کی کیفیت سے ظاہر ہے کہ اس میں جو ہر ماتی زیادہ ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں ترشی ہوتی ہے۔ اس میں جزء ناری بھی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مزے میں تیزی ہوتی ہے۔ اس کا زیادہ مقطع ہونا اس کے گرم ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ کیوں کہ فعل تقطیع میں اس کی لطافت معاون ہوتی ہے اور ترش چیز ترش ہونے کی حیثیت سے

مقطع ہوتی ہے۔ خصوصاً جب اس میں کیفیت عارہ بھی موجود ہو پس یہ دوسرے درجہ میں سرد اور تیسرے درجہ میں خشک ہے، خصوصاً پرانا سرکہ۔ سرکہ میں عفونت کو روکنے، اخلاط کو کٹنے اور لطیف بنانے کی قوتیں مشہور ہیں۔

برباریس

اس درخت کے پھل میں قوت قبض اور کچھ قوت تقطیع و تلطیف ہے۔ وہ تمام بیماریاں جن میں سیال مادے جاری ہوتے ہیں، یہ دوا انہیں روکتی اور بند کرتی ہے۔

البان الشجر (درختوں کے دودھ)

(دیوعات کے علاوہ) تمام درختوں کے دودھ میں سب سے زیادہ گرم و لطیف ہینگ ہے۔ اسی لیے یہ بہت محلل ہے۔ اس کو گردن میں لٹکانا بالخاصہ البھاۃ (کوا) کے لیے مفید ہے۔

کرسنہ (مٹر)

یہ دوسرے درجہ کے آخر میں خشک اور پہلے درجہ میں گرم ہے۔ اس کی کثرت استعمال سے بول الدم ہو جاتا ہے سخت اجسام و اعضاء کے زخموں میں گوشت بھرتا ہے۔

جاوشیر

گوند تیسرے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ بالخاصہ فائدہ یہ ہے کہ اوتار اور جوڑوں سے بلغم کو نکالتا ہے۔ یہ فائدہ ان گوندوں میں عام ہے جو مسہل اور خوشبودار ہیں۔ اس کی مقدار خوراک ساڑھے تین ماشہ سے ساڑھے چار ماشہ تک ہے۔

فلقل (مرچ)

درخت مرچ کی جڑ قسط کے مانند ہوتی ہے۔ اس کا پہل جب شروع میں نکلتا ہے

تو اس کو دار فلفل کہا جاتا ہے یہ فلفل سے زیادہ رطب ہے۔ فلفل کے خام پھل کو فلفل سفید اور پختہ پھل کو فلفل سیاہ کہا جاتا ہے۔ دونوں قسمیں تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہیں۔

بسیاج (کھنگالی)

اس کا نام برزیہ بھی ہے۔ یہ دو کیفیت اولیٰ میں تقریباً معتدل یا گویا معتدل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ زیادہ شیریں اور کھلا ہوتا ہے۔ بغیر چھن پیدا کیے مجفف ہے۔ بالخاصہ مرہ سودا کا اسہال کرتی ہے یہ ان دواؤں میں سے ہے جس کے استعمال سے قطعاً کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ یہ اقسیموں سے بہتر اس لحاظ سے ہے کہ اس میں کوئی غیر معتدل کیفیت نہیں ہوتی اس کی مقدار خوراک ۵ درہم (۳۵ ماشہ) سے بیس درہم (۷۰ ماشہ) تک ہے۔

فرا سیون (گندنا کوہی)

یہ دوسرے درجہ کے آخر میں گرم اور تیسرے درجہ کے درمیان یا آخر میں خشک ہے۔ یہ جگر و طحال کے سدوں کو کھولتا، پھیپڑے کا تنقیہ کرتا اور حیض لاتا ہے۔ اس کے تمام افعال وہی ہیں جو تلخ دواؤں کے ہوتے ہیں۔ اس کا پتھورا ہوا پانی شہد ملا کر بیٹائی کو تیز کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یرقان کے مریض اسے ناک میں سڑکتے ہیں۔ کان کا درد جب زیادہ عرصہ کا اور پرانا ہو جاتے اور سماعت کے راستہ کو صاف کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو اس کے علاج میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

وسخ الکور (شہد کی مکھی کے چھتہ کا میل)

یہ دوسرے درجہ کے آخر میں یا تیسرے درجہ کے شروع میں گرم ہے اس کی قوت ثانیہ یہ ہے کہ بہت جذب کرنے والی دوا ہے۔

یہ مقدار خوراک بہت زیادہ ہے حالانکہ دوسری طبی کتابوں میں زیادہ سے زیادہ خوراک چھ یا سات درہم ہے۔ غالباً یہ ناقل کی غلطی ہے۔

عاقرقھا (اکر کرہ)

اس پودے کی جڑ خصوصاً زیادہ استعمال کی جاتی ہے اس میں جلن پیدا کرنے کی قوت ہے۔ اس لیے یہ چوتھے درجہ میں گرم ہے، اسی لیے یہ دائرہ کے درد میں سکون پیدا کرتا اور اس کو ملنے سے جسم کی کستی دور ہوتی ہے نیز خدر اور استرخاء میں مفید ہے۔ مختصر یہ کہ اس کا مقوی ہونا مشہور ہے۔

فجیل (مولی)

یہ تیسرے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے اس کے تمام اجزاء میں اس کا بیج زیادہ قوی ہے، چہرے کے دھبے اور جسم کے کسی حصے میں جلد کے سبز ہونے میں مفید ہے۔ ان افعال میں جنگلی مولی بستانی سے زیادہ قوی ہے۔

الراوند (ریوند چینی)

یہ مرکب القوی ہے، کیوں کہ اس میں کچھ جوہر ارضی بارد ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ کسلا ہے۔ اس میں جزو ناری بھی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ تیز ہوتا ہے نیز اس میں جزو ہوائی ہے۔ اس کی دلیل اس کا نرم اور متخائل ہونا ہے جگر کے لیے مفید ہونے میں یہ بہت مشہور دوا ہے۔ جگر کے سدوں کو کھولتی اور اس کو قوی کرتی ہے۔ معدہ میں بھی اس کے افعال ایسے ہی ہیں۔ جالینوس اور دوسرے اطباء ریوند کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ حالبس شکم ہے، حالانکہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسہل ہے۔ دوسری مسہل دواؤں کی اصلاح کے لیے یہ عجیب و غریب دوا مسہل ہے، کیوں کہ اس دوا کے علاوہ تمام مسہل دواؤں میں کچھ سمیت ہوتی ہے۔ یہ مسہل ہونے کے ساتھ تمام اعضاء کی مقوی بھی ہے۔ لہذا یہ دوا مسہل کی اصلاح اس طرح کرتی ہے کہ اس کے فعل میں معاون ہوتی اور اس کے حرر کو روکتی ہے۔

کرفس

کرفس کو بی دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے، کیوں کہ اس کا مزہ تلخ و تیز ہے

یہ پیشاب لاتا، حیض جاری کرتا، نفخ کو تحلیل اور دور کرتا ہے۔ کرفس بستانی ان افعال میں اس سے کمزور ہے۔

اندراسیون

یہ بطورہ ہے اس پودے کی جڑ استعمال کی جاتی ہے یہ تیسرے درجہ کے تقریباً آخر میں گرم اور اسی درجہ کے آخر میں خشک ہے۔ عصبی بیماریوں اور گاڑھے اخلاط کے سبب سے سینے اور پھیپھڑے میں ہونے والی بیماریوں میں مفید ہے۔ اس کی دھوئی، دماغ کے گاڑھے اخلاط کو ٹکڑے کرتی اور اس کے سدوں کو کھولتی ہے۔ سڑے ہوتے دانت میں رکھنے سے اس کے درد میں سکون ہوتا ہے نیز تازہ زخم میں مفید ہے اس پودے سے پچوڑے ہوتے پانی کی قوت بھی وہی ہے جو اس پودے کی ہے۔ ان تمام افعال میں اس کا دودھ زیادہ قوی ہے۔

سذاب

سذاب دشتی جو تھے درجہ میں اور بستانی تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ کیوں کہ اس کے مزے میں حدت، تیزی اور تلخی ہے۔ اس کے تمام افعال وہی ہیں جو ایسے مزاج کی دواؤں کے افعال ہوتے ہیں نفخ و ریاح کو تحلیل کرنے کے لیے یہ بہت مفید دوا ہے۔ لیکن باہ کو کمزور کرتی ہے۔

زفت

زفت یا بس تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے اس میں گرمی سے زیادہ خشکی ہوتی ہے اور زفت رطب میں خشکی سے زیادہ گرمی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ لطافت ہوتی ہے جس سے یہ ربو کے مریض اور صفرا کی قے کرنے والے کے لیے مفید ہے۔ اس کی مقدار خوراک حسب ضرورت ۱۰ اوقیہ شہد کے ساتھ ہے۔ دونوں قسموں میں جلاء، نضج اور تحلیل کی قوتیں ہوتی ہیں۔ زفت رطب میں قوت نضج زیادہ ہوتی ہے۔ دونوں قسمیں ناخنوں کی سفیدی کو دور کرتی اور داد میں مفید ہیں بسپ کی دواؤں میں ملانے سے سخت ورموں کو پکاتی ہیں اس فعل میں زفت رطب زیادہ قوی ہے۔

دلہ (درخت چنار)

یہ پہلے درجہ میں سردوتر ہے۔ اس کے پتوں کو پیس کر لپ کرنا گھٹنوں کے ورم میں مفید ہے۔ اس کی بیج اور پھل میں قوت تجفیف ہے۔ اسی لیے سرکہ میں پکا کر کھلی کرنا دانت کے درد میں مفید ہے اس کی راکھ اس مرض میں مفید ہے جس میں جلد سے چھلکے نکلنے لگیں۔ اس کے پتے پر جو غبار جم جاتا ہے اس سے بچنے کی کوشش کرنا چاہئے کیوں کہ یہ قصبہ ریبہ، بینائی اور سماعت کے آلات کے لیے مضر ہے، ادب کو ہم لوگ "صفیرا" کہتے ہیں۔

عصی الراعی

یہ پودا دوسرے درجہ میں یا تیسرے درجہ کے شروع میں سرد ہے۔ کیوں کہ اس میں جوہر ارضی بارد اور جوہر مائی ہے۔ یہ معدہ کی سوزش اور حرہ میں مفید ہے۔ ریزش ہونے والے مادوں کو روکتا اور پھیرتا ہے۔ اسی لیے عورتوں کی کثرت حیض کو روکتا اور آنتوں کے زخم کو اچھا کرتا ہے۔ نیز نفث ادم اور کسی جگہ سے بھی زیادہ خون خارج ہونے کو روکتا ہے۔

ورد گل سرخ

اس دوا میں جوہر ارضی بارد و لطیف، جوہر ہوائی حار اور جوہر مائی ہے۔ اس کی دلیل اس کا مزہ ہے۔ اس کے عصارہ اور بیج میں قوت قبض ہے۔ یہ پہلے درجہ میں سرد و خشک ہے۔ معدہ جگر اور تمام اعضا کی تقویت کے لیے یہ خاص دوا ہے۔ اس میں اس کی اتنی شہرت ہے کہ تحریر کی ضرورت نہیں ہے۔

سماق

اس کے درخت میں قوت قبض و تجفیف زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے اجزاء میں اس کا پھل اور عصارہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔ کیوں کہ ان دونوں میں قوت قبض ظاہر ہے۔ یہ دوسرے درجہ میں سرد اور تیسرے درجہ میں خشک ہے۔ اس کے افعال ثنائی ظاہر ہیں کہ حابس شکم

ہے اور جریان خون کو روکتا ہے، اور اسی کے مانند اس کے دوسرے افعال ہیں۔
سکینج

دوسرے گوند کی طرح یہ گوند بھی مسخن، ملطف اور جالی ہے نزول الماء اور گاڑھے اخلاط کے سبب سے ہونے والی آنکھوں کی دھند میں بہنریں دوا ہے۔ مقل، جاؤ شیر اور انزروت کے مانند اوتار سے بلغم کو جذب کرتا ہے۔ یہ بات گوندوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس بات میں مقل اسہال کے لیے پہلے درجہ میں ہے۔ اس کے بعد سکینج اور جاؤ شیر کا درجہ ہے پھر انزروت ہے۔ سکینج کی مقدار خوراک ساڑھے تین ماشہ سے ساڑھے چار ماشہ تک ہے۔ اور بغیر چھین پیدا کیے ہوئے انزروت میں قوت تجفیف ہے اسی لیے چوٹ کے زخموں کو بھر دیتا ہے۔

نحصى الثعلب (ثعلب مصری)

اس پودے کا مزاج گرم وتر ہے اس میں رطوبت فضلیہ ہوتی ہے اسی لیے یہ جماع کے لیے برانگیختہ کرتی ہے۔ اس کو شراب سیاہ قابض کے ساتھ استعمال کرنے سے اس تشنج میں فائدہ ہوتا ہے جو جسم کے پیچھے جانب ہوتا ہے۔

کرفس

کرفس خصوصاً اس کا بیج اس درجہ کی گرم دوا ہے کہ یہ حیض لاتی، پیشاب جاری کرتی اور ریاہ و نفخ کو تحلیل کرتی ہے۔ اس کی چند قسمیں ہیں جن میں بعض زیادہ قوی ہیں۔ سب سے قوی وہ قسم ہے جس کا نام بطرسایون ہے۔

ہندباء (کاسنی)

یہ پودا بستانی اور دشتی ہوتا ہے دشتی پہلے درجہ میں سرد و خشک اور بستانی سرد وتر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزد کیلا اور تلخ ہے۔ اس میں تلخی سے زیادہ کیلا پن ہے۔ جگر کے لیے مفید ہونے میں اس دوا کی بہت شہرت ہے۔ یہ اپنے پورے جوہر سے جگر کے لیے مفید ہوتی ہے کیوں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جگر گرم اور جگر سرد

دونوں کے لیے مفید ہے لیکن جگر گرم کے لیے زیادہ موافق ہے کیوں کہ یہ اپنے پورے جوہر سے مفید ہوتی ہے۔ بغیر کسی قسم کی گرمی پیدا کیے ہوتے یہ جگر کے صفرا کو صاف کرتی اور رگوں کے منہ کو کھولتی ہے۔

شیح (درمنہ)

یہ بہت تلخ دوا ہے اس میں قوت قبض نہیں ہے اس لیے یہ معدہ کے لیے مضر ہے تلخ ہونے کے سبب سے یہ گرم شکم کو مارتا ہے دوسرے درجہ کے آخر میں گرم اور تیسرے درجہ میں خشک ہے۔

سیسالیوس

اس پودے کی جڑ اور اس کے بیج اس درجہ کی گرم دوا ہے کہ خوب پیشاب لاتی ہے نیز اس قدر لطیف ہے کہ مرگی اور تنفس انتہائی میں مفید ہے۔

سمسم (تل)

یہ پہلے درجہ کے آخر میں یا دوسرے درجہ کے شروع میں گرم اور تیسرے درجہ میں گرم وتر ہے اس کے روغن (شیرج) کا مزاج وہی ہے جو تل کا مزاج ہے۔

عنصل (پیاز دشتی)

پیاز کی اس قسم میں غایت درجہ کی قوت تقطیع ہے لیکن زیادہ گرم نہیں ہے بلکہ دوسرے درجہ میں ہے اسے بریاں کر کے یا پاکا کر استعمال کرنا چاہئے۔

حرشف

اس پودے کی جڑ کو تل کر شراب کے ساتھ کھائیں تو بہت بدبودار پیشاب آتا ہے۔ اسی لیے بغلوں اور جسم کی بدبو کو دور کرتی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ اپنے پورے جوہر سے عفونت کی ضد میں ہے یہ دوسرے درجہ میں گرم اور تیسرے درجہ میں خشک ہے یہ دوا غذائی

ہے اور بیگن کی طرح گوشت کے مزے کو اپنے اندر جذب کرتی ہے گوشت کے ساتھ پکانے سے لذیذ ہو جاتی ہے۔

ٹوم (لہسن)

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔

مُر

یہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ اس کے قوی ثوابت یہ ہیں کہ یہ شکم کے کپڑوں اور جنین کو مارتا ہے اس میں قوت جلاء ہے۔ اسی لیے ان رموں میں ملایا جاتا ہے جو آنکھ کے جانے پھولے کو دور کرنے کے لیے بناتے جاتے ہیں۔ ان دواؤں میں بھی ملایا جاتا ہے جو پرانی کھانسی اور ربو میں استعمال کی جاتی ہیں۔ کیوں کہ یہ بغیر خشونت پیدا کیے ہوئے اعتدال کے ساتھ جلاء کرتا ہے فعل انضاج میں یہ مشہور ہے۔ کیوں کہ یہ مادہ کو لطیف بنا دیتا ہے۔ اور مادہ میں اتنی غلظت و بیہوشت نہیں پیدا کرتا کہ باقی مادہ کا انضاج مشکل ہو جائے۔ اسی فعل کی وجہ سے اس کو دواء منفع کہا جاتا ہے کیوں کہ مر کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تخریب کے ذریعہ منفع ہے جبکہ یہ جالی ہے اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا مزاج حرارت انسانیہ کے مانند ہے کیونکہ یہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔

جزر (گاجر)

ستانی کا فعل کمزور اور دشتی کا قوی ہوتا ہے یہ پیشاب لاتا اور حیض جاری کرتا ہے اس کے تازہ پتے کالیپ آکلہ میں مفید ہے۔

اسطوخدوس

یہ پودا چند جوہروں سے مرکب ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں بکسارین، تلخی اور خوشبو ہے یہ پہلے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے اس کے افعال ثوابی و ثوابت میں سے کفح، جلاء، تمام اندرونی اعضا اور پورے جسم کا قوی کرنا ہے۔ اسی لیے اعیانہ (اعضائے شکنی) کے مریض کے لیے یہ مفید ترین دوا ہے خصوصاً وہ اعضا شکنی جو اخلاط کے غلبہ کی وجہ سے ہو

گندس

یہ اعلیٰ درجہ کی گرم ہے اور اس میں خشکی بھی ہے چھینک لانے والی دوا ہے۔ یہ زہر ہے اندرونی طور پر استعمال کے لیے نہیں ہے۔

میعہ

یہ دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ ملیں ہے۔ کھانسی زکام اور آواز بیٹھنے میں فائدہ کرتا ہے اس کا پلینا اور عمول کرنا مضر حیض ہے۔ دغان میعہ، دغان کندر کے مانند ہے۔

تین (انجیر)

غذا کے لحاظ سے اس کا تذکرہ ہو چکا ہے دوائی افعال یہ ہیں کہ خشک انجیر کا یہ گرم کو پکاتا اور تحلیل کرتا ہے۔ انجیر کی تمام قسمیں ملیں شکم میں۔ خام انجیر میں قوت کم اور انجیر دشتی میں زیادہ ہوتی ہے۔ جس پانی میں انجیر کو خوب جوش دیا جاتا۔ شہد کے مانند ہو جاتا ہے اس کے درخت کا مزاج گرم و لطیف ہے۔ خصوصاً اس کا دودھ اور عصارہ۔ اسی لیے یہ خیلان نامی مسوں کو صاف کر دیتا ہے۔ یہ سہل شکم ہے، اس فعل میں انجیر دشتی بستانی سے زیادہ قوی ہے۔

سلق (چقندر)

اس میں بورقیت ہوتی ہے، یہ بالی، تھل اور دماغ کے فضلات کو نتھنوں سے خارج کرتا ہے۔ پکانے سے اس کی بورقیت ختم ہو جاتی ہے۔ سفید چقندر میں قوت بلاء سیاہ سے زیادہ ہوتی ہے لیکن سیاہ میں کچھ قوت قبض بھی ہوتی ہے۔

صلبہ (میستی)

یہ دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہے اسی لیے یہ ورموں کو نرم کرتی

ہے۔ خصوصاً رحم کے سخت درموں کو۔

یتوع (تیز دودھ والا پودا)

یتوع کی تمام قسمیں بہت گرم ہیں دودھ سب سے زیادہ گرم ہوتا ہے۔ اس سے کم اس کے بیج پھر اس کے پتے پھر ان کی جڑیں۔ یتوع کی جڑ کو سرکہ میں جوش دیکر کھلی کرنے سے دانت کا درد خصوصاً سڑے ہوتے دانت کا درد دور ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اگر یتوع کا دودھ استعمال کیا جائے تو چونکہ یہ بہت تیز ہے اس لیے اس سے منہ اور صحیح دانتوں کو بچانا چاہئے کیوں کہ اگر منہ میں کسی جگہ گر گیا تو اس کو جلادے گا اس لیے سڑے ہوتے دانت پر اگر دودھ رکھنے کا ارادہ ہو تو پہلے اس کے ارد گرد موم کا حلقہ بنا لیا جائے۔ اسی بنا پر یتوع کا دودھ جو تکتے درجہ میں گرم ہے۔ اگر بدن پر اس کو لگایا جائے تو بال کو صاف کر دیتا ہے۔ اگر چند بار لگایا جائے تو اس جگہ کے بال کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا ہے۔ ہر قسم کے مسہ کو زائل کرتا ہے۔ سڑے ہوتے زخموں میں مفید ہے یہی افعال اس کے بیج کے بھی ہیں لیکن اس کا پتہ ضعیف ہوتا ہے۔

کتیرا (کتیرا)

کتیرا میں چپک پیدا کرنے کی قوت ہے۔ گرم چیزوں کی عدت سے ٹوٹتا ہے تمام گوندوں کی طرح اس کا مزاج بھی خشک ہے۔

حسک (خارحسک)

اس پودے میں جوہر رطب کے ساتھ کچھ برودت اور جوہر یابس بارد ہوتا ہے خشکی میں پیدا ہونے والے میں بیہوست زیادہ اور پانی میں پیدا ہونے والے میں جوہر مائی زیادہ ہوتا ہے۔ دونوں قسمیں ورموں کی رادعائیں۔ اس کا پھل گردوں میں پیدا ہونے والی پتھری کو توڑتا ہے۔ پہلے درجہ میں بارد اور رطوبت و بیہوست میں معتدل ہے۔

عنب الثعلب (مکو)

یہ دوسرے درجہ میں سرد و خشک ہے۔

پیوفاریقون

یہ مسخن ہے اس کا جوہر لطیف ہوتا ہے اس لیے یہ پیشاب لاتا ہے جب کوئی شخص اس کو کھانا پیا ہے تو صرف بیج نہ کھاتے بلکہ اس میں اس کے پھل کو ملا کر استعمال کرے۔ آگ سے جلنے کے مقام اور پھوڑوں پر بطور ضماد استعمال کرنے سے زخم منڈل ہو جاتے ہیں۔ اس کو باریک کر کے متعفن پھوڑوں پر بطور ذرور استعمال مفید ہے کمر کے درد میں بھی کچھ لوگوں نے مفید پایا ہے۔

الرزوفا

یہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک اور لطیف ہے جس دوا کا ایسا مزاج ہوگا اس کے افعال ظاہر ہیں۔ اسی لیے یہ سڈوں کو کھولنے اور اخلاط کو لطیف کرنے میں بہت مفید چیز ہے۔

العکس (مسور)

یہ قبض پیدا کرتا ہے لیکن زیادہ نہیں۔ یہ حرارت و برودت کے درمیان اور دوسرے درجہ میں خشک ہے، مسور کا صرف جرم عابس شکم ہے۔ اس کو پکا کر استعمال کرنا ملین شکم ہے جب تلبین کا ارادہ ہو تو چند بار پانی میں پکائیں، ہر بار پانی کو پھینکا جائے۔

الطحلب (کائی)

یہ دوسرے درجہ میں سرد و تر ہے۔

النخلة (درخت کھجور)

درخت کھجور کے تمام اجزا کا قابض ہونا ظاہر ہے لیکن اس کا پھل پکنے پر گرم ہوتا ہے اور شکوفہ کے پوست میں قوت تبخیف زیادہ ہوتی ہے۔

القوة

یہ پودا خوشبودار ہوتا ہے اس کی قوت سنبل کے مانند ہوتی ہے لیکن اکثر چیزوں میں

اس سے بہتر ہوتی ہے کیوں کہ یہ سنبل الطیب اور سنبل شامی سے زیادہ مدربول ہے۔

القننہ (بہروز)

اس گوند میں قوت ملیہ و مغللہ ہوتی ہے یہ تیسرے درجہ کے شروع میں گرم اور دوسرے درجہ کے شروع میں خشک ہوتا ہے۔

کماذریوس

یہ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ خشکی سے کچھ زیادہ اس میں گرمی ہوتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مزہ تلخ و تیز ہوتا ہے۔ یہ طحال کو گھلاتا، حیض اور پیشاب جاری کرتا، اخلاط کو کاٹتا اور اندرونی اعضا کے سدوں کو صاف کرتا ہے۔

کما فیطوس

یہ دوسرے درجہ میں گرم اور تیسرے درجہ میں خشک ہے اس کے مزے میں تلخی اور تیری ہوتی ہے سدوں کے سبب سے ہونے والے یرقان میں مفید ہے، حیض جاری کرتا اور پیشاب لاتا ہے۔

البزر قطنونا (اسپنول)

یہ تیسرے درجہ میں سرد اور رطوبت و بوسست کے درمیان ہے۔

الارمردہ (راکھ)

اس میں متغنا و کیفیات ہوتی ہیں کیونکہ اس میں اجزاء ارضی اور ایسے اجزاء ہوتے ہیں جو دھوئیں کے مزاج کے قریب ہوتے ہیں۔ یہ اجزاء دھونے سے ختم ہو جاتے ہیں دھونے کے بعد صرف جزء ارضی باقی رہتا ہے جو بغیر چھین کے خشکی پیدا کرتا ہے۔ جن چیزوں کی راکھ ہوتی ہے انہی کے لحاظ سے اس کا مزاج مختلف ہوتا ہے۔

الدرخان (دھواں)

ہر قسم کا دھواں گرم و خشک اور مجفف ہے۔ اس کے اس مزاج کے ساتھ اس میں اس

چیز کی قوت بھی ہوتی ہے جس کا دھواں ہے۔ اسی لیے کندر کے دھویں کو اطباء آنکھ پر گوشت لانے، آنکھ کے درم، آنکھ کی طرف رطوبت کے آنے اور پلکوں کے اگانے میں استعمال کرتے ہیں۔ کندر تلخ کا دھواں کندر کے دھویں کے مانند ہے۔ میعہ کا دھواں زیادہ قوی ہے۔ قطران کا دھواں زفت کے دھویں سے زیادہ قوی ہے۔ قوی دھوتیں مرض سلاق میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

فن طب میں زیادہ تر استعمال ہونے والی بناتی دوائیں یہی ہیں جن کا تجربہ جالینوس نے بھی کیا ہے۔

معدنی دوائیں

ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں:

الطین المختوم (گل مختوم)

یہ سرد و خشک اور مجفف ہے، معتدل قابض ہے زہروں میں مفید ہے، نفث الدم کو روکتی ہے آنٹوں یا جگر کے اسہال دموی میں مفید ہے۔ اس کا ضماد زخموں کو خشک کرتا ہے۔

الطین الارمیسی (گل ارمنی)

یہ بھی سرد و خشک اور قوی و مجفف ہے۔ اسہال شکم اور نفث الدم میں مفید ہے۔ پھیپھڑے اور سینے کے زخم کو خشک کرتی ہے، یہاں تک کہ پھیپھڑے کا زخم سخت ہو جاتا ہے اور مریض اسی حال پر زندہ رہتا ہے، خصوصاً جب وہ گرم علاقوں میں منتقل ہو جاتے۔ وہائی بیماریوں کے مریض کے لیے مفید ہے یہ مٹیاں ہمارے یہاں نہیں پائی جاتی ہیں، البتہ وہ مٹی جس سے ہمارے یہاں کتابوں پر مہر لگائی جاتی ہے جب چھان کر صاف کر لی جاتی ہے تو اکثر ان افعال کا ہونا بعید نہیں، اسی طرح انجبار کے بھی افعال ہیں۔

الشادنتہ (شادنج)

یہ بھی سرد و خشک ہے۔ پھولوں کے کھردرے ہونے میں مفید ہے شادنج مفسول آنکھ کے زخموں کو خشک کرتا ہے۔

طین الکوکب (گل کوکب)

اعتدال کے ساتھ سرد و خشک ہے مٹیوں میں اس کا جوہر سب سے زیادہ نرم ہے۔

المغرة (گیرو)

سرد و خشک ہے اس کو کھانے سے آنتوں کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

الجسین (گج)

یہ مجفف اور چکنے والا ہے۔ اس کے ساتھ سفیدی بیضہ، چکی کا غبار اور خرگوش کے نرم بال اور مکرے کا بال ملا کر شریان کے کٹنے کی جگہ پر لپک کرنا مفید ہے۔

اسفیداج الرصاص (سفیدہ سیسہ)

یہ سرد و خشک ہے، بغیر جھن پیدا کیے ہوتے مجفف ہے۔

النورة (چونا)

یہ بہت گرم ہے گوشت کو گھلاتا ہے۔ اسے چند بار دھو کر زخموں پر لگانے سے جھن پیدا کیے بغیر زخموں کو خشک کر دیتا ہے۔

حجر اللازورد (سنگ لاجورد)

مرہ سودا کا اسہال کرتا ہے مایٹھو لیا کے مریض کے لیے مفید ہے۔ بے ہررقوی مسہل

ہے۔ اس کی مقدار خوراک ساڑھے تین ماشہ سے پونے پانچ ماشہ تک ہے اس کو باریک کر کے ایسی پلکوں پر چھڑکا جائے جن کے بال گرم اخلاط کے سبب سے گرے ہیں تو بالوں کو اگا دیتا ہے۔ یہ کچھ جالی اور کچھ قابض ہے چونکہ گرم اخلاط کو ختم کر دیتا ہے اس لیے بالوں کو اگاتا اور عضو کو اس کے اصل مزاج پر لوٹا دیتا ہے۔

حجارة الاسنج (سنگ اسفنج)

گردے کی پتھری کو توڑنے میں بالخاصہ مفید ہے۔

اشمد (سنگ سُرمہ)

سرد اور قابض ہے آنکھ کی حرارت و رطوبت کے لیے مفید ہے آنسو کو خشک کرتا اور آنکھ کے زخموں کو صاف کرتا ہے گویا یہ اپنے پورے جوہر سے آنکھ کا مقوی ہے۔

التوتیا

تانبہ گلانے کی بھٹی میں پایا جاتا ہے اور کبھی اقلیمیا پگھلانے سے بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ توتیا مغسول کا مزاج خشک ہے اور خاص طور پر بغیر چہن کے خشک ہے یہ بھی آنکھ کی مشہور دوا ہے آنسو کو خشک کرتا، دھند کو صاف کرتا اور اس کی طرف مواد گرنے کو روکتا ہے۔

مرداسنج (مرداسنگ)

یہ مرنگ ہے حرارت و بیروودت میں معتدل اور مجفف ہے اس میں کچھ جلا ہے جس سے تر زخموں کا اندمال کرتا ہے۔

اقلیمیاء الذهب والفضتہ (سونے اور چاندی کا میل)

دونوں بارد، یابس، مجفف اور جالی ہیں۔ لیکن سونے کا میل زیادہ مجفف اور جالی ہے۔ چاندی کا میل سونختہ کرنے پر بغیر چہن پیدا کیے ہوتے مجفف ہے اور آنکھ کے زخموں کو مندمل کرتا

ہے۔ یہ دونوں عموماً اس دھوئیں سے پیدا ہوتے ہیں جو تانبے یا پانڈی کے پکنے کے وقت اٹھتا ہے۔

حبث الحدید (لوہے کا ٹیل)

یہ بہت مجفب ہے۔ اس کو خوب باریک کر کے سرکہ میں بھگو یا جاتے پھر پیا جاتے تو معدہ کے اسہال، طحال کے درد اور مقعد کی بیماریوں میں مفید ہے۔ اسی طرح جب مسلسل باریک کیا جائے تو ایسی دوا ہو جاتی ہے جسے کان میں ڈالنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

الملح (نمک)

اس کی چند قسمیں ہیں سب گرم و خشک ہیں ان میں قوت قبض و جلاء ہے بورہ نمک کی ایک قسم میں قوت جلاء زیادہ ہے اسی لیے یہ زیادہ ملین ہے۔

الزرنیخ الاصفر (ہڑتال زرد)

اس میں جلانے کی قوت ہے جب اس کو سوختہ کیا جاتا ہے تو زیادہ لطیف ہو جاتا ہے، لوگ اسے بال موٹڈنے میں استعمال کرتے ہیں۔

الکبریت (گندھک)

گندھک کی تمام قسموں میں قوت جاذبہ ہے کیوں کہ اس کا مزاج گرم اور اس کا جوہر لطیف ہے اسی لیے یہ حشرات الارض کے زہر کو دور کرتا ہے۔ استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو باریک کر کے ڈسنے کے مقام پر چھڑکا جاتے، یا اس میں تھوک ملا کر اس پر رکھا جاتے، یا پیشاب، روغن زیتون، شہد اور صمغ البطم میں سے کوئی ایک ملا کر اس پر رکھا جاتے۔ خارش تریا داج اور جلد سے بھوسا نکلنے میں بھی مفید ہے۔

الزنجار (زنگار)

اس کا مزاج گرم و خشک ہے گوشت کو گھلاتا اور کاٹ ڈالتا ہے اسی لیے ان زخموں

پر رکھا جاتا ہے جن میں زائد یا فاسد گوشت کو گھلانے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن سادہ زخمیوں کا اندمال نہیں کرتا۔

الزجاج (کسیس)

اس کی تین قسمیں ہیں زجاج سرخ، قلقطار اور زجاج سبز۔ ان قسموں میں جلانے اور قبض کی قوت ہے ان کی لطافت و غلظت بھی ایک دوسرے سے جداگانہ ہے سب سے غلیظ سرخ، اس کے بعد قلقطار پھر سبز ہے۔ گویا سرخ قسم قلقطار کا مادہ یا قلقطار کے بننے کی حالت ہے۔ اس کا مشاہدہ اس طرح کیا گیا ہے کہ قلقطار کا استعمال سبز کی طرف اور سرخ کا استعمال قلقطار کی طرف ہے۔ جالبینوس نے کہا ہے کہ جب وہ جزیرہ قبرص کی کان میں داخل ہوا تو تین لمبی چھڑیں پائیں۔ سب سے نیچے سرخ اس کے اوپر قلقطار اور سب سے اوپر سبز تھا۔ یہ ترتیب ہمارے قول کی دلیل ہے۔ گویا سبز کی نسبت قلقطار کی طرف ویسی ہی ہے جو زنگار کی نسبت تانبے سے ہے۔ زجاج سرخ گوشت میں کم چھن پیدا کرتا ہے، کیوں کہ اس کا جوہر غلیظ ہے قلقطار اور سبز زیادہ چھن پیدا کرتے ہیں۔ سرخ اور سبز نہیں پگھلتے اور قلقطار پگھلتا ہے کیوں کہ سرخ پتھر کی طرح منجمد ہوتا ہے اور سبز میں کھنگی زیادہ ہوتی ہے۔

الاسزب

یہ سیسہ ہے جس کے اجزاء میں جوہر بارد اور رطب زیادہ ہوتا ہے کیوں کہ برودت نے اس کو منجمد کر دیا ہے۔ اسی لیے جب سیسہ کو بعض عصارات مثلاً روغن گل یا روغن زیتون خام کے ساتھ ملا کر ہاون میں پیسا جاتے تو ان دونوں سے مل کر ٹھنڈک پہنچانے والی دوا بن جاتی ہے۔ یہ دوا عضو تناسل، پیڑو اور مقعد کے درموں میں مفید ہے۔ نیز سرطانی پھوڑوں اور ان مواد کے لوٹانے میں مفید ہے جو کان اور قدم کی طرف ریزش کرتے ہیں۔ اس کا پتھر پیڑو پر باندھنے سے احتلام کی شکایت دور ہو جاتی ہے لیکن آلات منیٰ کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کا باریک پتھر مڑے ہوئے عصب کو تحلیل کرتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان گوشت کے لحاظ سے اس میں قوت تکلیل ہے اگرچہ اس کے مزاج میں برودت زیادہ ہے۔

الحزف (ٹھیکری)

اس میں قوت جلاء و تجفیف ہے۔ ٹھیکری کی خاصیت
نوٹ : اصل کتاب میں یہاں عبارت چھوٹ گئی ہے۔ کاتب نے تصحیح کا نشان بنایا ہے۔ لیکن حاشیہ پر کوئی عبارت نہیں ہے۔

الزرزنج الاحمر (ہڑتال سُرخ)

اس میں جلائے کی قوت ہے۔

الشب (پھٹکری)

اس میں شدید قوت قبض ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے یونانی زمان میں اس کا نام "سن" ہے۔ اس کی چند قسمیں ہیں سب میں غلظت ہوتی ہے ان میں زیادہ بعیف سب بیماریاں ہیں۔

النحاس المحرق (تانبہ سوختہ)

اس میں حدت اور قوت قبض ہے اس لیے جب معسول کیا جاتا ہے اور اس سے دغانی جزئ نکل جاتا ہے تو زخم کو بھرنے والی دوا ہو جاتی ہے کبھی غیر معسول بھی جسم کو صحت جگہوں میں زخم کو مندمل کرتا ہے۔

توبال النحاس (دیگ چون = تانبے کا میل)

یہ تانبہ سوختہ اور تانبے کے برادہ سے زیادہ لطیف ہے اسی لیے جن شایعات میں اسے ڈالا جاتا ہے وہ بہت کھر درے پوٹوں کو تھلیل اور جلا کرتے ہیں۔

لزاق الذهب

یہ سہاگہ ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ معدنی اور مضموی۔ مضموی کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ موسم گرما میں تانبے کے ہاون دستے میں بچوں کا پیشاب ڈال کر پیا جاتا ہے۔ بہتر یہ ہے

کہ ہاؤن دستہ سرخ تانبہ کا بنا ہوا ہو۔ عموماً اس میں کھلانے کا عراج ہوتا ہے لیکن زیادہ جبین نہیں پیدا کرتا اور نجف ہے۔ معنوی، معدنی سے زیادہ نجف اور کم چکدار ہے معدنی کو جب جلایا جاتا ہے تو زیادہ لطیف ہوتا ہے۔

گوشت اور حیوانی رطوبتیں

اللبن (دودھ)

اچھا اور میٹھا دودھ تیز اور جبین پیدا کرنے والے نزلہ میں مفید ہے، نیز اعضاء کے خراب کیموس کو صاف کرتا ہے اعضاء میں لیس پیدا کرتا ہے، جس سے تیز اخلاط وہاں تک نہیں پہنچتے جیسا کہ سفیدی بیقہ کا فعل ہے۔ یہ فوائد اس وقت ہوتے ہیں جب دودھ نکال کر فوراً پیا جائے، یا اگر ہو سکے تو پستان سے پیا جائے، کیوں کہ ہوا کی حرارت سے بہت جلد اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اسی لئے خراب اخلاط والے اجسام میں ترشی کی طرف اس کا استعمال جلد ہو جاتا ہے۔ معدہ بارد میں منجمد ہو جاتا ہے اور دماغ میں امتلاء پیدا کرتا ہے۔ لیکن اعضاء اصلیہ کی رطوبت کے تحلیل ہونے کے بدل میں دودھ کی طرح کوئی دوسری چیز نہیں ہے، خصوصاً عورتوں کا دودھ، اس کے بعد گدھی کا دودھ، پھر بکری کا دودھ۔ اسی لیے یہ تمام دودھ سل کے مرلیضوں کے لیے بہت مفید ہیں۔ کیوں کہ یہ ایسا مادہ ہے جو اس مادہ اولی کے مانند ہے جس سے رطوبت اصلیہ بنتی ہے۔ اسی لیے پیدائش کے بعد بچوں کی یہ طبعی غذا ہے۔ دودھ کے یہ افعال یعنی تغذیہ، کچھ جلاء اور تطیب اسی سبب سے ہیں کہ یہ مختلف جوہروں سے مرکب ہے۔ مثلاً اس میں ارضی چیز یعنی ہمینیت ہوتی ہے، یہ چپکنے والا جز ہے۔ اسی طرح اس میں جز ہوائی یعنی جھاگ ہے جس کے سبب سے یہ مرطب ہے۔ اس میں پانی جیسا رقیق جز بھی ہے، (اسی مائیت کے سبب یہ جالی ہوتا) ہے، جب اس جز کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے تو صرف قوت جلاء نہیں رہتی۔ یہ ایسا ملین طبع ہے جو ادویہ مسہلہ کا مادہ بن سکتا ہے، احشاء کے متعفن فضلات اور ریم والے زخموں کو دھوتا اور صاف کرتا ہے جب ٹھوس نو ہے یا وزنی پتھر کو دودھ میں چند بار بکھایا جاتا ہے تو اسہال شکم کے لیے مفید ہوتا ہے اس میں لوہا زیادہ مفید ہے کیوں کہ اس میں قوت قبض ہے۔ ہر قسم کا

دودھ عموماً اس آشوب چشم کے لیے مفید ہے جو نزلہ حار سے ہو، چھین پیدا کرنے والے غلط سے رحم اور مقعد میں ہونے والے زخموں میں بھی مفید ہے۔ جب اس کے ساتھ مسکن دوائیں ملائی جاتی ہیں مثلاً تانبہ کی بھٹی سے حاصل ہونے والی ہر دوا تو اس وقت سرطان پھوڑوں کے لیے مفید ہے۔ اس سے غزہ کرنا منہ کے زخموں کے درد میں سکون پیدا کرتا ہے اور لوزتین اور کوئے کے لیے مفید ہے مختصر یہ کہ اس کا جو ہر نرم ہونے کے سبب سے چھین نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ دردوں میں سکون پیدا کرتا ہے، خصوصاً جب جوش دیا ہوا ہو۔ اسی لیے تیلنی مکھی کے کھانے میں یہ مفید ہے۔

الجبن (پنیر)

پرانا پنیر گرم و خشک ہے کیوں کہ اس میں نمک اور پنیر مایہ دونوں ہیں یہ جوڑوں کے درد میں مفید ہے مکھن میں ورم کو پکانے کی قوت ہے گھی اس سے زیادہ گرم ہے۔ یہ سخت جگہوں کے ورموں کو مکھن سے زیادہ پکاتا ہے۔ کیوں کہ اس کو پکا کر بنانے کے وقت اس میں نمک ڈالا جاتا ہے۔ مکھن کان کی بڑ اور کنج ران کے ورموں کو پکاتا ہے نیز دیگر نرم مقامات کے ورموں کو نفع دیتا ہے اس میں شہد ملا کر بطور عقوق استعمال کرنا سینہ اور پھیپڑے سے بلغم نکلانے میں مفید ہے۔

الانفحة

پنیر مایہ کی تمام اقسام گرم لطیف اور خشک ہیں۔ معدہ میں منجمد خون اور دودھ کو تحلیل کرتا ہے عابس معدہ ہے خصوصاً جب نامعلوم اسباب کی بناء پر اسہال ہو رہا ہو۔ اکثر لوگ بچوں کے اسہال میں ان کے پیٹ پر اسے گرم کر کے رکھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ خاصیت اخلاط کو ٹکڑے کرنے اور خشک کرنے کی جہت سے ہو۔

البیض (انڈا)

نذاتی لحاظ سے اس کا تذکرہ ہو چکا ہے دواء اس کے چند فوائد ہیں۔ بیضہ مرغ کی سفیدی چھین کو سکون دینے میں سب سے قوی دوا ہے اسی لیے آنکھ کے درد میں استعمال

کی جاتی ہے یہ عموماً ان تمام چیزوں میں استعمال کی جاتی ہے جن میں چہن کو سکون دینا مقصود ہو۔ مثلاً وہ پھوڑے جو مقعد اور پیڑو میں ہوتے ہیں نیز تمام خراب پھوڑے۔ کبھی ان دواؤں میں ملایا جاتا ہے جو اس شگاف کو بند کرتی ہیں جو پردہ دماغ کے پھٹنے سے ہوتا ہے زردی بیضہ کا جو ہر کبھی سفیدی بیضہ کے جوہر کے مانند ہوتا ہے اسی لیے پورے بیضہ میں روغن گل ملا کر مقعد اور اس ورم کے علاج میں استعمال کیا جاتا ہے جو پپوٹوں، کان اور پستان میں ہوتا ہے۔ یہ عموماً عصبی اعضاء مثلاً کہنی، انگلیوں کے وترات اور ہاتھ پیر کے جوڑوں کے علاج میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اطباء متاخرین اس قسم کے علاج میں سفیدی کے بغیر صرف زردی بیضہ استعمال کرتے ہیں اس کے استعمال کا مقصد درد میں سکون پیدا کرنا اور نضح ہے روغن زردی بیضہ اعضاء کے درد کو سکون دینے میں دوسری دواؤں سے زیادہ مفید ہے یہاں تک کہ لوگوں کے بیان کے مطابق بط اور مرغی کی چربی سے بڑھ کر ہے، مسلم بیضہ کو سرکہ کے ساتھ پکا کر کھانا ان مادوں کے لیے مفید ہے جو معدے کی طرف جاری ہوتے اور گرتے ہیں۔ بیضہ کے ساتھ کچھ عابس شکم دوائیں ملا کر پکایا جاتے اور اسہال شکم کے مریض کو کھلایا جاتے تو اس کے لیے مفید ہوتا ہے۔ ان مواقع میں جو دوائیں ملاتی جاتی ہیں ان میں زیادہ مفید شیرہ انگور خام، سماق اور اس کا عصارہ، مازو، پوست انار اور حب الاس ہے۔ ان سے کبھی زیادہ قوی گل انار دشتی ہے۔ آگ سے جلنے کی جگہ پر بیضہ خام رکھنا مفید ہوتا ہے۔ سینے اور دوسرے اعضاء کی خشونت کے لیے بیضہ نیم برشت مفید ہوتا ہے۔ خاکستر پوست بیضہ مرغ پیس کر چھاننے کے بعد بیاض چشم میں استعمال کرنا مفید ہے۔

الطرات (پتے)

تمام پتے گرم و خشک ہیں۔ حیوانات کے مزاج کے لحاظ سے ان کا دوائی فائدہ کم و بیش ہوتا ہے عموماً یہ ان شبافات میں ڈالے جاتے ہیں جن میں جلاء پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ خصوصاً پرندوں کے پتے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ایسے حیوان کا پتہ استعمال کرنا چاہئے جس کو کوئی ایسا مرض نہ ہو جس سے اس کے پتے میں تغیر واقع ہو گیا ہو معالجب میں اکثر مرغ کے پتے شبافات میں ڈالے جاتے ہیں۔

البول (پیشاب)

اس میں تیزی اور قوت ہلا، ہوتی ہے اسی لیے پرانے اور گندے زخموں میں مفید ہے۔

الزبل (گوبر)

سفید کتے کا براز خنق میں خاص طور پر مفید ہے۔ جو ہے کی نیگنی سے ان بچوں کو حقتہ کیا جاتا ہے جنہیں قبض ہوتا ہے۔ استسقاؤ کے مریضوں کے لیے گائے کے گوبر کا ایپ مفید ہے۔ مرغیوں کی بیٹ اس خنق کے لیے مفید ہے جو کھمبھی کے کھانے سے عارض ہوتا ہے کیوں کہ اس سے قے ہوتی ہے۔ اس کو سرکہ اور پانی میں پیس کر پینا چاہتے۔ مرض قولنج میں دردوں کا براز نکھلنا اور ران پھر باندھنا مفید ہوتا ہے۔ کیو ترکی بیٹ امراض بارہ مثلاً نقرس، شقیفہ بارہ، درد سر بلو، دوار، اور پیلو، شانوں، پشت، کلائی، گردے اور جوڑوں کے دردوں میں مفید ہے۔

اللحم (گوشت)

یالینوس اور جمہور اطباء نے کہا ہے کہ افعی (کالاسنپ) کے گوشت کو تریاق فلوک میں ملانے سے جلا میوں کو فائدہ ہوتا ہے اس گوشت کی قوت اولی تسخین و تحفیف ہے۔ اس گوشت سے اس مرض کے دور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مرض پیدا کرنے والے خلط کو یہ بیرون بدن کی طرف دفع کرتا ہے لہذا جو شخص اس کو کھاتا ہے اس کی حالت میں یہ تبدیلی ہوتی ہے کہ اس کی جلد سے چھلکے نکلتے ہیں پھر وہ تندرست ہو جاتا ہے۔

الشحوم (چربی)

ظاہر ہے کہ اس میں حرارت و رطوبت زیادہ ہوتی ہے اگرچہ حیوان کے مزاج کے مختلف ہونے سے چربیوں کا مزاج بھی مختلف ہوتا ہے۔ چربیوں میں سب سے زیادہ گرم و خشک شیر کی چربی ہے، بیل کی چربی گرمی و خشکی میں متوسط ہے۔ بکھڑے کی چربی زیادہ رطب ہے۔ بکرے کی چربی حقتہ کے لیے بہتر چیز ہے یہ بیل کی چربی سے زیادہ رطب ہے۔ بکری کے بچے

کی چربی زیادہ رطب ہے۔ مرغی اور بطی کی جبری تمام جریہوں میں زیادہ لطف ہے۔ اسی لیے دردن کو سکھان دینے میں اس کی قوت زیادہ ہے۔

المخ (مغز)

اعضاء صلبہ کے سخت اور ام کو کلیل کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے بارہ منکھاتے کی ہڈی کا سرخ گودا اور اس سے کم مفید پکڑے کی ہڈی کا گودا ہے۔ بوڑھے مرغ کا شور بہ ملین تسلیم ہے۔ عزیوں کا گوشت مزاج میں اعتدال پیدا کرتا ہے۔ سلطان، سوختہ دلوانے کتے کے کاٹنے میں بالخاصہ مفید ہے۔ مرغ کا گوشت سنکر مزے ہو لڑتا ہے۔ چکاوک کا گوشت جب سینہ یوں کے ساتھ پکا کر برابر کھایا جاتے تو درد قویج میں مفید ہے۔ خیر الطیب جسے لہانی میں طانا کہا جاتا ہے، اُسے کچل کر کٹے ہوئے عصب پر رکھنے سے فوراً فائدہ ہوتا ہے۔ سمندر میں پیدا ہونے والی وہ چیزیں جن کے فوائد مشہور ہیں، ان میں اسفنج اور قفرا لیبود ہے۔ یہ دوسرے درجے میں نرم و خشک سے تازہ زخموں کو چکاتا ہے جس سے خون بند ہو جاتا ہے۔ اسفنج لیبو میں قوت تحفیف ہے، بیرونی اعضاء پر رکھنے سے رطوبات کو اچھی طرح بند کرنا ہے۔ نف دریا کی تمام قسموں میں قوت جلاء و کلیل ہے اور اس کا مزاج گرم ہے۔

خاص خاص دوائیں ہیں جن کو حالینوس نے سان کسے اور جن کا تجربہ کیا ہے ان کے علاوہ علاج ذیل کچھ مشہور دوائیں ہیں، اگرچہ حالینوس نے انہیں بیان نہیں کیا ہے۔

الابلیجات (ہلیہ جات)

اس کی پانچ قسمیں ہیں، ہلیہ زرد، ہلیہ کابلی، ہلیہ ہندی، آملہ اور ملسہ۔ ان کی قوی اولیٰ یہ ہیں کہ یہ پہلے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں خشک ہیں۔ یوں کہ یہ جوہر ارضی بارد اور جوہر ارضی سوختہ سے مرکب ہیں ان میں برودت زیادہ نہیں ہوتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مزے میں کسلا پن اور تپنی ہوتی ہے۔ ہلیہ کابلی خصوصاً بہ آسانی اسپہال سودا کرتا اور اپنی کیفیت سے بلغم کو خشک کر دیتا ہے۔ اس خلط کی وجہ سے یہ پہلے درجہ کی دوا ہے۔ ہلیہ ہندی کی بھی خاصیت ہے، لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ

سودا، محترقہ کو جذب کرنے اور نکالنے کے لیے یہ مخصوص ہے۔ اس فعل کے ذریعہ یہ سر کی ان بیماریوں کو دور کرتا ہے جو معدہ کے سبب سے ہوتی ہیں کیوں کہ یہ جسم کی گہرائیوں سے جذب نہیں کرتا ہے۔ بلکہ صرف آلات غذا سے جذب کرتا ہے۔ اسی لیے اس کا برابر استعمال تو اس اور فکر کو تیز کرتا اور بڑھا پادیر میں لاتا ہے۔

ہلیلہ زرد

اس کی خاصیت یہ ہے کہ بہ آسانی لہفرا کا اسہال کرتا ہے ان دونوں قسموں کی مقدار خوراک سفوف کے طور پر ۱۴ ماشہ سے ساڑھے سترہ ماشہ تک اور نھیساندہ کے طور پر ۳۵ ماشہ سے ساڑھے اڑتیس ماشہ تک ہے۔

ہلیلہ

اس کے متعلق بھی لوگوں کا خیال ہے کہ یہ صرف صفرا کا اسہال کرتا ہے۔

آملہ

لوگوں نے اسے مسہل نہیں کہا ہے یہ اشتہاء غذا کو قوی کرتا، تھوک اور قے کو روکتا اور ذہن کو بہتر بناتا اور بوا سیر کے لیے مفید ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ پیاس کو روکتا اور باہ کو بڑھاتا ہے۔ اس بناء پر اس میں کچھ رطوبت ہوتی ہے۔

کشوث

اس کی قوت، افسنتین کی قوت جیسی ہے لیکن بالکل اس کے مانند نہیں ہے یہ جوہر قابض اور جوہر تلخ سے مرکب ہے، افسنتین کی طرح یہ بھی لفضج مادہ کے بعد بخاروں میں مفید ہے۔

بلاذر (بھلانوہ)

یہ چوتھے درجہ میں گرم اور تیسرے درجہ کے آخر میں خشک ہے۔ فاج اور استرغاء میں

مفید ہے رطوبت کے سبب سے اگر قوت حافظہ میں خلل واقع ہو تو اس میں اور قوت ذاکرہ میں فائدہ پہنچاتا ہے

بہمن

یہ گرم وتر ہے معدہ اور آلات تناسل کو اعتدال کے ساتھ حرارت بخشتا ہے شہوت کو قوی کرتا اور منی کو بڑھاتا ہے نیز سوداوی اخلاط میں مفید ہے۔

ترنجبین

یہ ایک رطوبت ہے جو خراسان اور اطراف ہند میں آسمان سے (جوانے کے پودوں پر) گرتی ہے۔ یہ عموماً (منجمد ہو کر) شکر کے مانند ہو جاتی ہے، یہ پہلے درجہ میں گرم وتر ہے۔ یہ بالخاصہ بہ آسانی صفرا کا اسہال کرتی ہے، لیکن یہ کمزور مسہل صفا ہے، اسی لیے گرم بیماریوں میں نفع مادہ کے انتقار کے بغیر استعمال کرائی جاتی ہے۔ یہ دوسری ادویہ مسہلہ کی طرح نہیں ہے کہ نفع مادہ کے بعد بیماریوں میں استفراغ کے لیے استعمال کی جاتے۔

تکرہندی (اصلی)

یہ تیسرے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں خشک ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں جو ہرمانی ہے چونکہ اس میں تھوڑی سی حرارت بھی ملی ہوتی ہے جس سے اس کی مائیت لطیف ہو جاتی ہے، مائیت کے نفوذ کے لیے یہ حرارت گویا آلہ ہے اسی لیے اس کا مزہ بہت ترش ہے بہ آسانی صفراء کا اسہال کرتی ہے بطور خیساندہ اس کی مقدار خوراک دس درہم سے پندرہ درہم تک ہے۔ اس کی ترشی میں کچھ کسلا پن بھی ہوتا ہے اسی لیے صفراوی معدہ کے لیے مفید ہوتی اور صفراوی قے کو دور کرتی ہے۔

جوزلبوا (جائپھل)

یہ تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے، خوشبودار ہوتا ہے معدہ کے اندرونی مسقات کو طاقت بخشتا اور متعفن اخلاط سے ان کا تنقیہ کرتا ہے سرد جگر و طحال کے لیے مفید ہے۔

حجر البازہر (سنگ بازہر)

تمام زہروں خصوصاً بچھو کے زہر میں اس کا فائدہ بہت مشہور ہے۔ اس کی مقدار خوراک چوتھائی درہم ہے۔

حجر الزبرجد (سنگ زبرجد)

یہ خون جاری ہونے میں خواہ کسی جگہ سے ہو مفید ہے۔ جس شخص کو زہریلے جانور نے ڈس لیا ہو اور اس کا زہر قلب تک نہ پہنچا ہو تو اس کو کھلانے سے قلب تک زہر کا اثر نہیں پہنچتا ہے اس کی مقدار خوراک ایک مثقال کا چھٹا حصہ ہے۔

زہرد (پنا)

اس کے متعلق بھی لوگوں نے بیان کیا ہے کہ یہ تمام زہروں خصوصاً کالے سانپ کے زہر میں مفید ہے۔ ۹ دانے اس کی مقدار خوراک ہے اس کو کھانے والا ابتداً اپنے جسم میں بہت درد اور اپنی قوت کے تحلیل ہونے کا احساس کرتا ہے۔ پھر اس سے افاقہ ہو کر فائدہ ہوتا ہے اس کے کھانے سے اسہال مزمن دور ہوتا ہے اور معدہ پر لٹکانے سے بھی یہی فائدہ ہوتا ہے۔

حجر العقیق (سنگ عقیق)

اس کا مزاج معتدل ہے کثرت الطمث اور دوسرے جریان خون کو روکتا ہے دانتوں میں مفید ہے اس کے حفزہ کو بھرتا ہے۔

لوء لوء (موتی)

اس کا مزاج خشک و لطیف ہے۔ یہ وجع القلب میں نافع ہے۔ یہ اپنے پورے جوہرے کراہٹ کو دور کرتا اور مقوی قلب ہے مرطوب آنکھوں کو قوت بخشتا ہے۔

خیار شنبہ (املتاس)

یہ بالخاصہ صفراہ محترقہ کا مسہل ہے، خون کی عدت کو ختم کرتا اور ورم کو تحلیل کرتا ہے آسانی سے اسہال لاتا ہے، اٹلی کے مانند یا اس سے کچھ قوی مسہل ہے، اس کی مقدار خوراک وہی ہے جو اٹلی کی ہے۔

خولنجان (کلنجن)

دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے، معدہ رطبہ کے لیے مفید ہے، منہ کو خوشبودار کرتا ہے اور ہاضم غذا ہے، اعصاب کو حرارت بخشتا ہے اور مقوی باہ ہے۔

حجر البجادی (سنگ بجادی)

مقوی بھر ہے اور بھارت کا محافظ، شب کوری اور دھند کو زائل کرتا ہے۔

زرنباد (زرچور)

تیسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہے، کاسر ریاہ غلیظہ ہے۔ زہریلے جانوروں کے کاٹنے کے زہر میں مفید ہے۔ بالخاصہ فائدہ یہ ہے کہ یہ ریاہ کو توڑتا ہے اور تھے کو روکتا ہے، اس کے پتے خوشبودار ہوتے ہیں بولس نے کہا ہے کہ یہ دار چینی کا بدل ہے۔

سبستان (سپستان)

یہ محیط ہے۔ پہلے درجہ میں گرم اور دوسرے میں تر ہے، صفراوی فضلات کا بہ آسانی اسہال کرتا ہے، اپنی قوت ترطیب سے خون کی عدت کو سکون دیتا اور قصبہ ریبہ کی خشونت کو دور کرتا ہے۔ ضیق النفس (دمہ) میں مفید ہے۔ اس کے جو شانڈہ کو گاڑھا پکا کر داء الثعلب یا داء الحیہ پر لپیٹ کر نابال کو آگاتا ہے۔

سندروس (چندوس)

دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے، اس کے دھوئیں کو سونگھنے سے دماغ کے فضلات

تخلیل ہوتے ہیں۔ یہ بالخاصہ اپنے پورے جوہر سے نزلات کے لیے مفید ہے آنکھ میں اس کا قطور جالے وغیرہ کو عجیب طور پر صاف کرتا ہے دانت کے درد اور مسوڑھے کے ہلنے میں مفید ہے۔

سنا

دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے اخلاط محترقہ اور رطوبات کے لیے معتدل مسہل ہے، لیکن گاڑھے اور سخت اخلاط کا اسہال نہیں کرتا۔ اسہال میں اس کی قوت جذب تقریباً وہی ہے جو غاریقون کی ہے لیکن غاریقون گاڑھے اخلاط کو نکالنے کے لیے مخصوص ہے۔ اس کی مقدار خوراک ساڑھے تین ماشہ سے ۷ ماشہ تک اور جو شانڈوں میں ساڑھے سترہ ماشہ سے ساڑھے چوبیس ماشہ تک ہے۔

سک المسک

گرم و خشک ہے۔ قابض اور مقوی اعضاء ہے اسہال اور قے کو روکتا ہے۔

سک العفص و سک البلیح (مازو اور خرمہ خام کا سک)

دونوں کا مزاج سرد ہے اور دونوں اسہال اور قے کو روکتے ہیں۔

شقاقل

گرم و تر ہے۔ منی کو بڑھاتا ہے اور محرک شہوت ہے۔

صندل

اس کی سرخ قسم زیادہ سرد ہے کیوں کہ یہ تیسرے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں خشک ہے اور زرد قسم جسے مقامرہ کہا جاتا ہے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے، دوسرے درجہ میں سرد اور پہلے درجہ میں خشک ہے۔ شدت حرارت اور اس سے ہونے والے خفقان میں اس کا استعمال مفید ہے۔ عادتاً معدہ اور گرم ورم پر اس کا لیب مفید ہوتا ہے۔

طبائشیر (بنسلوچین)

یہ بانس کی گرہ کی راکھ ہے۔ تیسرے درجہ میں سرد و خشک ہے، حرارت، سوزش، مرہ صفراء اور تقویت معدہ کے لیے اس کا بالخاصہ فائدہ ہے خفقان، بے چینی اور گھبراہٹ میں مفید ہے۔

عود الطیب (اگر)

تیسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ جالینوس نے اپنی کتاب "تجربہ طبیہ" میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی قوت دارچینی کی طرح ہے۔ بلکہ یہ دارچینی سے بڑھ کر ہے کیوں کہ اس کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ معدہ کی رطوبت کو خشک کرتا ہے۔ تلخی کی سیلا پن اور زیادہ خوشبو دار ہونے سے یہ دو تمام اعضاء ریسہ یعنی قلب، دماغ، جگر اور معدہ کے لیے دوسری دواؤں سے زیادہ مفید ہے گھبراہٹ اور رطوبت سے ہونے والے خفقان کو دور کرتا ہے۔ اعضاء ریسہ کو قوی کرنے کے سبب سے زہروں میں مفید ہے۔ اس کا دھواں تمام دھواؤں سے زیادہ خوشبو دار ہے۔ نزلات کے لیے مفید ہے۔

عنبر

یہ قفرالیہود کی ایک قسم ہے، کیوں کہ یہ بھی سمندر کے اندر پیدا ہو کر پانی کے اوپر تیرتا ہے۔ اس میں بہتر وہ ہے جو اشہب (سفید سیاہی مائل) ہوتا ہے۔ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ دماغ، قلب، معدہ اور تو اس کا مقوی ہے۔ سرد مزاج بوڑھوں کو فائدہ کرتا ہے۔ درد معدہ، انتوں کی گاڑھی ریاہ اور سردوں میں مفید ہے۔ بیرون جسم پر لپک کرنے سے تمام اعضاء خصوصاً اعضاء قوی ہوتے ہیں اور اس کا مستعمل استعمال مہلک و باقی امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔

عناّب

جالینوس نے اس دوا کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس کا خاص فائدہ بیان نہیں کیا ہے۔ اطباء عراق نے اس کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ خون اور صفرا کی حدت کو دور کرتا ہے، سینہ اور کھپڑے کی خشونت میں مفید ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ اپنے پورے جوہر سے

اس کے لیے نافع ہے۔ یہ پہلے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں تر ہے۔ یہ اپنی قوت تربیب سے خون کی مدت کو دور کرتا ہے۔

قوفل (ڈلی)

اس کی چند قسمیں ہیں، اس کی قوت مندلی جیسی ہے۔ ساڑھے تین ماشہ سے سات ماشہ تک کھانے سے اعتدال کے ساتھ اسہال ہو جاتا ہے۔

قرنفل (لونگ)

دوسرے درجہ کے آخر یا تیسرے درجہ کے شروع میں گرم و خشک ہے۔ تمام اعضاء رتیبہ کا مقوی اور سرد بیماریوں میں مفید ہے۔ قابض بھی ہے۔ تجربہ طبیہ میں جالیئوس نے اس دوا کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ پوست قرنفل کا بالخاصہ فائدہ یہ ہے کہ قوت ہاضمہ کو قوی کرتا ہے۔

الحبیب القرنفلی (رام تلسی)

اس کو فرنجشک کہتے ہیں۔ دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ دماغ کے سدوں کو کھولتی ہے۔ بلغم و سودا سے ہونے والے خفقان اور بواکیر کے لیے مفید ہے۔

فاقلہ صغیرة و کبیرة (الانچی خور دو کلاں)

دوسرے درجہ میں گرم و خشک ہے۔ جگر کے سدوں، سنگ گردہ، مرگی اور سرد دردوں میں مفید ہے۔ یہ خوشبودار مصالحہ میں سے ہے۔ معدہ کے لیے مفید ہے اور ہاضمہ غذا کے۔ آب انار کے ساتھ کھانا متلی اور کثرت سے میں مفید ہے۔

کافور

تیسرے درجہ میں سرد اور خشک اور بہت لطیف ہے۔ عفونت اور

گرم مادوں کا مقابلہ کرتا اور اسپہال صفراوی کو روکتا ہے۔ باہ کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا استعمال کرنے والا اپاہج ہو جاتا ہے۔ جس معدہ میں حرارت نہ ہو اسے بہت نقصان پہنچاتا ہے۔

لک (لاکھ)

یہ ایک قسم کا گوند ہے۔ دوسرے درجہ کے شروع میں گرم و خشک ہے۔ تقویت معدہ اور اس کے سدوں کو کھولنے کے لیے بہت مشہور ہے، نیز معدہ و طحال اور درد گردہ و مثانہ میں فائدہ کرتا ہے۔ باہ کو بڑھاتا ہے۔ اس کی مقدار خوراک پونے دو ماشہ سے ساڑھے تین ماشہ تک ہے۔

مسک

تیسرے درجہ کے آخر میں گرم و خشک ہے۔ خوشبودار چیزوں میں یہ سب سے قوی ہے۔ تقویت قلب اور رنج و خوف کو دور کرنے میں اس کی عجیب خاصیت ہے۔ مرگی، اختناق الرحم، غشی کی تمام بیماریوں، آنتوں کی غلیظ ریاح، مایخولیا اور سوداوی بیماریوں میں مفید ہے۔

لسان العصافیر (اندرجو)

خفقان میں فائدہ کرتا اور باہ کو بڑھاتا ہے۔

یاسمین (چنبیلی)

دوسرے درجہ کے آخر میں گرم و خشک ہے رطوبات اور بلغم کے لیے فائدہ مند ہے۔ بوڑھوں اور سرد مزاجوں کے لیے بہتر ہے، گاڑھے اخلاط سے ہونے والے درد سر میں مفید ہے۔ اس مختصر کتاب میں مشہور دواؤں میں سے جو کچھ بیان کرنا تھا وہ ہم نے تحریر کر دیا ہے اب ترکیب ادویہ کے قوانین بیان کیے جاتیں گے۔
(نوٹ: بعض ادویہ کی مقدار خوراک موجودہ مروجہ اور ان کی نسبت زیادہ بیان کی گئی ہے۔)

قوانین ترکیب ادویہ

ادویہ مفردہ کو مرکب کرنے کی ضرورت تین اسباب کی بنا پر ہوتی ہے۔ (۱) اکثر مواقع میں کسی دوا مفرد میں ایسی تمام قوتیں نہیں پائی جاتیں جن سے معالجہ یا حفظانِ صحت ہو سکے۔ (۲) ایسی قوتیں دوا مفرد میں موجود ہوتی ہیں، لیکن ان سے کم یا زیادہ مقدار میں ضرورت ہوتی ہے۔ (۳) دوا مفرد میں ایسی قوتیں بھی پائی جاتی ہیں جن کے استعمال کی ضرورت معالجہ اور حفظانِ صحت میں مقصود نہیں ہے، یا ایسی قوتیں بھی ہوتی ہیں کہ معالجہ اور حفظانِ صحت میں ان کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی۔

پہلی قسم ان مواقع میں استعمال کی جاتی ہے جن میں متضاد یا مختلف کیفیات کے پیش نظر معالجہ پورا ہوتا ہے۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔ (۱) مرض اور عرض کی طبیعتیں متضاد ہوں۔ (۲) مرض اور سبب متضاد ہوں۔ (۳) چند امراض ایک ساتھ ہوں، جن کی طبیعتیں متضاد ہوں۔ (۴) چند متضاد اسباب ایک ساتھ ہوں۔ (۵) مرض اور عضو کی طبیعتیں مختلف ہوں۔ عضو اپنے مزاج، شرافت و صغ اور مشارکت کی جہت سے مختلف ہوتا ہے۔

سبب اور مرض کے درمیان اختلاف کی مثال تپ عفونی ہے کیوں کہ اس حیثیت سے کہ یہ گرم و خشک مرض ہے اس کے لئے دوا مرطب کی ضرورت ہوگی، اور اس حیثیت سے کہ یہ متعفن خلط کے سبب سے ہے، اس کے لئے مجفف اور ملطف دوا کی ضرورت ہوگی۔ اسی قسم میں وہ رادع اور محلل دوائیں بھی شامل ہیں جو اورام کے زمانہ تیزید میں استعمال کی جاتی ہیں۔ طیب ایسے موقع پر مجبور ہوتا ہے کہ دوا رادع کے ساتھ دوا محلل کو بھی شامل کرے۔

متضاد قوتوں سے مرکب دواؤں کے فعل میں یہ شک ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جسم انسانی میں دو متضاد فعل ایک ساتھ ہوں۔ اس لئے کہ اگر دونوں فعل طاقت میں یکساں ہیں تو ہر ایک دوسرے کا مقابلہ کرے گا اور ان دونوں کا اثر جسم انسانی میں نہیں ہوگا اور دونوں معتدل ہو جائیں گے۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک فعل زیادہ قوی ہے تو قوی کا فعل ہو جائے گا اور کمزور کا فعل وہاں محسوس نہیں ہوگا۔ قوی ثوانی میں یہ شک واقع ہوتا ہے، قوی اولی میں نہیں، کیوں کہ جب ایک درم بابونہ کو ایک درم گل سرخ کے ساتھ ملا یا جائے گا تو یہ دوا اپنی کیفیات اولی میں معتدل اور اس میں قوت ردع و تحلیل بھی ہوگی۔ اس صورت میں حالت ایک ہی ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے کہا اس لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ دوا اپنی کیفیات اولی میں معتدل ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ یہ دوا جسم میں ایسی حرارت پیدا کرتی ہے جو پہلے درجہ کی حرارت

و برورت کے درمیان ہوتی ہے۔ اسی طرح کا حال قوی ثوانی میں بھی سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ ایک درم بابونہ کو مثلاً ایک درم گل سرخ کے ساتھ ملایا جائے گا تو اس دوا میں درج و تحلیل کا فعل ایسا ہوگا جو بابونہ کی قوت تحلیل اور گل سرخ کی قوت ردع کے درمیان ہوگا۔ یہ فروگزاشت اس وجہ سے ہوتی کہ لوگوں نے قوی ثوانی کو داخل نہیں کیا، کہ ان قوتوں سے فعل معتدل یا غیر معتدل کی معلومات ہوتی۔ دوا مرکب کا یہ فعل ایک ہی ہو سکے خود اس کے مزاج صناعی ہوں یا طبیعی، ایک سے زیادہ فعل نہیں ہوتا۔ کہ یہ کہنے کی ضرورت ہو کہ ایک دوا کی دو متضاد کیفیتیں ایک جگہ میں کیسے ہو سکتی ہیں، اور نہ یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ اس کا حال ویسا ہی ہے جیسا کہ قوت حس کا اپنے محسوسات کے ساتھ ہے کیوں کہ قوت حس ایک ہی ساتھ دو متضاد فعل ایک موضوع کی وساطت سے کرتی ہے، مثلاً رطوبت جلدیہ کے ذریعہ سیاہ و سفید کا ایک ساتھ ادراک کیا جاتا ہے، اسی طرح تمام اعضاء میں ایک ہی حصہ سے گرمی اور سردی کا احساس کیا جاتا ہے، جبکہ عضو کے ایک حصہ کو سرد پانی اور ایک حصہ کو گرم پانی میں ڈالا جائے، جیسا کہ جالینوس کہتا ہے۔ اس طرح کے قیاس سے یہ شک حل نہیں ہوتا جبکہ یہ فرض کیا جائے کہ دوا مرکب کے دو متضاد فعل ہیں کیوں کہ جو اس سے دو متضاد فعل اس جہت سے ہوتے ہیں کہ وہ ہیولانی نہیں ہیں۔ اس کا سبب دوسرے فن میں بیان کیا گیا ہے۔ ادویہ سے جسم پر جو انفعالات مرتب ہوتے ہیں وہ ہیولانی ضرور ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک وقت میں ایک ہی جگہ میں دو متضاد انفعالات موجود نہیں ہو سکتے، لیکن اس جہت سے موجود ہو سکتے ہیں کہ متضاد انفعالات مل کر کوئی اور شکل اختیار کر لیں، جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ زرد رنگ میں سفید و سیاہ موجود ہوتے ہیں۔ ورنہ دونوں اضداد کے عمل میں رکاوٹ ضرور ہوگی اگر دونوں میں مساوی یا اغلب کا فعل ہو۔ دوا مرکب کی نوعیت عمل واضح ہو جانے کے بعد اب باقی اقسام کی مثالیں سمجھنا ضروری ہیں۔

مرض و عرض کے تضاد کی مثال عفونی بخار اور غشی ہے، کیوں کہ بخار استفراغ و تیرید کا اقتضاء کرتا ہے اور غشی استفراغ و تیرید کے خلاف کا اقتضاء کرتی ہے۔ مختلف مادوں سے مرکب بخار کی مثال وہ بخار ہے جسے شطرنجب کہا جاتا ہے جو صفراء اور بلغم سے مرکب ہوتا ہے۔ مختلف اسباب کے جمع ہونے میں ادویہ کو مرکب کرنے کی ضرورت کی مثال وہ امراض ہیں جن کا سبب ایک سے زیادہ اخلاط ہوتے ہیں اس بنا پر ضرورت ہے کہ ایسی دواؤں کا مرکب تیار کیا جائے جو ایک سے زیادہ خلط کا استفراغ کر سکیں۔ ادویہ مسہلہ کے مرکبات تیار کرنے کی پہلی ضرورت یہی ہوتی ہے۔ ان دونوں قسموں یعنی امراض و اسباب کے مرکب ہونے میں تریاقی دواؤں کا مرکب ہونا بھی داخل ہے کیونکہ تریاق کے ذریعہ بہت سی بیماریوں کا مقابلہ اور ان سے تحفظ مقصود ہوتا ہے اس لیے تریاق کو ایسی دواؤں سے مرکب کیا جاتا ہے جن میں مختلف قوتیں اور زبروں سے مقابلہ کرنے کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں۔

ترکیب ادویہ کی ضرورت کی مثال مرض اور معدہ کی طبیعتوں کا اختلاف ہے، جبکہ معدہ میں تپ رق ہو جائے کیونکہ اس حیثیت سے کہ معدہ میں تپ رق ہے تبرید و تربیب کا اقتضاء ہوتا ہے اور اس حیثیت سے کہ یہ معدہ ہے تسخین و قبض کا اقتضاء ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس کھانسی کا حال ہے جو قہر یہ میں چکپے والے مارہ سے ہوتی ہے، کیوں کہ یہ مارہ تلطیف و تقطیع پاہتلا ہے اور یہ غش دواؤں سے ہوتی ہے اور پھیپڑا ہونے کی حیثیت سے تملیس کا اقتضاء ہوتا ہے۔

مرض اور عضو شریف کی طبیعتوں کے اختلاف کے وقت ترکیب ادویہ کی ضرورت کی مثال وہ درم ہے جو جگر میں درجہ انتہا کو پہنچ جائے۔ کیوں کہ اس حیثیت سے کہ یہ درم درجہ انتہا میں ہے اس میں استفراغ کا تقاضا ہوتا ہے، جیسا کہ اس کتاب کے باب حیلۃ البر میں عنقریب بیان کیا جائے گا۔ کیوں کہ اکثر چیزوں کا سبب یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ جزئی علاجی میں بیان کرنے کے لئے باقی رکھا جاتا ہے اسی لئے جالیونوس کہتا ہے کہ ترکیب ادویہ کا علم، حیلۃ البر کے علم کے بعد ہوتا ہے۔ شاید اس سلسلہ میں صورت حال اس کے برعکس ہے، کیوں کہ معالج کے وقت قوی اور ترکیب ادویہ کا علم ہونا چاہئے ورنہ ہمارے لئے علاج کرنا ممکن نہیں ہوگا چنانچہ یا تو فن ترکیب ادویہ کو فن معالج کا جزء قرار دیا جائے لیکن یہ ممتنع ہے، یا فن معالج کو پہلے بیان کیا جائے اور جو کچھ جزء علاج میں حسب ضرورت بیان کیا گیا ہے اس کے بعد فن ترکیب کو بیان کیا جائے۔ اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ درم اس حیثیت سے کہ عضو رتیس میں ہے اس میں زیادہ فائدہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی قوت کو زیادہ کیا جائے اور یہ قابض دواؤں کے ذریعہ ہوتا ہے یہ بات مرض اور عضو کی طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

عضو کی وضع سے ترکیب ادویہ کی ضرورت کی مثال یہ ہے کہ جب یہ ارادہ ہو کہ جوہر قابض کو جسم کی گہرائی تک پہنچایا جائے تو جگہ کے دور ہونے کے سبب سے اس کے ساتھ ایسی دوا ملائی جاتی ہے جو لطیف ہوتی ہے تاکہ جوہر قابض معاون ہو جائے۔ ادویہ مثلاً میں کھوڑی سی ذرا زنج (تیلنی مکھی) اور ادویہ قلب میں زعفران ملا نا اسی قسم میں سے ہے۔ نیز اسی قسم میں سے مرہوں میں (موم وغیرہ) ملا نا ہے جو جسم کے بیرونی اعضاء پر رکھے جاتے ہیں کیوں کہ بیرون اعضاء پر دوا نہیں ٹھہرتی ہے۔

مشارکت عضو کی جہت سے ترکیب ادویہ کی ضرورت کی مثال فم معدہ کا مرض حار ہے۔ مرض حار کے سبب سے فم معدہ میں زیادہ ٹھنڈک نہیں پہنچانا چاہئے کیونکہ فم معدہ کی مشارکت عضو بارد یعنی دماغ سے ہے۔ یہ سات تو انہیں ہیں، جب دوا مفرد میں وہ قوتیں موجود نہ ہوں جن کی ضرورت ہوتی ہے تو مختلف قوتوں کی دواؤں کی ترکیب میں ان قوانین پر عمل کیا جاتا ہے۔

اقسام اولیٰ میں سے قسم ثانی یعنی جب دوا میں وہ تین موجود ہوں جن کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ان سے مقدار میں زائد یا کم کی ضرورت ہو۔ اس قسم کی بھی چند قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ ادویہ کے افعال اولیٰ میں سے کوئی فعل مقصود ہو، اور ہمارے پاس ایسی دوا موجود بھی ہو جس میں یہ قوت ہو لیکن اس سے زائد یا کم قوت مقصود ہو تو اس وقت اس کے ساتھ دوسری دوا ملائی جائے گی جو اس کے فعل کو قوی یا کمزور کر دے۔ دوا کی قوت دو طریقوں سے کمزور ہوتی ہے، ایک یہ کہ اس میں ایسی دوا قوی کا اضافہ کیا جائے جو اس کی قوت کی ضد میں ہو۔ مثلاً جب ہمارے پاس تیسرے درجہ کی گرم دوا ہو اور ہمیں دوسرے درجہ کی دوا کی ضرورت ہو، تو اس میں پہلے درجہ کی ٹھنڈی دوا ملائی جائے گی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دوا قوی میں ایسی دوا کا اضافہ کیا جائے جس کی قوت اس کی قوت کے مشابہ ہو، ضد نہ ہو۔ لیکن پہلی دوا کی قوت سے اس کی قوت کم ہو۔ مثلاً ہمارے پاس تیسرے درجہ کی گرم دوا ہو، اور ہم اس کی حرارت کو کم کرنا چاہیں تو اس کے ساتھ ایسی دوا ملائی جائے گی جو پہلے درجہ میں گرم ہے۔ یہ قانون یعنی کم حرارت والی دوا زائد حرارت والی دوا کی حرارت کو کم کرتی ہے، اس کو جالینوس نے بھی صحیح قرار دیتے ہوئے گرم اور نیم گرم پانی کی دلیل پیش کی ہے کیوں کہ جب گرم پانی میں نیم گرم پانی ملا یا جاتا ہے تو اس کی حرارت کم ہو جاتی ہے۔

اس قانون پر یہ شک وارد ہوتا ہے کہ ایسی بیماریاں جو تیسرے یا چوتھے درجہ میں گرم ہیں، جب ان بیماریوں کے مریض کو ایسی دوا پلائی جائے جو دوسرے درجہ میں گرم ہے تو اسے نقصان پہنچاتی ہے، حالانکہ اس قاعدہ کی بناء پر اسے ٹھنڈک پہنچانا چاہئے۔ مثلاً تپ محرقہ کے مریض کو جب شہد پلایا جاتا ہے تو فوراً اسے بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اسی طرح جس کے سر میں شدید ٹھنڈک لگ جائے تو اس کے سر پر روغن گل لگایا جائے تو اسے بہت نقصان پہنچتا ہے۔

اس شک کے ازالہ کے لئے کہا جائے گا کم حرارت والی دوا میں جزء بارد کی بہ نسبت جزء حار جس قدر ہو دوسری دوا میں اس سے زیادہ جزء بارد کی بہ نسبت جزء حار ہو، مثلاً ایک درہم سنبل میں جزء بارد کی بہ نسبت جزء حار جس قدر ہے اس سے زیادہ ایک درہم فلفل سیاہ میں جزء بارد کی بہ نسبت جزء حار ہے۔ کیوں کہ ایک درہم فلفل سیاہ میں مثلاً پانچ اجزاء جزء حار ہیں اور ایک جزء بارد ہے اور ایک درہم سنبل میں دو اجزاء ہیں ایک جزء حار اور ایک جزء بارد۔ پھر جب ایک درہم فلفل سیاہ کے ساتھ ایک درہم سنبل کو ملا یا جائے گا تو اس مجموعہ میں فلفل سیاہ میں جس قدر جزء بارد تھا اس سے زیادہ حار کی بہ نسبت جزء بارد ہوگا۔ غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہے۔ دوا میں ان اجزاء کی حرارت یا برودت اگرچہ بالفعل موجود نہیں ہوتی لیکن اس سے اس فن میں

کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ یہ اگرچہ بالفعل نہیں ہوتی بلکہ بالقوہ اور بالفعل کے درمیان موجود ہوتی ہے اسی لیے اکثر بسیط اجزاء میں یہ ممکن ہے کہ ان اجزاء کو علیٰ غلظہ کر دیا جائے جن سے مصنوعی طور پر یہ مرکب ہوتے ہیں، جیسا کہ دودھ کا حال ہے۔ اس خیال کی تقویت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جس دوا میں اجزاء حارہ زیادہ ہیں وہ کم حرارت والے اجزاء کی دوا کے لحاظ سے حرارت غریزہ سے مشتعل ہونے کی صلاحیت زیادہ رکھتی ہے لیکن بعض جسموں میں چونکہ ان میں حرارت کی شدت ہوتی ہے اور ان کے اعضاء میں استعداد ہوتی ہے اس لیے جب تھوڑی حرارت والی دوا استعمال کی جاتی ہے تو اس دوا کے تمام اجزاء کا استعمال اجزاء ناری کی طرف ہو جاتا ہے۔ تپ محرقہ کے مریض کے لئے شہد کا استعمال ایسی ہی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ یہ کیونکر نہیں ہو سکتا جب کہ اس بخار میں آب خیار کا استعمال صفر کی طرف ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر یہ کہا جائے گا کہ ادویہ سے متعلق یہ قانون صحیح ہے۔

دوا کی قوت کو بڑھانے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ کمزور دوا کے ساتھ اسی کی جنس میں سے قوی دوا ملائی جائے۔ ان قسموں میں تیسری قسم یعنی جب ادویہ مفردہ کی قوت ثانیہ یا ثالثہ کو قوی یا کم کرنا مقصود ہو، اس کے بھی چند طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ جس دوا کی قوت ثانیہ کو کم کرنا ہو اس کے ساتھ ایسی دوا ملائی جائے گی جس کی قوت اس کی قوت کی ضد میں ہو، مثلاً جب دوا کی قوت تفتیح و تفتیح تیسرے درجہ میں ہو تو اس کے ساتھ ایسی دوا ملائی جائے گی جو پہلے درجہ میں مسدو ہے۔ پس یہ دوا دوسرے درجہ میں مفتوح ہوگی۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسی دوا ملائی جائے جس کی قوت تفتیح کم ہو، اس سے یہ لازم آئے گا کہ پہلی دوا کی قوت تفتیح کم ہو جائے گی، جیسا کہ کیفیات اولیٰ میں کم ہونا لازم آتا ہے، جب کہ زیادہ ملطف دوا میں جوہر ملطف کی بہ نسبت دوسری دوا کا جوہر مسدو بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

قوی ثوانی اور ثوالث کو قوی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس دوا کی قوت کو قوی کرنا مقصود ہو اس کے ساتھ ایسی دوا ملائی جائے جو اس فعل میں اس سے زیادہ قوی ہو۔ قوی ثوانی و ثوالث کو قوی کرنے کا دوسرا طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دوا کے ساتھ دوسری دوا ایسی ملائی جائے جس کی قوت ثوانی و ثوالث اسی درجہ کی ہو، کیوں کہ اطباء نے کہا ہے کہ تجربہ سے یہ بات پائی گئی ہے کہ جسم میں ایسی مرکب دوا کی تاثیر اس کی بہ نسبت زیادہ قوی ہوتی ہے کہ ہر ایک دوا کو مفرد استعمال کیا جائے۔ یہ اس وقت پایا جاتا ہے کہ مفرد کی جتنی مقدار ہو، دونوں دواؤں کو مرکب کرنے میں بھی ہر ایک کی اتنی ہی مقدار ہو، اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں دوائیں اگرچہ قوی ثوانی و ثوالث میں مساوی ہیں لیکن دونوں میں حقیقی مساوات ممکن نہیں ہے بلکہ تخمینی مساوات ہے، کیوں کہ یہ ضروری ہے کہ دونوں دواؤں کا جوہر لطافت، غلظت،

تکالیف، تداخل اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں میں مختلف ہو، جن کی وجہ سے ایک دوا دوسری دوا کے مغاثر ہے۔ اس بناء پر طبیعتوں پر ان دونوں دواؤں کا استعمال مشکل ہو جائے گا کیوں کہ ان دونوں دواؤں کے جو اثر مختلف ہیں۔ طبیعت سے ان کے استعمال کی مدتیں برابر نہیں ہوں گی۔ اس لئے مرکب دوا کا فعل جسم میں زیادہ ظاہر ہوگا، اور اس سے جسم میں انفعال و تاثر بھی زیادہ ہوگا، کیوں کہ جس دوا کا استعمال دیر میں ہوتا ہے اور جو دیر میں بدن سے نکلتی ہے، یہ اس دوا کو روکے گی جو جلد نکلتی ہے۔ چنانچہ مرکب دوا کا فعل زیادہ قوی ہو جائے گا۔ جلد استعمال والی دوا اعضاء میں نفوز کرتی ہے اور دیر میں استعمال والی دوا منہضم بھی نہیں ہوتی، پس اس حیثیت سے کہ یہ دوا مرکب ہے اس کا فعل جسم میں زیادہ قوی ہوگا۔ لیکن جب یہ بات قوی ثوائی و ثوالث میں تسلیم کر لی گئی تو لازماً قوی اولیٰ میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ شاید حقیقت ایسی ہی ہے، کیوں کہ قدما و معاصرین میں اکثر ایسی دواؤں کو ملاتے ہیں جن کی قوت اولیٰ، ثوائی اور ثوالث ایک ہی جیسی ہوتی ہیں۔ لیکن یہ سمجھنا چاہئے کہ ان کی قوتیں تقریباً ایک جیسی ہوتی ہیں کیوں کہ کم و ناقص ہونے میں ان کا مختلف ہونا ضروری ہے۔ یہ جب مفرد استعمال کی جاتی ہیں تو ان کا فعل عموماً نہیں ہوتا اور جب مرکب استعمال کی جاتی ہیں تو ان کا فعل ظاہر ہو جاتا ہے۔ ترکیب ادویہ کی ضرورت کے لئے تقسیم اولیٰ کی دو قسمیں بیان کر دی گئیں۔

تقسیم اولیٰ کی تیسری قسم یعنی وہ مقام جس میں دوا کی تمام قوتوں کے استعمال کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بعض کی ضرورت ہوتی ہے، اس کی بھی چند صورتیں ہیں، ایک یہ کہ ہر مقام میں دوا مفرد کی تمام کیفیات اولیٰ کے استعمال کی ضرورت نہ ہو، بلکہ ان میں سے صرف ایک کیفیت کی ضرورت ہو۔ مثلاً دواء حار و رطب ہو، اور ہمارا مقصود صرف قوت ترطیب استعمال کرنا ہو تو اس موقع پر اس کے ساتھ دواء بارد و رطب ملائی جائے گی۔ لیکن اس کی برودت ایسی ہو جو پہلی دوا کی حرارت کے مساوی ہو، جس سے یہ مرکب دوا حرارت و برودت میں معتدل ہو کہ صرف رطب ہو جائے گی۔ کیفیات اولیٰ میں سے ہر ایک کیفیت میں ایسا ہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دوا کے قوی ثوائی یا ثوالث یا دونوں کے استعمال کی ضرورت ہو، کیفیات اولیٰ کے استعمال کی ضرورت نہ ہو۔ مثلاً نجاروں میں تخم کرنس کے استعمال کی ضرورت سردوں کی تفتیح، اخلاط کی تقطیع اور ان کو پیشاب کے راستے سے نکالنے کے لئے ہوتی ہے۔ اس دوا کی حرارت و بیہوشت مقصود نہیں ہوتی۔ اس موقع پر اس کے ساتھ ایسی دوا ملائی جائے گی جو اس کی حرارت و بیہوشت کو توڑ دے، ایسی نہ ہو کہ اس کی قوت ثانیہ اس قوت کی ضد میں ہو جس کا استعمال مقصود ہے۔ مثلاً تخم کرنس کے ساتھ نیلوفر ملایا جائے۔ بلکہ اس کی قوت اس قوت کی معاون ہو جس کا استعمال مقصود ہو۔

مثلاً تخم کرفس کے ساتھ تخم تربوز یا تخم خیار ملایا جائے، کیوں کہ بارہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان دونوں تخموں میں قوت ادرا بھی ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کمزور قوت کی دوا جو قوی دوا کی جنس میں سے ہو اگر اسے قوی دوا کے ساتھ ملایا جائے تو قوی دوا کی قوت کو کمزور کر دیتی ہے۔ یہ ایسی بات ہے جس سے طبیب کو بلاشبہ پریشانی لاحق ہوتی ہے، کیوں کہ اس سے زیادہ پر وہ قادر نہیں ہے، جب کہ دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہو سکتی ہے، یا مثلاً تخم تربوز اور تخم خیار راکتقا کیا جائے لیکن اس سے مقصد حاصل نہیں ہوتا یا تخم کرفس پر اکتفا کیا جائے اس سے مریض کو نقصان پہنچے گا۔ علاوہ ازیں یہ ممکن ہے کہ جب دو معاون قوتیں ایک ساتھ ہو جائیں تو ان دونوں میں سے ہر ایک مفرد دوا کے فعل سے اس کا فعل زیادہ ہوگا، اگرچہ ان میں سے ایک کی قوت دوسری سے کمزور ہو۔ کیوں کہ سرکہ کے صرف تیز حرارت سے پتھری کو توڑنے اور جلد کو قطع کرنے کے افعال نہیں ہو سکتے، اس سے زیادہ بے بد بات یہ ہے کہ سرکہ کے صرف تیز حرارت سے یہ افعال ہوں۔ بلکہ ان دونوں قوتوں کے مجموعہ سے یہ افعال ہوں گے۔ اسی لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ جب کمزور دوا کو قوی دوا کے ساتھ ملایا جائے تو ان دونوں کے مجموعہ سے قوی فعل ہو۔ کیونکہ اجسام میں ادویہ کا فعل ایک اضافی امر ہے۔ درحقیقت یہ چیز دوا کے اجزاء کے تابع نہیں ہے، کیوں کہ بعض کم حرارت والی دوا، زیادہ حرارت والی دوا سے جسم انسانی میں زیادہ حرارت پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ تخم تربوز اور تخم کرفس کے مجموعہ کا فعل جسم انسانی میں صرف تخم کرفس کے فعل سے زیادہ ہو۔ اگرچہ تنہا تخم کرفس کے ذریعہ، جس سے تفتیح و تقطیع ہوتی ہے، اس سے زیادہ ہے جب کہ اسے تخم تربوز کے ساتھ ملایا جائے۔

یہ تمام باتیں اس شخص کے لئے واضح ہیں جس نے ادویہ کے سلسلہ میں پہلے بیان کردہ تحریر کو سمجھا ہے۔ یہ طب کا اہم قانون ہے۔ اس فن میں یہ کارآمد چیزیں ہیں بلکہ جب کوئی شخص پورے طور پر اس قانون کو ملحوظ رکھے تو دوا مفرد سے علاج نہیں کرے گا۔ قدم کی ترکیب میں بھی یہ قانون موجود ہے مثلاً سنگنجبین بزوری اگرچہ انھوں نے اس ترکیب میں بہت سی اصلاح نہیں کی ہے بلکہ سرکہ کے ذریعہ صرف حرارت کی اصلاح کی ہے سنگنجبین بزوری کی وضاحت مقصود نہیں بلکہ صرف سنگنجبین سادہ کا بیان مقصود ہے۔ اس میں انھوں نے شہد کی حرارت کو سرکہ سے روکا ہے، اور یہ شہد کی قوت ثانی کے معاون بھی ہے۔ لہذا ایسی ادویہ مفردہ کے انتخاب میں کوئی حرج نہیں، جن کے قوی اولی ایک دوسرے کے مضاد اور قوی ثانی معاون ہوں، مثلاً پیرسیاوشای اور اس کے علاوہ دوسری مفرد دوائیں۔ مختصر یہ کہ اس قانون کا فائدہ قوی ثانی و ثبات میں ہے۔ یہ جامع قانون اگرچہ قدم کی ترکیب میں موجود ہے لیکن اس کی طرف انھوں نے

اشارہ نہیں کیا اور نہ اس سے باخبر کیا ہے۔ جن لوگوں نے بہتر طور پر اس سے باخبر کیا ہے وہ بنو ہر کے اطباء ہیں، اس فن میں ان لوگوں کی کافی مہارت ہے بھی اس فن میں ان قوتوں کی بالکل اصلاح نہیں ہوتی جن کی اصلاح مقصود ہوتی ہے مثلاً ادویہ مسہلہ کا اعضاء رئیسہ کو ضرر پہنچانے کی اصلاح کبھی دوا کی بد مزگی کی اصلاح مقصود ہوتی ہے، اسی سبب سے معجونوں شربتوں میں شہد یا شکر ملائی جاتی ہے۔ باوجودیکہ بعض مواقع میں اس کی قوتیں دواؤں کی ان قوتوں سے متاخر ہو جاتی ہیں جن کا استعمال مقصود ہے۔ مثلاً جب قبض و تبرید کا استعمال مقصود ہو۔ یہ پانچ قوانین ہیں جن پر ترکیب ادویہ کے سلسلہ میں عمل کیا جاتا ہے۔ ایک قانون یہ ہے کہ چوں کہ ایسا نہیں ہے کہ دوا مفرد کو ملانے کی مقدار کے سلسلہ میں بھی چند قوانین ہیں، جن پر عمل کیا جاتا ہے، ایک قانون یہ ہے کہ دوا مفرد کو کسی بھی مقدار میں استعمال کیا جائے بلکہ دوا کی قوت و ضعف کے لحاظ سے اس کی ایک متعین مقدار ہے، اس لئے دوا مرکب میں کسی مفرد دوا کو ملانے کے وقت اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ تریاق کی طرح اس میں بنی قوی ات شیر ادویہ کی مقدار کم اور کمزور ادویہ کو زیادہ مقدار میں ملایا جاتا ہے۔

دوسرا قانون یہ ہے کہ مرکب دوا میں ایسی کثیر المنفعت مفرد دوائیں موجود ہوں جو اس مرکب سے مقصود ہوں اور باقی دوائیں اسی دوا کی معاونت کے لئے ملائی جاتی ہیں مثلاً دواء اللک اور اس کے علاوہ وہ مرکبات جن کے نام ایک دوا کی طرف منسوب ہیں۔ کبھی زیادہ فائدے کے لئے زیادہ مقدار ملائی جاتی ہے زیادہ مقدار میں دوا ملانے کا سبب کبھی عضو کی دوری ہوتی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب عضو کے لحاظ سے قوت دوا کمزور ہوتی ہے۔ کبھی یہ اسباب ایک دوسرے کے معاون اور کبھی مضاد ہوتے ہیں، معاین کی مثال یہ ہے کہ دوا مفرد زیادہ مفید ہو جو مرکب دوا میں مقصود ہے لیکن اس کی قوت کمزور ہو اور عضو دوری پر ہوتو ان حالات میں اس کی مقدار زیادہ رکھی جائے گی، اور جب اس کے خلاف باتیں جمع ہو جائیں تو یہ بہت تھوڑی مقدار میں ملائی جائے گی، خصوصاً جب تھوڑے فائدے کے ساتھ اس میں کچھ مضرت بھی ہو اور جب یہ اسباب ایک دوسرے کے مقابل ہوں تو درمیانی مقدار شامل کی جائے گی۔

ادویہ مسہلہ کی مقدار کو کم و بیش کرنے کے وہ اصول نہیں ہو سکتے جو باقی تمام دواؤں کے کم و بیش کرنے کے اصول ہیں۔ لہذا اس کو مرکب کرنے کے دو اصول ہیں۔ ایک یہ کہ ہر ایک دوا سے ملا کر پوری مقدار خوراک بنائی جائے۔ مثلاً اگر چار دوائیں ہیں تو ہر ایک سے چوتھائی مقدار خوراک لی جائے گی۔ پھر پورے مجموعے سے پوری مقدار خوراک استعمال کی جائے گی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک دواء مفرد سے پوری مقدار خوراک لی جائے۔ ادویہ کی مقدار کے سلسلہ میں ان تمام قوانین سے عمل کیا جاتا ہے۔

جب کوئی دوا مرکب کی جاتی ہے تو طبیب کے لئے یہ بات معلوم کرنا اہم ہے کہ اس مرکب دوا کے قوی ادلی، اور ثوانی و ثوالث کس درجہ میں ہیں۔ لہذا جب کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ دوا مرکب کی کیفیات اولی کس درجہ میں ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ دوا مرکب کی ادویہ مفردہ کے درجات پر غور کیا جائے، کیوں کہ یا تو یہ دوائیں ایک ہی قسم کی ہوں گی، یعنی تمام دوائیں گرم، یا سرد، یا خشک، یا رطب ہوں گی، یا ان دواؤں کی قوتیں متضاد ہوں گی، یعنی کوئی دوا حار، کوئی پارہ، کوئی یابس اور کوئی رطب ہوگی۔

پہلی قسم کی بھی دو صورتیں ہیں۔ یا ایک قسم کی دواؤں میں ایک ہی درجہ کی قوت ہوگی۔ مثلاً تمام دوائیں پہلے درجہ میں گرم یا خشک ہوں۔ یا ایک دوسرے سے درجہ میں زیادہ ہو۔ مثلاً بعض دوائیں حرارت میں معتدل ہوں، بعض پہلے درجہ میں، بعض دوسرے درجہ میں بعض تیسرے درجہ میں اور بعض چوتھے درجہ میں گرم ہوں۔

دوسری قسم کی بھی دو صورتیں ہیں، یا متضاد دواؤں کا تضاد ایک درجہ میں ہو، یا تضاد میں ایک دوسرے سے زائد ہو کہ ایک دوا تیسرے درجہ میں حار اور دوسری دوا پہلے درجہ میں بارہ ہو، یا ایک دوا دوسرے درجہ میں یابس اور دوسری دوا پہلے درجہ میں رطب ہو۔ کبھی ان چاروں اقسام کی مفرد دواؤں سے ایک دوا مرکب بنتی ہے بسط کا قانون معلوم ہو جانے کے بعد مرکب کا قانون معمولی توجہ سے لازمی طور پر معلوم ہو جائے گا۔ تو صحیح یہ ہے کہ پہلی قسم میں یعنی جس میں ادویہ مفردہ کی قوتیں ایک طرح کی اور ایک درجہ میں ہوں، ان سے جو دوا مرکب ہوگی، اس کی قوتیں بھی ویسی ہی ہوں گی جس درجہ کی قوتیں مفردات کی ہیں، جب کہ ان دواؤں کے ملنے سے ایسی صورت نہ ہو کہ جسم انسانی کے لحاظ سے یہ مرکب دوا مفردات سے زیادہ گرم یا زیادہ سرد ہو، خصوصاً ایسی ادویہ مرکب جن کی تھمیر ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ مفردات اور ان سے مرکب دوا کی قوت یکساں ہوتی ہے جب دوائیں ایک درجہ میں متضاد ہوں تو ظاہر ہے کہ یہ ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گی، جس سے دوا مرکب معتدل ہو جائے گی، لیکن اس کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ ادویہ مفردہ کی مقداریں وہی ہوں، جس مقدار میں یہ دوائیں پہلے درجہ کی قوت رکھتی ہیں۔ کیوں کہ ایسا نہیں ہے کہ دوا خواہ کسی مقدار میں ہو، پہلے

یا دوسرے درجہ میں گرم ہوگی۔ شہد دوسرے درجہ میں گرم اسی وقت ہوگا جب دواوقیہ (۶ تولہ) کی مقدار میں استعمال کیا جائے گا، اور صندل دوسرے درجہ میں سرد اسی وقت ہوگا جب ڈیڑھ یا دو درہم کی مقدار میں استعمال کیا جائے۔ مثلاً دو درہم صندل، دواوقیہ شہد کے مقابل میں ہوگا، نہ کہ دو درہم شہد، دو درہم صندل کے مقابل میں۔ اگر دوا مرکب میں ادویہ مفردہ کی قوتیں ایک درجہ میں متضاد نہ ہوں، بلکہ مثلاً ایک دوا پہلے درجہ میں سرد اور دوسری دوا تیسرے درجہ میں گرم ہو، یا ایک دوا دوسرے درجہ میں سرد اور ایک دوا چوتھے درجہ میں گرم ہو، تو بارد دوا میں جس درجہ کی برودت ہے اتنی ہی مقدار میں حار دوا کی حرارت کو کم کرے گی۔ اگر ایک درجہ میں بارد ہے تو حرارت کا ایک درجہ کم کرے گی، اگر دو درجہ میں بارد ہے تو حرارت کے دو درجہ کم کرے گی۔ پس پہلے درجہ کی بارد دوا تیسرے درجہ کی گرم دوا کو دوسرے درجہ کی گرم دوا بنا دے گی۔ اسی طرح تیسرے درجہ کی بارد دوا چوتھے درجہ کی گرم دوا کو دوسرے درجہ کی بنا دے گی۔ کیوں کہ بارد دوا ہمیشہ گرم دوا کے درجوں کی تعداد کے مقابل ہوتی ہے اسی لئے ایک درجہ کی حار اور بارد دوا میں ایک دوسرے کے مقابل میں ہوتی ہیں، اور دوسرے درجہ کی بارد دوا تیسرے درجہ کی دوا کو پہلے درجہ میں لے آئے گی۔ یہ تمام باتیں اسی وقت ہیں جب ادویہ مفردہ کی مقداریں مساوی ہوں، یعنی قوت میں مساوی ہوں نہ کہ وزن میں، اور جسم میں دوا کا فعل جن درجوں میں ہوتا ہے ان میں سے پہلے درجہ میں دوا کا وزن کم ہو۔ پس اگر متضاد ادویہ کی قوتیں کم و بیش ہوں اور ان کی مقداریں بھی کم و بیش ہوں تو اس صورت میں اگر کمزور دوا کی مقدار زیادہ ہو، مثلاً کم مقدار والی قوی دوا سے دو گنی ہو تو دوا قوی کے اس درجہ کے علاوہ جو اپنی کیفیت سے کم کرتی ہے، ایک دوسرے درجہ کو بھی کم کرے گی۔ مثلاً جب تیسرے درجہ کی حار دوا، اور پہلے درجہ کی بارد دوا ہو، اور دوا بارد اس مقدار سے دو گنی ہو، جس میں دوا کا فعل ظاہر ہوتا ہے اور دوا حار کی مقدار کم ہو تو دوا بارد، دوا حار کو نہ صرف دوسرے درجہ میں بلکہ پہلے درجہ میں لے آئے گی۔ اور اگر دوا بارد کی مقدار، دوا حار سے تین گنی ہو تو دوا حار کو معتدل بنا دے گی۔ لیکن جب دوا بارد یا دوا حار کی مقدار پہلے درجہ کی مقدار سے کم ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اگر صورت اس کے برعکس ہو، یعنی دوا قوی کی مقدار، کمزور دوا کی مقدار سے زیادہ ہو تو کمزور دوا اپنی مقدار کے لحاظ سے قوی دوا کے درجہ کو کم کر دے گی۔ پس اگر قوی دوا کی مقدار قوت، کمزور دوا کی مقدار قوت سے دو گنی ہو۔ مثلاً کمزور دوا پہلے درجہ میں گرم اور قوی دوا تیسرے درجہ میں سرد ہو تو گرم دوا سرد دوا کو تیسرے درجہ سے دوسرے درجہ میں نہیں بلکہ دوسرے اور تیسرے درجہ کے درمیان

میں لائے گی۔ ان تمام باتوں کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی دوا، تھوڑی مقدار سے دوگنی ہو جاتی ہے تو اس کی کیفیت بھی دوگنی ہو جاتی ہے، اور حرارت یا برودت میں اپنے درجہ سے نکل کر دوسرے درجہ میں آجاتی ہے۔ اسی لئے جب کوئی شخص تیسرے درجہ کی گرم یا سرد دوا کو پہلے درجہ کی مقدار سے چند گونہ زیادہ استعمال کرے تو یہ دوا ضرور قاتل ہوتی ہے جس طرح زہریلی دوائیں قاتل ہوتی ہیں۔ وہ دوائیں جن کی قوتیں ایک جنس کی اور درجہات مختلف ہوں، اس کا قانون بھی یہ ہے کہ کم قوت کی دوا، قوی دوا کی قوت کو کم کر دیتی ہے، اس کا سبب بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس کو اس طرح تصور کرنا چاہئے کہ جب متضاد قوتوں والی دوائیں تضاد کے لحاظ سے ایک دوا دوسری دوا کے درجہ کو کم کرتی ہے، مثلاً پہلے درجہ کی دوا، بارہ، دوسرے درجہ کی دوا، حار کے درجہ کو اسی قدر کم کرے گی جس قدر اس میں برودت کا اضافہ ہوا ہے اور یہ ایک درجہ ہے، اسی طرح ایک جنس کی قوتوں والی دواؤں میں کمزور دوا، قوی دوا سے اسی قدر کم کرے گی جس قدر قوی دوا سے اس کا تناسب زیادہ ہے۔ مثلاً پہلے درجہ کی گرم دوا کی نسبت دوسرے درجہ کی گرم دوا سے زیادہ ہے اور تیسرے درجہ کی گرم دوا سے کم ہے۔ اس بناء پر ایک جیسی قوتوں کی دواؤں میں معتدل دوا اپنے اوپر کی قوت والی دوا کی قوت کو کم کرے گی، کیوں کہ یہ اعتدال کے قریب ہے پھر وہ دوا جو پہلے درجہ میں ہو۔ پھر وہ دوا جو دوسرے درجہ میں ہو، اس کے بعد وہ دوا جو تیسرے درجہ میں ہو۔ مثلاً جب حرارت میں معتدل دوا دوسرے درجہ کی گرم دوا کے ساتھ ملانی جائے تو اس کی قوت ایسی نہیں ہے کہ دوسرے درجہ کی گرم دوا کو پہلے درجہ میں لے آئے، کیوں کہ یہ کام پہلے درجہ کی بارہ دوا ہی کرتی ہے، بلکہ معتدل دوا اس سے کم قوت کو گرا سے گی۔ کیوں کہ پہلے درجہ کی گرم دوا میں معتدل کی نسبت برودت کم ہوتی ہے، جس طرح معتدل میں پہلے درجہ کی بارہ دوا سے برودت کم ہوتی ہے۔ اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ معتدل دوا دوسرے درجہ کی گرم دوا کی قوت کو ویسا ہی کم کرے جس طرح پہلے درجہ کی بارہ دوا کم کرتی ہے۔ یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ پہلے درجہ کی گرم دوا، دوسرے درجہ کی گرم دوا کی قوت کو ویسا ہی کم کرے جس طرح معتدل دوا کم کرتی ہے۔ نیز یہ ممکن نہیں ہے کہ دوسرے درجہ کی گرم دوا، تیسرے درجہ کی گرم دوا کی قوت کو ویسا ہی کم کرے جس طرح پہلے درجہ کی گرم دوا کم کرتی ہے، اور اس سے زیادہ معتدل یا پہلے درجہ کی بارہ دوا کم کرتی ہے۔ یہ تمام باتیں اس وقت ہوں گی جب قوت کی مساوات محفوظ ہوگی۔ غور کرنے سے یہ باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔

موجودہ دوا کے اطباء چوں کہ ان چیزوں سے واقف نہیں ہوتے اس لئے کہتے ہیں کہ پہلے درجہ کی

گرم دوا، جب تیسرے درجہ کی گرم دوا کے ساتھ ملانی جائے تو اس کا ایک درجہ کم کر دیتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب تیسرے درجہ کی گرم دوا کے ساتھ پہلے درجہ کی سرد دوا ملانی جائے گی تو اس وقت تیسرے درجہ کی دوا کو کس درجہ میں لائے گی، اگر وہ یہ کہیں کہ دوسرے درجہ میں لائے گی تو اس صورت میں پہلے درجہ کی گرم دوا اور پہلے درجہ کی سرد دوا، دونوں ہی اسے دوسرے درجہ میں لاتی ہیں، اور اگر یہ کہیں کہ پہلے درجہ کی سرد دوا، تیسرے درجہ کی گرم دوا کو پہلے درجہ میں گرم کر دے گی تو یہ لازم آتا ہے کہ دوسرے درجہ کی سرد دوا، تیسرے درجہ کی گرم دوا کو معتدل بنا دے گی۔ یہ تمام باتیں ضبط کی ہیں۔ ان لوگوں کو اس ضبط میں مبتلا کرنے والا وہ شخص ہے جو کنڈی کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے ایک مقالہ تحریر کیا ہے، جس میں اس نے مرکب ادویہ کے مزاج معلوم کرنے کے قوانین بیان کئے ہیں۔ ان قوانین کو بیان کرتے ہوئے اس نے علم ہندسہ اور فن موسیقی کا تذکرہ شروع کر دیا ہے، جس طرح کسی چیز پر غور کرتے ہوئے ضمنی طور پر کسی دوسری چیز کو بیان کیا جاتا ہے۔ یہ شخص اس کتاب میں ہندیائی اور نامناسب باتیں پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ادویہ کے چار درجوں کا تناسب ایک دوسرے سے دو گونہ ہے۔ یہاں تک کہ چوتھا درجہ معتدل (درجہ سے) سولہ گونہ زیادہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ پہلا درجہ، معتدل کا دو گونہ، اور دوسرا درجہ، پہلے درجہ کا دو گونہ، اول تیسرا درجہ دوسرے درجہ کا دو گونہ، اور چوتھا درجہ تیسرے درجہ کا دو گونہ ہے۔ حالانکہ اسے یہ کہنا چاہئے تھا کہ دوسرا درجہ، پہلے درجہ کا دو گونہ، اور تیسرا درجہ تین گونہ اور چوتھا درجہ چار گونہ ہوتا ہے اس ترتیب سے مقصود یہ ہے کہ ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک بڑھنے کے درجے برابر ہوں۔

جس دوا کے استعمال سے جسم میں حرارت محسوس ہو، اطباء نے اسے پہلے درجہ میں رکھا ہے، اور معتدل سے پہلے درجہ تک حرارت میں جس قدر بعد ہے، اتنا ہی بعد پہلے درجہ سے اوپر ہو تو اس کو دوسرے درجہ میں رکھا ہے، پھر پہلے درجہ سے دوسرے درجہ تک جس قدر بعد ہے، اتنا ہی بعد اس کے اوپر ہو تو اس کو تیسرے درجہ میں رکھا ہے۔ اس طرح تیسرا درجہ، پہلے درجہ کا تین گونہ اور چوتھا درجہ چار گونہ ہوا۔ کنڈی کے خیال کی رو سے یہ لازم آتا ہے کہ اطباء دوسرے درجہ کو پہلے درجہ سے دو گونہ قرار دیں، اور اطباء سے کہتا ہے کہ اس تناسب کو یاد رکھیں، جب کہ اس بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ چوتھے درجہ کی دوا کے علاوہ تیسرے درجہ کی دوا قائل ہو جائے، کیوں کہ جب یہ دوا معتدل سے سولہ درجہ بڑھ جائے گی تو اس کے استعمال سے جسم کا کیا حال ہوگا۔ نیز اس بنا پر تیسرے درجہ سے چوتھے درجہ کا بعد ویسا نہیں ہوگا جو دوسرے درجہ سے تیسرے درجہ کا بعد ہے۔ اس لئے ایسے بعد میں درجہ قائم کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تیسرے اور دوسرے درجہ کے درمیان درجہ قائم کرنا ہوتا ہے۔

اس فن میں اس سے بڑھ کر دوسرا اور کون سا ضللی ہوگا۔ حالانکہ شرعی ہے یہ اصول پیش نظر ہے کہ بعض دواؤں پر بعض کی قوتوں کی زیادتی کے مرتبے محفوظ ہوں، لیکن کندی کے خیال کی بنیاد پر محفوظ نہیں ہیں۔ اس قول کی بنا پر معتدل سے پہلے درجہ تک دوری کا جو تناسب ہے اس سے زیادہ دوسرے درجوں کے درمیان ہے، کیوں کہ کندی کی رائے کی بنا پر جس قدر دوا کی قوت بڑھتی جائے گی، دو درجوں کے درمیان اتنا ہی بعد بڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ اگر پانچواں درجہ ہو تو چوتھے درجہ (سولہ درجات) سے بڑھ کر بیس (۳۲) درجات ہو جائیں گے۔ یہ تمام باتیں ہندیان اور ایسی چیزوں کے متعلق گفتگو ہے جن کا کوئی وجود نہیں ہے۔

مندرجہ بالا قوانین سے ادویہ مرکبہ کا مزاج معلوم کیا جاسکتا ہے اور ان قوانین کے مطابق دواؤں کو مرکب کیا جاسکتا ہے دواء مرکب کے قومی ثوائی و ثوالث کے درجات کو معلوم کرنے کا طریقہ وہی ہے جو قوی اولی کے درجات کو معلوم کرنے کا طریقہ ہے، جب کہ قومی ثوائی و ثوالث کی درجہ بندی کر دی جائے، لیکن اطباء نے اس کو چھوڑ رکھا ہے۔

یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب ترکیب ادویہ قیاسی ہے، اور دواء مرکب کے قومی اولی اور ثوائی و ثوالث کو قیاس کے ذریعہ معلوم کیا جاتا ہے تو کیا دواء مرکب کے افعال کی جانچ کرنے میں تجربہ کو بھی دخل ہے جس طرح ادویہ مفردہ کے قومی معلوم کرنے کے لئے تجربہ پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دواء مرکب کے قومی اولی اور ثوائی و ثوالث کو معلوم کرنے کے لئے تجربہ کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ یہ چیزیں جز بنظر سے معلوم ہوتی ہیں، لیکن یہ ممکن ہے کہ دواء مرکب میں ادویہ مفردہ کے طے اور ترکیب پانے سے کوئی مزید خاصیت پیدا ہو جائے، اس لئے اس موقع پر دواء مرکب کو تجربہ کرنے کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ خاصیت کبھی اس کے موافق ہوتی ہے جو ترکیب ادویہ سے مقصود ہے، اور کبھی ناموافق ہوتی ہے، لیکن ناموافق خاصیتیں اکثر ترکیب طبعی میں ہوتی ہیں ترکیب صناعی میں نہیں ہوتیں، اگرچہ یہ بعید نہیں ہے کہ تخمیر والی ادویہ مرکبہ میں خاصیت پائی جائے، کیوں کہ ایسی ادویہ میں امتزاج زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لئے ابن سینا کا خیال ہے کہ تریاق فاروق کے اکثر افعال وہ خواص ہیں جو اس کے جوہر کے تابع ہیں، جن کی وجہ نہیں بیان کی جاسکتی۔ اس کا خیال ہے کہ تریاق فاروق کے اس قدیم نسخہ میں کوئی تبدیلی سنہ کی جائے جو اندروماخس کا ترتیب دیا ہوا ہے، لیکن میری رائے یہ ہے کہ تریاق فاروق کے نسخہ میں ایسی بہت سی دواؤں کا اضافہ کیا جاسکتا ہے جو

اندروماخس کے زمانے میں مشہور نہیں تھیں۔ یا اگر موجود تھیں تو انھوں نے اضافہ کرنے میں
نغافل کیا، مثلاً عود، عنبر اور قمر نفل وغیرہ کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

قوانین ترکیب کے بیان کے بعد مناسب یہ تھا کہ کچھ مشہور مرکب ادویہ کا تذکرہ کیا جاتا۔
ان کے اسباب ترکیب کو بیان کیا جاتا اور انھیں مذکورہ قوانین سے منطبق کیا جاتا۔ پھر ان ادویہ مرکب
میں اگر کچھ نقص ہوتا تو اس کی وضاحت ہوتی اور درست ہونے پر اس کے اسباب بیان کیے جاتے۔
اگرچہ ادویہ مرکب کی ان تفصیلات کا ذکر لازمی نہیں ہے لیکن بیان کرنے سے کچھ مشق ضرور ہو جاتی۔
جس طرح موسیقی کے عالم آوازوں کے ارکان اور ان کی ترکیب کا بیان پہلے کرتے ہیں اس کے بعد
مشہور آلات موسیقی پر گفتگو کرتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ مشق ہو جائے۔

کتاب حفظ الصحت

فن طب کی دو غایتوں میں سے اعلیٰ غایت حفظان صحت ہے۔ اول اس کی دو قسمیں کی گئی ہیں ایک قسم میں حفظان صحت کے طریقے بیان کیے جاتے ہیں۔ اور دوسری قسم میں یہ بیان کیا جائے گا کہ تندرست اجسام میں بیماریوں کے پیدا ہونے کی استعداد کو کس طرح دور کیا جائے۔ گویا یہ حصہ، حفظان صحت اور ازالہ مرض کے درمیان مشترک ہے۔ یہ فن صرف اس بات پر قادر ہے کہ ہمارے جسموں کو ان خرابیوں سے محفوظ رکھے جو بالعرض جسموں میں پہنچتی ہیں، یہ خرابیاں زیادہ تر جسموں میں اغذیہ کے فضلات کے پیدا ہونے سے ہوتی ہیں۔ کیوں کہ ایسا نہیں ہے کہ مواد کوئی تدبیر کی جائے، اور کسی بھی قسم کی غذا میں استعمال کی جائے، ہر حال میں ہمارے جسم محفوظ رہیں۔ یہ اس فن کے وضع کردہ اصولوں میں سے ایک ہے، ورنہ یہ عملی فن نہیں ہو سکتا۔ جس طرح عملی فنون میں ان کی غایتوں کے حاصل ہونے کا اکثر امکان ہوتا ہے، اسی حد تک اس کی غایت بھی حاصل ہوتی ہے، یعنی اس فن کے ذریعہ غایت کا حصول اکثر جسموں میں اکثر اوقات ہوتا ہے۔ مثلاً معتدل المزاج کے لیے جالینوس نے ایسی تدبیر بتائی ہے، جس سے اکثر اس مزاج والے اپنی طبعی عمر کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں، لیکن طبعی بوڑھا پے یعنی برودت و بیہوشی کے غلبہ کی حالت میں یہ فن ناکام ہے، ورنہ یہ ممکن ہو جائے گا کہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں۔ ان تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ جسم انسانی میں اس فن کی غایت کا اطلاق پوری طرح نہیں ہو پاتا۔ لیکن یہ بات صرف اسی فن کے ساتھ مفہوم نہیں ہے۔ بلکہ فن سپہ گری اور فن جہاز رانی کا بھی یہی حال ہے۔ ہیولانی استعداد کے سبب سے اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ ممکن

ہے کہ دو معتدل المزاج اشخاص کے لیے ایک ہی قسم کی تدبیر کی جاتے، جس سے ایک شخص اپنی طبعی عمر کی انتہا کو پہنچ جاتے، اور دوسرے شخص میں اسی تدبیر سے خراب اخلاط پیدا ہو جاتیں، جن سے اس کی موت ہو جاتے، اس کے مزاج کے خراب استعداد کے سبب سے ایسے اخلاط پیدا ہوتے ہیں، اگرچہ اس استعداد کا علم ہمیں نہ ہو، کیوں کہ طبیعت کی بہت سی استعدادات ایسی ہیں جن کی کوئی علامت و دلیل نہیں ہے، کیوں کہ استعدادات لامتناہی ہیں۔ اور جس شخص کا یہ خیال ہے کہ معتدل المزاج کے لیے جالیٹوس نے جو تدبیر بتاتی ہے اس پر عمل کرنے والا طبعی کی انتہا کو ضرور پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ عام اطباء بھی یقین کرتے ہیں، تو ایسا شخص اس فن کی غایت کے حاصل ہونے کے عملی طریقوں سے واقف نہیں ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ موتیں مقدرات میں سے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ معتدل المزاج شخص کوئی تدبیر نہ کرے۔ اس کے باوجود اس کی عمر اسی انتہا کو پہنچ جاتے جس طرح اس شخص کی عمر پہنچتی ہے جو بہت سی تدبیریں کرتا ہے اگرچہ یہ تمام باتیں کبھی کبھی اور بالعرض ہوتی ہیں، لیکن ان سے اس فن میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور نہ اس کی افادیت ختم ہوتی ہے۔ اسی طرح بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن کی خواہشات اور پیشے ان کی طبیعتوں کے موافق ہیں، جن سے ان کی عمریں طویل ہوتی ہیں اور کبھی اس کے برعکس حالات ہوتے ہیں اور جو لوگ بیماریوں کے پیدا ہونے کے اسباب بیرونی اشیاء کے یکجا ہونے کو قرار دیتے ہیں وہ گویا ان چیزوں کو نصف جب قرار دیتے ہیں، کیوں کہ امراض کے لیے یہ چیزیں بمنزلہ اسباب فاعلہ ہیں۔ لیکن چونکہ یہ اسباب مشہور ہیں اس لیے اطباء تمام ہونے والی بیماریوں کو انہی اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی بیماری لاحق ہوتی اور اس سے پہلے کوئی خراب تدبیر نہیں ہوتی تھی تو انہیں حیرت ہوتی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے مرض لاحق ہوا ہے۔ یہ ان کی ناواقفیت ہے۔

اس فن کی افادیت کی حدود بیان کرنے کے بعد اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوتے وہ اسباب بیان کیے جاتیں گے جن سے جسم میں بالعرض خرابی واقع ہوتی ہے، اور جن سے اس فن کے ذریعہ احتراز ممکن ہے۔ مثلاً آگ سے جلنے، تلوار سے کٹنے اور پتھر سے کچلنے (اور دوسرے اتفاقی حادثات) سے احتراز کرنے کو اس فن میں نہیں بیان کیا گیا ہے۔ کیوں کہ جو چیزیں ہمارے اختیار میں ہیں ان سے احتراز ممکن ہے، اور جو چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہیں ان سے احتراز نہیں ہو سکتا۔

جو چیزیں ہمارے جسم میں بالعرض خرابی پیدا کرتی ہیں، وہ ہواؤں کا متغیر ہونا، سخت محنت مثلاً تھکا دینے والا پیشہ اور عوارض نفسانیہ مثلاً غصہ اور گھبراہٹ۔ مختصر یہ کہ وہ تمام چیزیں جن سے جسم میں سور مزاج مادی یا غیر مادی پیدا ہوتا ہے۔ اور جن چیزوں سے ہمارے جسم میں عارضی خرابی آجاتی ہے ان سے احتراز کیا جاتے اگر وہ ایسی چیز ہو کہ اس کا واسطہ حفظانِ صحت ہو سکتا ہو تو اسے استعمال کیا جاتے۔

حفظانِ صحت کے طریقے

حفظانِ صحت کے طریقے یہ ہیں۔

- ۱۔ معتدل ایکموس غذاؤں کا استعمال جن کی مقدار، وقت اور وضع متعین ہو۔
- ۲۔ فضلات کا استفراغ۔
- ۳۔ ہواؤں کی اصلاح۔
- ۴۔ سور مزاج پیدا کرنے والے عوارض نفسانیہ سے پرہیز۔

ان میں اہم قاعدہ کے مطابق غذاؤں کا استعمال اور فضلات کا استفراغ ہے۔ اس فن میں انہی دو چیزوں کو زیادہ بیان کیا جاتا ہے۔ فضلات کا استفراغ، ورزش، ماش اور حمام کرنے سے ہوتا ہے۔ کبھی ادویہ کے ذریعہ استفراغ کیا جاتا ہے۔ خصوصاً غیر معتدل مزاجوں میں اور پیدا ہونے والی بیماریوں سے تحفظ کے سلسلہ میں۔ ماش کی قسمیں اور ان کے افعال، ورزش کی قسمیں اور ان کے افعال پہلے بیان کیے جاتے گئے، پھر مزاج پر مہم کی نو قسموں میں سے ہر ایک مزاج کے تحفظ کے طریقوں کا تذکرہ ہوگا۔ ادویہ کے افعال پہلے بیان کیے جا چکے ہیں یہاں صرف یہ بیان کرنا ہے کہ ان ادویہ کے ذریعہ حفظانِ صحت کس طرح ہوگی۔ اس طرح اغذیہ کے افعال بھی بیان کیے جا چکے ہیں، یہاں یہ بتانا ہے کہ اغذیہ کس طرح اور کب استعمال کی جائیں گی۔ ریاضت (ورزش) کو پہلے بیان کیا جا رہا ہے۔

اعضاء کی حرکت ارادیہ کو ورزش کہا جاتا ہے۔ پہلے ان تمام اعضاء میں حرکت ہوتی ہے جن میں حرکت ارادیہ ہے۔ پھر ان اعضاء میں حرکت ہوتی ہے جو ان کے قریب سے یعنی ہریدری اور آلاتِ غذا۔ اعضاء کی کچھ حرکتیں جزئی اور کچھ کلی ہوتی ہیں۔ بعض حرکتوں سے ہمارے جسم کی ورزش ہوتی ہے یہی تمام جانداروں کی حرکت کلیہ نقلیہ ہے۔ اور بعض حرکتوں سے کسی

ریاضت

خاص عضو کی ورزش ہوتی ہے، مثلاً آواز، پھیپھڑے کی ورزش ہے۔ کھڑا ہونا اور بیٹھا پشٹ کی ورزش ہے۔ جو شخص تمام اعضاء کی حرکت ارادہ کو جانتا ہے اس کے لیے یہ معلوم کرنا اسان ہے کہ ہر عضو کی ورزش کیا ہو سکتی ہے۔ اعضاء کے لحاظ سے ورزش کی یہ ایک قسم ہے۔ نیز بعض ورزش قوی اور بعض ہلکی ہوتی ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک ورزش یا اس طرح ہو سکتی ہے کہ ورزش کرنے والا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو۔ اس ورزش میں تیزی اور آہستگی دونوں ہو سکتی ہیں۔ یا ورزش کرنے والے اور دوسرے فرک کے درمیان مقابلہ ہو، مثلاً کوئی شخص کسی جگہ سے چمٹا ہوا ہو، اور دوسرے شخص سے یہ کہے کہ اس جگہ سے اس کو ہٹائے۔ اسی قسم میں پتھر وغیرہ کا اٹھانا بھی ہے لیکن اس ورزش میں سرعت و بطور نہیں ہے۔ کبھی ورزش میں تیزی اور قوت دونوں ہوتی ہیں، جیسے وہ لوگ جو جنگ میں فتیاب ہوتے ہیں۔ معتدل ورزش سے حرارت غریزی بڑھتی ہے، اعضاء غذا کے فضلات دفع اور تحلیل ہوتے ہیں، اعضاء میں سختی آتی ہے۔ اس لحاظ سے حرارت کو بڑھانے کے لیے یہ بہترین ورزش ہے۔ جو حرارت بڑھتی ہے وہ حرارت غریزی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ حرارت بڑھانے والی بیرونی چیزیں مثلاً دوائیں اور ایسی چیزوں کے قریب رہنا جو بالفعل گرمی پیدا کرتی ہیں، یہ گویا عارضی حرارت ہے۔ غذا کے پورے ہضم ہونے کے بعد جب معتدل ورزش کی جائے تو مذکورہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن جب ایسے وقت ورزش کی جائے کہ غذا ہضم نہ ہوتی ہو تو اعضاء غیر منہضم غذا کو جذب کرتے ہیں اور ایسی ورزش سے اعضاء کی قوت ماسکہ میں کمی نخلل واقع ہوتا ہے، کیوں کہ غیر منہضم غذا کو دفع کر دیتی ہے۔ مختصر یہ کہ سکون کے ذریعہ قوت ہاضمہ کا فعل مکمل ہوتا ہے، اور ورزش کے ذریعہ قوت دافعہ کا فعل مکمل ہوتا ہے۔ اسی لیے ورزش کا وقت یہی رکھا گیا ہے۔ اس وقت کی علامت یہ ہے کہ پیشاب کا رنگ تریبی ہوتا ہے، زیادہ سرخ نہیں ہوتا۔ معتدل ورزش اس قدر قوی ہو کہ جسم سے سینہ آنے لگے اور سانس چڑھنے لگے۔

قوی ورزش کے ذریعہ جسم سے غیر معمولی استفراغ ہوتا ہے جو جسم کو کمزور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ سخت جسمانی محنت کے پیشے والوں کا حال ہے۔ ہلکی ورزش سے اس قدر استفراغ نہیں ہوتا جتنا ضروری ہے۔ اسی لیے اعضاء میں چربی چیزیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ ریاضت صحت کی ضامن ہے۔ ورزش نہ کرنے کا اثر ان لوگوں کے حال سے ظاہر ہے جو قید خانوں میں

ہوتے ہیں، ان کے چہرے زرد ہو جاتے ہیں اور ان کا جسم خراب ہو جاتا ہے، اور ان کے تمام طبیعی افعال میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ ان تمام جانوروں کا بھی یہی حال ہے جو بندر کے ماتے ہیں، مثلاً پنمروں میں بند رہنے والے پرند وغیرہ۔

دلک (ذماش) معنم اخیر جس کا تعلق جسم کے سبھی اعضاء سے ہے، کے فضلات کا استفراغ
 ذماش کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔ ماش کی چھ بسیط قسمیں ہیں۔ تین کیفیت کے لحاظ سے تین کمیت کے لحاظ سے۔ کیفیت کے لحاظ سے ایک دلک صلب، دوسری دلک لین اور تیسری معتدل ہے۔ کمیت کے لحاظ سے ایک کثیر، دوسری قلیل اور تیسری معتدل ہے۔ دلک صلب کا فعل یہ ہے کہ جسم کے مسامات کو کثیف اور سخت کر دیتی ہے۔ دلک لین کا فعل مسامات کو کھولنا اور گوشت کو ڈھیلا کرنا ہے۔ دلک معتدل کا فعل، ان دونوں افعال کے درمیان ہے۔ دلک کثیر کا فعل جسم کو لاغر کرتا ہے۔ دلک معتدل کا فعل اعتدال کے ساتھ گوشت کو بڑھانا ہے۔ دلک قلیل کے فعل کا کوئی زیادہ اثر نہیں ہے، سوائے اس کے کہ بدن کو کچھ گرم کرتی ہے۔ دلک کی بسیط قسموں کے افعال سے دلک کی مرکب قسموں کے افعال اس طرح معلوم ہوتے ہیں کہ دلک صلب معتدل سخت گوشت کو بڑھاتی ہے۔ دلک لین معتدل نرم گوشت کو بڑھاتی ہے، اور کیفیت و کمیت میں معتدل دلک کا فعل ایسے گوشت کو بڑھانا ہے جو سختی و نرمی میں معتدل ہوتا ہے۔ ماش کرنے کے وہی اوقات ہیں جو ورزش کے ہیں۔ اقسام دلک کی ترتیب اور ورزش کی قسمیں عنقریب بیان کی جائیں گی۔ چونکہ حمام کرنے سے بھی فضلات کا استفراغ ہوتا ہے اس لیے حمام کے اجزاء کی قوت اور اس کے افعال کو بھی بیان کرنا ہے۔

حمام حمام کے ذریعہ متضاد افعال انجام پاتے ہیں مثلاً حمام رطوبت و بیہوشی اور برودت و حرارت پیدا کرتا ہے، مسامات اور زیر جلد کے فضلات کا استفراغ کرتا، اور کبھی ان فضلات کو بند بھی کرتا ہے۔
 روح کو قلیل کرتا ہے نفع کو دور کرتا ہے۔ غذا کے لیے جسم کو تیار کرتا ہے، اس لیے یہ اکثر اشتہار غذا کی تحریک کرتا ہے۔ مادوں کو ایک عضو سے دوسرے عضو پر گرتا اور مادوں کو گھلاتا ہے۔ درد میں سکون اور ہیجان بھی پیدا کرتا ہے ان متضاد افعال کا سبب، تین چیزوں میں کوئی ایک ہے۔
 ۱۔ حمام کے اجزاء کا مختلف ہونا۔

۲۔ موضوعات یعنی اجسام کا مختلف ہونا جن میں حمام کا فعل ہوتا ہے۔

۳۔ حمام میں ٹھہرنے کی مدت کا کم و بیش ہونا۔ حمام کے اجزاء گرم پانی اور گرم ہوا میں ہیں۔

یہ دونوں چند درجے کے استعمال کیے جاتے ہیں۔ گرم و سرد ہونے کے لحاظ سے معتدل پانی، بدن میں رطوبت پیدا کرتا اور کچھ تحلیل کرتا ہے، جس سے وہ سفیدی نمایاں ہو جاتی ہے۔ جو بیرون جسم پر ہوتی ہے۔

گرم و سرد ہونے کے لحاظ سے معتدل ہوائے جسم پر کچھ پسینہ آتا ہے اور رقیق فضلات کا استفراغ ہوتا ہے۔ یہ حمام کے پہلے خانہ کا مزاج ہے کیوں کہ ہوا اگر چہ پانی سے زیادہ رطب ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، لیکن یہ جسم میں اس قدر تری نہیں پہنچاتی جس قدر پانی تری پہنچاتا ہے، کیوں کہ پانی کی طرح یہ جسم کے ساتھ لپٹی ہوتی نہیں ہوتی، بلکہ ہوا خشکی پیدا کرتی ہے، خصوصاً جب گرم ہو۔

گرم پانی اور زیادہ گرم ہوا دونوں ہی جسم کو گرم کرتے اور فضلات و ارواح کا استفراغ کرتے ہیں۔ گرم ہوا خشکی بھی پیدا کرتی ہے۔ ان دونوں کے یہ افعال ان جسموں میں ہوتے ہیں جو فضلات سے پاک و صاف ہوتے ہیں۔ لیکن جن جسموں میں فضلات بھرے ہوتے ہیں ان میں یہ دونوں چیزیں مسامات جلد کو بند کر دیتی ہیں۔ کیوں کہ فضلات زیادہ ہوتے ہیں اور جب یہ نکلنا چاہتے ہیں تو مسامات میں اتنی کشادگی نہیں ہوتی کہ نکل سکیں چنانچہ فضلات کے زیر جلد جمع ہونے سے پھریری آتی ہے۔ اور اخلاط پگھل کر ایک عضو سے دوسرے عضو پر گرتے ہیں۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر اگر کسی عضو میں امتلاء مادہ ہو تو حمام نہیں کرنا چاہئے۔ حمام کے بیچ کے خانہ سے زیادہ تیسرے خانہ میں یہ افعال ہوتے ہیں۔ حمام ان تمام دردوں میں بھی فائدہ کرتا ہے جن کا سبب انصباب مادہ نہ ہو، مثلاً اورام وغیرہ۔ حمام کبھی بالذات اور کبھی بالعرض ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ بالعرض اس طرح کہ یہ مسامات کو کھولتا اور چھین پیدا کرنے والے فضلات کا استفراغ کرتا ہے اور بالذات اس طرح کہ حمام میں سرد پانی کا استعمال کیا جاتا ہے۔ سرد پانی بھی حمام کے اجزاء میں ہے حمام کی گرمی سے جو حائل واقع ہوتا ہے یعنی اعضاء ڈھیلے اور نرم ہو جاتے ہیں، سرد پانی گویا اس کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ حرارت غریزیہ میں کچھ ٹھنڈک پہنچانا ویسا ہی ہے، جیسا کہ بہت سی صنعتوں میں ٹھنڈا پانی بھی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً لوہاری اور کھانا پکانے میں استعمال کیا جاتا ہے، ان تمام چیزوں میں دوسرے درجہ پر برودت کا استعمال کیا جاتا ہے۔ صنعتوں میں برودت کا استعمال بوقت ضرورت ہوتا ہے۔ لیکن حمام میں پہلے حرارت کا استعمال ہوتا ہے، اور

فضلات کے استفراغ کے بعد اخیر میں ٹھنڈے پانی کا استعمال ہوتا ہے۔ مادہ سے پاک و صاف بدن پر جب حمام کے تمام اجزاء کا استعمال ہوتا ہے تو حمام کے افعال متغیاد اور بہتر ہوتے ہیں۔ یہ افعال فضلات کی تحلیل اور ان کا استفراغ میں بغیر اس کے کہ قوی میں کوئی خلل واقع ہو۔ اعضاء کو نرم کرتا ہے، ڈھیلا نہیں کرتا۔ اعضاء میں تری پہنچاتا ہے انہیں گرم نہیں کرتا۔ اعضاء میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے، انہیں کثیف نہیں کرتا۔ حمام کے جزر عار اور جزر بارد کے استعمال سے یہ تمام افعال پورے ہوتے ہیں۔ اطباء کی ایک جماعت نے جب حمام کے خراب افعال کا ملاحظہ کیا تو انہوں نے حمام کی خرابی بیان کر دی۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جب مادہ سے پاک و صاف بدن پر حمام کے تمام اجزاء کا استعمال کیا جاتے تو بدن پر حمام کے خراب افعال نہیں ہوتے۔

نیند کا فعل، غذا وغیرہ کو پکانا اور رطوبت پہنچانا ہے۔ بیداری کا فعل، تحلیل کرنا، استفراغ اور حرارت عزیزہ کو تیز کرنا ہے، اسی لیے نیند کی کثرت حرارت عزیزہ کو کم کر دیتی اور جسم کو ڈھیلا کرتی ہے۔ اور بیداری کی زیادتی جسم میں خشکی پیدا کرتی، اور حرارت عزیزہ کو تحلیل کر کے حرارت عرضیہ کو مشتعل کرتی ہے۔

نو مزاجوں میں سے ہر مزاج کی صحت بیان کرنے سے پہلے مذکورہ بالا امور کا مزاج بیان کرنا ضروری ہے۔ پہلے مزاج معتدل بیان کیا جاتے گا، کیوں کہ اس کے لیے زیادہ تدابیر کی ضرورت نہیں ہوتی یعنی غذاؤں کا اندازہ کرنا، ورزش، مالش اور حمام کا استعمال، نیند، بیداری اور افعال نفسانیہ کا اندازہ کرنا، اور معتدل ہوا میں قیام کرنا۔ ایسے مزاج والوں کے لیے دوا کے استعمال کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی، اگر ضرورت بھی ہوتی ہے تو بہت کم۔ بالینوس کا خیال یہ ہے کہ ایسے مزاج والوں کے حفظان صحت کے لیے استعمال دوا کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی، لیکن اس مزاج کی تدبیر کے لیے ورزش، مالش اور حمام کو ضروری قرار دیتا ہے جن پر عمل کرنا اس شخص کے لیے تقریباً ناممکن ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ انسان کا اعلیٰ مقصد تندرست رہنا ہے، اور وہ شخص بہت آزاد اور صاحب ثروت بھی ہو۔ چہ جائیکہ وہ شخص ان تدابیر و ہدایات پر عمل کرے جس کا خیال یہ ہے کہ صحت انسانی اس لیے ہے کہ نفس کے دوسرے افعال انجام دتے جائیں، ساتھ ہی ایسے بہت سے امور جو ضروری ہیں وہ پورے کیے جاتیں۔ لیکن بہر حال بالینوس نے جو کچھ کہا ہے اسے بالاختصار یہاں بیان کیا جاتا ہے تاکہ ہمارے

ذہنوں میں قانون کی طرح محفوظ رہ سکے، اور وہ شخص اس کو استعمال کرے جو اپنے منہ زوری کاموں میں رکاوٹ محسوس نہ کرے، اور جو شخص حلقان صحت کے لیے بالینوس کے بتاتے ہوئے طریقوں پر عمل کر سکے۔

بالینوس نے بچوں کی پیدائش پر پہلی تدبیر یہ بتاتی ہے کہ ان کے بدن پر نمک چھڑکا جائے۔ کیوں کہ بیرونی چیزوں کی برداشت کے لیے ان کے بدن کو سخت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ "میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ایسا نمک چھڑکا جائے جس میں جبھن پیدا کرنے کی خاصیت نہ ہو۔"

ابو مروان بن زہر نے کہا ہے کہ "روغن بلوط بغیر جبھن پیدا کیے ہوتے یہی کام کرتا ہے۔" دانت نکلنے کی مدت تک بچوں کی غذا صرف دودھ ہے جب دانت نکل آئیں تو تھوڑی تھوڑی پتلی غذا میں بھی دی جائیں۔ دودھ کا مزاج بچوں کے مزاج کے مشابہ ہے۔ غذا ایسی ہی ہونی چاہئے جو مزاج کے مشابہ ہو۔ نیز یہ ایسی غذا ہے جسے طبیعت نے بچوں کے لیے مہیا کیا ہے۔ دودھ پلانے والی عورت ایسی ہو جو غذا میں محتاط اور محتفی ہو، آرام طلب نہ ہو۔ جماع سے پرہیز کرنے والی ہو۔ کیوں کہ دودھ پلانے کی مدت میں فعل جماع، خون حیض کو برا نگینہ کر کے دودھ میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ شیر خوار بچوں کو روز آٹھ نیم گرم پانی سے ایسی جگہ غسل دیا جائے جہاں معتدل ہوا ہو، تاکہ غسل کے بعد اس کے جسم پر کپکپی نہ ہو۔

بالینوس کا خیال یہ ہے کہ حمام میں غسل دینا چاہئے، لیکن میری رائے یہ ہے کہ جب ہوا معتدل ہو تو حمام کی ضرورت نہیں ہے۔ بچوں کو غلو معدہ میں غسل دینا چاہئے، تاکہ غیر منہضم دودھ ان کے اعصاب میں نہ پھیلے۔ یہ وقت وہی ہوتا ہے جب بچے طویل نیند کے بعد بیدار ہوتے ہیں۔ بچوں کی ورزش اتنی ہی کافی ہے کہ گھوارہ میں ان کے جسم کو اس طرح حرکت دی جائے کہ رونے نہ پائیں۔ اسی لیے دایہ کو اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے کہ بچوں کو تکلیف ہو، جس سے ان کے مزاج میں خرابی پیدا ہو جائے، حتی الامکان بچوں کو تکلیف نہ ہونے دیں۔ اگر کوئی تکلیف دینے والا سبب ہو تو فوراً معلوم کر کے اس کو رفع کریں۔ کیوں کہ حرارت، برودت، امیل اور دوسری بیرونی چیزوں سے بچوں کو اکثر تکلیف ہوتی ہے۔ انہیں لوری دی جائے

تاکہ ان کے اخلاق بہتر اور انہیں فرحت حاصل ہو۔ اسی طرح کی تدبیر کرتے رہنا چاہتے، یہاں تک کہ چلنے پھرنے لگیں۔ تیسرے سال میں عموماً چلنے پھرنے کی قدرت ہو جاتی ہے۔ اب ان کی تدبیر یہ ہو کہ صبح کو جب وہ نیند سے بیدار ہوں تو ٹکی ورزش کرائی جاتے پھر ان کے بدن کی مالش کر کے انہیں غسل دیا جاتے۔ اس کے بعد ایسی غذائیں دی جاتیں جو مقدار کیفیت اور وضع میں متعین انداز پر ہوں۔ سہ پہر کو جب وہ غذا طلب کریں، تو غذا سے پہلے صبح والی تدابیر اختیار کی جاتیں۔ ورزش اتنی زیادہ نہ ہو کہ ان کے جسم میں خشکی پیدا ہو جاتے، کیوں کہ خشکی سے نشوونما میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لیے گرم پانی ہی سے انہیں غسل دینا چاہیے، کیوں کہ سرد پانی سے بھی نشوونما رک جاتی ہے۔ بچوں کے لیے نیند زہیب اور دوسری تمام نشوونما اور چیزیں سخت مضر ہوتی ہیں، کیوں کہ ان سے ان کے سروں میں اقلتلاہان کے بدن گرم اور ان کے افکار فاسد ہو جاتے ہیں۔ لیکن سن شباب میں پہنچنے کے بعد نیند سے فائدہ ہوتا ہے، کیوں کہ اس عمر میں ان کے جسم کے صفراء اور سودا اپنے پورے جوہر کے ساتھ ممتاز ہو جاتے ہیں، اور نیند، صفراء کو پیشاب کے ذریعہ خارج کرتی اور تلیں بھی کرتی ہے۔ نیز اگر اعضاء میں بیوست پیدا ہو جاتے تو ترطیب کا عمل بھی کرتی ہے۔ نوجوانوں کے لیے نیند کی ضرورت صرف اسی لیے ہوتی ہے کہ ان میں حرارت زیادہ ہوتی ہے۔ البتہ بوڑھوں کو اس سے بہت فائدہ حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ بعد میں بیان کیا جاتے گا۔ نوجوانوں کے لیے لطیف غذا میں ہونی چاہتیں، ان کے لیے مناسب غذاؤں میں سے عمدہ بچی ہوتی روٹی کے مغز کے ساتھ مرغ کے چوزے، ہیں اور انہیں تاکید کی جاتے کہ سبزیاں اور پھل اس کثرت سے استعمال نہ کریں کہ خورد و نوش کے سلسلے میں ان کی عادت، سبزی خورد چوپایوں کے مانند ہو جاتے۔ علاوہ ازیں تعلیم و تربیت سے نوجوانوں کا مزاج ایسا بنانا چاہئے کہ علم و حکمت حاصل کر سکیں۔

نوجوانوں میں یہ تدبیر کی جاتے کہ جس وقت بدن کا فعل ہضم پورا ہو جاتے جس کی علامت یہ ہے کہ پیشاب کا رنگ معتدل ہو، نہ بہت زرد نہ بالکل سفید، تو کپڑے اٹار کر پورے جسم پر روغن زیتون شیریں کی آہستہ آہستہ مالش کی جاتے۔ اس مالش کا مقصد یہ ہے کہ ورزش کے لیے بدن کو تیار کیا جاتے، کیونکہ مالش سے پہلے ورزش کرنے سے مسامات کثیف ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اور فضلات ایک بارگی ماہر کی طرف آکر مسامات کو بند کر دیتے ہیں۔ روغن کی مالش کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ فضلات نرم ہو کر

تخلیل ہو جائیں۔ مالش کے وقت، تعمیلی آہستہ آہستہ چلائی جاتے، تاکہ جسم صدمے سے محفوظ رہے یہ مالش اوپر سے نیچے، نیچے سے اوپر، دائیں سے بائیں اور ترچھے طور پر ہونی چاہتے تاکہ تمام جہات میں مسامات کھل جائیں۔ جس مقام میں کپڑے اتارے جائیں اس کی ہوا معتدل شہروں کے موسم ربیع کے مانند ہونی چاہتے۔ (صرف، معتدل شہروں) کی قید اس لیے نہیں لگائی گئی کیوں کہ ایسی صورت میں، غیر معتدل شہروں میں مالش ممکن نہ ہوگی۔ اگر اس مقام کی ہوا ربیعی ہو تو کسی تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں لیکن اگر موسم سرما ہو تو جس مقام میں کپڑے اتارے جائیں اس کو کچھ گرم کر دیا جائے۔ اور اگر موسم گرما ہو تو اس مقام کو اتنا سرد کر لینا چاہتے کہ ہوا ربیعی کے مانند ہو جائے۔ کیوں کہ ہوا سرد میں حسب ضرورت فضلات کا استفراغ نہیں ہوتا، اور گرم ہوا میں ضرورت سے زیادہ استفراغ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ہم زیادہ گرم اور زیادہ سرد مقامات پر کپڑے اتارنے کو بہتر نہیں سمجھتے۔ دلک استعدادی کے بعد ایسی ورزش کی جاتے جو قوی و ضعیف اور سریع و بطی ہونے میں معتدل ہو۔ مثلاً چھوٹی گیند سے کھیلنا، اور اسی طرح کے دوسرے کھیلوں کے ذریعہ ورزش کی جاسکتی ہے لیکن جب سانس پھولنے لگے اور جسم سے پسینہ آنا شروع ہو جائے تو ورزش ختم کر دینی چاہتے نیز اعضائے میں انتفاخی کیفیت اور چہرے کا رنگ سرخ ہونے سے پہلے ورزش ترک کر دیں تاکہ کثافت تخلیل ہو جائے۔ مختصر یہ کہ افعال و حرکات کم کر دینا چاہتے کیوں کہ اس کی مقدار ہر شخص میں (قوت و ضعف کے لحاظ سے) مختلف ہوتی ہے اور بقول جالینوس ریاضت کرنے والا جانتا ہے کہ دوسرے اور تیسرے دن کی ورزش کتنی ہونی چاہتے۔ چنانچہ اگر ایک دن ورزش میں کچھ غلطی ہو گئی ہے تو دوسرے دن اس کا تدارک کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک دن کچھ سخت ورزش ہوتی ہے تو دوسرے دن ہلکی ورزش کی جاتے۔ ورزش کے بعد مجلس نفس (سانس روکنے) کا عمل کیا جاتے، کیوں کہ مجلس نفس کے وقت، حرارت غریزیہ بیرون جسم کی طرف لوٹ کر مسامات کو کھولتی اور فضلات کو باہر کرتی ہے۔ جس طرح کسی سوراخ میں پھونکنے سے سوراخ کشادہ ہو جاتا ہے۔ مجلس نفس کے وقت سینہ اور حجاب عاجز کے عضلات تنے ہوتے اور شکم کے عضلات بھی کچھ تنے ہوتے ہوں۔ اس فعل سے پھیپڑے اور سینے کے عضلات نیچے یعنی اعضائے غذا کی طرف دفع ہوں گے۔ دوسری بار حجاب عاجز اور اعضائے غذا کے عضلات تنے ہوتے ہوں، تاکہ اعضائے غذا کے عضلات بھی دفع ہو جائیں۔ حجاب عاجز کو ڈھمکیا کر کے مجلس نفس نہیں کرنا چاہتے کیوں کہ اس حالت میں دماغ کی طرف

فضلات باتیں گے جس طرح شہنائی میں پھونکنے والوں کی حالت ہوتی ہے کہ ان کے چہرے سرخ ہو جاتے ہیں اور ان کے گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں، کیوں کہ اخلاط، سر کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد دیر تک جسم کی سخت مالش کی جاتے۔ اس کے دو مقاصد ہیں۔

۱- ریاضت سے زیرِ جلد جو فضلات باقی رہ گئے ہیں ان کا تنقیہ کرنا۔

۲- بدن کو سخت اور گٹھا ہوا بنانا، تاکہ بیرونی چیزوں سے متاثر نہ ہو سکے۔ جسم کی مالش کے ساتھ دلک استردادی (دلکی ورزش) کریں جس میں جسم کو پھیلانے، موڑنے، ہاتھ اور کہنیوں کو پھیلانے کی حرکتیں ہوتی ہیں ان کے علاوہ وہ تمام ورزشیں جنہیں ورزش کرنے والے کرتے رہتے ہیں، لیکن ایسی ورزشیں وقفہ کے ساتھ ہوں متواتر نہ ہوں۔ حتی الامکان بہت تیزی سے مالش کی جاتے، جیسا کہ جالینوس کہتا ہے کہ پورے جسم پر، تھیلی سے اس طرح مالش کی جاتے کہ ایک ہی وقت یکساں طور پر پورے جسم سے فضلات تحلیل ہوں۔ یہ مالش بھی روغن زیتون شیریں کی ہونی چاہئے۔ اس کے بعد غسل کرنا چاہئے یا نہیں اس سلسلہ میں جالینوس کا خیال ہے کہ غسل کی ضرورت نہیں ہے لیکن گرد و غبار کی جگہ پر ورزش کرنے سے جسم پر غبار ہو یا تیل لگنے کے سبب سے ہو تو غسل کیا جاسکتا ہے البتہ ہوا حمام کے استعمال کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ چوتھے ہفتے کی عمر میں ایسے مزاج والے نیم گرم پانی سے غسل کریں۔ اس سے اعضاء سخت ہو جائیں گے جو ورزش کی وجہ سے ڈھیلے پڑ گئے تھے ورزش کے بعد پیاس کم ہو جاتی ہے کیوں کہ ورزش کی وجہ سے جو حرارت عزیز یہ پھیل گئی تھی وہ اب اندرون بدن کی طرف چلی جاتی ہے اس کے لیے ضروری تدبیر کی جاتے۔ اس موقع پر ٹھنڈے پانی کا استعمال اس حالت میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے ہوتا ہے جو ورزش میں غیر ضروری افعال سے لاحق ہوتی ہے جس طرح حمام میں وقت ضرورت ٹھنڈا پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ پانی برف کے پانی کی طرح نہ زیادہ ٹھنڈا ہو اور نہ کم ٹھنڈا، زیادہ ٹھنڈے پانی سے اعضاء کو تکلیف ہوگی اور کم ٹھنڈے سے مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ ایسے معتدل ٹھنڈے پانی میں دفعۃً پورے جسم کو ڈال دینا چاہئے۔ سر بھی پانی کے اندر ہو یا نہیں یہ غور طلب مسئلہ ہے۔ جالینوس نے عمل بات کہی ہے۔ سر کا مزاج چونکہ سرد ہے اس لیے ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ پانی میں نہ ڈالا جاتے۔

ان تمام تدابیر کے بعد ایسی غذا استعمال کی جاتے جو کیفیت اور مقدار میں مناسب ہو ان کے لیے سب سے بہتر غذا مرغیوں کے گوشت اور وہ روٹی جو خوب پختی ہوتی اور عمدہ خمیر

کی ہو۔ اس کے بعد بکری کے بچے کا گوشت پھر اس کے بعد جوان بھیڑ اور کھڑے کا گوشت ہے۔ مکمل ہضم کے بعد غذا استعمال کی جاتے۔ جو لوگ دن میں دو بار غذا استعمال کریں وہ دو بار ورزش بھی کریں اور ایک بار صبح کو اور ایک بار شام کو غسل کریں۔ جالیٹوس نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دن میں تین بار غذا استعمال کی جاتے یہ اسی صورت میں ہوگا کہ ایک وقت کی غذا کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتے لیکن جوان و قوی لوگ جن کے ہضم بہتر ہوں ان کے لیے تین اوقات میں غذا کو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہ تدبیر بہت پورے لوگوں کے لیے کی جاتے۔ اسی لیے متاخرین اطباء کا خیال ہے کہ معتدل مزاج والوں کے لیے غذا کے معتدل اوقات دو دنوں میں تین بار ہیں۔ اس بنا پر ورزش اور غسل بھی دو دنوں میں تین بار ہوں گے۔

فعل جماع میں میانہ روی اختیار کی جاتے اس حد تک کہ جماع کے بعد جسم میں گسٹرونی، تھکن اور ضعف لاحق نہ ہو۔ مختصر یہ کہ کوئی غیر طبیعی حالت پیدا نہ ہو۔ فعل جماع اس لیے ضروری ہے کہ منی ایک فضلہ ہے جس کو طبیعت دفع کرنا چاہتی ہے جس طرح دوسرے فضلات کو دفع کرتی ہے۔ لیکن یہ شریف فضلہ ہے اسی لیے اس کے استفرار میں معمولی غلطی سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔ کچھ اطباء نے حفظانِ صحت کے خیال سے فعل جماع سے بالکل منع کیا ہے۔ جماع کے بعد ایسی ورزش کی جاتے جس سے اس حالت کی اصلاح ہو جاتے جو جماع سے عارض ہوتی ہے۔ چونکہ جماع سے بیہوشی، قوی میں ضعف اور جسم میں تکمیل عارض ہو جاتا ہے اس لیے جماع کے بعد جسم کی ایسی مالش ہو جس سے ان چیزوں کی اصلاح ہو جاتے۔ کچھ سخت مالش کی جاتے جس سے مسامات کثیف اور اعصاب قوی ہو جائیں نیز روغن زیادہ لگایا جاتے تاکہ جماع کے بعد عارض ہونے والی خشکی دور ہو جاتے۔

نوجوانوں کی نیند بھی معتدل ہونی چاہتے، یہ ہر شخص کی طبیعت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ اگر نیند آرہی ہو تو نیند لانے کی کوشش نہ کی جاتے اور اگر نیند کا غلبہ ہونے لگے تو اس کو دفع نہ کیا جاتے یہ اس وقت ہوگا جب غذائی تدبیر میں کوئی غلطی یا کوئی بیرونی سبب نہ ہو۔ اگر غذائی تدبیر میں غلطی واقع ہوتی ہو تو ایسی غذا استعمال کی جاتے جو اس کا مقابلہ کرے مثلاً اگر ایسی غذا استعمال کی گئی ہے جس سے قبض ہو گیا تو روغن غذائیں استعمال کی جائیں کیوں کہ اجابت کے بعد ہی ورزش کی جاتی ہے۔ بسا اوقات فضلات کے جمع ہونے کا سبب بیرونی چیزیں یعنی حرارت

برودت سے پیدا ہونے والا سور مزاج ہوتا ہے جس سے تحفظ مشکل ہوتا ہے اس وقت بھی سور مزاج کی متضاد تدابیر عمل میں فضلات کے جمع اور بند ہونے سے صرف بول و براز کا بند ہونا مراد نہیں ہے بلکہ تمام راستوں کے فضلات کا بند ہونا مراد ہے مثلاً وہ راستہ جو جگر و مرارہ کے درمیان اور جگر و طحال کے درمیان ہے۔ اسی طرح ناک اور تالو کا راستہ۔ مختصر یہ کہ اس تدبیر میں کچھ فرو گذاشت ہو جاتے تو اس کے بعد ایسی دوائیں دی جائیں جن سے ان فضلات کا استفراغ ہو جلتے۔ ورزش میں غلطی کی بھی اصلاح کی جاتے۔ اس میں اکثر غلطی یہ ہوتی ہے کہ ورزش کے بعد اعیاء (تھکن) ہو جاتا ہے۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بیرونی چیزوں سے ہونے والے اعیاء کی نہیں بسیط قسمیں ہیں۔

۱۔ اعیاء قروجی۔

۲۔ اعیاء تمددی۔

۳۔ اعیاء ورمی۔

اعیاء قروجی کا علاج | اس اعتبار سے کہ اس کا سبب غلط مار ہے، یہ ان فضلات کی وجہ سے ہوتا ہے جو ریاضت کے وقت تحلیل نہیں ہوتے اور باقی رہ گئے ہیں یا ورزش زیادہ ہونے کے سبب گوشت اور چربی سے پگھل کر کچھ چیزیں جمع ہو گئی ہیں۔ لہذا ایسی تدبیر کی جاتے کہ فضلات تحلیل ہو جائیں اور ان کا استفراغ ہو جاتے۔ اس کے لیے دیر تک جسم کی ہلکی مالش کی جاتے، ہلکی مالش سے اعضاء سخت نہیں ہوں گے اور دیر تک مالش کرنے سے فضلات کا استفراغ ہوگا۔ ایسے روغن زیتون سے مالش کی جاتے جو گرم اور پرانا ہو اس میں قوت قبض نہ ہو ایسے لوگوں کو حمام میں ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بعد نیم گرم پانی سے غسل کیا جاتے اور روزانہ جیسی غذائیں استعمال کی جاتی تھیں ان سے زیادہ لطیف، رطب اور بارد غذائیں استعمال کی جائیں۔ مقدار کم ہو۔

اعیاء تمددی | اس کا علاج اعضاء کو ڈھیلا کرنا ہے اس کے لیے دھوپ میں گرم کیے ہوتے روغن زیتون سے جسم کی ہلکی مالش کی جاتے۔ روغن شبت اور روغن بالونہ سے بھی مالش کی جاسکتی ہے۔ ایسے لوگ معتدل الحرارة آبرزن میں دیر تک بیٹھیں اور ریاضت مسکنہ استعمال کریں، یہ ریاضت وہی ہے جو ورزش کرنے والے تیل کی مالش کے وقت اعضاء کو کھینچ کر اور مل کر کرتے ہیں۔ اس عمل سے عضلات میں پاتے جانے والے فضلات خارج ہو جاتے ہیں جس

طرح ماش سے زیر جلد کے فعلیات خارج ہوتے ہیں۔

اس صورت میں اعضاء میں تمدد اور تکلیف دہ گرمی ہوتی ہے اور اعضاء کی مقدار بڑھ
اعیاء ورمی جاتی ہے۔ اس سے شفا کے لیے تین تدبیریں کی جاتی ہیں۔

۱۔ استفراغ

۲۔ اجابت کی تدبیر

۳۔ اعضاء کو ڈھیلا کرنا۔

ڈھیلا کرنے کے لیے ہلکی ماش کی جاتی ہے، معتدل الحرات پانی میں دیر تک بٹھایا جاتا ہے اور نیم گرم روغن زیادہ مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر موسم گرما ہو تو روغن بنفشہ مناسب ہے۔ ایسے اعیاء والے کی غذا دوسری اقسام کے اعیاء والوں سے مقدار میں کم اور زیادہ ٹھنڈی ہونی چاہئے۔ سن شباب میں مزاج معتدل والوں کی یہ تدبیر ۲۵ سال کی عمر تک ہے پھر انحطاط کے بعد ورزش کم کر دی جاتی ہے غذائیں لطیف، رطب اور کچھ گرم استعمال کی جاتیں۔ سن شیخوخت میں پہنچنے کے بعد ہلکی ورزش کی جاتی ہے مثلاً آہستہ آہستہ ٹھلنا اور اسی طرح کی دوسری ورزشیں اور عار رطب غذائیں استعمال کی جاتیں عسر کے زیادہ اور کم ہونے کے لحاظ سے اس تدبیر میں کمی و بیشی ہو سکتی ہے۔

جالیئوس کا قول ہے کہ بوڑھے دن میں عین بار کھانا کھاتیں اور ہر ہضم کے پورے ہونے کے بعد ریاضت مسکنہ، بدن کی ماش اور غسل کریں چونکہ بوڑھوں کے بدن میں فعلیات زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور یہ لوگ ایسی ورزش نہیں کر سکتے جس سے تمام فعلیات کا استفراغ ہو جاتا ہے اس لیے ان کے لیے ضروری ہے کہ ایسی غذا دوائی یا دوا استعمال کریں جن سے ان کی صحت برقرار رہے۔ لہذا غذا سے پہلے طین شکم چیزیں استعمال کریں مثلاً چقدر یا خبازی کے شوربے جو کابخی، روغن زیتون اور نمک ڈال کر بنائے گئے ہوں اور روغن زیتون کا حقن بھی کیا جاتے۔ اسی طرح غذا سے پہلے ابخیر کے ساتھ تخم قرطم یا تخم اوٹنگن ملا کر استعمال کریں اور شربت عسل ان کے لیے بہت مفید ہے خصوصاً جو لوگ نبیذ استعمال نہ کر سکیں اگر استعمال کر سکتے ہوں تو نبیذ ان کے لیے بہت مفید ہوگی۔ مویز کی نبیذ تیار کی جاتی ہے اس کے بیج نکال دتے جاتیں کیوں کہ بوڑھوں کے لیے قابض چیزیں بہت مضر ہوتی ہیں پھر اسے رکھ چھوڑا جاتے یہاں تک کہ پرانی ہو کر اس کا رنگ گلابی ہو جاتے بوڑھے لوگ ایسی ہی نبیذ استعمال کریں ہمارے

یہاں (اندلس) میں تین سے چار مہینے تک نبیذ رکھ چھوڑی جاتی ہے اس سے کم مدت کی نبیذ بوڑھوں کی صحت کے لیے مفید نہیں ہوتی۔ اسی طرح ہمارے یہاں پرانی شراب اس طرح بنائی جاتی ہے کہ چھ مہینے سے ایک سال تک رکھ چھوڑی جاتی ہے۔ تخم کرفس، سیسیوس (انجدان رومی) اجوائن وغیرہ کے عیساندہ کے ساتھ کبھی ماء العسل بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اگر بوڑھوں کے کچھ اعضاء ماؤف ہوں تو ان اعضاء کی ورزش نہیں ہونی چاہئے، یہاں ان بوڑھوں کا تذکرہ ہے جن کا کوئی عضو ماؤف نہ ہو۔ بوڑھوں کو روزانہ تین یا چار بار حمام میں جانا چاہئے۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ نوجوانوں کو حمام کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن بوڑھے چونکہ ورزش کم کرتے ہیں اس لیے انھیں حمام کی ضرورت ہوتی ہے گویا بوڑھوں کی ایک تدبیر کے ساتھ دوسری تدبیر بھی ہے جو حفظان صحت کے لیے تعاون کے طور پر استعمال کی جاتی ہے دونوں تدابیر میں فرق یہ ہے کہ وہ تدبیر بالثبیبہ اور یہ تدبیر بالفصد ہے۔ بوڑھے لوگ پرہیز کی جانے والی غذاؤں میں سب سے زیادہ ثقیل غذاؤں سے پرہیز کریں اور اگر ایسی غذا میں استعمال کر لی ہوں تو اس کے بعد ادویہ مطلقہ بھی کھائیں۔ دودھ ان بوڑھوں کے لیے بہتر ہے جن کی وریڈیں تنگ نہ ہوں لیکن شہد کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے اور جن بوڑھوں کا مزاج طبعاً سرد ہو یا جن کی وریڈیں تنگ ہوں وہ دودھ بالکل استعمال نہ کریں۔

معتدل مزاج والوں کی تدبیر پچپن سے بڑھاپے کی عمر تک بیان کر دی گئی اگرچہ ان تدابیر پر عمل کرنا بہت مشکل ہے لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے یہ گویا قانون ہے جس پر کوئی شخص اپنے حفظان صحت کے لیے عمل کر سکتا ہے۔ ان تدابیر پر عمل کرنے میں اگر کچھ کمی رہ جائے تو اس کے تدارک کے لیے ایسی دواؤں سے فضیلت کا استفراغ کیا جاتے جو سردوں کو کھولنے والی اور مانع عفونت و اورام ہوں۔ اب تمام غیر معتدل امزجہ کی تدابیر بیان کی جا رہی ہیں۔

غیر معتدل مزاجوں کی تدابیر

غیر معتدل اجسام کی دو قسمیں ہیں۔

- ۱۔ پورے بدن پر غیر معتدل امزجہ کی آٹھ قسموں میں سے کسی ایک مزاج کا غلبہ ہو۔
- ۲۔ بعض اعضاء کے مزاج مختلف ہو جائیں مثلاً دماغ حار اور معدہ بارد ہو جاتے یا اس کے برعکس ہو۔ پہلی قسم سے یہ قسم زیادہ خراب ہے خصوصاً جب کہ اعضاء اصلہ میں یہ اختلاف ہو۔ ایسے مزاج والوں کے حفظان صحت کی تدابیر کو باب حفظ صحت میں بیان کرنے سے زیادہ موزوں

یہ ہے کہ مرض کی استعدادات کو باطل کرنے کے باب میں بیان کیا جاتے خصوصاً جب کہ اعضاء تیسہ مختلف المزاج ہوں گویا یہ قسم تندرست اجسام کے تحفظ اور مرض کی استعدادات کو باطل کرنے کے باب کے درمیان ہے یہ اجسام وہ ہیں جن میں ایک یا ایک سے زیادہ ایسی علامتیں پائی جاتیں جو آئندہ کسی مرض کے پیدا ہونے کی خبر دیتی ہیں اس کو اسی حصہ کتاب میں عنقریب بیان کیا جاتے گا۔ اب سور مزاج غیر مرکب والوں کی تدابیر میں سے پہلے سور مزاج حار والوں کی تدبیر بیان کی جا رہی ہے۔

سور مزاج حار والوں میں اولاً زیادہ خرابی نہیں ہوتی لیکن جب عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو حرارت کے ساتھ بیوست کے پیدا ہونے سے ان کے جسم میں مرہ صفر کی پیدائش زیادہ ہونے لگتی ہے اسی لیے ایسے لوگوں کو ریاضت مسکنہ مثلاً آہستہ چلنا یا آہستہ چال کی سواری کا عمل کرنا چاہئے کیوں کہ بقول بقراط گرم مزاج والوں کو آرام کرنا چاہئے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے مزاج والوں کے لحاظ سے انہیں آرام کرنا چاہئے کیوں کہ بالکل ورزش نہ کرنا تندرستوں کے لیے مناسب نہیں ہے۔ ایسے مزاج والوں کے جسم کی مالش ہلکی اور مقدار میں معتدل ہو، ایسی مالش سے گوشت میں نمو ہوتا ہے۔ ٹھنڈے روغن مثلاً روغن بنفشہ وغیرہ کی مالش کی جاتے اور نیم گرم پانی سے غسل کریں تاکہ بدن سے فضلات دغانیہ کا استفراغ ہو جاتے ان لوگوں کو حمام کے استعمال کرنے کی اکثر ضرورت نہیں ہوتی گرم پانی کے بعد ٹھنڈے پانی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ گرم پانی سے جسم میں جو حرارت پہنچتی ہے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے ان کی غذا دن میں دو بار سے کم نہیں ہونی چاہئے اگر حرارت کے ساتھ بیوست نمایاں ہو تو تین بار، اس سے کم یا زیادہ نہیں ایسے لوگ کس قسم کی غذائیں استعمال کریں اس سلسلہ میں اطباء کا طریقہ یہ رہا ہے کہ اگر صرف ان لوگوں کا حفظان صحت مقصود ہوتا ہے تو ان کے مزاج کے مشابہ یعنی گرم یا خشک غذائیں بتاتے ہیں اور اگر تبدیل مزاج مقصود ہو تو ان کے مزاج کی بالقد غذائیں بتاتے ہیں۔ ایسی غذائیں بتدریج تھوڑی تھوڑی دی جاتی ہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ چونکہ ایسے مزاج والوں میں کسی معمولی بیرونی سبب سے اتنا زیادہ سور مزاج پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنے مزاج کے مطابق کسی بھی مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں چونکہ ان میں مرض کے پیدا ہونے کی استعداد ہوتی ہے اس لیے ایسی غذائیں جو ان کے مزاج کے بالکل مشابہ ہوں نہیں دینی چاہئیں کیوں کہ ایسا مزاج ایک حالت پر قائم نہیں رہتا بلکہ سور مزاج مرضی کی

طرف متحرک رہتا ہے اس لیے غذائی تدبیر میں صرف حفظانِ صحت مقصود نہ ہو بلکہ مرض کے پیدا ہونے کی استعداد کو ختم کرنا بھی مقصود ہو۔ ان اسباب کی بنا پر غذائیں ایسی ہوں جو ان کے مزاج سے کچھ مختلف ہوں نیز حفظانِ صحت کے لیے صرف غذائی تدبیر پر اکتفا نہ کیا جاتے بلکہ ان اخلاط کا استفراغ بھی کرنا چاہئے جو سور مزاج والوں میں زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ سور مزاج ہار والوں میں مرہ صفر کا استفراغ بذریعہ اسہال وقتے کیا جاتے نیز جسم میں اس مادہ کی کثرت کے لحاظ سے استفراغ کرنا چاہئے۔ اگر طبیعت کا رجحان قے کی طرف ہو تو قے کرائی جائے اور اگر اسہال کی طرف ہو تو بذریعہ اسہال استفراغ کیا جائے اسہال زیادہ بہتر ہے کیوں کہ اثر طبیعت کا میلان اسی کی طرف ہوتا ہے۔ جو لوگ مزاج حار یا مزاج حار و یابس کی تدبیر کرنا چاہتے ہیں وہ مرہ صفر کے استفراغ کے لیے ایسی دوائیں استعمال کرائیں جن سے بہ آسانی اس مادہ کا استفراغ ہو جاتے مثلاً تر ہندی (اطلی)، بنفشہ، ہلیہ زرد، بلباب (عشق پیچہ) اور اسی طرح کی دوسری طہین دوائیں۔ ایسے مزاج والوں میں حرارت و بیہوشی کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے ان کے جسم میں دغانی بخارات زیادہ پیدا ہوتے ہیں اس لیے انہیں حمام کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے لیکن اگر وہ قحی یوم میں مبتلا ہوں یا بھوکے ہوں تو حمام میں نہ جائیں۔ بعض اوقات غذا کے بعد ان کے لیے حمام مناسب ہوتا ہے اس سے ان کا بدن فرہ ہوتا ہے لیکن اگر حمام کرنے سے دائیں پہلو میں گمراہی محسوس ہو تو اس سے پرہیز کیا جائے اور سدا جگر کو کھولنے والی دوائیں استعمال کی جائیں۔ اس مزاج والے نبیذ کم پتیں اگر پینا ہو تو نبیذ سفید و رقیق پتیں۔ مختصر یہ کہ حار یا یابس مزاج والوں اور صرف حار مزاج والوں کی تدبیریں اخیر میں کچھ کم و بیش ہو جاتی ہیں کیوں کہ اخیر میں حرارت کے ساتھ بیہوشی پیدا ہو جاتی ہے ایسی سکجبین شکاری جو مفتح، مدر اور غیر مسخن بزور و حشالتش ڈال کر تیار کی گئی ہو مثلاً تخم بربیس، پرشیا و شاں اور تخم کرفس پھر ان دواؤں کی قوت اولیٰ کو توڑنے کے لیے اس کے ہموزن تخم خرپزہ ملایا جاتے اور اس کی بیہوشی و حرارت کو توڑنے کے لیے مثلاً عودہ سوسن، گل بنفشہ اور گل نیلو فر ملاتے جائیں تو اس سکجبین کا استعمال موسم گرما میں ان کے لیے بہتر ہے۔ اس کے استعمال سے اس موسم میں بخار عارض نہیں ہوگا۔ اس سکجبین میں ایسی دوائیں بھی شامل کی جائیں جو مقوی فم معدہ ہوں کیوں کہ سرکہ فم معدہ کے لیے مضر ہے اس لیے اس میں تنوڑی مصطکی اور سنبل الطیب یا تنوڑی عود (اگر)

ڈالی جاتے۔ موسم گرما میں ان کے لیے ماء الشعیر کا استعمال بھی بہتر ہے لیکن اس میں ایسی چیزیں ملاتی جاتیں جو نم معدہ میں خلل پیدا ہونے کو روکیں۔ خشک مزاج والے اپنے بدن کی ترتیب کا خیال رکھیں کیونکہ بہوست جلد بڑھا پالاتی ہے۔ اس کے لیے اچھے کیموس پیدا کرنے والی مرطب غذا میں مثلاً جوان مرغیوں کے گوشت استعمال کریں اور ایسے پانی سے غسل کریں جو گرم و سرد ہونے میں معتدل ہو اس مزاج والے بیداری اور ایسے عوارض نفسانیہ سے پرہیز کریں جو جسم میں حرارت پیدا کرتے ہیں مثلاً غصہ وغیرہ اور ایسی چیزیں استعمال کریں جو فرحت و خوش اخلاقی پیدا کرتی ہیں۔ بیرون جسم سے ملنے والی چیزیں بھی ایسی ہوں جو ان کے مزاج کی ضد ہوں مثلاً موسم گرما میں برگ بید سادہ، برگ ریکان، برگ انگور اور سرد پانی۔ ان کے بستر اور کپڑے بہت نرم ہوں۔ مزاجیہ باتوں کا سنا گرم و خشک مزاج والوں کے لیے بہت مناسب ہے۔

گرم و تر مزاج والے عفونت اور سیلان فضلات کے امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں خصوصاً نوعمری میں یہ لوگ قوی و سریع ورزش اور زیادہ دیر تک سخت مالش کریں اور دو یا تین بار کی غذاؤں میں ہر غذا سے پہلے غسل کریں مختصر یہ کہ معدہ کی حالت کی طرف توجہ ہونی چاہئے کیوں کہ معدہ میں غذاؤں کا جیسا استعمال ہوگا ویسا ہی پورے بدن کے اخلاط کا استعمال ہوگا یہ ایسی غذا میں استعمال کریں جن کا مزاج کچھ بار دو یا بس ہو۔ مزاج حار و رطب معتدل نہیں ہے جیسا کہ جالینوس اور دوسرے قدماء کا خیال ہے کہ مزاج طبیعی حار و رطب ہے کیوں کہ مزاج طبیعی وہی ہوتا ہے جو اطراف کے وسط میں ہو اسی کو مزاج معتدل کہا جاتا ہے۔ اطراف سے مراد آٹھ غیر معتدل مزاج ہیں۔ اور جب اذکان کے غلبہ کے لحاظ سے حار و رطب کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ برودت و بہوست سے زیادہ حرارت و رطوبت ہے۔ اسی مزاج کو یہاں معتدل کے لحاظ سے حار و رطب کہا گیا ہے لہذا معتدل کو حار و رطب کہتا اور اس مزاج کو حار و رطب کہنا محض اشتراک اسمی ہے۔ جالینوس کہتا ہے کہ طبیعی وہ مرض ہے جو اطراف کے لحاظ سے ہو اور حار و رطب معتدل کے لحاظ سے ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ معتدل دو مزاج ہیں۔ اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہنا ہے کہ اس مزاج والوں کے حفظان صحت کے لیے محض ورزش، حمام اور استعمال اغذیہ کافی نہیں ہے بلکہ ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جن سے فضلات کا استفراغ ہو یعنی مسہل دوائیں مثلاً سر کے فضلات کے استفراغ کے لیے چھینک لانے والی دوا (ناس) کا استعمال اور مصطکی، حب ایس

۱۔ عاقرقرا کے جو شانہ سے غزہ کرنا نیز وہ ادویہ جو ادرار بول کے ذریعہ استفراغ کرتی ہیں۔ اس مزاج والوں کے اسہال کے لیے وہ ملین دوائیں مناسب ہیں جن سے رطوبات کا اخراج ہوتا ہے مثلاً غاریقون، تربد، تخم قرطم و تخم اشکن۔ ایسے مزاج میں دوسرے مزاجوں سے زیادہ سدوں کو کھولنے اور اسباب عفونت کو درد کرنے کی طرف توجہ ہونی چاہتے۔ اسباب عفونت کو رفع کرنے کے لیے یہ تدابیر ہیں۔

۱۔ سدوں کو کھولنا۔ ۲۔ متعفن خلط کا استفراغ۔

۳۔ ادویہ کے ذریعہ مزاج کا حالہ و تبدیل کرنا۔ یہ ایسی ادویہ ہونگی جو اس کے مزاج کے مخالف ہوں گی۔

۴۔ ایسی دواؤں کا استعمال کرنا جو خلط متعفن کا مقابہ و ازالہ کر سکیں ایسی دوائیں وہی ہیں جن کو افویہ دگرم مصلح، کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ عفونت دو چیزوں سے مرکب ہوتی ہے۔

۱۔ حرارت غریبہ۔

۲۔ بدبودار رطوبت غریبہ۔ افویہ عفونت کے بالکل مفاد ہے مذکورہ خصوصیات کی دواؤں سے اگر کوئی مرکب دوا تیار کی جاتے اور مرکب کے اجزاء کی ان قوتوں کو ختم کر دیا جاتے جن کی ضرورت نہیں ہے تو حفظان صحت کے لیے ایسی دوا بہت بہتر ثابت ہوگی۔

سور مزاج بارد کی چند صورتیں ہیں۔

۱۔ برودت کے علاوہ دوسری کیفیتوں میں اعتدال ہو۔

۲۔ برودت کے ساتھ رطوبت ہو۔

۳۔ برودت کے ساتھ بوسست ہو۔ صرف مزاج بارد والوں کی تدبیر یہ ہے کہ بغیر تربطیب کے ان کے جسم کو گرم کرنے کے لیے ورزش، غسل اور نڈائیں استعمال کرائی جائیں۔ بارد رطب مزاج والوں کے لیے حرارت و بوسست پیدا کرنے والی تدابیر کی جائیں۔ ایسے لوگ غسل سے پرہیز کریں اور ورزش زیادہ کریں اور ایسی دوائیں استعمال کریں جو بارد رطب مزاجوں میں پیدا ہونے والے فضلات کا استفراغ کرنے والی ہوں۔

سور مزاج بارد یا بس تمام قسموں سے زیادہ خراب ہے ایسے مزاج والوں کے لیے حرارت و رطوبت پیدا کرنے کی تدبیر کی جاتے یعنی ہلکی ماش، شیریں پانی سے غسل، ریاضت مسکنہ، طویل

نہیں اور ایسی غذاؤں کا استعمال جن میں حرارت و رطوبت پہنچانے کی کیفیتیں ہوں۔ مزاج رطب والوں کی عمومی تدبیر یہ ہے کہ ان کی غذا کے اوقات میں زیادہ وقفہ ہو اور مزاج یابس کی غذا میں کم وقفہ ہونا چاہئے۔ مزاج بارد یابس والوں میں ان کے جسم میں پیدا ہونے والے مرۃ سودا کا استفراغ کیا جائے اس کے لیے ہلیجات کا استعمال کافی ہے اس سے زیادہ قوی دوا بسفراغ ہے یہ ایسی دوا ہے جو ضرر پہنچاتے بغیر غلط سودا کو خارج کرتی ہے۔ ایسے مزاج والوں کے لیے گلابی نبیذ بہت مفید ہے۔ ان مزاج والوں میں سے مزاج حار رطب والوں کے لیے فعل جماع زیادہ مناسب ہے یہ مزاج بارد یابس والوں کے لیے بہت مضر ہے اور ان دونوں قسموں کے درمیانی مزاج والوں کے لیے متوسط چیز ہے۔

غیر معتدل مزاج کی تدابیر بیان کر دی گئیں۔ صرف کیفیات منفعلاً یعنی بہوست یا رطوبت میں مزاج کے غیر معتدل ہونے میں اتنا زیادہ ضرر لاحق نہیں ہوتا جس قدر کیفیات فاعلہ (حرارت و برودت) یا منفعلاً و فاعلہ دونوں کیفیتوں میں مزاج کے غیر معتدل ہونے میں ضرر لاحق ہوتا ہے۔ جالینوس اس کی دلیل یہ بیان کرتا ہے کہ انسان کے اعضاء ابتداءً پیدائش میں بہت مرطوب اور بڑھاپے کے وقت بہت خشک ہوتے ہیں۔

جسم کی لاغری کی تدبیر یہ ہے کہ لاغری کے اسباب کو ختم کیا جائے اس کا ایک سبب یہ ہے کہ اعضاء کی حرارت و بہوست کی وجہ سے جسم زیادہ تحلیل ہوتا ہے ایسے جسم والوں کے لیے مرطب و مبرد تدابیر مفید ہوتی ہیں۔ اگر لاغری کا سبب اعضاء کی قوت جاذبہ کا کمزور ہونا ہو تو اعضاء پر زفت لگانا مفید ہے۔ یہ اتنی ہی دیر تک بدن پر لگا رہنا چاہئے کہ اعضاء جتنی دیر تک غذا کو جذب کرتے ہیں۔ زیادہ دیر تک لگا رہنے سے جسم تحلیل ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا سبب قوت ہاضمہ میں غلبہ برودت ہو تو ہاضم چیزیں مثلاً نبیذ وغیرہ استعمال کی جائیں۔ عموماً بہوست کے سبب سے لاغری ہوتی ہے بہوست کے اسباب یہ ہیں۔

۱۔ زیادہ تحلیل ہونا۔

۲۔ اعضاء کی قوت جاذبہ کا کم جذب کرنا۔

۳۔ قوت ہاضمہ کی کمی۔

۴۔ کبھی خشک غذا یہ بھی بہوست کا سبب بنتی ہیں جس کی اصلاح آسان ہے۔ فربہ بدن کو لاغر کرنے کی تدابیر گذشتہ تدابیر کے برخلاف ہیں یعنی زیادہ ورزش کرنا، کم کھانا، استفراغ

بذریعہ ادویہ، حرارت کو برانگیختہ کرنے والے تمام استفراغات مثلاً بیلاری اور وہ تمام افعال نفسانیہ جو حرارت کو برانگیختہ کرتے ہیں۔

پورے بدن میں ہونے والے غیر معتدل امزجہ کی تدابیر کے بعد اب اعضاء کے غیر معتدل امزجہ کو بیان کرنا ہے۔ اعضاء کے سور مزاج میں بھی مرض کی استعدادات کو ختم کرنے کی تدبیر کی جاتی ہے جس طرح پورے جسم کے سور مزاج کی تدبیر کی جاتی ہے تدبیر کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس عضو کو قوی کیا جائے اس کے مزاج کی اصلاح کی جائے اس میں جو مادہ پیدا ہو رہا ہے اس کا انفعال و استفراغ کیا جائے اور اگر کسی دوسرے عضو کی مشارکت سے اس میں مرض عارض ہوا ہے تو سبب فاعل کو رفع کیا جائے اور مشارک عضو کی اصلاح کی جائے۔ اگر مشارکت کے سبب سے نہ ہو تو خود اس عضو کی اصلاح کی جائے مثلاً بعض لوگوں کا معدہ کبھی بذاتہ علییل ہوتا ہے اور کبھی دماغ کی مشارکت کے سبب سے سب سے ضرر رساں وہ قسم ہے کہ مشارک اعضاء ریسہ کے نزاج میں اختلاف و تضاد ہو مثلاً معدہ بارد اور جگر عار ہو یا بدن کمزور ہو اور ساتھ ہی پتھری کی شکایت ہو یا بدن لاغر ہو اور فوطے منی کو خشک کرتے ہوں۔ ایسے حالات میں دونوں اعضاء کی تدبیر کی جائے لیکن اہم کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے۔ یہ تمام باتیں باب معالجہ کی ہیں ان کا تذکرہ یہاں مناسب نہیں ہے۔ ایسی حالت عارض ہونے سے پہلے اس سے تحفظ اور عارض ہونے کے بعد اس کا دفع کرنا دونوں کی تدابیر ایک ہی قسم کی چیزیں ہیں۔ اعضاء کے سور مزاج میں سب سے خراب یہ ہے کہ دماغ کا مزاج حرارت یا برودت میں غیر معتدل ہو جائے کیوں کہ دماغ کے سور مزاج کے سبب سے بدن میں بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، اس سے ورم مطلق، ورم ریہ، ورم لہاۃ، قروح ریہ، قروح فم، آواز کا ختم ہو جانا اور بھر کے امراض لاحق ہوتے ہیں، اکثر فضلات معدہ کی طرف رجوع کرتے ہیں جس سے اس کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے اگر فضلات بارد ہوتے ہیں تو معدہ کا مزاج بارد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا اور پورے بدن کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے۔ ایسے مریضوں کو ترش ڈکاریں آتی ہیں۔ جوانی کے وقت میں بھی اس مرض میں مبتلا ہوا تھا میرے معدہ میں سور مزاج پیدا ہو گیا تھا جسے میں اُس زمانہ میں دفع نہیں کر سکا تھا کیوں کہ اس وقت معالجہ میں مجھے مہارت نہیں تھی اب اعمال طب پر کچھ مہارت ہوتی ہے۔ کبھی یہ صفاوی غلط ہوتا ہے۔ اگر اس سے بیماریاں لاحق ہو جاتیں تو ان کو دفع کرنے کی بحث "حیلۃ البرہ" میں داخل ہے اور ان کے وقت سے پہلے غلطی کی

تدابیر اسی مقام پر بیان کرنا مناسب ہے۔ اگر دماغ میں سور مزاج بارد ہو تو یہ تدابیر کی جائیں۔
 (۱۵) سر پر ایسے لیپ لگائے جائیں جو مجفف، مقوی اور کچھ گرم و خوشبودار ہوں مثلاً گرمیوں
 میں جاوتری کالیپ اور جاڑوں میں لونگ کالیپ۔

(۱۶) دماغ میں جمع شدہ فضلات کے استفراغ کے لیے چھینک لانے والی چیزوں کی ناس۔
 (۱۷) درخت اخروٹ کی جڑ سے سواک کرنا۔

(۱۸) مہلگی میں تھوڑا مویرج ملا کر چباننا۔

(۱۹) معتدل موسموں (ربیع و خریف) میں ایسی دوا کا استعمال کرنا جو دماغ کے خلط بارد کا
 استفراغ کریں مگر دماغ میں گرم فضلات پیدا ہوتے ہوں تو اس کا علاج مذکورہ علاج کے
 متضاد ہے یعنی سر پر روغن گل ڈالا جائے اور اس خلط کو خارج کرنے والی دواؤں سے
 استفراغ کیا جائے۔ حرارت سے زیادہ برودت سے عموماً سہ متاثر ہوتا ہے۔ اس لیے برودت
 سے سر کو بہت بچایا جاتا ہے۔

جن لوگوں کے لیے مذکورہ تدابیر نہ ہو سکیں تو ان کی حالت پر غور کرنا چاہئے اگر کسی شخص
 کا پیدائشی مزاج معتدل ہے تو اکثر اس کی بیماریاں خلط کے زیادہ ہونے کے سبب سے ہوتی
 ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کے لیے استفراغ عام یعنی فہد کھولنے کی تدابیر برابر کرتے رہنا
 چاہئے خصوصاً جن میں امتلاز کے امراض ہوں اور انہیں ایسی غذائیں دی جائیں جن میں
 غذائیت زیادہ ہو اور جو شخص پیدائشی معتدل المزاج نہ ہو اس میں اکثر بیماریاں اخلاط کی خرابی
 سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ اس کے جسم میں کس خلط کا غلبہ ہے
 اور یہ خلط کم پیدا ہو رہا ہے یا زیادہ۔ اسی لحاظ سے ہمیشہ خلط کا استفراغ کیا جائے بعض لوگوں کے
 لیے صرف موسم ربیع میں استفراغ کافی ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو دو بار استفراغ کی ضرورت
 ہوتی ہے ایک ربیع میں اور ایک خریف میں۔ میرا خیال یہ ہے کہ ایسے مزاج والوں کے لیے
 اکیس سے اٹھائیس سال کی عمر میں ہر سال استفراغ کرنا چاہئے کیوں کہ اسی محدود عمر میں
 اکثر لوگوں کو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ جب یہ معلوم ہو جائے کہ کون سی خلط ہے تو اس
 کے مطابق ہی تدبیر کی جائے۔ ایسے مریضوں کے لیے کھانے پینے اور کسی بھی تدبیر میں عادت بنا
 لینے کی ہدایت نہ کرنا چاہئے البتہ اگر کوئی خلط تدبیر ہو تو حتی الامکان اس کے چھوڑنے کی
 ہدایت ضرور کی جائے۔ کسی چیز کی عادت ہو جائے تو اسے نہیں چھوڑنا چاہئے اگرچہ وہ

بہت مضر ہی ہو بلکہ تدریجاً چھوڑنا چاہتے تمام امراض کی صحت کی تدابیر بیان کر دی گئیں۔ اب یہ بیان کرنا ہے کہ اگر جسم میں کسی مرض کے پیدا ہونے کے امکانات ہوں تو اس سے تحفظ کی تدبیر کیا ہو اور جسم میں کسی مرض کی استعداد پیدا ہو گئی ہے تو اس کا ازالہ کس طرح کیا جائے۔ اس حصہ کتاب کی دو قسموں میں سے یہ دوسری قسم ہے۔ اگرچہ پہلی قسم میں بہت سی ایسی باتیں بیان کر دی گئی ہیں جو دونوں قسموں میں مشترک ہیں۔

تدابیر ازالہ مرض

وہ امراض جن کے پیدا ہونے کی جسم میں استعداد ہو گئی اور بیماریوں کے پیدا ہونے کی جو علامتیں کتاب العلامات میں بیان کی گئی ہیں ان میں سے کوئی علامت ظاہر ہو جاتے تو اس کی حفظ یا تقدم تدابیر وہی ہیں جو حالت مرض میں دفع مرض کی تدابیر ہیں۔ مثلاً جذام سے تحفظ ان ہی چیزوں کے ذریعہ ہوتا ہے جن سے اس مرض کا علاج کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی ہر مرض میں ہے۔ استعداد است میں سے معروف وہ حالت ہے جسے اعیاء کہا جاتا ہے۔ جب بدن میں یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے تو جسم میں بہت سی بیماریوں کو قبول کرنے کی استعداد ہو جاتی ہے۔ ہر مرض کی خاص استعداد میں یہ کیفیت نہیں ہوتی ہے۔ چونکہ استعدادات کو ختم کرنے کی تدبیر وہی ہے جو مرض کے دفع کرنے کی تدبیر ہے اس لیے مکرر بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہوا کی خرابی کے وقت جسم کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کی تدبیر کا بیان یہاں ضروری ہے۔ لیکن اس سے پہلے حالت اعیاء کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

کتاب المرض میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اعیاء کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم اعیاء قرومی ہے اس کے اسباب اخلاط عارہ ہیں یعنی جو سبب خود جسم میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی کو یہاں بیان کرنا ہے۔ دوسری قسم ممدی ہے اس کا سبب کثرت خون ہے۔ تیسری قسم ورمی ہے۔ اس کے اسباب وہی ہیں جو قرومی اور ممدی دونوں کے ہیں۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اعضاء کے اقطار بڑھ جاتے ہیں اسی لیے تیسری قسم کو امراض بسیطہ میں شمار کیا گیا ہے لیکن یہ مرکب اعضاء میں ہوتا ہے۔ پہلے ان تمام اقسام کا عمومی علاج بیان کیا جا رہا ہے پھر ہر قسم کا علاج علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے کہ ان تمام قسموں کا سبب سور مزاج مادی ہے عمومی علاج یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو مزاج کا احالہ کیا جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو مادہ کا استفراغ کیا جائے۔

طبیعت اس وقت اعالہ کرتی ہے جب ایسی ادویہ و اغذیہ استعمال کی جائیں جو اخلاط کو لطیف بنائیں اور انہیں اعالہ کے لیے تیار کر سکیں، بھوکے رہنے اور نیند لانے سے بھی یہ کام ہوتا ہے۔ پیشاب اور پسینہ لانے والی دواؤں، مسہل دواؤں، ورزش اور فصد عروق کے ذریعہ استفراغ کیا جاتا ہے۔ ان تمام قسموں میں آرام بھی ضروری ہے۔ ان قسموں کا عمومی علاج یہی ہے۔ اب ہر ایک قسم کا خاص علاج بیان کیا جائے گا۔ کیوں کہ تمام قسموں میں ایک ہی قسم کا استفراغ و اعالہ نہیں ہوتا ہے۔ پہلے اعیاء قروچی بیان کیا جا رہا ہے۔

اعیاء قروچی کا سبب فاعل اخلاط لذاعہ (چھن پیدا کرنے والے اخلاط) ہیں۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ خلط لذاع صفر یا سودا یا بلغم مالح ہوتا ہے۔ یہ تمام اخلاط چھن پیدا کرتے ہیں صفر اپنی حدت کے ذریعہ، سودا اپنی ترشی کے ذریعہ اور بلغم مالح اپنی نمکینیت کے ذریعہ چھن پیدا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ یہ اخلاط اپنی غیر طبیعی قوت کے ساتھ خون میں موجود ہوتے ہیں کبھی یہ صرف زیر جلد ہوتے ہیں، کبھی اندر عضلات میں اور کبھی عضلات کے ساتھ وریدوں میں بھی ہوتے ہیں۔ پھر کبھی ان اخلاط کے ساتھ جسم میں بلغم خام ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ اگر بلغم خام موجود ہو تو کبھی صرف گوشت میں اور کبھی وریدوں میں ہوتا ہے۔ اگر وریدوں میں یہ اخلاط (صفر یا سودا یا بلغم مالح یا بلغم خام) ہوتے ہیں تو کبھی وریدوں میں خون کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہے زیادہ خون اس وقت ہوتا ہے جب یہ اخلاط خون کے مزاج سے زیادہ بعید نہ ہوں۔ کیوں کہ بعض اخلاط کا استعمال خون کی طرف جلد ہو جاتا ہے اور بعض اخلاط خلاً صفر اور سودا کا استعمال دیر میں ہوتا ہے۔ ان اخلاط کے خون بننے میں طویل استعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے ایسی حالت میں وریدوں میں خون بہت کم ہوتا ہے۔ اعیاء قروچی کے وقت جسم میں اخلاط کے موجود ہونے کی یہی تمام صورتیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک خلط کا خاص علاج ہے۔

اعیاء قروچی کا خلط فاعل اگر صرف زیر جلد ہو تو اس کے علاج کے لیے ریاضت مسکنہ، حمام اور لطیف و رطب غذاؤں مثلاً ماء الشعیر اور شربت سکنجبین وغیرہ کا استعمال کافی ہوتا ہے لیکن جب یہ اخلاط گہرائی تک اور گوشت کے اندر ہوں تو ورزش بالکل نہ کی جائے بلکہ جس قدر ممکن ہو آرام و سکون اختیار کیا جائے، سونے کی کوشش کی جائے اور غذا استعمال نہ کی جائے۔ شام کے وقت معتدل پانی سے غسل کیا جائے پھر سکنجبین یا اگر مزاج میں گرمی نہ ہو تو شربت غسل پی کر ایسی غذا استعمال کی جائے جو جید الکیموس اور لطیف ہو۔ ان مشروبات

کے استعمال کا فائدہ یہ ہوگا کہ طبیعت جس خلط کا استمال نہیں کر سکی ہے اس کا استفرغ پیشاب اور پسینہ کے ذریعہ ہو جائے گا۔ اس تدبیر سے اس مرض میں اگر سکون رہا تو یہ خیال صحیح ہو جاتے گا کہ صرف عضلات میں خلط ہے لیکن اگر سکون نہیں ہوا اور مریض کو بے چینی کی نیند آئی تو ایسی حالت میں اخلاط صرف عضلات میں نہیں ہوں گے بلکہ وریدوں میں بھی ہوں گے۔ اسی لیے پہلے یہ غور کر لینا چاہئے کہ اعیاء کے خلط فاعل کے ساتھ کوئی خام خلط ہے یا نہیں اگر موجود ہو تو وریدوں میں موجود ہے یا نہیں۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان اخلاط کے ساتھ کوئی خام خلط نہیں ہے اور اعیاء کے یہ اخلاط فاعلہ اعیاء۔ اور وریدوں میں ہیں تو غور کرنا چاہئے کہ ان اخلاط کے ساتھ وریدوں میں خون کی کثرت ہے یا نہیں اور یہ اخلاط خون کے جوہر کے قریب ہیں یا بعید۔ اگر خون کی کمی ہو اور اخلاط بھی خون کے جوہر سے بعید ہوں تو بذریعہ اسہال اس خلط کا استفرغ کیا جلتے جو اعیاء کا سبب فاعل ہے۔ ایسا خلط یا صفرا یا سودا یا بلغم مائع ہوگا۔ کیوں کہ اخلاط جب کیفیت میں غیر معتدل ہوتے ہیں تو ان کا استفرغ ایسی دواؤں سے کیا جاتا ہے جو ان اخلاط کو جذب کرنے والی ہوں اور جب مقدار میں غیر معتدل ہوتے ہیں تو فصد کے ذریعہ استفرغ کیا جاتا ہے۔ اسے کتاب شفاء الامراض میں بیان کیا جاتے گا۔

اگر وریدوں میں ان اخلاط کے ساتھ خون کی کثرت ہو تو پہلے فصد اور اس کے بعد اسہال کے ذریعہ استفرغ کیا جائے۔ اگر ان اخلاط کے ساتھ جسم میں اخلاط خام بھی ہوں تو اس پر بھی غور کرنا چاہئے۔ اگر ان اخلاط کے ساتھ وریدوں میں خون کی کثرت ہو اور یہ اخلاط جوہر خون سے زیادہ بعید نہ ہوں تو اس حالت میں بھی فصد اور اسہال کے ذریعہ ان اخلاط کا استفرغ کیا جائے۔ کیوں کہ جوہر خون سے قریب ہونے کی صورت میں یہ اخلاط زیادہ گاڑھے نہیں ہوں گے اگر گاڑھے ہوتے تو دواء مسہل کام نہیں کرتی۔ اگر وریدوں میں اخلاط خام زیادہ اور خون کم ہو اور جوہر خون سے یہ اخلاط بعید ہوں تو اس حالت میں نہ فصد کھولی جاتے اور نہ دواء مسہل دی جاتے۔ ایسے مریض کے علاج میں اگر دیر کی گئی تو اس کی موت ہو سکتی ہے اور اگر دواؤں کے ذریعہ استفرغ کی کوشش کی جاتے تو اخلاط کی غلظت کے سبب سے ان کا استفرغ نہیں ہو سکے گا نیز یہ اخلاط راستوں کو اس طرح بند کر دیں گے کہ دوسرے اخلاط ان میں گند نہیں سکیں گے۔ اس حالت میں عمومی تدبیر یہ ہے کہ مریض آرام و سکون سے

رہے اور ان کی دوائیں اور غذائیں ملطف و مقطع ہوں لیکن زیادہ گرم نہ ہوں تاکہ جسم میں
 اخلاط خام منتشر نہ ہوں اور ایسی سنگینیں بزوری جس کی بیہوشی کو ختم کرنے کے لیے اصل اسوس
 ڈالی گئی ہو ان کے لیے بہت مناسب ہے جو ان مریضوں کے لیے ماء الشعیر کا استعمال بہتر ہے جس
 میں تھوڑی سی بیج بادیان بھی ڈالی گئی ہو۔ ماء العسل تنہا یا گل زوفا اور اصل اسوس کے ساتھ
 استعمال کرنا ان کے لیے بہتر ہے۔ ان کے شکم میں نفخ ہو جاتا ہے اور ریاخ غلیظہ پیدا ہوتے
 رہتے ہیں، اسی لیے جالینوس ان مریضوں کو جوارش فلافل اور جوارش کمونی استعمال کراتے ہیں
 لیکن ہمارے ملک (اندس) میں جب ایسی دوائیں دی جاتی ہیں تو ان کے ساتھ مہلح دوائیں
 بھی استعمال کرائی جاتی ہیں ورنہ مریض کو فوراً بخار آجاتا ہے۔ کیوں کہ ہمارے ملک سے
 جالینوس کا ملک زیادہ ٹھنڈا ہے۔ نیز جالینوس موسم سرما میں جوانوں کے علاوہ دیگر مریضوں کو یہ دوا
 استعمال کراتا تھا لیکن اگر مرض کا زیادہ اقتضاء ہو تو جوانوں کو بھی دی جاسکتی ہے اگر ایسے اجزاء
 سے مرکب دوا تیار کی جاتے جو ططف اور اندرونی اعضاء کو تقویت دینے والی اور کم
 حرارت والی ہوں تو یہ اچھی دوا ہوگی مثلاً دارچینی، اسارون، عود، عنبر، لونگ اور اسی طرح
 کی دوسری خوشبودار دوائیں۔ لیکن چونکہ ان دواؤں میں قوت قبض ہے اس لیے جالینوس
 ایسی دواؤں کے استعمال سے احتراز کرتا ہے۔ اگر مرکب دواء میں قابض و طین دونوں قسم
 کی دوائیں شامل کی جائیں تو اچھی دوا تیار ہوگی چونکہ ایسے مریضوں کے اعضاء رتیسہ خصوصاً
 فم معدہ بہت کمزور ہوتا ہے اسی لیے اس مرکب دوا میں مصطکی ڈالنا مناسب ہے، لیکن گل
 سرخ ڈالنا بہتر نہیں ہے اگرچہ یہ مقوی اعضاء ہے کیوں کہ اس میں برودت و قبض ہے۔
 اس مرکب میں ڈالنے کے لیے اسٹونخودوس بھی بہتر ہے اس مرض میں اسہال و خفے کے
 ذریعہ استفراغ سے احتراز کیا جاتے۔ اسہال سے اندرونی اعضاء میں اخلاط متحرک ہو
 جاتیں گے اور استفراغ نہیں ہو سکے گا اور قے سے بیرون جسم کی طرف اخلاط متحرک ہو
 جاتیں گے۔

جب عضلات میں اخلاط خام ہوں اور وریدوں کا خون صاف ہو تو زیادہ گرم مدر بلوں
 دواؤں سے احتراز کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ اس موقع پر اخلاط کے منتشر ہونے
 کا اندیشہ نہیں ہے اس کے لیے جالینوس دواء فودنجی استعمال کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ
 کن دواؤں سے اس کا علاج کرنا چاہئے۔ جسم پر ہر خلط کے غلبہ اور اس کی مقدار و مقام کی

علامتوں کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ یہ تمام باتیں کتاب العلامات میں بیان کر دی گئی ہیں مثلاً پیشاب کے رنگ اور قوام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وریدوں اور عضلات کے عروق میں کس قسم کے اخلاط ہیں۔ یہ بھی معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ خلط کی مقدار کم ہے یا زیادہ، نیز گذشتہ غذائی تدبیر اور اس کے لیے مزاج اور موسم کو معلوم کرنا، اس کے علاوہ تمام باتیں جو کتاب العلامات میں بیان کی گئی ہیں۔

اعیاء ورمی اور تمددی دونوں حالتوں میں خون کی کثرت ہوتی ہے، اس لیے ایسے مریضوں کی فصد ضرور کھولی جاتے، اور موسم، عہد اور مزاج کے لحاظ سے متعین مقدار میں خون خارج کیا جاتے جس کی تفصیل "کتاب شفاء الامراض" میں آتے گی۔ اس اعیاء میں اعضاء کی حالت پر نظر کی جاتے۔

اگر سر میں زیادہ گرانی ہو تو قیصال کی فصد کھولی جاتے اگر سینہ میں گرانی زیادہ ہو تو باسلیق کی فصد کھولی جاتے۔ اگر ان دونوں اعضاء میں یکساں گرانی ہو تو اکمل کی فصد کھولی جاتے۔ اب اس حصہ کتاب میں یہ بیان کرنا باقی رہ گیا ہے کہ غیر معتدل ہواؤں میں پیدا ہونے والی بیماریوں سے جسم کا تحفظ کس طرح کیا جاتے۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کبھی ہوا میں اپنی کیفیات میں غیر طبیعی حالت پر ہو جاتی ہیں اور کبھی متعفن ہو کر ہواؤں کا جوہر بالکل بدل جاتا ہے۔ ہوا کی ان دو حالتوں میں سے کوئی حالت ہو اس کے مطابق جسم میں بیماریوں کے پیدا ہونے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے لیکن تمام لوگوں میں مرض لاحق نہیں ہوتا، بلکہ صرف وہی لوگ امراض و باتیہ میں مبتلا ہوتے ہیں جن میں مرض کے قبول کرنے کی استعداد زیادہ ہوتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو وبائی ہواؤں کے زمانہ میں ہر شخص بیمار ہو جاتے۔ ہوا کے غیر طبیعی تغیرات کے اوقات میں عمومی تدبیر یہ ہے کہ سدوں کو کھولنے اور عفونت کے تمام اسباب کو روکنے کی کوشش کی جائے۔ ہوا کے تغیرات کی تمام اقسام کی تدبیر یہ ہے کہ جب کسی ایک کیفیت میں ہوا غیر معتدل ہو جاتے تو اس کے بالمقابل مضاد تدبیر کی جاتے۔ مثلاً جب ہوا میں حرارت و بیوست زیادہ ہو جاتے تو بارد و رطب غذائیں استعمال کی جائیں اور ایسے مکان میں بود و باش اختیار کی جائے جس کا رخ جانب شمال ہو۔ آب و ہوا معتدل ہو اور خوشبودار چیزیں ہوں اگر ممکن ہو اور امر مانع نہ ہو تو شدت حرارت یا شدت برودت کے موسم میں ان فضیلات و اخلاط کا استقرار کیا

جاتے جو اس موسم میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ہوا کا پورا جوہر فاسد ہو جاتے تو استفراغ عام کیا جاتے اور ایسی چیزیں استعمال کی جاتیں جو اپنے پورے جوہر سے مانع و باہر ہوں اس میں بار دیال بس بعد از عفونت دوائیں مثلاً قسط، کندر اور میعہ بھی ڈالی جاتیں۔ ہوا و باقی کو دفع کرنے کے لیے قطران کی تاثیر بھی زیادہ ہے۔ اس زمانہ میں تریاق کبیر رتی سے سارے تین ماشہ تک استعمال کیا جاتے تو بار سے پوری حفاظت ہوتی ہے۔ اس دوا کے کھانے کے بعد تقریباً نو گھنٹے تک توقف کرنا چاہئے اور کوئی غذا استعمال نہ کی جائے یہاں تک کہ یہ دوا تمام اعضاء میں مضمر ہو جائے۔ فقہریہ کہ جب ہوا میں ایسا تغیر ہو جائے کہ بیماریاں پیدا ہونے لگیں تو اس بیماریوں سے تحفظ کے لیے ایسی تدبیر کی جاتے جو مزاج ہوا کے مخالف ہو۔ ہوا و باقی میں گل ارمنی اور گل محتوم کو سرکہ کے ساتھ استعمال کرنا مفید ہے۔ و بار کے زمانے میں اطباء نے اس نسخہ کے استعمال کی ہدایت کی ہے :- صبر ایک حصہ، زعفران دو حصے، مرکی ایک حصہ (سب کو باریک کر کے) روزانہ بارہ قیراط یعنی ۲۶ جبہ (۲۶ جی) ایک اوقیہ شراب معجون کے ساتھ استعمال کیا جائے جس نے بھی اس دوا کو استعمال کیا وہ و باء سے محفوظ رہا۔ موسم گرما میں ایسے مقامات پر رہائش ہونی چاہئے جہاں کی ہوا صاف ستھری ہو اور بلند مقامات (پہاڑی مقامات)۔ اگر ایسے مقامات نہ ہوں تو اونچے مکانات کی اوپر کی منزل پر رہائش ہو۔ لیکن جب ہوا کے پورے جوہر میں تغیر پیدا ہو جاتے تو ایسے مکانات میں رہائش ہونی چاہئے جن میں ہوا کی اصلاح ہوتی رہے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ و باقی دنوں میں تمام پھلوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے کیوں کہ اس سے جو خون پیدا ہوتا ہے اس میں جلد عفونت پیدا ہو جاتی ہے۔ گوشت سے بھی پرہیز کرنا چاہئے کیوں کہ اس کا استعمال تعفن کی طرف جلد ہوتا ہے اگر گوشت استعمال کرنا ہو تو پہاڑی پرندوں کا گوشت استعمال کیا جاتے اس زمانہ میں پھلیوں کا استعمال بہت خراب ہے۔ ایسی سکنجبین جو عسرق گلاب سے تیار کی گئی ہو اور اس میں کچھ ایسے بزور بھی ڈالے گئے ہوں جو مدربولن اور بارد ہوں اور سکنجبین میں نمایاں ترشی بھی ہو تو و باقی اوقات میں اس کا استعمال کرنا بہتر ہے۔ اطباء کا اتفاق ہے کہ ہر موسم میں ایسی طین دوائیں استعمال کی جائیں جو محافظت صحت ہوں مثلاً املی، ریوند چینی، گل بنفشہ، ہلیلہ جارت، الماس، ترنجبین، سلاب آب آثار اور انہی کے مانند دوسری طین چیزیں جو ان اخلاط صمدیدی کو نکال دیں جن سے جسم

میں اسی طرح عفو نہت پیدا ہوتی ہے جس طرح تکمیر کے لیے گوند سے ہوتے اٹے میں خمیر کا عمل ہوتا ہے (کہ آٹا متعفن ہو جاتا ہے)

اختصار کے پیش نظر اس حصہ کتاب کا یہ مضمون کافی ہے۔ چٹا حصہ ختم ہوا۔

کتاب شفاء الامراض

غیر طبیعی حالات کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) امراض

(۲) وہ امراض جو امراض کے تابع ہوتے ہیں۔ امراض کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ امراض جو ابتداء میں اعضاء متشابہتہ الاجزاء میں لاحق ہوتے ہیں، پھر بعد میں اعضا مرکبہ میں لاحق ہوتے ہیں۔ یہ امراض، سور مزاج مادی و غیر مادی کی آٹھ قسمیں ہیں۔

(۲) وہ امراض (جو ابتداء ہی میں) اعضاء مرکبہ میں لاحق ہوتے ہیں۔ پہلے اعضاء متشابہتہ کے امراض مادی و غیر مادی کے ازالہ کی تدابیر، پھر امراض اعضاء مرکبہ کے ازالہ کی تدابیر پھر اس کے بعد شفاء امراض کی تدابیر بیان کی جائیں گی، اگرچہ شفاء امراض بالقوہ شفاء امراض پر موقوف ہے، کیوں کہ اس لحاظ سے کہ عرض کا سبب مرض ہے، جب مرض کا ازالہ ہو جاتا ہے تو عرض بھی ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن خاص طور پر شفاء امراض کو بیان کرنے کے کچھ فائدے ہیں، جنہیں بعد میں بیان کیا جاتے گا۔

پہلے اعضاء متشابہتہ الاجزاء کے امراض مادی و غیر مادی کے ازالہ کے لیے اصول کلیہ بیان کیے جائیں گے، پھر ان کی تمام قسموں کے ازالہ کی تدابیر اس ترتیب سے بیان کی جائیں گی جو زیادہ مفید ہے۔

سور مزاج غیر مادی کی شفاء کے لیے صرف ایک تدبیر کی جاتی ہے، یعنی مزاج کو طبیعی حالت پر لانا اور سور مزاج ختم کرنا۔ اس کی تدبیر اولاً اور بالذات، بالفہم چیزوں سے ہوتی ہے کیونکہ

پہلے کہا جا چکا ہے کہ کسی مرض کی شفاء اس کی بالفصد چیزوں سے ہوتی ہے، اور وہ اعضا اور جسم انسانی میں پیدا ہونے والے ہر قسم کے سور مزاج کا ازالہ کیا جاتا ہے زیادہ تر دوائیں ہیں، نیز وہ اغذیہ ہیں جو اپنے قوی اولیٰ سے سور مزاج مرض کی ضد ہوتی ہیں۔ سور مزاج کو زائل کرنے کے لیے اولاً اور بالذات اس کی ضد سے تدبیر اس لیے کہا گیا کہ کبھی بالمثل چیز سے بھی سور مزاج کو زائل کیا جاتا ہے۔ مثلاً ٹھنڈا پانی، سور مزاج بارڈ کو اس طرح زائل کر دیتا ہے کہ یہ مسامات کو بند کر کے حرارت فریزی کو اندرون جسم کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ لیکن ایسے معالجہ سے بالکل احتراز کرنا چاہئے، بوقت ضرورت ہی ایسا کیا جاسکتا ہے۔ اظہار اکثر ایسے معالجہ کو بیان کرتے ہیں، جیسا کہ بعد میں وضاحت کی جاتے۔

سور مزاج مادی کو زائل کرنے کے دو طریقے ہیں۔

(۱) مادہ کا استفراغ

(۲) عضو کے اس مزاج کی اصلاح جو مادہ کے سبب سے پیدا ہوا ہے۔ استفراغ کی دو صورتیں ہیں، ایک عروق کی فصد کھولنا، دوسرے مسہل و متقی دواؤں کا پلینا اور حقنہ کرنا، مختصر یہ کہ ایسی تمام دوائیں جو ملطف، مقطع، معرق، ملیں اور مدر بول ہوتی ہیں۔ اس سور مزاج کا ازالہ، دواؤں کے قوی ثوانی، ثوالث اور خواص سے ہوتا ہے، جس طرح سور مزاج غیر مادی کا ازالہ، ادویہ کی کیفیات اولیٰ سے ہوتا ہے۔ بھوکے رہنے، ورزش کرنے، حمام اور مالش سے بھی استفراغ مادہ ہوتا ہے۔ ورزش سے استفراغ اس حالت میں ممکن ہے کہ سور مزاج سے کوئی مرض پیدا نہ ہوا ہو، اگر مرض ہو گیا ہے تو اس کے ذریعہ استفراغ ممکن نہیں ہے۔ استفراغ بالفصد ایسا طبی عمل ہے جو تجربہ و قیاس پر مبنی ہے۔ تجربہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اس فن کے اعمال کی مہارت ہو۔ قیاس دو طریقوں سے کیا جاتا ہے، ایک یہ کہ بہت سے امراض دمویہ میں خون کے استفراغ سے شفا حاصل ہوتی ہے، اسی طرح اخلاط کے استفراغ سے بھی شفا ہوتی ہے، شفاء امراض میں ادویہ مسہلہ و غیر مسہلہ کے ذریعہ استفراغ کی یہ بڑی دلیل ہے۔ دوسرا طریقہ جس سے سور مزاج مادی کا علاج بذریعہ فصد ہوتا ہے، یہ ہے کہ بعض لوگ اغذیہ و مشروبات اتنا زیادہ استعمال کرتے ہیں کہ ان کے جسم میں طبعی حالت سے زیادہ خون جمع ہو جاتا ہے، جس کا استفراغ ضروری ہے۔ اس حالت میں ورزش اور بھوکا رہنا کافی نہیں ہے، کیوں کہ ان کے ذریعہ جسم سے تھوڑے مادہ کا استفراغ ہوتا ہے، امتلا

بحسب اوعیہ کی حالت میں زیادہ استفراغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں جالینوس نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ اس کے پاس ایک نوجوان نے آکر کہا کہ وہ نیند میں خواب دیکھتا ہے کہ خون کے تالاب میں تیر رہا ہے، جالینوس نے اس کے جسم پر غلبہ خون کی دوسری علامتیں بھی پائیں اس لیے اس نے فصد کھولنے کا مشورہ دیا، وہ نوجوان ایک دوسرے طبیب کے پاس گیا، جو ارسطو کے مسلک پر ترک فصد کو مانتا تھا، اس طبیب نے نوجوان کو ورزش کا مشورہ دیا۔ جب نوجوان نے ورزش شروع کی تو اس کے جسم کے اخلاط پگھلنے لگے اور دفعۃً اس کی حرارت غریزہ بچھ گئی۔ جیسا کہ چراغ میں دفعۃً زیادہ تیل ڈالنے سے چراغ بجھ جاتا ہے۔ چنانچہ پہلے اس کی تحدید بیان کرنی ہے کہ کن حالات میں ان استفراغات میں سے ایک یا ایک سے زیادہ استعمال کیے جائیں۔ پھر سور مزاج کی ہر قسم کا معالجہ بیان کیا جائے گا، لیکن اس سے پہلے ان امور کا تذکرہ ہوگا جو استفراغ کی مقدار اور سور مزاج کے ازالہ پر دلیل بنتے ہیں، خواہ یہ دلیل استفراغ کے موافق ہو یا غیر موافق۔ یہ امور طبیعت مرض، قوت، مزاج، سن، شہر اور تمام وہ چیزیں ہیں جو بعد میں بیان کی جائیں گی۔

استفراغ عموماً اس وقت ضروری ہو جاتا ہے جب پورے جسم یا کسی ایک عضو کے اخلاط، کمیت میں یا کیفیت و کمیت دونوں میں غیر معتدل ہو جائیں۔ اگر کمیت میں زیادہ ہیں تو اس سے اعیانہ تمددی عارض ہو جاتا ہے۔ اسی کو امتلاء بحسب اوعیہ کہا جاتا ہے۔

اگر اخلاط کمیت و کیفیت دونوں میں غیر معتدل ہو گئے ہیں تو اس کو امتلاء بحسب القوت کہا جاتا ہے، اس سے قویٰ غازیہ اور قویٰ محرکہ یعنی قویٰ فاعلہ میں گرانی و ضعف آجاتا ہے۔ اور جب قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں تو اخلاط میں وہ اپنے طبعی افعال انجام نہیں دیتے۔ اس امتلاء کے ساتھ اکثر اعیانہ قروچی بھی ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس امتلاء میں اخلاط خراب ہو جاتے ہیں۔ پورے جسم یا کسی عضو میں پیدا ہونے والے یہی وہ تمام حالات ہیں جن سے استفراغ کی ضرورت ہوتی ہے۔

جس حالت میں اولاً اور اکثر خون کا استفراغ کیا جاتا ہے یہ ہے کہ جسم کے اخلاط اپنے طبعی مقدار سے زیادہ ہو جائیں۔ اکثر اس میں صرف خون کی مقدار زیادہ نہیں

ہوتی، کیوں کہ دوسرے اخلاط بھی بالقوہ اس میں موجود ہوتے ہیں۔ اس تیزید کے ساتھ اکثر اعیانہ تمددی ہو جاتا ہے۔

دوسری حالت وہ ہے جس میں پہلی حالت سے استفراغ خون کم کیا جاتا ہے، یہ اس وقت کیا جاتا جب جسم کے اخلاط اپنی کیفیت و کیفیت دونوں میں غیر معتدل ہو جائیں، خصوصاً جب ایسی کیفیت ہو جو خون کے مزاج کی ضد نہ ہو اور نہ اس کے جوہر سے بعید ہو، مثلاً خام بلغمی اخلاط۔ یہ حالات عام ازینکہ پورے جسم میں ہوں یا کسی ایک عضو میں، لیکن جب کسی ایک عضو یا ایک سے زیادہ اعضاء میں ہوں تو کبھی پورے جسم کے مزاج سے ایسی دلیل قائم کی جاتی ہے جو اس عضو یا اعضاء کے استفراغ کے مضاد ہوتی ہے۔

امراض استفراغ میں کبھی خون کا استفراغ بالعرض کیا جاتا ہے، مثلاً نکسیر اور خونی بواسیر وغیرہ کو بند کرنے کے لیے فصد کا عمل کرنا۔ لیکن جیسا کہ ہم نے کہا یہ عارضی استفراغ ہے، اگر معالجہ کا کوئی دوسرا راستہ ہو تو اس سے احتراز کرنا چاہتے۔ کبھی صرف عضو کے مادہ کو مخالف جہت کی طرف منتقل کرنے کے لیے اس قسم کا استفراغ کیا جاتا ہے، جسم سے مادہ کا استفراغ مقصود نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا استفراغ خون کی کمی اور اس کی کیفیت کے خراب ہونے کے وقت کیا جاتا ہے۔ استفراغ خون میں کبھی یہ دونوں اغراض ایک ساتھ ہوتے ہیں۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب مرض کے مادہ فاعلہ کا استفراغ اور مرض کو بڑھنے سے روکنا مقصود ہوتا ہے۔ جب صرف استفراغ مقصود ہوتا ہے تو عضو مریض کی قریبی جگہ پر فصد کھولی جاتی ہے، اور اگر دوسری جانب مادہ کا امالہ مقصود ہوتا ہے تو ایسی جگہ پر فصد کھولی جاتی ہے جو عضو مریض کے مخالف سمت میں ہوتی ہے۔ اگر دونوں اغراض ہوتے ہیں تو دونوں قسم کے استفراغات کیے جاتے ہیں۔ استفراغ کی پہلی قسم کا نام "جذب موافق" اور دوسری قسم کو "جذب مخالف" کہا جاتا ہے۔ مذکورہ اقسام استفراغات یا ان دو میں سے کسی ایک استفراغ کو ترجیح دینے سے متعلق بیان معالجہ امراض اعضاء کے باب کے ضمن میں آتے گا۔ اس لیے تمام بیماریوں میں ایک ہی رگ کی فصد نہیں کھولی جاتی، بلکہ بعض بیماریوں میں باسیق کی، بعض میں قیفال کی اور بعض میں اکمل کی فصد کھولی جاتی ہے۔ کبھی داہنے ہاتھ کی اور کبھی بائیں ہاتھ کی، جیسا کہ بعد میں بیان کیا جائے گا۔ یہی وہ مواقع ہیں جن میں استفراغ خون کیا جاتا ہے۔ اور یہی وہ اغراض ہیں جو استفراغ سے مقصود ہوتے ہیں۔

دوار مسہل کے ذریعہ استفراغ کے چند مواقع ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اخلاط صرف اپنی کیفیت میں غیر معتدل ہو جائیں جسے "ردارت اخلاط" کہا جاتا ہے۔ یہ استفراغ اس وقت کیا جاتا ہے جب اخلاط اپنی کیفیت میں خامیت کی طرف منتقل نہ ہوں۔ دوسرا موقع وہ ہے جب دونوں چیزیں ایک ساتھ ہوں، یعنی اخلاط اپنی کمیت اور کیفیت دونوں میں غیر معتدل ہو جائیں۔ اس وقت دونوں قسم کا استفراغ (فصد واسہال) ضروری ہو جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں استفراغوں میں سے کس کا عمل پہلے کیا جائے، یہ غور طلب ہے۔ زکریا رازی نے تجارب بیمارستانہ میں بیان کیا ہے کہ "کچھ لوگ مرض شوصہ میں مبتلا تھے، بغیر مسہل دیے ان کی فصد کھولی گئی جس سے ان کی موت ہو گئی۔ ایسا اس لیے ہوا کہ مادہ کی کیفیت ردیہ، کمیت میں چھپی ہوئی تھی، جب یہ کیفیت بالفعل ظاہر ہو گئی تو مہلک ثابت ہوتی۔" ہم نے بعض ایسے مواقع بھی دیکھے ہیں کہ تنگی وقت کے سبب اور جلد فائدہ ظاہر ہونے کے لیے فصد کو مقدم کرنا ضروری تھا۔ لہذا اس سلسلہ میں صحیح طریقہ یہ ہے کہ کسی خاص مرض کے معالجہ میں ان دونوں میں سے جس کی اہمیت زیادہ ہو اسے پہلے کرنا چاہئے۔

ابومروان بن زہر نے کہا ہے کہ ملینات کے استعمال کے بعد ہی فصد کھولی جاسکتی ہے۔ ایسا انہوں نے اس لیے کہا ہے کہ جب استفراغ خون ہو جائے گا تو اعضاء ایسے ثقل کو جذب کریں گے جس میں غذائیت نہیں ہوگی، پھر اس ثقل کی کیفیت خراب ہو جائے گی، جس کے سبب یہ متحجر ہو جائے گا۔ تجر کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اعضاء ثقل کی رطوبت کو چوس لیں گے۔ دوار ملین اور دوار مسہل کے درمیان فرق ہے۔ دوار مسہل، مادہ کی جذب کرتی ہے، اور دوار ملین وہ ہے جو مقطع اور منزلق وغیرہ ہو اور صرف اخراج براز کے لیے معاون ہو۔

جب اخلاط اپنی کیفیت میں خامیت اور غلظت کی طرف منتقل ہو جائیں تو نہ فصد کھولی جاسکتی اور نہ مسہل دوائیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ فصد نہ کھولنے کا سبب ظاہر ہے۔ اور مسہل دوائیں اس لیے نہیں دی جاسکتیں کہ غلظت کے سبب یہ اخلاط خارج نہیں ہو سکتے بلکہ اچھے اخلاط خارج ہو جائیں گے۔ مریض کو اگر بخار نہ ہو تو ان اخلاط کے استفراغ کے لیے جالینوس صرف ایسی دوائیں استعمال کرتا ہے جو ملطف اور مسخن ہوتی ہیں۔ اور اگر بخار ہو تو ایسی دواؤں کی مالش کرتا ہے جو ملطف اور گرم گرم ہوں۔ "کتاب حفظ صحت" میں تفصیلی طور پر

بیان کیا جا چکا ہے کہ بخار آنے سے پہلے کیسی دوائیں استعمال کرائی جائیں، لیکن بخار کی صورت میں دواؤں کے استعمال کا طریقہ بعد میں بیان کیا جائے گا۔ اسہال کے علاج میں اسہال کے خلط فاعل کے اخراج کے لیے کبھی مسہل دوائیں بھی استعمال کی جاتی ہیں، لیکن اس طریقہ علاج میں خطرہ ہے کیونکہ اگرچہ یہ سبب کا مقابلہ کرتا ہے لیکن مرض کو بہت زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ بہر حال یہ علاج بالمثل ہے نہ کہ علاج بالهند۔

حقے اکثر اس وقت استعمال کیے جاتے ہیں جب آنتوں سے مادہ کا استفراغ مقصود ہوتا ہے یا مخالف سمت میں مادہ کو جذب کرنا ہوتا ہے دوا کے ذریعہ اخلاط کا اخراج کبھی اسی غرض سے ہوتا ہے۔ اسی لیے زیرین جسم کی بیماریوں میں تھ کرانا مفید ہے، اور بالائی جسم کی بیماریوں میں اسہال بہتر ہے۔ کبھی حقے اس وقت بھی استعمال کیے جاتے ہیں جب کہ دوائے مسہل استعمال نہیں کی جاسکتی، جس کی وجہ یا یہ ہو کہ مریض کو اتنی طاقت نہ ہو کہ کوئی چیز نگل سکے، یا اس کا معدہ یا جگر اس قدر ماؤف ہو کہ کسی دوا کے گزرنے سے اس میں تکلیف ہوتی ہو۔

حمام کرنے سے ہر رقیق اخلاط کا استفراغ ہوتا ہے۔ اسی لیے گاڑھے اخلاط کے سبب ہونے والی بیماریوں میں حمام نہیں کیا جاتا، البتہ نفع کے بعد حمام کیا جاسکتا ہے، کیوں کہ گاڑھے اخلاط کی حالت میں حمام کرنے سے اخلاط پگھل جاتے ہیں، اور پورے بدن میں پھیلنے اور اعضاء ریمس کی طرف گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بیماریوں میں کبھی بھوکے رہنے سے بھی استفراغ ہو جاتا ہے، خصوصاً ایسے امراض مادہ میں جن کی مدت انتہاء کم ہو، جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا۔

یہی وہ تمام چیزیں ہیں، جن کے ذریعے سور مزاج مادی وغیر مادی کا علاج کیا جاتا ہے، اور یہی وہ مواقع ہیں جن میں علاج کی ایک قسم یا ایک سے زیادہ قسمیں استعمال کی جاتی ہیں۔

اب ایسے امور بیان کیے جا رہے ہیں جو ان چیزوں پر دلیل بنتے ہیں، اگر یہ دلیل موافق ہوتی تو استفراغ کی مقدار زیادہ کی جاتی ہے، اور اگر مخالف ہوتی تو استفراغ کی مقدار کم کی جاتی ہے اور بالهند دوائیں بھی کم استعمال کی جاتی ہیں یا بالکل استعمال نہیں کی جاتی، خصوصاً استفراغ کی چیزیں، کیوں کہ ایسے مواقع بھی ہوتے ہیں جن میں استفراغ بالکل نہیں

ہو سکتا، اگرچہ طبیعت مرض کا پورا اقتضار ہو۔ اسی طرح ایسے بھی مواقع ہیں جن میں بالفہد کا استعمال بالکل نہیں ہو سکتا، اگرچہ طبیعت اس کے استعمال کا اقتضار کرتی ہو۔

سور مزاج غیر مادی کے ازالہ میں صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ اس کو سابق حالت پر لوٹا دیا جائے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جس درجہ کی غیر طبیعی حالت پیدا ہوتی ہے، اس کے مقابل مہضاد چیزیں استعمال کی جائیں، اس لیے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ جسم نے حالت صحت سے مرض کی طرف کس قدر رجوع کیا ہے، یہ اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے جب پہلے یہ جان لیا جائے کہ حالت صحت میں جسم کا مزاج کیا تھا، اسی سے پتہ چلتا ہے کہ بالفہد و آتیں کس درجہ کی استعمال کی جائیں۔ یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ جسم کا مزاج طبیعی، مریض کی عمر، شہر جس میں مستقل رہائش ہو، موسم اور غذائی تدبیر کیا ہے۔ یہ تمام چیزیں تندرست اجسام میں کچھ حالات پیدا کرتی ہیں۔ عادت سے بھی حالات کا علم ہوتا ہے، جیسا کہ عنقریب دوسرے طریقہ سے بیان کیا جائے گا۔ اسی طرح قوت، سبب اور عرض سے اکثر ایسا استدلال کیا جاتا ہے جو اس استدلال کے مہضاد ہوتا ہے جو سور مزاج کی تبرید یا تسہیل کے لیے ہوتا ہے۔ اکثر ان چیزوں کا لحاظ اس سور مزاج میں ہوتا ہے جس کا سبب ملوہ ہوتا ہے۔ اگر کسی عضو میں سور مزاج غیر مادی ہو تو اس عضو کے مزاج، منفعت، مشارکت، وضع اور تیزی جس سے بالفہد و آؤں کی مقدار معلوم کی جاتی ہے۔

سور مزاج مادی میں بذریعہ استفراغات علاج کرنے میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ صرف زائد غلط کا استفراغ کیا جائے، اس سے کم یا زیادہ نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ چیزیں بتائی جائیں جو جسم انسانی میں مادوں کے زیادہ یا کم ہونے کا سبب ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک سبب جسم کی طبیعت اور مزاج ہے۔ کیوں کہ بعض اجسام میں کسی ایک غلط کی پیدائش زیادہ ہوتی ہے، اسی طرح موسم، شہر، تدبیر اور کسی چیز کے جاری ہونے کی عادت کا ختم ہو جانا، مثلاً خون بوا سیر یا خون حیض کا بند ہونا، ورزش کو ترک کر دینا، یا ایسے استفراغات جس کی عادت عموماً لوگوں میں ہوتی ہے، اسی طرح قوت کا بھی خاص لحاظ کرنا چاہئے۔ کیوں کہ قوت اکثر استفراغ کے مہضاد ہوتی ہے، جب کہ طبیعت مرض کا تقاضا استفراغ کا ہوتا ہے۔ قوت سے مراد یہاں قوی فاعل ہے، مثلاً قوت نبھینا، یعنی قوت غازیہ اور قوت محرکہ۔ پورے جسم میں استفراغ کی مقدار پر اعضاء، مآؤذ خصوصاً اعضاء رتیبہ کے مآؤذ ہونے سے بھی

ذیل قائم کی جاتی ہے، مثلاً کسی کو ایسا مرض ہو جس میں فہد کھولنا ضروری ہو، لیکن اس کا معدہ کمزور ہو۔

جب جسم کے کسی عضو کا استفراغ مقصود ہوتا ہے تو اس عضو کے استفراغ پر اس کی وضع، مشارکت (دوسرے اعضاء کے ساتھ)، حس، منفعت، شکل و ہیت نیز اس عضو کے پورے جسم کے ساتھ تعلق سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے کیوں کہ بسا اوقات جسم ہی کے ذریعہ اس عضو کے استفراغ پر آگاہی ہو جاتی ہے لیکن اکثر نہیں بھی ہوتی مثلاً اس عضو کے علاوہ جسم کے کسی حصے میں امتلاء نہ پایا جائے۔ بل کا شمار بھی انہی اشیاء کے ذیل میں ہوتا ہے جن سے مقدار استفراغ اور عدم استفراغ پر رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ یہی وہ تمام اشیاء ہیں جن سے شفاہ امراض میں مند (یعنی ادویہ) کی مقدار استعمال اور عدم استعمال نیز مقدار استفراغ اور عدم استفراغ کے لیے روشنی ملتی ہے۔

دونوں قسموں یعنی مند اور استفراغ میں سے ہر ایک کی قوت دلالت اور طریقہ دلالت کو بیان کرنا ہے جتنا نچہ استعمال مند پر دلیل بننے والی چیزیں پہلے بیان کی جا رہی ہیں۔

جب مزاج، موافق مرض ہو، نیز شہر اور عمر موافق ہو تو ایسے سوڑ مزاج کے متعلق بعض اطباء کا خیال ہے کہ اس قسم کے مرض میں طبعی حالت سے زیادہ عدم اعتدال نہیں ہوتا۔ مثلاً ایسا نوجوان جس کا مزاج گرم ہو، گرم شہر میں رہتا ہو، اور موسم بھی گرم ہو، تپ حادہ میں مبتلا ہو جائے تو اس مرض کی شفاہ ایسی بارد دواؤں سے ہوگی جو زیادہ بارد نہیں ہوتیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ جب مزاج، سن، شہر اور موسم موافق مرض نہ ہو تو ایسی صورت میں بدن مزاج صحیح سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ لہذا اس موقع پر ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جو اپنے اثرات کے لحاظ سے زیادہ متفہد کیفیت کی حامل ہوں۔ مثلاً ایسا بوڑھا جس کا مزاج بارد ہو، سرد علاقہ میں اس کا قیام ہو، موسم بھی سرد ہو، اور اسے کوئی مرض حار لاحق ہو جائے تو ان اطباء کے اقوال کی بنا پر زیادہ ٹھنڈی دواؤں کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ تمام اقوال، مشاہدہ و تجربہ کے خلاف ہیں، کیوں کہ تجربہ شاہد ہے کہ نوجوان مذکور کے مرض میں غایت درجہ کی مبرد و مرطب دوائیں ہی مفید ہوتی ہیں، مثلاً آب تر بوز اور آب خیار۔ اور جس بوڑھے کا تذکرہ ابھی ہوا ہے اگر اس کو آب خیار پلایا جائے تو اس کی حرارت عزیز یہ کچھ جائے گی اور وہ یقیناً ہلاک ہو جائے گا۔

اس سلسلہ میں ان سے غلطی واقع ہوتی ہے کیوں کہ بوڑھے کو مذکورہ حالات میں اگر سورمزاج عارض ہو جائے تو اس کے جسم کا مزاج اس درجہ میں غیر معتدل نہیں ہوتا جس درجہ میں نوجوان مذکور کا مزاج بدن، مرض عار کی حالت میں غیر معتدل ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اس بوڑھے کا مزاج بدن اس نوجوان کے مزاج بدن سے زیادہ بعید از اعتدال ہو جائے، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو بوڑھوں کو ایسی مبرد دوائیں دی جاتیں جو نوجوانوں کو دی جاتی ہیں، بلکہ اس سے زیادہ گویا تیسرے یا چوتھے درجہ کی سرد دوائیں دی جاتیں۔ حالانکہ ایسا نہیں کیا جاتا۔ مثلاً اگر نوجوان صفاوی مزاج ہو اور اس کا مزاج طبعی پہلے درجہ میں گرم ہو پھر جب اس کو بخار عارض ہو جائے تو اس کا مزاج دوسرے درجہ میں آجائے گا یعنی اس کے مزاج طبعی سے ایک درجہ زیادہ۔ ایسے مرض کی شفا دوسرے درجہ کی بارد دوا سے نہیں ہو سکے گی، کیوں کہ جوانوں کے بدن میں ادویہ کا استعمال جو ہرناری کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ مزاج معتدل سے حرارت میں یہ جسم زیادہ بعید ہو جاتا ہے۔ لیکن مذکورہ حالات کے بوڑھوں کے متعلق اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اس کا مزاج طبعی پہلے درجہ میں بارد ہے، اور اسے ایسا مرض لاحق ہوا کہ اس کا مزاج دوسرے درجہ میں گرم ہو گیا تو نوجوان کے مزاج کے بعد سے اس کا مزاج طبعی زیادہ بعید ہو جائے گا۔ کیوں کہ نوجوان کے مزاج طبعی سے ایک درجہ بعد ہوا تھا اور اس کے مزاج طبعی سے دو یا تین درجے بعد ہوا ہے۔ لیکن اس درجہ میں اس کا مزاج غیر معتدل ہونے سے پہلے اس کی موت ہو جائے گی۔ اس لیے ایسا بوڑھا جس کو غایت درجہ گرم مرض عارض ہو جاتے، اس کی شفا کے لیے ایسی دوائیں دی جاتی ہیں جو دوسرے درجہ میں سرد ہوتی ہیں، اس سے زیادہ سرد دوا نہیں دی جاسکتی، کیوں کہ زیادہ سرد دوا اس کو مزاج طبعی سے بھی گرا دے گی، جو مہلک ثابت ہوگی، کیوں کہ بوڑھوں کے اعضاء اصلہ بارہ ہوتے ہیں۔ نیز بوڑھوں کے جسم میں اتنی اچھی استعداد نہیں ہوتی کہ جوانوں کی طرح ان کے جسم میں ادویہ کا استعمال جو ہرناری کی طرف ہو جائے۔ محقق یہ کہ بوڑھے لوگ اگر بہت گرم بیماری میں مبتلا ہو جائیں تو دوسرے درجہ سے زیادہ ٹھنڈی دوائیں نہ دی جاتیں، جیسا کہ ابھی ہم نے کہا ہے اگرچہ یہ لوگ اپنے مزاج اصلی سے بعید ہو گئے ہیں، لیکن اتنا بعد نہیں ہوا ہے جس قدر نوجوانوں میں مزاج اصلی سے بعد ہوا ہے۔ کیوں کہ اگر اس قدر بعد ہو جائے تو اس سے پہلے بوڑھے ہلاک ہو جاتیں۔ نیز اگر یہ فرض کیا جائے کہ کسی بوڑھے کو حتی محرق

عارض ہونے کی وجہ سے مزاج اصلی سے اس درجہ کا بعد ہو جاتے جس قدر نوجوانوں میں بعد ہو جاتا ہے، اور بوڑھا کچھ دیر زندہ بھی رہ سکے، تو علاج کرنا ممکن نہیں ہوگا، کیوں کہ جو ادویہ بارہ اس مزاج کے متضاد استعمال کی جاتیں گی وہ اپنی برودت کے سبب سے اس کے اعضاء اصلیہ کو فاسد کر دیں گی، اور اعتدال سے زیادہ بعد ہو جاتے گا، اور اعتدال سے بعد ہونے کی صورت میں ہلاکت یا کسی مرض کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ نیز اگر ایسی حالت کا وجود تسلیم کر لیا جاتے تو اس کی دوائیں بعینہ وہی ہوں گی جو نوجوانوں کی دوائیں ہیں۔ لیکن اگر نوجوان کو ایسی دوائیں دی جاتیں جو ان کے مزاج اصلی سے زیادہ ٹھنڈک پہنچاتیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہوگا، کیونکہ اس سے ان کا مزاج حالت اعتدال کے قریب آجاتے گا۔ نوجوانوں کی صحت کی تدابیر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے مزاج کو اعتدال پر لایا جاتے، جیسا کہ کتاب الصحت میں بیان کیا جا چکا ہے۔ انہی اصول پر عمر، مزاج، شہر اور موسم کے طریقہ دلالت کو سمجھنا چاہئے۔ خواہ یہ چیزیں مرض کے مناسب ہوں۔ یا غیر مناسب اگر یہ کہا جاتے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مذکورہ صفات کا بوڑھا کسی مرض حار میں مبتلا ہو جاتے، کیوں کہ اخلاط آسمان سے نہیں اترتے، جسم میں ہی پیدا ہوتے ہیں تو یہ جواب دیا جاتے گا کہ یہ ممکن ہے کہ تدبیر اور اغذیہ کے سبب سے مرض حار لاحق ہو جاتے لیکن اگر یہ فرض کر لیا جاتے کہ غذائیں اور تدابیر مناسب ہیں تو بلاشبہ مرض حار لاحق نہیں ہو سکتا، جیسا کہ کتاب المرض میں بیان کیا جا چکا ہے کہ امراض کے پیدا ہونے کے دو ہی اسباب ہیں، یا نفس اعضاء کے مزاج کے سبب سے، یا بیرونی چیزوں سے۔ اور جب ہوا، مزاج، عمر اور شہر اس بوڑھے کے مرض کے متضاد ہیں تو اس مرض کے اسباب، غذائیں اور تدابیر ہی ہو سکتی ہیں۔

سال کے کسی موسم سے جو مزاج پیدا ہوتا ہے اس کو جزوی کہا جاتا ہے۔ ہوا جب مرض کے مخالف ہو تو طبیب کے لیے یہ مناسب ہے کہ ایسی ہوا سے مریض کو فرحت پہنچاتے، اور جب ہوا، مرض کے موافق ہو تو اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ہوا کے مزاج کو مخالف سمت کی طرف مائل کرے۔ اگر ہوا گرم ہے تو اس طرح ٹھنڈا کرے کہ مریض کی رہائش ایسے مکان میں ہو جس کا رخ جانب شمال ہو، اور مکان کے اوپر سے پانی گرایا جاتے، مریض کے بستر پر ٹھنڈے پھول رکھے جاتیں۔ اگر ہوا ٹھنڈی ہو تو آگ جلا کر گرم کی جاتے، رہائش ایسے مکان میں ہو جس کا رخ مشرق یا مغرب کی طرف ہو،

اور دروازے بند رکھے جائیں۔ اس قسم کے معالجہ میں عادت اس طرح دلیل بنتی ہے کہ مثلاً تپ محرقہ کے ایسے مریض کو ٹھنڈا پانی پلایا جائے جس کی عادت حالت صحت میں ٹھنڈا پانی پینے کی تھی تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے، اگرچہ اس کا جگر اور فم معدہ بارد ہو۔ لیکن اگر اس کی عادت نہیں تھی تو ٹھنڈا پانی بالکل نہ دیا جائے، یا اگر دیا جائے تو تھوڑی مقدار میں اور کم بروٹ والا۔ کیونکہ عادت متضاد چیزوں کو مشابہ و موافق بنا لیتی ہے۔ اس طرح کہ متضاد چیزیں اگر جسم میں تھوڑی تھوڑی برابر پہنچتی رہیں تو اس میں مقابلہ کی استعداد ہو جاتی ہے۔ جب یکبارگی جسم میں متضاد چیزیں پہنچتی ہیں اور اس سے پہلے کبھی نہ پہنچی ہوں تو جسم میں خرابی پیدا کر دیتی ہیں۔ موسموں کے سلسلہ میں اس چیز کا بیان بھی ضروری تھا، کیوں کہ موسم سرما کے بعد جب دفعۃً موسم گرما شروع ہو جاتا ہے تو جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ بہر کیف عادت کی تاثیر اس حد تک پہنچی ہوتی ہے کہ کچھ لوگ بتدریج زہریلی چیزوں کے عادی ہو جاتے ہیں، پہلے تو یہ لوگ تھوڑی مقدار میں استعمال کرتے ہیں، پھر تھوڑی تھوڑی اس کی مقدار بڑھاتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ یہ زہریلی چیزیں ان کی غذا میں داخل ہو جاتی ہیں، اور عادت ہونے سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اسی لیے معالجہ میں دواؤں کو بولتے رہنا چاہئے۔ کیوں کہ جب ایک ہی دوا برابر استعمال کی جائے گی تو طبیعت اس دوا سے مانوس ہو جائے گی، جس کے سبب طبیعت پر اس دوا کا اثر نہیں ہوگا۔

ظاہر ہے کہ معالجہ کے وقت مریض کی قوت کا خیال رکھنا ضروری ہے، خصوصاً بذریعہ استفراغ معالجہ میں۔ استعمال ضد کے معالجہ میں بھی مریض کی قوت پر غور کرنا لازمی ہے مثلاً ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا دق کے مریضوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، لیکن اگر ایسے مریض کے قوی اس قدر کمزور ہو جائیں کہ ٹھنڈے پانی سے ان کے اعضاء اصلہ میں تکلیف پہنچ جائے تو ان کی ہلاکت کا سبب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ بالینوس نے ایک نوجوان کا واقعہ بیان کیا ہے کہ اس کے معدہ میں سور مزاج مار غیر مادی تھا، اطباء اسے غسل کا مشورہ دیتے رہے۔ جب اس کی تکلیف بہت بڑھ گئی تو قہراً اس نے یکبارگی زیادہ پانی پی لیا، اس خیال سے کہ ایسی زندگی سے موت بہتر ہے۔ اس تدبیر سے اس کے معدہ کا سور مزاج ختم ہو گیا، لیکن اس کی مری (غذا کی نالی) میں سن پیدا ہو گیا، جس سے اس کی موت ہو گئی، کیوں کہ کوئی چیز نکل نہیں سکتا تھا۔

سور مزاج مادی میں دونوں قسم کے معالجہ کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن کبھی استعمال ضد کی دلیل استفراغ مادہ کی دلیل کے مخالف ہوتی ہے۔ مثلاً تپ عفونی میں (اس حیثیت سے کہ یہ

سور مزاج عاریا بس ہے، تبرید و ترطیب کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن دوا برد اس خفا کو خام کر دے گی جو سور مزاج کا سبب ہے۔ ایسے موقع میں دوا اور میں سے اہم کی طرف طبیب کو توجہ کرنا چاہئے، اور دوسرے امر سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔ مثلاً تپ بلغمی میں استفرغ مادہ اہم ہے، اور تپ صفراوی میں سور مزاج کا ازالہ اہم ہے۔ اگر خطرہ کے لحاظ سے دونوں طریقہ علاج کی حیثیت برابر ہو تو دونوں کی طرف یکساں توجہ کی جاتی ہے۔ اگر سور مزاج اہم نہ ہو تو پہلے سبب کو دور کیا جائے کیوں کہ پوری صحت کے لیے یہی راستہ ہے۔ انہی اصول کے مطابق امراض مرکبہ اور مخالف مرض، عرض کا علاج کیا جاتا ہے مثلاً بخار اور غشی، کیوں کہ بخار استفرغ کا اقتضار کرتا ہے، جیسا کہ بعد میں بیان کیا جائے گا۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جو عرض، مرض کے متضاد ہوتا ہے وہ ایسے مرض کے تابع ہوتا ہے جو پہلے مرض کے متضاد ہوتا ہے، مثلاً استفرغ کے سبب سے عارض ہونے والی غشی میں استفرغ، امتلاء کے متضاد ہے۔

سور مزاج جب مادہ کے سبب سے نہیں ہوتا تو اس میں مذکورہ دلائل قائم نہیں کی جاتیں مثلاً ہی یوم اور غیر متمکن سور مزاج جو بیرونی اشیاء سے عارض ہوا ہو، ان پر قوت مرض سے دلیل نہیں قائم کی جاتی۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ پورے بدن کے سور مزاج غیر مادی کے معالجہ پر دلیل قائم کی جاتی ہے، لیکن جب کسی عضو میں سور مزاج ہوتا ہے تو اس عضو کے مزاج سے دلیل قائم کی جاتی ہے۔ مثلاً اطباء کہتے ہیں کہ جب دماغ میں سور مزاج بارد عارض ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مرض معمولی ہے، اس لیے کم حرارت والی دواؤں سے اس کا علاج کیا جائے گا۔ اور دماغ میں سور مزاج عارلاًتی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اپنے طبیعی مزاج سے بہت زیادہ غیر معتدل ہو گیا ہے، اس حالت میں زیادہ ٹھنڈی دواؤں سے علاج کیا جائے گا۔ ان لوگوں کے قول کے مطابق تمام اعضاء کا علاج اسی اصول پر کرنا چاہئے اگرچہ انہوں نے لفظ دماغ کی وضاحت نہیں کی ہے۔ یہ مسئلہ بعینہ وہی ہے جو بوڑھے اور جوان کا مسئلہ (پہلے گذر چکا) ہے۔ بلکہ اصول علاج یہ ہے کہ جب دماغ کو گرم کرنے کی ضرورت ہو تو بلا خطر مسخن دوائیں استعمال کی جائیں۔ اور جب مبرد دواؤں کے ذریعے دماغ کو ٹھنڈا کرنے کی ضرورت ہو تو یہ خیال رکھا جائے کہ اسے نقصان نہ پہنچے۔ اس طرح تمام اعضاء بارودہ مثلاً عصب وغیرہ کا علاج کرنا چاہئے۔ اعضاء عارہ کے معالجہ میں مبرد دوائیں بلا خطر استعمال کی جائیں، اور جب ان میں سور مزاج بارد ہو

جاتے تو مسنن دواؤں کے استعمال کے وقت لحاظ رکھا جائے کہ انہیں نقصان نہ پہنچے۔ کیوں کہ ہر موجود میں اسی رکن سے ضرر پہنچتا ہے جس کا غلبہ اس پر ہوتا ہے۔

جب جسم کے کسی عضو ریمس کی منفعت زیادہ ہو اور اس کے افعال بھی زیادہ ہوں تو اس کی قوت بڑھانے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ ایسے اعضاء قلب کے مشارک ہوتے ہیں جو بیج حرارت اور معدن حیات ہے، اسی لیے ایسے اعضاء کے معالجہ میں بالکل متضاد دوائیں استعمال نہ کی جائیں، خصوصاً مبردات کا استعمال۔ لہذا جب جگر میں سور مزاج عارض ہو جاتے تو زیادہ مبرد دواؤں سے احتراز کرنا چاہئے۔ عضو کی مشارکت بھی دلیل بنتی ہے۔ مثلاً فم معدہ کو دماغ سے مشارکت ہے، اس لیے اگر اس میں سور مزاج عارض ہو جاتے تو زیادہ ٹھنڈی دوائیں نہیں دی جاسکتیں، کیوں کہ عضو بارد سے اس کی مشارکت ہے۔ مختصر یہ کہ اعضاء ریمس کے معالجہ میں استعمال ضد کے موقع پر قلب کی طرف پوری توجہ ہونی چاہئے، کیوں کہ ان اعضاء سے قلب کی مشارکت ہے، اور ان تمام اعضاء کے افعال، قلب سے انجام پاتے ہیں جیسا کہ کتاب الصحت میں بیان کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ جب جگر میں سور مزاج عارض ہو تو مناسب دواؤں کے ذریعہ اس کی تبرید کے ساتھ قلب کی تبرید بھی ہونی چاہئے۔ کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ سور مزاج جگر کا سبب قلب ہو، یا سور مزاج جگر کا اثر قلب میں پہنچے۔ اس لیے اعضاء ریمس کے معالجہ میں قلب سے صرف نظر نہیں کرنا چاہئے۔ صرف تبرید، تسخین، تریب اور کیلیس (بوسست) کے لیے یہ اصول نہیں ہے بلکہ تمام افعال یعنی تقویت اور افعال توانی دثوالث کے لیے بھی یہی اصول ہے۔

عضو کی وضع کا دلیل بننا ظاہر ہے۔ کیوں کہ جب بیرونی جسم کے عضو میں سور مزاج ہوتا ہے تو قوی کیفیات کی دواؤں کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن جب اندرون جسم کے کسی عضو میں سور مزاج ہوتا ہے تو قوی دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے، کیوں کہ مختلف اعضاء پر گزرنے سے دوا کی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ مثلاً پھیپڑے کے سور مزاج میں استعمال ہونے والی دوائیں۔ علاج بالصد کی مقدار پر دلیل بننے والی چیزوں کا تذکرہ ہو چکا، اب استفراغ کی مقدار خصوصاً استفراغ کی دو قسموں (فصد واسہال) کی مقدار پر دلیل بننے والی چیزیں بیان کی جا رہی ہیں۔

اگر طبیعت مرض فصد کا تقاضا کرے تو اس حالت میں بھی طرا ہوا، مزاج، تدبیر اور عادت کا لحاظ کرنا چاہئے، اگر یہ تمام چیزیں مناسب مرض ہوں اور جسم کے عضو ریمس میں کوئی ایسی آفت یا بیماری نہ ہو جو دلالت استفراغ کے متضاد ہو تو کسی احتراز کے بغیر فصد کھولی جاتے، لیکن اگر کوئی

مرض ہو مثلاً قم معدہ بارد ہو، یا جسم کی ایسی حالت ہو کہ استفراغ خون مناسب نہ ہو مثلاً تھمہ یا مریض اتنے دنوں سے بیمار ہو کہ اس کی قوت کمزور ہو گئی ہو تو پہلے فصد نہ کھولی جاتے۔ سن شباب اخراج خون کے لیے مناسب ہے۔ اس عمر کے علاوہ بھی فصد کھولی جاسکتی ہے لیکن مقدار کم خارج کی جائے گی۔ جن عمروں میں فصد کھولی جاسکتی ہے وہ چھٹے اسبوع (ہفتہ) کے شروع سے ستر سال تک کی عمر ہے۔ البتہ اگر قوت برداشت ہو ہو تو اسی سال کی عمر میں بھی فصد کی جاسکتی ہے دو ہفتے سے کم عمر والوں کی فصد بقول جالیسنوس بالکل نہ کھولی جائے، اگرچہ طبیعت کا پورا تقاضا ہو۔ ابو مروان بن زہر نے کہا ہے کہ "میں نے اپنے بیٹے کی فصد اس وقت کھولی جب کہ اس کی عمر تین سال کی تھی، اس طرح میں نے اسے موت سے بچا لیا۔" اور جب مریض کی قوت بہت کمزور ہو تو نہ صرف یہ کہ کم مقدار میں خون خارج کیا جائے بلکہ بالکل فصد نہ کھولی جائے اگرچہ مریض کی ایسی حالت ہو کہ فصد کے بغیر اس کی صحت نہ ہو سکے۔ جیسا کہ بوڑھوں کی اکثر بیماریوں کی حالت ہوتی ہے۔

موسم ربيع اخراج خون کے لیے مناسب موسم ہے، اور موسم گرما اخراج خون کے مفید ہے، کیوں کہ اس موسم میں قوی کمزور اور ارواح تکلیل ہوتے رہتے ہیں، لیکن جب طبیعت مرض کا تقاضا ہو تو صرف مقدار استفراغ میں اثر انداز ہو سکتی ہے۔ موسم سرما بھی فصد کے لیے نامناسب اور مفید ہے، کیونکہ اس موسم میں خون منجمد اور گاڑھا ہو جاتا ہے۔ موسم خریف میں اگر حرارت و برودت کا اعتدال تقریباً موسم ربيع جیسا ہوتا ہے، لیکن چونکہ اس موسم میں بیہوشی ہوتی ہے اور اس سے پہلے موسم گرما کے عمل سے قوی میں انتشار و ضعف ہوتا ہے اس لیے یہ موسم بھی فصد کے لیے مناسب نہیں ہے۔ لیکن جب طبیعت مرض کا تقاضا ہو تو ان تمام حالات میں کم مقدار میں خون خارج کیا جاتے گا۔ اگر فصد کا مقصد کسی خاص عضو کے مادہ کا اخراج ہو، اور فصد کا اثر اسی عضو میں ہو تو خون کی مقدار کم خارج کرنے کی دلیل ہے، ایسے مواقع میں دو یا تین بار میں خون خارج کیا جائے، تاکہ اس سے مزہر لاحق نہ ہو، جو یکبارگی خارج ہونے سے لاحق ہو سکتا ہے۔

دوار مسہل کے استعمال میں انہی چیزوں سے مقدار استفراغ پر دلیل قائم کی جاتی ہے، اس لیے مسہل کے ذریعہ پھول اور زیادہ بوڑھوں کا استفراغ کبھی نہ کیا جائے۔ موسم گرما میں بھی جب تک ضروری نہ ہو بذریعہ مسہل استفراغ نہ کیا جائے، چونکہ اس موسم میں حرارت و بیہوشی ہوتی ہے اس لیے مسہل کے استعمال سے مریض کا مزاج ویسا ہی ہو جائے گا جو اس

موسم کا مزاج ہے۔ اسی طرح موسم سرما میں مسہل استعمال نہ کیا جاتے، کیوں کہ اس موسم میں اخلاط نہیں ہوتے۔ خریف اور ربیع ایسے موسم ہیں جن میں اطباء نے استعمال مسہل کو بہتر کہا ہے۔ کیوں کہ خریف میں اخلاط اپنی کیفیت میں اکثر غیر طبعی ہو جاتے ہیں۔ لیکن اطباء کا خیال ہے کہ جس شخص کو مسہل کی زیادہ ضرورت نہ ہو اور محض حفظانِ صحت کے خیال سے استعمال کرنا ہو تو اس موسم میں بارش کے بعد ہی مسہل استعمال کرنا چاہئے۔ اگر استفراغ بالذوار، مزاج مرین کے مناسب ہو تو بلا احتراز استفراغ کیا جائے، لیکن جب مخالف ہو تو استفراغ کی مقدار کم کی جائے۔ استعمال مسہل میں عادت بھی اثر انداز ہوتی ہے، جیسا کہ دوسری چیزوں کا اثر ہوتا ہے۔ جب کسی خاص عضو کا استفراغ مقصود ہو تو کبھی استفراغ کی دلیل اس عضو کی وضع اور مشارکت بھی ہوتی ہے مثلاً جب دماغ کا استفراغ بذریعہ فہد کیا جائے تو یا سلیق سے زیادہ قیفال کی فہد کھولی جاتی ہے، کیوں کہ دماغ سے اس رگ کی مشارکت ہے۔ مشارکت اس استفراغ میں بہت مفید ہے جس کے ذریعہ مخالف سمت کی طرف مادہ کو جذب کرنا مقصود ہوتا ہے، مثلاً جب خون حیض زیادہ آنے لگے تو دونوں چھاتیوں کے درمیان سنگھی لگائی جاتی ہے، اور جب نکیر زیادہ ہونے لگے اور ناک کے بائیں نتھنے سے خون آئے تو طحال پر سنگھی لگائی جاتی ہے، اگر دائیں نتھنے سے خون آئے تو جگر پر سنگھی لگائی جاتی ہے۔

عضو کی وضع بھی دلیل بنتی ہے، مثلاً جس عضو کا استفراغ کرنا ہے اگر وہ بالائی بدن میں ہو تو اس کا استفراغ زیرین جسم سے زیادہ کامیاب ہوتا ہے، کیوں کہ اس طرح استفراغ اور جذب الی الخلاف دونوں ایک ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح زیرین جسم کے امراض میں قے اور بالائی جسم کے امراض میں اسہال بہتر ہے۔ عضو کی شکل اور خلقی حالات سے بھی استفراغ کی جہت معلوم کی جاتی ہے۔ مثلاً معدہ کی خلقی حالت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قے اور اسہال دونوں جہتوں سے استفراغ کیا جاتے۔ اور جگر کی خلقی حالت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جذب جگر کا استفراغ بذریعہ ادرا بول اور مقعر جگر کا استفراغ بذریعہ اسہال ہو۔ ان اعضا کی خلقی حالت اور ادویہ کے گزرنے کے لیے راستہ ہونے سے بھی یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ اگر ان میں اورام یا ہو جائیں تو بذریعہ اسہال استفراغ نہیں کرنا چاہئے۔ کیوں کہ ادویہ کے گزرنے میں تکلیف ہوگی، اسی لیے اورام خلق میں بھی غرہ نہیں کرنا چاہئے۔ عضو کی منفعت و شرافت بھی کبھی داعی ہوتی ہے کہ استفراغ کی حالت میں اس کی قوت بڑھائی جائے، کیوں کہ عضو کی منفعت

د قلب کی مشارکت ہے، مثلاً ورم جگر جب انتہا کو پہنچ جاتے تو ورم ہونے کی حیثیت سے تحلیل ضروری ہے، اور اس حیثیت سے کہ ورم اس عضو میں ہے ضروری ہے کہ ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جن میں قوت قبض اور عطریت ہو۔ عضو ذی الحس بھی قوت استفراغ کو برداشت نہیں کرتا۔ نفس سور مزاج کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر اس مادہ کا استفراغ بالادویہ کیا جائے۔ تو سور مزاج کو زیادہ گرم کر دیتا ہے۔ اسی سبب سے اطباء ابتداء بخار میں مسہل دوا استعمال نہیں کرتے، اس وقت اخلاط بھی اخراج کے قابل نہیں ہوتے۔ اس مسئلہ کو بعد میں بیان کیا جائے گا۔

بقراط کا قول ہے کہ تحفظ جنین کے پیش نظر حاملہ عورتوں کی فصد نہ کھولی جائے، لیکن جب اس کے جسم میں اخلاط کا ہیجان ہو تو چوتھے مہینے سے ساتویں مہینے تک فصد کھولی جاسکتی ہے۔ اور مسہل کا استعمال درست ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب جنین کی ضرورت سے زیادہ امتلاء ہو تو فصد کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ادویہ مسہلہ کی مہرت جنین تک پہنچ سکتی ہے کیوں کہ ان میں جو ہر کمی ہوتا ہے۔ اور ادویہ مسہلہ کی قوت جذب، اخلاط جنین تک پہنچ سکتی ہے جس سے اس کی موت ہو جاتی ہے۔ نیز ادویہ مسہلہ مدر بول بھی ہوتی ہیں۔ اور مدر بول دوائیں مدر حیض ہوتی ہیں۔ اور مدرات حیض مسقط جنین ہیں۔

یہی وہ تمام قوانین و دستورات عمومی ہیں جن کے مطابق سور مزاج مادی (اور غیر مادی) کا معالجہ ہوتا ہے۔ اب سور مزاج کی تمام قسموں کا معالجہ الگ الگ بیان کیا جا رہا ہے۔ یہاں پر سور مزاج کے لحاظ سے امراض کی تقسیم کی جا رہی ہے، اگرچہ کتاب المرض میں دوسری جہت سے امراض کی تقسیم کی گئی ہے، لیکن یہاں پر یہی زیادہ مفید ہے۔

سور مزاج مادی یا غیر مادی پورے بدن میں ہوگا (جس کی مشہور قسم حیات ہے) یا کسی خاص عضو میں ہوگا۔ اگر عضو میں سور مزاج مادی ہے تو اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) عضو کے جوف میں مادہ جمع ہوگا۔

(۲) یا اس میں پیوست ہوگا۔ اگر پیوست ہو اور مادہ میں غیر طبیعی غلظت نہ ہو تو اس کا نام ورم ہے۔ پہلے سور مزاج عام (حیات) کو بیان کیا جائے گا، پھر کسی عضو میں پیدا ہونے والے سور مزاج مادی و غیر مادی کا تذکرہ ہوگا۔ اس کے بعد اور ام بیان کیے جائیں گے۔ اور ام کے ساتھ حیات کا معالجہ بھی بیان کیا جائے گا۔ کیوں کہ اور ام میں بطور عرض اکثر حیات بھی عارض ہوتے ہیں، جن

کی وجہ سے اورام کے علاج میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ حیات میں سبب سے پہلے ہی یوم (یک روزہ بخار) بیان کیا جا رہا ہے، کیوں کہ یہ کثیرالوقوع ہے۔

حمی یوم (یک روزہ بخار)

اس بخار کے علاج کے دو طریقے ہیں۔

(۱) اصل بخار یعنی سور مزاج ماریا بس کا ازالہ، اس کے نیچے بارد و رطب دوائیں استعمال کی جاتی ہیں۔

(۲) اس پر توجہ کرنا کہ جسم سے ایسی چیزیں لائق ہوں جو بخار کے سبب فاعل کے متفاد ہوں؛ کیوں کہ یہ بخار اس سور مزاج غیر ملدی کے سبب سے ہوتا ہے جو بیرونی چیزوں سے عارض ہوتا ہے، جیسا کہ کتاب المرض میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اس بخار میں مزاج، ہوا، عمر، عادت، تدبیر اور سبب فاعل سے مقدار تبرید و طیب پر دلیل قائم کی جاتی ہے۔ حمی یوم کی تمام قسموں میں تبرید بالذات اور تبرید بالعرض استعمال کی جاتی ہے، تبرید بالذات ادویہ اندر کے ذریعہ، اور تبرید بالعرض نیم گرم پانی سے غسل کرنے کے ذریعے ہوتی ہے۔ اس بخار میں روح زیادہ گرم ہو جاتی ہے، جس سے لازماً جسم میں بخارات دغانی پیدا ہو جاتے ہیں، جب یہ تکمیل نہیں ہوتے تو جسم کو مشتعل کر دیتے ہیں اور دوبارہ بخار کے لوٹنے کا امکان ہوتا ہے، یہاں تک کہ کبھی یہ بخار، حمی عفونی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اسی لیے حمی یوم کی تمام قسموں میں مریض کے لیے حمام میں جانا ایک عمومی معالجہ ہے۔ یعنی حمام میں صرف پانی کو استعمال کرنا۔ حمی یوم کی ہر قسم کے اسباب فاعل کے لحاظ سے استعمال حمام کی مقدار بھی مختلف ہوتی ہے۔ حمی یوم کی قسموں میں سے ان اقسام کو بیان کرنا ہے جو کثیرالوقوع ہیں، اکثر یہ بخار جلد کے مسامات کے بند ہونے سے عارض ہوتا ہے، جس کی وجہ برودت، قابض چیزوں مثلاً پھٹکری کے پانی سے غسل کرنا اور ترک حمام ہے۔ یا اس کا سبب ہوست بدن ہے، مثلاً جسم میں گرم ہوا کا لگنا۔ گرم و خشک مزاج والے حیات یوم میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ یہاں انہی لوگوں کا تذکرہ ہو گا، اس کے بعد وہ لوگ ہیں جن کا مزاج صرف گرم ہے۔ ترک حمام یا قابض پانی سے غسل کرنے کے سبب جس شخص کے مسامات بند ہو جائیں اور اسے بخار عارض ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ بخار کی باری کے ختم ہونے کے بعد نیم گرم پانی سے غسل کیا جائے اور ایسے نیم گرم روغن کی مالش کی

جائے جس میں کیفیت قافیہ نہ ہو۔ دو یا تین بار حمام جانے کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ جالبینوس نے بھی کہا ہے، کیوں کہ یہ تدبیر ایسے لوگوں کے لیے ہے جو کثرت سے حمام جانے کے عادی ہوں۔ اس بخار کے مریض میں گرم پانی سے غسل کے بعد ٹھنڈے پانی کے استعمال کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ اس سے مسامات کثیف ہو جائیں گے لیکن مسامات زیادہ کشادہ ہو گئے ہوں یا جسم میں زیادہ گرمی پہنچ گئی ہو تو پورے بدن کو ٹھنڈے پانی میں ڈالنا ضروری ہے۔ حمام سے نکلنے کے بعد اگر مریض کا مزاج گرم و خشک ہے اور موسم بھی گرم ہو تو اس کے لیے زیادہ مناسب غذا مارا شعیر ہے، کیوں کہ یہ مرطب ہے اور تمام راستوں سے فضلات کے نکلنے میں معاون بھی ہے۔ جب مارا شعیر مفہم ہو جائے تو عمدہ بچی ہوتی روٹی کے ساتھ پھلی کا قیمہ اور بکری کے بچے یا چوزہ مرغ وغیرہ کے گوشت کھاتے جائیں۔ اگر دوسری بار بخار لوٹ آتے تو مسامات کو کھولنے کی کوشش کی جائے اور اس سبب کو دفع کیا جائے جس سے بخار لوٹ آیا ہے۔ اس حالت میں دوسری بار حمام اور گذشتہ تدابیر کی جائیں۔ زیادہ جاگنے، غصہ، غم اور دھوپ لگنے سے بھی اکثر یہ بخار ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کا معالجہ صرف سبب فاعل کی مخالف تدابیر سے کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کو غصہ کے سبب سے یہ بخار عارض ہو، انہیں اس شخص سے زیادہ تبرید کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کو بیداری یا غم سے بخار ہوا ہو۔ ان میں سے کسی کو مالش کی ضرورت بالکل نہیں ہے۔ بیداری سے بخار کی حالت میں نیند لانے کی ضرورت ہے۔ غم کے سبب سے جس شخص کو بخار ہو تو ایسی چیزیں اس کے سامنے پیش کی جائیں کہ حزن و ملال دور ہو جائے۔ یہ تمام لوگ جب حمام میں داخل ہوں تو صرف نیم گرم پانی استعمال کریں۔ بیداری اور حزن و ملال سے لائق ہونے والے بخاروں میں ترطیب کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ دھوپ لگنے سے بخار عارض ہو تو تبرید کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے ایسے مریض کو نیم گرم پانی میں زیادہ ٹھہرا چاہئے، اور اس کے جسم پر ٹھنڈے روغن مثلاً روغن بنفشہ کی مالش کی جائے۔ اگر گرمی کے سبب سے درد سر کی بھی شکایت ہو تو روغن گل کو کنتھیں کے پانی یا برف میں ٹھنڈا کر کے بلندی سے سر پر نطول کیا جائے، اور برابر ایسا کرتے رہنا چاہئے، یہاں تک کہ بخار کم ہو جائے۔ برودت کے سبب سے اگر یہ بخار ہو جائے تو حمام میں جانا چاہئے، اسے حمام کے لیے ہوا گرم کی ضرورت ہوتی ہے۔ حمام سے نکلنے کے بعد معتدل یا کچھ گرم غذا استعمال کریں، مارا العسل کا استعمال اس حالت میں زیادہ مناسب ہے۔ پھر ہلکے اور کچھ گرم پرندوں مثلاً جنگلی کبوتر اور بیٹرو وغیرہ کا

گوشت کھائیں۔ اور حمام سے پہلے اور بعد میں ان کے سر پر روغن سوسن اور اس کے مانند دوسرے روغنوں کا نطول کیا جاتے۔ اور دھوپ لگنے سے جس شخص کو بخار ہو تو حمام سے پہلے اور بعد میں اس کے سر پر سرد روغنوں کا نطول کیا جاتے، ان روغنوں کو (برف وغیرہ سے) ٹھنڈا بھی کر لیا جاتے، اور گرم روغنوں کو اس طرح گرم کیا جاتے کہ ایک برتن میں روغن ہو اور اس کے نیچے کے برتن میں پانی ہو، یعنی پانی کی وساطت سے روغن کو گرم کیا جاتے۔ مختصر یہ کہ ہر قسم کے حمی یوم میں حمام میں داخل ہونا ایک عام علاج ہے، لیکن جس شخص کو سردی کے سبب زکام ہو، یا ہاتھ پیروں کے ورم کے سبب سے بخار ہو، یا زخم لگنے سے دونوں کنج رانوں اور بغلوں میں ورم کے سبب سے بخار ہو تو ایسے لوگوں کو حمام نہ کرایا جاتے جالینوس نے کہا ہے کہ اگر گرمی کے سبب سے زکام ہو تو حمام کرایا جاتے۔ کیوں کہ حمام لطیف اخلاط کو پختہ کرتا اور جو قابل نفع نہ ہو اسے باہر کرتا ہے، لیکن حمام سے گاڑھے اخلاط جسم میں پھیل جاتے اور پگھل کر سد سے پیدا کرتے ہیں۔ گاڑھے اخلاط میں نفع کے بعد ہی حمام استعمال کیا جاتا ہے ان تمام لوگوں میں سے جن کی عادت نبیند استعمال کرنے کی ہو، ہضم غذا کے بعد پانی کی جگہ رقیق و سفید اور خوشبودار نبیند (پانی ملا کر یا بغیر پانی ملائے ہوتے) استعمال کرنا مفید ہے، ان کے لیے پانی سے زیادہ نبیند کے استعمال میں فائدے ہیں، کیوں کہ یہ غذا کو فم معدہ پر تیرنے سے روکتا، نفع کو تکمیل کرتا اور مدر بول ہے، تیز پسینہ لاتا اور تمام فضلات کے نکلنے میں طبیعت کا معاون ہے۔ کیوں کہ یہ بخار اکثر انہی لوگوں کو عارض ہوتا ہے جن کی قوت ہضم کمزور ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جنہیں بیداری یا نغم کے سبب سے یہ بخار عارض ہو۔

اعیار کے سبب سے جس شخص کو یہ بخار ہو تو اس کی تدبیر وہی ہے جو اعیار کے مریض کی تدبیر ہے، فرق یہ ہے کہ اس کی تدبیر سرد ہوگی اور اس کی غذا مقدار میں زیادہ اور گرم ہوگی۔ بھوک کے سبب سے یہ بخار ہو تو بارد و رطب غذائیں دی جائیں اسی لیے ایسے مریضوں میں جب بخار شروع ہو تو ایسی غذائیں دی جاتی ہیں جو گرم نہ ہوں۔ سدوں کے سبب سے یہ بخار ہو تو تین روز تک سدوں کو کھولنے کی تدبیر کی جاتے اور ایسی چیز کی مالش کی جاتے جس سے تنقیہ بدن ہو، مثلاً تخم خرپزہ (باریک شدہ) یا آرد جو یا آرد باقلا صنماداً استعمال کیا جاتے، اس سے زیادہ قوی آرد کر سہ ہے، اور مفتوح سدہ مشروبات بھی استعمال کی جائیں مثلاً اصل السوس، پرسیا و شاں اور گل تیغشہ کے جو شانده کے ساتھ سکنجبین استعمال کی جاتے۔

اس بخار میں ان چیزوں کا استعمال کافی ہے، لیکن اگر یہ تدبیر کافی نہ ہو اور تین دن تک بخار باقی رہے یا شروع ہی سے یہ معلوم ہو جائے کہ جسم میں اشتلاہ مادہ ہے تو اس حالت میں اگر استفراغ عام کے بغیر مفتح دوائیں استعمال کی گئیں تو مریض کو نقصان پہنچ جاتے گا، کیوں کہ یہ دوائیں اگر ایسے اجسام میں استعمال کی گئیں جن میں اشتلاہ مادہ ہے تو سدے کھولنے کے بجائے مزید سدے پیدا کر دیں گی۔ لہذا اس کا علاج دوسرے بخاروں کی مانند ہوگا، گویا یہ بخار ہی یوم اور ہی عفونیہ کے ماہی ہے، جس کے لیے گذشتہ دلائل اور قوت تجربہ سے استفادہ کرتے ہوئے فہد یا تلیسن میں سے جو تدبیر مناسب ہو وہ اختیار کی جاتے۔ کیونکہ کتابوں سے معلوم نہیں ہو سکتا کہ ہر شخص کے علاج میں کس مقدار کا استفراغ کیا جاتے، یہ بات قوت فکر یہ تجربہ سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس فن میں اصول کلیہ کے مطابق علاج کرنے میں تجربہ کی مزورت ہوتی ہے، جس سے وہ مقدمات جزئیہ حاصل ہوتے ہیں جو ہر شخص کے معالجہ میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ مقدمات کتابوں میں درج نہیں کیے جاسکتے کیوں کہ بے انتہا ہیں۔ معالجہ میں کمال حاصل کرنے کے لیے ہماری طب کا یہی حقہ رکاوٹ بنتا ہے، اسی لیے معالجہ میں ہمیں زیادہ مزاوت نہیں ہے، کچھ مجھ میں اور کچھ ہمارے اقرباء اور اجارہ میں مزاوت ہے۔ ہمارے زمانہ کے اطباء جن مریضوں کا علاج کر کے ان کی حالت بگاڑ دیتے ہیں، میں ایسے مریضوں کے علاج سے گریز کرتا ہوں، یہ اطباء اس فن کے اصولی معالجہ سے بہت دور ہیں۔ البتہ خاندان بنوزہر کے اطباء خصوصاً ابوالعلاء اور ان کے بیٹے ابو مروان جو ہمارے معاصر ہیں، یہ لوگ اصولی علاج کرتے ہیں۔

نخہ کے سبب سے بھی یہ بخار اکثر عارض ہوتا ہے، خصوصاً جب نخہ عارہ ہو۔ ایسا نخہ ان لوگوں کو عارض ہوتا ہے جن کا مزاج عاری یا بس ہوتا ہے، کیوں کہ ان کے معدہ میں غذا کا استعمال، دغایت کی طرف ہو جاتا ہے، نیز ایسا نخہ اکثر ان لوگوں کو عارض ہوتا ہے جنہیں اسہال معدی کی شکایت ہوتی ہے، کیوں کہ ان کے معدہ میں غذا فاسد ہو جاتی اور چھن پیدا کرتی ہے، یا جنہیں قبض کی شکایت ہو، دونوں قسموں میں یہ زیادہ خراب ہے۔ قبض کا سبب حرارت و بیہوشی اور معدہ کی قوت دافعہ میں خلل واقع ہونا ہے۔ ان دونوں قسموں میں ہر ایک کا علاج بیان کیا جا رہا ہے۔ اگر اسہال ہو تو اس پر غور کیا جاتے اگر خلط ایک بار نکل کر اسہال بند ہو چکا ہے تو حمام میں جانا چاہئے، اور مقوی معدہ غذائیں استعمال کی جائیں نیز ان کے معدہ پر مقوی روغن لگائے جائیں، لیکن جب اسہال زیادہ ہونے لگیں تو بہتر یہ ہے کہ حمام میں نہ جائیں۔

جالینوس ایسا ہی کہتا ہے، لیکن اطباء متاخرین اسہال شدید کا علاج حمام کے ذریعہ کرتے ہیں، کیوں کہ اس سے مخالف سمت کی طرف مادہ جذب ہوتا ہے۔ یہ عارضی معالجہ ہے، اس سے وقتی طور پر مرض کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ ایسے معالجہ سے حتی الامکان احتراز کیا جاتے۔ بلکہ ان کے معدہ کی اصلاح کر کے حمام میں داخل کیے بغیر انہیں غذائیں دی جاتیں۔ اگر اسہال بند ہو چکا ہے تو افسنتین ڈال کر پکاتے ہوئے روغن زیتون میں صوف کو تر کر کے معدہ پر رکھا جاتے۔ اس سے بہتر طبقہ یہ ہے کہ روغن نار دین میں اتنی مصطکی پیس کر ملائی جاتے کہ کچھ گاڑھا ہو جاتے، اور تب صوف کو اس میں تر کر کے نم معدہ پر رکھا جاتے۔ استعمال کے وقت ان روغنوں کو دوہرے برتنوں میں گرم کر لیا جاتے۔ دگرم کرنے کا طریقہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، محض نیم گرم ہونا کافی نہیں ہے کیوں کہ یہ نم معدہ کو ڈھیلا کر دے گا۔ مختصر یہ کہ اعصاب رتیبہ پر کوئی ایسی دوا نہ رکھی جاتے جو بارد ہو خواہ بالعقل ہو یا بالقوہ۔ نم معدہ میں اگر سوزش زیادہ ہو تو انہی روغنوں میں ہی اور عصارة شاخ انگور ملا کر قیروٹی تیار کی جاتے، تاکہ معدہ پر اچھی طرح چسکی ہوتی رہے۔ اس علاج پر اعتراض کرتے ہوتے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ایسے مریضوں کا معدہ گرم ہوتا ہے لیکن جالینوس ایسے روغن نار دین سے علاج کرتا ہے جس میں مصطکی باریک شدہ ملائی ہوتی ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں نفس سور سے معالجہ پر استدلال قائم کیا گیا ہے، نفس عضو سے نہیں قائم کیا گیا۔ کیوں کہ اس عضو کے لحاظ سے مقوی دوا ہونی چاہتے یعنی ایسی دوائیں جن میں کچھ قبض، تلخی اور خوشبو ہو۔ اسی لیے ماہرین فن جب ضعف معدہ کا علاج ایسی دواؤں سے نہیں کرتے تو لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ جالینوس نے بیان کیا ہے کہ جس شخص کے معدہ میں صرف سور مزاج یا بس یا حار یا بس تھا اور اس کا علاج ان دواؤں سے نہیں کیا گیا تو نقصان پہنچا۔ اس بنا پر یہ غور کرنا چاہئے کہ اگر سور مزاج اس حد تک ہے کہ اس پر توجہ کرنا ضروری نہیں ہے تو مقوی نم معدہ دوائیں استعمال کی جائیں گی۔ اور اگر اس حد تک ہے کہ اس پر توجہ کرنا ضروری ہے تو دونوں قسم کی دوائیں دی جائیں، یعنی ان ادویہ میں ادویہ بارہ کا بھی اضافہ کیا جائے گا لیکن یہ ایسی ہوں جو قوت قبض میں ان دواؤں کے موافق ہوں۔ ایسی ادویہ بارہ بہت ہیں۔

اگر اسہال بند نہ ہوا ہو تو اسہال کے زیادہ اور کم ہونے کے لحاظ سے اس تمام معالجہ کے ساتھ قابض غذائیں دی جائیں۔ اگر اسہال کم ہو رہا ہو تو شربت ورد یا شربت ہی میں بھگوئی ہوتی روٹی کا استعمال کافی ہے۔ اگر اسہال قوی ہو تو قابض دوائیں استعمال کی جائیں، جالینوس

کہتا ہے کہ ان کے لیے بہتر غذا جو کاستو ہے جس میں آب ہی یا آب ناشپاتی اور آب انار ملایا گیا ہو۔ اگر اسہال بند ہو چکا ہے تو روٹی کے ٹکڑوں کا حریرہ بنا کر استعمال کریں۔ ایسے مریضوں میں جب اشتہار غذا ختم ہو جاتے تو جوارش سفرجل میں تھوڑی مصلگی اور تھوڑی شاخ انگور ملا کر استعمال کرائی جاتے۔ اس حالت میں جالینوس وہ دوا سفرجل استعمال کراتا ہے جس کا نسخہ اس نے اپنی کتاب تدبیر صحت کے اخیر میں درج کیا ہے۔ اس دوا کے اجزاء میں مرج سیاہ اور دوسری گرم دوائیں ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کے لوگ اس دوا کے استعمال سے پرہیز کریں، خصوصاً محرور المزاج لوگ، موسم گرما میں اگر قبض کے سبب سے تھمے ہو تو یہ دیکھنا چاہئے کہ غذا معدہ میں ٹھہری ہوئی ہے یا معدہ سے اتر کر آنتوں میں آ چکی ہے، اگر معدہ میں ہو تو جالینوس فلافل ثلاثہ (فلفل سفید، فلفل سیاہ، دار فلفل) سے بنائی ہوئی دوا استعمال کراتا ہے، اس میں زیادہ قوی دوائیں نہیں ہوتیں۔ یہ نسخہ بھی اس کی تالیف کتاب تدبیر الاصحار میں درج ہے۔ جب غذا کا استعمال موصوت کی طرف ہو تو ایسی دوا سے معالجہ ہوتا ہے، لیکن اس قسم کے تھمے ہارہ میں ایسی دوا سے علاج کیوں کر ممکن ہے۔

جالینوس کی تائید میں اگر کوئی شخص یہ دلیل پیش کرے کہ کتاب المرض میں بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح سور مزاج بارد سے اعضاء کے قوی کمزور ہو جاتے ہیں، اسی طرح سور مزاج حار سے بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ ہر عضو اپنی مخصوص مقدار کی حرارت سے کام کرتا ہے۔ سور مزاج بارد سے قوی کا کمزور ہونا بالذات اور اس جہت سے ہے کہ یہ قوی کے مخالف ہے، قوی میں سور مزاج حار کا پیدا ہونا بالعرض ہو جاتا ہے مثلاً دھوپ، آگ کو بجھا دیتی اور تنور میں رکھنے سے چراغ بجھ جاتا ہے۔ نیز ایسے تھمے ہارہ میں ضعف معدہ کے سبب سے اس میں چھین ہوتی ہے۔ اسی بنا پر جالینوس نے اس برودت عارضی کا لحاظ کیا ہے جو اس تھمے کے سبب سے معدہ میں پیدا ہوتی ہے، لہذا اس نے اس برودت کا علاج کیا۔ یہ دلیل اگر حقیقت پر مبنی بھی ہو تو معالجہ میں سور مزاج کی طرف بھی توجہ ہونی چاہئے۔ اور معالجہ میں دونوں قسم کی دوائیں ہوں۔ لیکن دراصل جالینوس کے پیش نظر اس کا (سرد) ملک ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس حالت میں ان کے لیے زیادہ مفید وہ جوارش سفرجل ہے جو عود، مصلگی اور قرنفل ڈالکر تیار کی جاتی ہے۔ اس مرکب کی تیاری میں اس کا خیال رکھا جائے کہ مغز سفرجل کی برودت ان دواؤں کی حرارت کے مقابلہ میں ہوتا کہ حرارت و برودت میں یہ دوا معتدل

ہو جاتے۔ ترکیب ادویہ کے قوانین کلیہ میں ادویہ کے مرکب کرنے کا طریقہ بیان کیا جا چکا ہے۔ سفر
 جل کے علاوہ دوسری بارد و قابض چیزوں مثلاً برگ انگور وغیرہ سے ان دواؤں کی قوت اولیٰ کو
 کم کرنا بھی بہتر ہے۔ معالج ان چیزوں کی تیاری میں اس لحاظ سے عمل کرے جس کی طرف توجہ
 کرنا وہ زیادہ اہم سمجھتا ہو۔ اگر برودت معدہ کی طرف توجہ کرنا زیادہ اہم ہو تو مغز سفر جل کے ساتھ
 ایسی دوائیں ملائی جائیں کہ یہ مرکب پہلے درجہ میں گرم ہو، اور اگر سوء مزاج عمار کی طرف توجہ کرنا زیادہ
 اہم ہو تو ان ادویہ عمارہ کی مقدار کم کر دی جاتے۔ بالینوس یہ بھی کہتا ہے کہ ایسے مریض کے شکم پر
 گرم پانی کا نطول کیا جاتے، اس سے اس کا مقصد ارضاء (ڈھیلا) پن پیدا کرنا ہے، لیکن ارضاء معدہ
 کے لیے مضر ہے، اس لیے نطول کے استعمال میں احتیاط کرنا چاہتے، اگرچہ ارضاء اس مرض کے
 مناسب ہے، کیوں کہ، عتباس غذا کے باعث مجاری تنگ ہو جاتے ہیں۔ نطول سے احتیاط کی وجہ
 یہ ہے کہ اس عضو کے مزاج کے برخلاف ہے۔ لہذا دونوں قسم کی تدابیر کی جائیں یا اہم کی طرف
 توجہ دی جاتے۔

جب غذا معدہ سے نیچے اتر چکی ہو تو ان کے لیے نطول اچھی تدبیر ہے۔ لیکن اس سے اعضاء
 منطولہ میں غذا، فاسد کے منتشر ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس موقع پر اسپہال لانے کے لیے
 حقن سب سے بہتر ہے۔ اگر معدہ میں چھن اور نفخ نہ ہو تو شہد روغن زیتون اور تھوڑے
 نمک سے تیار کیا ہوا حقن کافی ہے۔ اگر چھن ہو تو حقن کی دوا میں بٹیا مرغی کی چربی ملائی جاتے۔
 اگر نفخ ہو تو اس روغن زیتون کا حقن کیا جاتے جو سداب اور ممل ریح بزور مثلاً تخم کرفس،
 زیرہ سیاہ، بادیان اور کرویا ڈال کر پکایا گیا ہو۔ اس تخم میں نفخ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ معدہ
 کی حرارت عزیزہ کمزور ہو گئی ہے، اس لیے اس کے علاج میں صرف تبرید یا تسخین نہ کی جاتے۔
 بلکہ دونوں قسم کی تدابیر کی جائیں۔ کبھی یہ بخار تین دنوں تک باقی رہ جاتا ہے، اس سے گھبراہٹ
 نہیں ہونی چاہتے۔ اس کی تدبیر یہ کی جاتے کہ اسپہال کے بعد اور بخار کی باری ختم ہونے پر انہیں
 حمام میں داخل کیا جاتے، اور ایسی غذا میں دی جائیں جو اس بخار کے مریضوں کے لیے
 مخصوص ہیں۔

بالینوس نے کہا ہے کہ تخم حامضہ کے سبب سے یہ بخار نہیں ہو سکتا کیوں کہ اس تخم
 سے وہ جو ہر دخانی پیدا نہیں ہوتا جو روح کو مشتعل کر دے، یہ ممکن ہے کہ محض سدوں کے
 سبب سے بخار عارض ہو جائے۔ بارد و رطب، بارد و یابس، صرف بارد اور صرف یابس مزاج

والوں کو یہ بخار کم عارض ہوتا ہے۔ بارد و رطب مزاج والوں کے برخلاف جس کا مزاج عاری یا بس ہو، وہ اس بخار کو قبول کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی لیے ایسے لوگوں کے لیے بھوکا رہنا، ورزش کرتا اور ترک حمام زیادہ مضر ہے، لیکن بارد و رطب مزاج والے ان چیزوں کو زیادہ برداشت کرتے ہیں۔ مالبین اور بغلوں کے ورموں کے سبب سے ہونے والے بخار کا علاج وہی ہے جو ان اور ام کا علاج ہے۔ زکام کے سبب سے جس کو بخار ہوا سے مسہل دوائیں دی جاتیں۔ اگر غلبہ خون کی علامت پائی جاتے تو فصد کھولی جاتے، اس تدبیر سے سخت امراض میں مبتلا ہونے سے تحفظ ہو جاتے گا۔ کنج ران کے ورم والے مریضوں کو جالینوس حمام میں داخل کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایسے مریضوں کو حمام کی ہوا گرم کی ضرورت ہے میری راتے یہ ہے کہ انحطاط کے بعد ہی حمام کیا جائے۔

حمیات مطبقہ

حمیات یومیہ کے معالج میں اتنا بیان کافی ہے، نیز کتاب الامراض میں تمام اسباب بیان کر دیے گئے ہیں۔ اب حمیات مطبقہ بیان کیے جا رہے ہیں کیوں کہ یہ حمیات، حمی یوم اور عمی عفونیہ کے مابین ہیں۔ کتاب المرض میں بیان کیا جا چکا ہے کہ کثرت خون سے پیدا ہونے والے سدوں کے سبب سے یہ بخار ہوتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم میں خون متعفن نہیں ہوتا ہے اور دوسری قسم میں خون متعفن ہو جاتا ہے۔ ان دونوں قسموں میں کبھی بخار آخری مدت تک یکساں رہتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب بخارات دغانیہ اسی قدر پیدا ہوتے ہیں جس قدر مسامات سے خارج ہوتے رہتے ہیں، یا بخار گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، بخار اس وقت بڑھتا ہے جب خارج ہونے والے بخارات سے پیدا ہونے والے بخارات زیادہ ہوں۔ اور اس کے برعکس حالت میں بخار کم ہوتا ہے۔ یعنی جب خارج ہونے والے بخارات سے پیدا ہونے والے بخارات کم ہوں۔ اس لحاظ سے کہ یہ بخار امتلاء بحسب اوعیہ کے سبب عارض ہوتا ہے۔ اس کے علاج کے لیے فصد کھولنا ضروری ہے، خصوصاً جب خون متعفن نہ ہوا ہو۔ استفراغ کی مقدار پر دلیل بننے والی چیزوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اس مرض کے سلسلہ میں جالینوس کہتا ہے کہ جب مریض کی قوت قوی ہو تو اتنی مقدار میں خون نکالنا ضروری ہے کہ مریض پر غشی طاری ہو جائے۔ اس نے کہا ہے کہ اس طرح ایسے مریضوں کے

بدن فوراً ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ کبھی ایسے مریضوں کو اسہال یا تے بھی ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ جالینوس اس بخار میں فہد کو ضروری قرار دیتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس مقدار میں استفرغ خون فنی اصول کے خلاف ہے اور ایسا کرنے والا یقیناً غلطی پر ہے، کیوں کہ اس فن کے اصول ایسے ہیں جو طبیعت کو حالت صحت پر لاتے ہیں۔ بحران نمود میں کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس قدر استفرغ خون ہو کر مریض کو غشی آجاتے۔ البتہ بحران زدی میں ایسا ہوتا ہے، جب کہ قوت دافعاتی زیادہ ہوتی ہے کہ ضرورت سے زیادہ خون کو دفع کر دیتی ہے۔ نیز استفرغ کا مقصد یہ ہے کہ طبعی مقدار سے زائد خون کو دور کر دیا جائے۔ کیا کوئی ایسا شخص ہے جس کا خون اس قدر نکل جائے کہ غشی طاری ہو جائے اور اس کے بدن کے خون کی طبعی مقدار کم بھی نہ ہو، میرے خیال میں یہ ممکن نہیں ہے۔ جالینوس کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح دفعہ جسم کو ٹھنڈا کر دیا جائے، گویا یہ معالجہ بالعرض ہے، جس میں خطرہ بھی ہے۔ نیز حرارت غریزیہ کے زیادہ خارج ہونے سے بہتر یہ ہے کہ کچھ حرارت غریزیہ باقی رہے، ساتھ ہی یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اس حالت میں کوئی غلط متعفن ہو جائے۔ جب حرارت غریزیہ کم ہو جائے گی اور غلط متعفن ہو کر مریض کی قوت بھی ختم ہو جائے گی تو موت یقینی ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود جن علامتوں سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ بخار میں عفونت خون نہیں ہے، وہ تمام علامتیں فنی اور تخمینی ہیں، لہذا اس میں خطرات ہیں۔

جب اس بخار میں عفونت کی علامت موجود ہو، جو فارورہ اور نبض سے معلوم کی جاتی ہے تو غشی کی حد تک فہد نہ کھولی جاتے۔ کیوں کہ فہد کے بعد بھی عمی عفونہ باقی رہے گا جو چارہ یا سات دنوں میں ختم ہوگا۔ اس لیے اتنی قوت باقی رہے جو بقیہ مرض کا مقابلہ کر سکے۔

جالینوس نے کہا ہے کہ تپ دموی عفونی کے علاج کے وقت جب قوی کمزور ہوں اور کمزوری محض چند دنوں سے نہ ہو تو کو برف سے ٹھنڈا کیا ہو یا پانی اتنی مقدار میں پلایا جائے کہ اس کے بدن میں فوراً تازگی آجائے۔ لیکن اس کے لیے دو شرائط ہیں، ایک یہ کہ مادہ مرض میں لفضیح ہو چکا ہو، دوسری یہ کہ مریض میں کوئی عضو ضعیف نہ ہو مثلاً فم معدہ کا بارد ہونا۔ اس نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابراہام میں فہد استعمال کرنے کے لیے کہتے ہیں۔ اس نے کہا ہے کہ اگر مریض ٹھنڈا پانی پینے کا عادی نہ ہو تو استعمال نہ کیا جائے کیوں کہ ازالہ سبب

یا عضو ضعیف۔ یا عادت جس چیز کا تقاضا کرتے ہیں وہ سو۶ مزاج کے اقتناء کے خلاف ہے۔ کیوں کہ ٹھنڈا پانی اخلاط کو خام کر دے گا اور ان میں نفیج نہ ہو سکے گا۔ بخار پوری طرح اس وقت تک زائل نہ ہو گا جب تک سبب فاعل جسم میں موجود ہے۔ اسی طرح ضعف معدہ والا اگر ٹھنڈا پانی پی لے تو ریشہ، خدر اور سو۶ مزاج کی دوسری بیماریوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں نے دفعۃً (زیادہ مقدار میں) ٹھنڈا پانی پی لیا، اس سے انہیں تنگی تنفس کی شکایت ہو گئی کیوں کہ اس عصب میں برودت آگئی جو حجاب صدر کو حرکت دیتا ہے اور کچھ لوگوں کی ایسی حالت ہو گئی کہ کسی چیز کا نکلنا مشکل ہو گیا۔ اگر مریض نے اس وقت ٹھنڈا پانی پیا کہ طبیعت خلط میں نفیج پیدا کر چکی ہے تو یہ طبیعت کے لیے بہتر معاون ہوگا۔ کیوں کہ اس حالت میں سو۶ مزاج حار کے علاوہ کوئی دوسرا مرض نہیں ہے۔ ٹھنڈے پانی سے جب یہ سو۶ مزاج زائل ہو جاتے گا تو طبیعت اس خلط میں نفیج کے کام کو پورا کرے گی اور دفع ہونے والی چیز کو دفع کر دے گی۔ کیوں کہ سو۶ مزاج کے باقی رہنے پر طبیعت کے کام میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ اسی لیے ایسے مریض جب ٹھنڈا پانی پیتے ہیں تو انہیں اسہال یا تے ہوتی ہے۔ ٹھنڈا پانی پینے کے سلسلہ میں جالینوس کے قول کا مفہوم یہی ہے۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہتے کہ حرارت کے کم اور زیادہ ہونے کے لحاظ سے حمیات عفونی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جس میں حرارت بہت زیادہ ہوتی ہے اس کا نام حرقہ ہے۔ یہ قسم بھی ملک اور شہر کے لحاظ سے بہت مختلف ہوتی ہے جو حرقہ گرم شہر، حالت شباب اور موسم گرما میں، تدبیر گرم سے ہو اس میں شروع ہی سے مریض کو ٹھنڈا پانی پلایا جاتے۔ ایسے بخار میں اگر نفیج مادہ سے پہلے ہی مریض میں احتراقی کیفیت پیدا ہو جاتے تو اس کی موت ہو جاتے گی اور اگر نفیج مادہ تک اس میں قوت برداشت ہو تو جو نفیج ہوگا وہ خراب ہوگا اور اس وقت ٹھنڈا پانی پلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیوں کہ مقصد فوت ہو چکا ہے۔ خراب نفیج یہ ہے کہ مثلاً پیشاب میں سیاہ غما ہو اور اس سے زیادہ خراب وہ ہے کہ پیشاب میں سیاہ رسوب ہو۔ اس لیے ایسے حرقہ کے معالجہ میں بہتر اور ہوشیاری کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو شروع ہی سے ٹھنڈا پانی پلایا جاتے اگرچہ نفیج مادہ نہ ہوا ہو کیوں کہ ایسے انتہائی حرارت والے بخار کے مادہ فاعلہ کے نفیج میں رکاوٹ پیدا کرنے والی چیز صرف کیفیت مادہ ہے، خلطت و لزوجت نہیں ہے۔ جب یہ کیفیت سرد ہو جائے گی تو فوراً مادہ مرض میں نفیج ہو جائے گا۔ نیز جس شخص کی ایسی حالت ہو اس کے

بخار کو ایسے ہلکے بخار کی طرف منتقل کر دیا جائے جو زیادہ دنوں تک باقی رہے تاکہ اس کا علاج کیا جاسکے، اور فوراً موت نہ ہو۔ یہ تدبیر اسی وقت کی جاسکتی ہے جب غلط میں کچھ غلطت ہو یا تیرید زیادہ ہوئی ہو۔ بہر حال بخار کی تبدیلی مزاج میں اگر غلطی واقع ہوگئی تو موت سے اس کا درجہ بہت کم ہے اس فن کے اعمال میں یہ فن بہت اعلیٰ ہے کیونکہ اس سے مریض کو موت سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے۔ اس بخار کے وہ مریض جنہیں ٹھنڈا پانی پلانے کے لئے نفع مند اور دکان انتظار کرنا ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ اگر طبیات استعمال کئے جائیں تو ان کو صحت ہو جائے گی، لیکن اس میں وقت زیادہ لگے گا اور محنت بھی زیادہ کرنی پڑے گی۔ اس لئے اس حالت میں آسان راستہ اختیار کیا جائے اور طبیعت کی مدد کی جائے یعنی حمی محرقہ کی پہلے قسم کے لحاظ سے حسب ضرورت اس میں تھوڑا ٹھنڈا پانی پلایا جائے۔

رازی نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ”دونوں جوانوں نے سخت گرمی کے موسم میں سفر کیا۔ ان میں ایک آقا اور دوسرا اس کا خادم تھا حالت سفر میں دونوں کو شدید قسم کا حمی محرقہ عارض ہوا، آقا اپنے خادم سے ٹھنڈا پانی مانگ کر پیتا رہا۔ اور خادم نے کچھ نہیں پیا۔ آقا کو اس مرض سے نجات حاصل ہوگئی اور خادم مر گیا۔“ ہمارا ملک (اندلس) حرارت و برودت میں جالینوس اور رازی کے ممالک کے مابین ہے۔ لیکن ہمارے ملک کی پتھری زمینوں کی وادی میں اس قسم کا بخار زیادہ عارض ہوتا ہے۔

اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے یہ کہنا ہے کہ اس بخار کے معالجہ کے جو اصول بیان کئے جاتے ہیں وہ حمی عضونی کے معالجہ کا ایک جزو ہے، لہذا شروع میں وہی علاج کیا جائے جو عمومی علاج ہے۔ پھر ہر قسم کے حمی کا الگ الگ علاج بیان کیا جائے۔

اس لحاظ سے کہ حیات عضونی کا سبب سور مزاج مادی ہے، ان کے معالجہ کے وقت دو مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں (۱) سور مزاج کا زائل کرنا (۲) مادہ کا استفراغ کرنا۔ چونکہ اس مادہ میں حرارت عضونی ہوتی ہے۔ اس لئے تیسری غرض یہ بھی ہے کہ ان اسباب کا ازالہ کیا جائے جو جسم میں عفونت کے اسباب ہوتے ہیں۔ مسامات کے بند ہونے سے جسم کا تنفس کم ہوتا ہے (یعنی جسم کے بخارات کم نکلتے ہیں) قابض یا بار دیا یا بس چیزوں سے مسامات بند ہوتے ہیں، کبھی اخلاط کے سبب سے بند ہوتے ہیں اس طرح کہ اخلاط اعتدل سے زیادہ یا گاڑھے یا لیدار ہو جائیں کبھی یہ تینوں چیزیں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ پس حیات عضونی کے معالجہ میں اخلاط کی ان تینوں صفات کو زائل کیا

جائے۔ کیونکہ اخلاط کی عفونت کو دور کرنے اور اس کی زیادتی کو روکنے کا یہی راستہ ہے کہ ان چیزوں کو دفع کیا جائے اور ان اخلاط کو بھی خارج کیا جائے جو مریض کے جسم میں موجود ہیں۔ اس بنا پر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معالجب میں اعراض کے استدلال متضاد ہوتے ہیں، خصوصاً جب ایسا استدلال ہو جو معالجب کے استدلال کے متضاد ہو۔ جب یہ حالت ہو یعنی بخار اور اس کے اسباب و اعراض کے استدلال، معالجب کے استدلال کے متضاد ہو تو طبیب کے لئے مناسب یہ ہے کہ اگر بخار اور اعراض کے سبب سے مریض کو زیادہ تکلیف نہ ہو تو پہلے سبب کو دور کرنے کی طرف توجہ کرے کیونکہ اسی سے بخار مثلاً سوداوی، بخار وغیرہ دور ہوگا۔ اور اگر بخار و اعراض سے مریض کو زیادہ تکلیف ہے تو اس کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیئے لیکن سبب کے ازالہ سے غافل نہ ہونا چاہیئے مثلاً حمی صفاوی خالص کے معالجب کے وقت۔ لیکن اگر بخار بہت زیادہ ہو مثلاً حمیات محرقة تو اس وقت ازالہ سبب کی طرف توجہ نہ دے کر بخار کی طرف توجہ صرف کرنا چاہیئے کبھی دونوں کی اہمیت یکساں ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں دونوں کا معالجب ایک ساتھ ہونا چاہئے اسی طرح بخار اور سبب کے ساتھ عرض کی طرف بھی توجہ کرنا ہے۔ یعنی اگر عرض زیادہ تکلیف کا باعث ہے تو اسی کی طرف توجہ کی جائے۔ جبکہ یہ عرض بخار سے ایک زائد چیز ہو، مثلاً بخاروں میں عارض ہونے والی غشی۔ پہلے تو وہ حمیات بیان کئے جائیں گے جن کے علاج میں اعراض مانع نہیں ہوتے۔ پھر ان اعراض کے ازالہ کا بیان ہوگا جو حمیات کے معالجب میں اکثر مانع ہوتے ہیں۔ کیونکہ اعراض کے ازالہ کا بیان، شفا حمیات کے بیان کے علاوہ ہے۔ حمیات کی شفا ان کے اسباب کے ختم کرنے سے اور اعراض کا مقابلہ ان کے بروقت ازالہ سے ہوتا ہے۔ کبھی کوئی چیز سبب عرض کو بڑھا دیتی ہے۔ مثلاً ادجاع بارہ میں افیون استعمال کرنا۔

تمام بخاروں میں اندرون جسم میں استعمال ہونے والی غذاؤں اور دواؤں اور بیرون سم پر رکھی جانے والی دواؤں کے ذریعہ تبرید و ترطیب ہوتی ہے۔ اغذیہ و ادویہ کی صرف قوت اولیٰ استعمال کی جاتی ہے۔ ہوا سے بھی تبرید ہوتی ہے، اگر بذا آہوا میں برودت ہے تو مثلاً تپ دق کے مریض اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اگر ہوا گرم ہو تو اس کی کیفیت کی اصلاح کر کے ٹھنڈی کر لی جائے۔ اس فن کا یہ بھی ضابطہ ہے کہ مریض کو (اس کے حسب حال) ایک ملک سے دوسرے ملک ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے مستند قہر کے مریض سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جنوبی ممالک مثلاً

لڑے یا عرب کے شہروں کی طرف منتقل ہو جائے۔ بخاروں میں بھی فصد اور ادویہ کے ذریعہ استفرغات کراتے جاتے ہیں۔ ادویہ کے قوی ثوانی و ثوالث اور خواص کے ذریعہ استفرغات ہوتے ہیں بھوکے رہنے، حمام کرنے اور مالش سے بھی استفرغات ہوتے ہیں۔ اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ بخاروں میں ان استفرغات میں سے ایک یا ایک سے زیادہ کس حالت اور کس وقت میں استعمال کیا جائے۔ کیونکہ اس فن میں وقت کی بھی اہمیت ہے، اس لئے بقراط کا قول ہے کہ ”وقت تنگ ہے“ یعنی معالجات کا وقت مختصر ہے۔

فصد کے ذریعہ استفرغ اس وقت کیا جاتا ہے جب کثرت خون کی علامتیں موجود ہوں، خواہ اخلاط کی خرابی ہو یا نہ ہو۔ البتہ اخلاط بالکل خراب نہ ہوں۔ اس سے پہلے اخلاط کی کیفیتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ خون کے اخراج کا وقت وہ ہے جب مریض کی قوت قوی ہو چونکہ ادانک مرض میں قوت اکثر قوی ہوتی ہے اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابتداء مرض ہی میں استفرغ بالفصد کیا جائے۔ لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے کیونکہ بخار کے اکثر مریض ساتویں دن کے بعد فصد کو برداشت کرتے ہیں۔ مرض کے طویل ہونے، مزاج، عمر، موسم، عادت، تدبیر اور قوت کے لحاظ سے فصد میں خون نکالنے کی مقدار متعین کی جاتی ہے۔ اگرچہ قوت کا بہتر اور خراب ہونا مزاج کے بہتر اور خراب ہونے پر منحصر ہے لیکن اطباء نے قوت کو ایک علیحدہ قسم قرار دیا ہے۔

تمام بخاروں خصوصاً حمیات غیر محرقة کے تمام اوقات میں سدوں کی تفتیح اور اخلاط کی تقطیع تلیف اور انصاج کے ذریعہ استفرغ کیا جاتا ہے۔ اخلاط میں جو قابل اصلاح ہوں ان کی اصلاح کی جائے اور جو اصلاح کے قابل نہ ہوں انہیں نکال دیا جائے۔ کیونکہ مادہ متعفنہ کے لئے دو ہی تدبیریں مناسب ہوتی ہیں (۱) جو مادہ اصلاح کے قابل نہیں ہوتا ہے اسے نکال دیا جاتا ہے اور (۲) جو اصلاح کے قابل ہوتا ہے اس کی اصلاح کی جاتی ہے۔ تمام بیرونی متعفن چیزوں کی اصلاح کی تدابیر بھی یہی ہے۔ اس عمل میں ضروری ہے کہ طین اور مدربول دوائیں ضرور استعمال کی جائیں، لیکن یہ دوائیں اکثر گرم اور خشک ہوتی ہیں، مثلاً تخم کرفس اور بادیان وغیرہ جن کا استعمال بخار کی حرارت کا منافی ہے۔ اس لئے ان دواؤں کی قوت اولیٰ کو توڑنے کے لئے ایسی دوائیں ملانی جائیں جو بلد ہوں اور ان قوتوں کی معاون ہوں جن کی ضرورت ہے مثلاً تخم ترلوز، تخم خیار اور تخم کاستی۔ اور جن

لہ افریقہ کے شمالی مشرقی علاقے۔ جو مصنف کے ملک کے لحاظ سے بجانب جنوب ہیں

دواؤں کے یہ افعال ہوں ساتھ ہی وہ معتدل یا قلیل الحرات ہوں مثلاً پر یا دشاں، قرصہ اور کاسنی
تو بخار کے معالجہ میں ایسی دواؤں کا انتخاب بہتر ہے۔ مختصر یہ کہ جب گرم دوائیں استعمال کی جائیں
توان کی قوت اولی توڑی جائے۔ چونکہ سکنجبین میں یہ دونوں صفات موجود ہیں یعنی تقطیع و تلطیف
اور ادرار بول و تبرید اس لئے بخاروں میں استعمال ہونے والی دواؤں میں یہ زیادہ معروف ہے
لیکن اس کے استعمال سے کبھی خراش امعاء اور معدہ و جگر میں خلل واقع ہوتا ہے۔ خصوصاً تپ مزمن
کے اخیر میں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ ایسی دوائیں ملائی جائیں جو مقوی اعضاء رتیبہ ہوں مثلاً
جوشاندہ میں تھوڑی مصطکی ڈال کر استعمال کی جائے، یا گلقدہ اور ایسے اقراص و رد استعمال کی جائیں
جن میں خوشبودار مصالح کم ہوں دونوں چیزوں یعنی تقویت، یا تقطیع و تلطیف میں سے جو اہم ہوں
اس کے لحاظ سے یہ دوائیں دی جائیں۔ کبھی اس دوا کے استعمال سے ایک دوسری حالت عارض
ہوتی ہے کیونکہ اس دوا سے پیدا ہونے والا خلط بارد و یابس ہوتا ہے چنانچہ اگر اس دوا کا جوہر
بخار کے خلط فاعل کے موافق ہو جائے تو اس سے احتراز کرنا چاہیے، مثلاً جو تھک یا بخار میں اس
کو استعمال کرنا۔ لیکن اگر استعمال کی جائے تو اصل السوس اور شربت بنفشہ جیسی دواؤں سے اس کی
بیوست دور کر دی جائے۔ بنفشہ میں قوت ادرار بھی ہے، اس لئے اس کی اصلاح کے لئے اس
موقع پر مویز منقی کا استعمال بہتر ہے۔ مختصر یہ کہ سکنجبین کی بیوست کی اصلاح کے لئے مصلح
دواؤں کا استعمال ضروری ہے کیونکہ یہ اعضاء عصبیہ مثلاً۔ مری، معدہ، مثانہ اور قصبہ یہ
میں خشونت پیدا کرتی ہے جس سکنجبین بزوری کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ وہ اکثر بخاروں میں مفید
ہے۔ چونکہ مار الشعیر کا مزاج بارد رطب ہے فضلات کے راستوں کو صاف کرتا اور نفج بھی پیدا
کرتا اس لئے اس حالت میں یہ بہت اچھی دوا ہے۔ اس لئے حیات کے معالجہ میں سکنجبین
اور مار الشعیر کا استعمال بہتر ہے چونکہ مار الشعیر فم معدہ کے لئے اکثر مضر ہوتا ہے اس لئے
مصلح کے طور پر اس میں تھوڑی مصطکی ملا دی جائے۔ مثلاً ۱۹ تول مار الشعیر میں ۳۴ رتی
مصطکی ملائی جائے مذکورہ دونوں اعراض میں جو اہم ہو اس کا لحاظ کرتے ہوئے مصطکی
کی مقدار متعین کی جائے۔

تلیپن کے لئے بہتر دوائیں وہ ہیں جن میں یہ دونوں اوصاف ہوں یعنی جو دوائیں مادہ کا
استفراغ کرتی ہوں اور بخار کے معالجہ کے متضاد نہ ہوں، مثلاً۔ املی، بنفشہ، ترنجبین، مغز
خیار شہر اور ہلیہ جات میں قوت قبض ہے اس لئے نفع مادہ سے پہلے ان کے استعمال سے

احتراس کرنا چاہیے۔ ابتداً بخار میں بلباب بھی اچھی دوا ہے۔ اگرچہ اس میں کچھ حرارت ہوتی ہے قوت تلین میں ان ادویہ کی ترتیب یہ ہے۔ ترنجبین، بنفشہ، اعلیٰ اور بلباب پھر مغز خیار شہز اور اس کے بعد ہلیلہ جات۔ نیز تمام بخاروں میں ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جو اپنے پورے جوہر سے مانع عفونت ہوں، لیکن ایسی دوائیں اکثر گرم ہوتی ہیں کیونکہ اس قسم کی دوائیں اکثر افادیہ ہیں، لہذا ان کی قوت اولیٰ کو توڑنے کے بعد تھوڑی مقدار میں استعمال کی جائیں جو دوائیں بغیر گرمی پہنچانے کے کام کرتی ہیں انھیں غنیمت سمجھنا چاہیے۔ لیکن صدلین اور طباشیر میں کچھ سدہ پیدا کرنے کی تاثیر ہے۔ اگر مصلحات کے ساتھ ان دواؤں کی قوت اولیٰ استعمال کی جائے تو بخار میں مفید ہوں گی۔

تبرید و تطیب کے لئے استعمال ہونے والی دوائیں بہ کثرت ہیں، البتہ کیفیات میں ان کے درجات مختلف ہیں۔ پہلے درجہ کی ادویہ بارودہ میں مار الشعیر اور شربت جلاب ہے۔ اطباء متاخرین اس شربت جلاب کو بہتر قرار دیتے ہیں جو صرف عرق گلاب سے تیار کیا ہوا ہو، لیکن میرے نزدیک ایسا شربت عمدہ نہیں ہے، کیونکہ اس کا مزاج یا بس ہے، بلکہ وہ شربت عمدہ ہے جو پانی اور عرق گلاب ہم وزن ملا کر تیار کیا گیا ہو یا مریض کے حسب حال عرق گلاب کی مقدار پانی سے کم کر دی جائے۔ اس سے زیادہ قوی وہ اثر بہ ہیں جو بارد و رطب بسزیوں کے آب افشردہ سے تیار کئے جاتے ہیں مثلاً آب کدو، آب خیازہ، آب خیار اور آب خرپزہ۔ بغیر شکر ملائے ہوتے اگر ان عصارات کو استعمال کیا جائے تو زیادہ قوی ہوں گے خصوصاً آب خرپزہ جو اپنے پورے جوہر سے صفراء کے متضاد ہے۔

ادویہ جاذبہ کے ذریعہ مادہ کا استفراغ اس حالت میں ضروری ہے جب خراب اور بدلی ہوئی کیفیت کے اخلاط کی کثرت ہوتی ہے۔ یہ حالات پہلے تحریر کئے جا چکے ہیں۔ استفراغ کا وقت وہ ہے جب قوت دافعہ قوی ہوتی ہے، لوگوں کا اتفاق ہے کہ نفع مادہ کے بعد ایسا وقت آتا ہے۔ یہ ایسا وقت ہے جس میں طبیعت کی جانب سے اچھا استفراغ ہوتا ہے۔ کیونکہ پورے نفع کے وقت طبعی طریقہ پر فضلات کو دفع کرنے کے لئے قوت متحرک ہو جاتی ہے طبیعت کے یہ افعال فنی لحاظ سے بھی قابل قبول ہیں۔ نیز جب نفع پورا ہو جاتا ہے تو جذب کرنا مشکل نہیں ہوتا، کیونکہ مادہ میں غلظت و لزوجت نہیں ہوتی اور نہ سدے ہوتے ہیں نفع مادہ سے پہلے استفراغ کرنا تحقیق طلب مسئلہ ہے، اس میں اطباء کے درمیان اختلاف

ہے۔ جالینوس اور اکثر اطباء کا خیال ہے کہ استفراغ کے لئے نفع کا انتظار کیا جائے۔ البتہ اگر مرض بہت حاد ہو تو انتظار نفع کی ضرورت نہیں ہے۔ بقراط کے قول سے بھی یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر مرض ہیجان میں ہو تو انتظار نفع نہ کیا جائے۔ کیونکہ جب مرض بہت حاد ہوتا ہے تو اخلاط بہت ہیجان میں ہوتے ہیں۔ اگر شروع ہی میں ایسے اخلاط کا استفراغ نہ کیا جائے تو بعض اعضاء رئیس پر ان اخلاط کے گرنے سے ان میں ورم پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ نیز ایسے اخلاط بہت لطیف اور تیز ہوتے ہیں، ان میں غلظت و لزوجت نہیں ہوتی۔ جو دوا مسہل کے عمل میں رکاوٹ ڈالے۔ اس حالت میں صرف ایک بات یہ ہوتی ہے کہ ادویہ مسہل اپنی کیفیات اولیٰ سے اس بخار کے متضاد ہوتی ہے جس کی اصلاح اس طرح کی جائے کہ حسب ضرورت بار در طب چیزیں بھی ادویہ مسہل کے ساتھ ملائی جائیں۔ جب امراض بہت حاد نہ ہوں بلکہ نرم ہوں تو نفع کا انتظار کیا جائے۔ بقراط کے ملک میں جو امراض زیادہ حاد ہیں وہ ہمارے (گرم) ملک میں امراض حادہ مطلقہ ہو جاتے ہیں۔ عمیات حادہ میں بقراط ماہ الشعیر، سکنجبین یا جوشاندہ آب عسل سے علاج کرتا ہے۔ لہذا ہمارے ملک یا اس سے زیادہ گرم ملکوں میں ان امراض مطلقہ میں شروع ہی سے ادویہ جاذبہ کے ذریعہ استفراغ ضروری ہے۔ امراض حادہ کا غلط فاعل اکثر ان وریدوں میں ہوتا ہے جو فم معدہ اور جگر کے چاروں طرف ہیں مختصر یہ کہ یہ خلط اشرف اور عظیم عروق میں ہوتی ہے۔ اس لئے اگر ان عروق میں کثرت خون ہو اور اس سے اذیت ہو رہی ہو تو اس کے استفراغ سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور فوراً مرض کی تیزی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر کوئی امر مانع ہو تو استفراغ نہ کیا جائے، ان مواعظ کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

امراض غیر حادہ میں جب خام اخلاط ہوتے ہیں تو ان اخلاط کی تلخیص، تقطیع اور ان میں کچھ نفع کے ظاہر ہونے کے بعد ہی استفراغ کیا جائے ورنہ دواؤں سے یہ اخلاط خارج نہیں ہو سکیں گے۔ اور جو امراض غیر حادہ حقیقی اخلاط کے سبب سے ہوتے ہیں مثلاً وہ غلبہ خالصہ جس کے دورے سات سے زیادہ نہیں ہوتے تو ابن سینا کا خیال یہ ہے کہ اس حالت میں بھی نفع کا انتظار ضروری ہے کیونکہ خلط رقیق کا نفع یہ ہے کہ اسے گاڑھا کیا جائے اور خلط غلیظ کا نفع رقیق کرنا ہے کیونکہ جس طرح گاڑھے خلط کا استفراغ طبیعت

کے لئے مشکل ہے اسی طرح خلط رقیق کا دفع کرنا قوتِ دافعہ کے لئے مشکل ہوتا ہے کیونکہ ایسا
 غلط اعضاء میں جذب اور قشر ہوتا ہے۔ اخلاط کو جذب کرنے کے سلسلہ میں اگر درحقیقت دواؤں
 کی یہی حالت ہو (یعنی گاڑھے اخلاط کا جذب کرنا اسی سے مشکل ہو کہ یہ منافذ اور راستوں کو بند کر دیتے
 ہیں اور خلط رقیق اس لئے دفع نہ ہو سکے کہ یہ اعضاء میں جذب ہوتے ہیں) تو اس بنا پر شیخ کا
 خیال بہتر ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب اخلاط رقیق ہوتے ہیں تو ادویہ مسہلہ کے ذریعہ یہ جلد دفع
 ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ کسی بھی خلط کے استفرغ کے لئے جب دوا مسہل استعمال
 کی جاتی ہے تو رقیق ہونے کے سبب سے صفراء بھی اس کے ساتھ خارج ہو جاتا ہے۔ نیز جب دوا مسہل
 کا عمل زیادہ ہو جائے مثلاً اس وقت جب سودا یا بلغم کا اخراج کیا جائے تو اس خلط خاص کے ساتھ
 صفراء بھی خارج ہو جاتا ہے۔ بہر کیف تجربہ شہد ہے کہ جب اخلاط رقیق ہوتے ہیں تو دوا مسہل
 کا عمل جلد ہو جاتا ہے اور طبیعت کے لئے دفع کرنا دشوار نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر حقیقت وہ ہو جو
 ابن سینا کا قول ہے) تو سب سے پہلے ان امراض میں اسہال سے احتراز کرنا چاہئے جو غایت
 کے حاد ہوں، کیونکہ ان امراض میں اخلاط زیادہ رقیق ہوتے ہیں۔ لیکن ابن سینا کے قول کی بنا
 پر یہ لازم آتا ہے کہ جب اخلاط رقیق ہوں گے تو ان کا خارج ہونا دشوار ہوگا۔ لہذا مناسب یہ ہے
 کہ صفراء میں امراض میں مسہل دواؤں کے استعمال میں تاخیر نہ کی جائے۔ نیز اکثر ان امراض میں جب
 نفع کا انتظار کیا جاتا ہے تو طبیعت پر اس خلط کی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور نفع ایسا خراب ہوتا
 ہے جس سے نجات کی امید نہیں ہوتی۔ لہذا امراض حادہ مطلقہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ دوا مسہل
 کی حرارت و ریوست کی اصلاح کے بعد اس کے ذریعہ استفرغ کیا جائے۔ اگر ممکن ہو
 تو ضد بھی کھولی جائے۔

بلغنی اور سوداوی بخاروں کے ادائل میں رازی بھی مسہل دوا استعمال کرتا ہے کیونکہ اس
 کا خیال یہ ہے کہ ان بخاروں کے ادائل ہی میں مسہلات کا استعمال کیا جائے۔ لیکن جالینوس نے
 اپنے رسالہ "الغلقوت" میں تصریح کی ہے کہ سوداوی بخار کے شروع میں مسہل دوا کا استعمال
 مناسب نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے اس بخار کا انجام بہتر ہوتا ہے۔ اور اس میں نفع ردی کے
 ظاہر ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اور بلغنی بخاروں کا انجام تکلیف دہ ہوتا ہے اس لئے میرے خیال
 میں بہتر ہے کہ پہلے استفرغ کی تدبیر کی جائے اگرچہ نفع نہ ہو، لیکن طبیب پہلے تقریباً ایک ہفتہ
 تک مادہ کی تقطیع و ملطیف کی طرف رجوع کرے کیونکہ اس بخار میں حرارت اس قدر کم ہوتی ہے

کہ یہ عمل اس بخار کے منافی نہیں ہوتا۔ اس کے بعد طبیب مسہل دوا استعمال کرائے، جیسا کہ اطباء کا یہ عمل سکتے اور سخت قسم کے امراض بارہ میں ہوتا ہے، ان بیماریوں میں یہ لوگ استفراغ مادہ میں عجلت کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ دوا مسہل میں ایسی دوائیں ملائے ہیں جو اخلاط کو پگھلائیں اور لطیف بنائیں۔ اس کے لئے وہ ایک ہفتہ تک ایسی سکنجبین کے پلانے کا التزام کرتے ہیں جو ایرسا، تخم کرفس اور عود سوس کے جو شانہ سے تیار کی گئی ہو۔ اس سے اخلاط نکلنے کے قابل ہو جاتے ہیں اگرچہ پورا خلط اس قابل نہیں ہوتا لیکن طبیعت کے لئے نفع کا عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرے ہفتہ میں بھی تقطیع و تلطیف کا یہی عمل کیا جاتا ہے جس سے اخلاط کا کچھ حصہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ بہ آسانی بذریعہ مسہل خارج ہو جائے۔ اس میں تدبیر اس شخص کی سی ہے جو وزنی بوجھ کو ایک بار نہیں لے جاسکتا اس لئے وہ چند بار کھوڑا کھوڑا لے جاتے۔ اس تدبیر سے طبیعت کے لئے عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور نفع بہتر ہوگا یا اچھی حالت کی طرف رجوع ہو جائے گا۔ یہ طریقہ علاج اس سے بہتر ہے کہ مریض کو طبیعت اور مرض کے سپرد کر دیا کر دیا جائے کہ اگر طبیعت غالب آگئی اور بہتر نفع ہو گیا تو مرض کے ازالہ کی کوشش کی جائے یہ طریقہ اس فن میں کوئی بہتر طریقہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر طبیعت غالب نہیں ہوتی تو مریض کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ ٹھیک یہی طریقہ علاج سوداوی بخار میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جس طرح تندرست اشخاص کو مسہل دینا ہوتا ہے تو پہلے ان رگوں اور راستوں کا تنقیہ اور اخلاط کی تلطیف کی جاتی ہے۔ اسی طرح حالت مرض میں بھی تنقیہ و تلطیف ہونی چاہیئے بلکہ حالت مرض میں اس کی طرف زیادہ توجہ کی جائے کیونکہ اس حالت میں اخلاط کا نفع کم ہوتا ہے اس کی دلیل جالیوسوس کا وہ عمل ہے جو وہ ایسے اعیار (تھکن) میں کرتا ہے جس میں تقریباً بخار جیسی کیفیت ہوتی ہے۔ اس حالت میں اگر اعیار کا سبب خلط خام نہ ہو تو دوسرے تمام اخلاط فاعلہ کے لئے وہ مسہل استعمال کرتا ہے۔ خلط خام کے متعلق متفق علیہ بات یہ ہے کہ بذریعہ مسہل استفراغ نہ کیا جائے۔ اسی لئے جس شخص کو اس خلط کے سبب بخار ہو تو جالیوسوس دنگ کے ذریعہ استفراغ کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں ممالک کا بھی بڑا اثر ہے۔ کیونکہ ہر ملک کے لئے ایک اسی طرح کی بات نہیں کہی جاسکتی بلکہ گرم ممالک میں اخلاط خام کا استفراغ اسی طریقہ پر کیا جائے جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ استفراغ سے پہلے عرصہ تک مادہ کی خوب تلطیف و تقطیع کی جائے۔ اس سے طبیعت کا کام آسان ہو جائے گا اور نفع بہتر ہوگا۔ ان باتوں

کا تجربہ کرنا چاہیے کیونکہ تجربہ کو بڑا دخل ہے۔ ان چیزوں کے متعلق جس قدر ہم نے تحریر کر دیا ہے اتنا ہی بذریعہ تحریر بیان کرنا ممکن تھا۔

غذائی تدابیر

ان بخاروں میں مریض کو انتہا مرض تک کوئی غذا نہ دی جائے تاکہ طبیعت یک سو ہو کر بخار کے خلط فاعل کو پکائے اور دفع کرے۔ لیکن اگر قوت مریض بھوک کو برداشت نہ کرے تو یہ قابل غور ہے۔ اگر امراض حادہ میں سے کوئی مرض ہے اور اس کا وقت انتہا قریب ہو مثلاً ساتویں دن اس کا بحران ہو۔ اور قوت قوی ہو (قوت اس وقت قوی ہوتی ہے جب مزاج معتدل، قریب بہ اعتدال ہو یا جوانی کی عمر ہو) تو غذا میں صرف مارا شعیر دیا جائے یا اس کے ساتھ چھ یا نو تولے روٹی کے ٹکڑے گرم پانی سے دھو کر استعمال کئے جائیں۔ ہمارے ملک (اندلس) میں ہماری عادتوں کے لحاظ سے ایسی ہی لطیف غذائی جاتی ہے۔ لیکن اطباء متقدمین کے نزدیک تدبیر لطیف یہ ہے کہ پہلے ہفتہ میں مریض غذا بالکل استعمال نہ کرے فہر مارا العسل پیئے لیکن ہمارے ملک کی ہوا کے مزاج اور لوگوں کے عادات کے مطابق یہ عمل ناقابل برداشت ہے ان (سرد) ممالک میں چونکہ جسم کا تحمل کم ہوتا ہے، اور یہ لوگ شراب پینے نیز خنزیر کے گوشت کھانے کے عادی ہوتے ہیں اور ان دونوں چیزوں میں غذائیت زیادہ ہے اس لئے وہ بھوک کو برداشت کر سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ غذائی تدابیر میں عادت کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ جو لوگ (حالت صحت میں) دن میں تین بار کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ بھوک کو کم برداشت کرتے ہیں خصوصاً جن کا مزاج گرم اور جسم متخلم ہو۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مرض کا وقت انتہا دور ہے اور اس سے پہلے ہی قوت میں ضعف آجائے گا تو مریض کو اس سے زیادہ غذائی جائے جتنی پہلے بیان کی گئی پھر جب یہ اندازہ ہو جائے کہ وقت انتہا قریب ہے تو ملطیف غذا کی جائے (یعنی بالکل نہ دی جائے) قوت کے باقی رہنے پر یہ تدبیر کی جائے۔ بار در طب مزاج والوں کی قوت باقی رہتی ہے۔ لیکن جن کا مزاج حار یا بس ہو وہ بھوک کو کم برداشت کرتے ہیں خصوصاً ان کے مزاج کے مناسب امراض اور موسم گرما میں۔ کیونکہ ہم میں سے اکثر لوگ جن کے یہ حالات ہوں اگر ان کو بھوک رکھا جائے تو ان کا ہکا بخار بھی تپ محرقہ میں تبدیل ہو جائے گا اور ان کا جسم گھلنا شروع ہو جائے گا ایسے لوگوں میں نفع مادہ میں رکاوٹ پیدا کرنے

والی چیز صرف کیفیت مادہ کی خرابی ہوا کرتی ہے، اس لئے اگر انھیں بھوکا رکھا گیا تو یہ خرابی بڑھ جائے گی اور ان کے اخلاط سوختہ ہو جائیں گے۔ غذا کا وقت باری کے اخلاط کے بعد اور دوسری باری کے شروع ہونے سے پہلے ہے تاکہ باری کے وقت طبیعت نفع اخلاط میں مشغول رہے۔ بہتر طریقہ یہی ہے جبکہ قوت بھی ساتھ دے اور کوئی ایسا بڑا عرض لاحق نہ ہو جس سے تغذیہ ضروری ہو جائے مثلاً غشی یا غشی ہونے کی توقع۔ لیکن جب ان اعراض میں سے کسی عرض کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو باری کے شروع ہوتے ہی تھوڑی غذا دی جائے اس سے ممکن ہے کہ مریض غشی سے محفوظ رہے۔ جیسا کہ جالینوس نے اس نوجوان کی تدبیر کی جس نے اپنا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ اس وقت کے اطباء نے اسے تین دن تک بھوکا رکھا جیسا کہ ان کے نزدیک مریض کو بھوکا رکھنے کا دستور تھا اور باری کے وقت اس کو غذا دیتے۔ اگر بخار بالکل نہ اترتا ہو تو غذا اس وقت دی جائے جب بخار ہلکا ہو اور عادت کا بھی خیال رکھا جائے۔ ان کے غذا کے لئے ٹھنڈے۔ بر اوقات بہتر ہیں مثلاً صبح و شام کے اوقات۔

حمام چونکہ لطیف فضلات کا استفراغ کرتا ہے اس لئے بخاروں میں نفع کے بعد ہی استعمال کرنا چاہئے۔ نفع سے پہلے حمام کرنا سداوں کو بڑھا کر لرزہ کو برا بنیختہ کرتا ہے اور اخلاط کو پگھلا کر جسم میں منتشر کر دیتا ہے جس سے لازماً بعض اعضائے شریفہ میں ورم ہو جائے گا۔ اگرچہ فضلات کا استفراغ کرتا ہے لیکن بخار کی حرارت و بسوت کو بڑھا دیتا ہے خصوصاً جب حمام کی ہوا گرم استعمال کی جائے تو صرف حرارت کو بڑھا دے گا۔ اور اس کے بعد ٹھنڈے پانی کے استعمال سے اس کی تلافی نہیں ہو سکے گی کیونکہ ٹھنڈا پانی اخلاط کو خام کر دے گا۔ لہذا بخار کے پورے اخلاط کے بعد ہی حمیات، غیر حادہ میں حمام استعمال کیا جائے۔ تھوڑے دنوں تک رکھ چھوڑے ہوئے نبیذ اور خوشبودار مشروبات اگر نفع کے بعد استعمال کئے جائیں تو اطباء اس کو بہتر کہتے ہیں۔ خصوصاً ان بخاروں میں جن کے سبب کے ازالہ کی طرف توجہ کرنا اہم ہوتا ہے مثلاً بلغمی اور سوداوی بخار۔ تپ محرقہ میں ان مشروبات کے استعمال سے بالکل پرہیز کیا جائے۔

دلک (مالش): خام اخلاط کے سبب سے ہونے والے بخاروں میں جالینوس دلک کے ذریعہ استفراغ کرتا ہے۔ لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ دلک سے جسم میں اخلاط کے پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے حالانکہ اس نے خود کتاب الصحیح میں بیان کیا ہے کہ جس شخص کو اعیاء ہو اور

اس کا جسم خام اخلاط سے پر ہو تو ممام، دلک اور ان کے علاوہ کوئی حرکت استعمال نہ کی جائے نیز دلک سے ان اخلاط کا استفراغ ہوتا ہے جو زیر جلد اور عضلات میں ہوتے ہیں۔ لیکن عروق کے اخلاط کا استفراغ اس کے ذریعہ مشکل ہے، مگر یہ کہ طبیعت اس کو جذب کرے۔ میرے خیال میں صحیح یہ ہے کہ جس قسم کا دلک وہ بیان کرتا ہے، اعیار اور روم جلد کی حالت ہی میں استعمال کیا جائے کیونکہ روم جلد اور اعیار میں زیادہ سے زیادہ دلک خشن استعمال کیا جاسکتا ہے جبکہ ایسے مریضوں میں اعیار بھی ضروری ہوتا ہے۔ حمیات عفونی کا عمومی علاج بیان کر دیا گیا۔ اب تپ عفونی کی ہر قسم کا علاج بیان کیا جا رہا ہے۔

حمی صفراوی (صفراوی بخار)

اگر غلبہ خالصہ کے عوارضات ہلکے ہوں تو یہ حمی صفراویہ کی سب سے بے ضرر قسم ہے کیونکہ عام طور پر اس میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ طبیعت اس پر غالب آجاتی ہے، ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ دوا را جاذب مثلاً سقمونیا کے ذریعہ طبیعت کو متحرک نہ کیا جائے کیونکہ اس کا استعمال اصلاح کرنے پر بھی اعضاء رکسہ کو نقصان پہونچائے گا۔ جس کے سبب قوت کمزور ہو جائے گی اور بخار کی حرارت ویسوست بڑھ جائے گی۔ اسہال کی حرکت کے علاوہ اگر کوئی دوسری حرکت نہ ہو تب بھی اس کے استعمال سے بڑا نقصان ہوگا کیونکہ یہ مزاج کو گرم کر دے گی۔ لیکن جب لفضیح ظاہر ہو جائے تو دوا را جاذب کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابتدا بخار میں گل بنفشہ اور ترمندی کے ذریعہ تلیسین کی جائے۔ ان دواؤں کے ساتھ ایسی دوا بھی ملائی جائے کہ معدہ کو یہ دوا میں نقصان نہ پہونچائیں اور ان کی اصلاح ہو جائے مثلاً کھوڑی سی مصطلگی ملا دی جائے اور ریونڈ چینی کا ملانا اس سے بھی زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ ان دونوں دواؤں کے ضرر کو دور کرنے کے ساتھ قوت اسہال میں ان کی معاون بھی ہوگی۔ ریونڈ چینی کی مقدار خوراک ۴ رتی سے ۲۱ رتی تک ہے۔ اس کے بعد شربت جلاب اور سکنجبین ہم وزن میں ان دونوں کی مقدار سے پانچ گنا ٹھنڈا پانی ملا کر استعمال کیا جائے پھر مارا الشیر پیاجائے۔ اگر حسب ضرورت تلیسین نہ ہو تو روزانہ یہ چیزیں استعمال کی جائیں یعنی ایک یا دو اجابت ہونی چاہیے۔ اگر اس دوا رطین کے ذریعہ اس سے زیادہ اجابت ہو جائے تو اس کا لحاظ کرتے ہوئے ایک یا دو دن دوا رطین کو ناغہ کیا جائے۔ تبرید و ترطیب کے لئے جلاب

اور مارا شعیر پر اکتفا اس لئے کیا گیا کہ اس بخار میں زیادہ حرارت نہیں ہوتی کیونکہ یہ بخار صفراء طبیعی کے سبب سے ہوتا ہے۔ سدوں کی تفتیح کے لئے صرف سکنجبین اور مارا شعیر پر اکتفا اس لئے کیا گیا کہ ان بخاروں میں یا تو سدے بالکل نہیں ہوتے یا بہت کم ہوتے ہیں۔ پھر جب نفع مادہ ہو جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ہیلہ زرد سے حسب ضرورت استفراغ ہو جائے گا تو اسی سے استفراغ کیا جائے ورنہ سقمونیا سے استفراغ ضروری ہے۔ اس کی مقدار خوراک تین جبہ (چھ جو) سے سات رٹی تک ہے اس کے ہم وزن مصطکی، شربت نیلوفر تین ٹونہ اور شربت سیب اٹھارہ ماشہ ملا کر استعمال کیا جائے شربت نیلوفر اس لئے کہ سقمونیا کی کیفیات اولی (حرارت و بوسہ) کا ازالہ کرے نیز خوشبودار ہونے کی وجہ سے یہ اعصاب کے لئے مقوی ہے۔ شربت سیب اس لئے ملایا گیا کہ اس کی بوسہ کو ختم کرے اور اعصاب رئیس میں خللی واقع ہونے کو روکے۔ اعصاب رئیس میں خلل کو روکنے کے لئے اس میں بطور معاون مصطکی ملائی جائے، جبکہ اطباء کا یہ دستور بھی ہے کہ سقمونیا کی مصلح دوا مصطکی کو قرار دیتے ہیں۔ اگر مریض کی قوت کمزور ہو جائے یا کمزور ہونے کا اندیشہ ہو تو دھوئی ہوئی روٹی دی جاسکتی ہے۔ بقراگانے کہا ہے کہ اس بخار کی غذائی تدبیر میں اگر غلطی واقع نہ ہو تو اس کی قوت چودہ دنوں سے زیادہ نہیں رہتی۔ اگر یہ بخار صفراء خالص کے سبب سے نہ ہو بلکہ صفراء مخملی یا صفراء زنگاری اور کراٹی کے سبب سے ہو تو ایسے بخار میں فطرہ زیادہ ہوتا ہے، خصوصاً صفراء زنگاری میں اس قدر خطرہ ہوتا ہے کہ جس شخص کو یہ بخار عارض ہوتا ہے اس کی سلامتی نہیں ہوتی۔ اس بخار کی جزئی و کلی باریاں طویل اور اس کے اعراض خراب ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسے بخاروں میں ضروری ہے کہ اس دوار جاذب کے ذریعہ استفراغ کیا جائے جسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اور اس میں کایج کا اضافہ بھی کیا جائے۔ کیونکہ اس صفراء میں احتراق ہوتا ہے۔ اس میں تھوڑا سا بسفاج بھی ملایا جائے کیونکہ سیاہ اور گاڑھے صفراء سوختہ کے لئے یہ مناسب دوا ہے، لیکن اس کی بوسہ کو زائل کرنے کے لئے روغن بادام ملایا جائے۔ اس بخار میں اگر حرارت زیادہ نہ ہو تو سدوں کی تفتیح کی پوری کوشش کی جائے لیکن اگر بخار زیادہ ہو تو تبرید و تریب کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیے۔ شدید حرارت اور خراب اعراض والے بخاروں میں ہلکا وہ ہے جس کا مادہ اندرون عروق ہو۔ اسی کو تپ محرقہ کہا جاتا ہے۔ بخار کی یہ قسم صفراء طبیعی سے نہیں ہو سکتی اس لئے دوار جاذب کے ذریعہ استفراغ غلط کے لئے اگر کثرت خون ہو تو اس کے اخراج کے بعد بخار۔ کہ شروع ہی میں املی تین توڑ کا خیساندہ کوئی شربت اور شکر ملائے بغیر مریض کو پلایا جائے۔ اس کے بعد مارا شعیر ملایا جائے اور دن کے باقی اوقات میں آب ترلوز یا آب خیار پلایا جائے۔ آب ترلوز کے استعمال میں عذر نہیں

کیونکہ زیادہ احتراق والے بخار میں اس سے معالجہ اچھی تدبیر ہے۔ نیز ایسی حالت میں آب تر بوز اور برف کے پانی کے استعمال کرانے سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ ایسی چیزوں کے استعمال سے کم مدتی بخار طویل بخار کی طرف منتقل ہو کر موت سے نجات کا باعث ہوگا۔ ابو مردان بن زہر نے بیان کیا ہے کہ اس نے ایک ایسے نوجوان مریض کا معائنہ کیا جس کو اسی قسم کا بخار عارض تھا، اس مریض کو اس نے آب تر بوز پلایا اور مرہ صفرار کی قے کرائی۔ یہی تدبیر برابر کرتا رہا یہاں تک اس کا بخار طویل الايام بخار کی طرف منتقل ہو گیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس حالت میں برف کے پانی سے زیادہ قوی آب تر بوز ہے کیونکہ پانی اگرچہ بہت ٹھنڈا ہو اس میں گرمی آسکتی ہے نیز پانی اس لحاظ کہ یہ لسیط عنصر ہے اور صرف ٹھنڈ کی کیفیت پیدا کرتا ہے جبکہ آب تر بوز ٹھنڈ پہنچانے کے ساتھ مقدار کا فائدہ بھی پہنچاتا ہے، اس لحاظ سے کہ یہ مستحیل ہو کر خون کا جز ہو جاتا ہے۔

اگر صفرادی بخار میں حرارت کم ہو اور اس کی جزئی اور کلی باریاں طویل ہوں اور یہ خیال ہو کہ یہ صفرار طبیعی سے نہیں بلکہ صفرار محی کے سبب سے ہے (اس رائے کی بنا پر کہ صفرار محی صفرار طبیعی سے زیادہ ٹھنڈا ہے) تو اس حالت میں بوسست دور کرنے سے زیادہ سدوں کی تفتیح کی طرف توجہ ہونی چاہیے۔ اس کے برخلاف صفرار خالص سے پیدا ہونے والے بخار کا معالجہ ہے، اگرچہ یہ بخار بہت کم پایا جاتا ہے اس بخار میں اچھی دوائیں وہ ہیں جو مفتح ہوں اور زیادہ گرم نہ ہوں مثلاً پر سیاہ شان، بیخ کرفس، تخم سریش ان دواؤں کی بوسست کے ازالہ کے لئے اصل السوس ملائی جائے اور ان کی حرارت و بوسست دونوں کے ازالہ کے لئے بنفشہ گل، گل نیلوفر اور تخم خربزہ کا اضافہ کیا جائے ان میں مقوی اعضاء دوائیں ملائی جائیں۔ انہی دواؤں سے سکنجبین تیار کی جائے۔ اس میں مسہل صفرار اور ایسی دوائیں ملائی جائیں جو کچھ مسہل بلغم بھی ہوں مثلاً تخم اسکن اور قرطم، ان دواؤں کی بوسست کا ازالہ بھی کر دیا جائے۔ تمام صفرادی بخاروں کے معالجہ کا طریقہ یہی ہے۔

بلغمی بخار

جب یہ تحقیق ہو جائے کہ بلغم لسیط (خالص بلغم) کے سبب سے یہ بخار ہے تو تبرید و ترطیب سے زیادہ سدوں کی تفتیح اور اخلاط کی تقطیع و تلطیف کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ ایسے مریضوں کے لئے سکنجبین بزوری کا استعمال کافی ہے جبکہ اس کی بوسست کو دور کرنے کے لئے اس میں اصل السوس ملا یا جائے۔ اس کے اجزاء میں تھوڑی مصلگی اور سنبل الطیب بھی ہو کیونکہ اس بخار میں

مریض کا فم معدہ کمزور ہوتا ہے۔ اس بخار کے شروع میں مغز قرطم اور تخم اشکن کے ذریعہ تلین بہتر ہے اور ترنجبین کے ذریعہ ان دواؤں کی ہوس کو زائل کیا جائے۔ اس تدبیر کو استعمال کرتے ہوئے جب ایک ہفتہ ہو جائے تو ایسی دوائیں استعمال کرائی جائیں جو خلط فاعل کو جذب کرنے والی ہوں۔ ان میں مناسب دوا تریبہ ہے کیونکہ فم معدہ کی رطوبت کو خارج کرنے کے لئے یہ مخصوص ہے، دوسری دوا غار لقیون ہے کیونکہ یہ کاڑھے اخلاط کو خارج کرتی اور سردوں کو کھولتی ہے۔ اس مرکب میں اگر تھوڑی سی ایارج فیکرا کا اضافہ کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن تریبہ اور غار لقیون ہی کو بنیادی دوا قرار دیا جائے۔ اس کی اور ایارج فیکرا کی ہوس کو روغن بادام سے دو کیا جائے ایارج میں صبر کے برابر ہی بقیہ دوائیں ہونی چاہئیں۔ تخم حنظل کے استعمال کے بغیر کام ہو سکے تو بہتر ہے لیکن جب یہ معلوم ہو جائے کہ خلط اس قدر قوی ہے کہ تخم حنظل ہی سے اس کا ازالہ ہوگا۔ تو مرکب دوا میں اسے بھی ملایا جائے اور اس کی اصلاح کے لئے کیترا اور مغز بادام ملایا جائے تخم حنظل کی مقدار خوراک زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین رتی ہے۔ چند بار یہ دوا استعمال کی جائے کیونکہ ایک بار میں خلط خارج نہیں ہوگا۔ ان تمام تدابیر میں قوت مریض اور مذکورہ تمام شرائط کا خیال رکھنا چاہئے۔ اس بخار کے شروع میں اس دوا تریبہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں جو رازی استعمال کرتا ہے۔ اس بخار کے مریضوں کو چوزہ مرغ کا گوشت سرکہ ڈال کر پکایا ہو دیا جائے کیونکہ اس بخار میں وقت انتہا دور ہوتا ہے۔ تین ہفتوں سے کم میں ختم نہیں ہوتا بلکہ کبھی چالیس دنوں تک اور اس سے بھی زیادہ طویل ہو جاتا ہے۔

رازی کا قول ہے کہ جب تپ بلغمی چوتھے ہفتہ سے تجاوز کر جائے تو مریض کو آب بزور سے بنائی ہوئی قرص درد دی جائے۔ کیونکہ اس بخار کے مریض کا جگر اور معدہ اخیر میں کمزور ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اکثر یہ مرض استسقاہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنہیں مزمن بخار تھا ہمارے بعض معاصر اطباء نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ برابر ترنجبین استعمال کرتے رہیں، اس کے استعمال سے انہیں استسقاہ ہو گیا اور ان کی موت ہو گئی۔ ان کے معالجہ میں صرف "قرص درد" پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے ہم نے صرف مثال کے طور پر اس کو بیان کیا ہے بلکہ مریض کے حالات کے لحاظ سے اس سے قوی دوا دی جائے یا اس کے اجزاء میں کمی و بیشی کی جاسکتی ہے۔ معجون دبید الورد کا فعل اس کے قریب ہے لیکن یہ قرص سے زیادہ بارد ہے اور قرص درد صغیر کا فعل دبید الورد سے کمزور ہے کیونکہ اس میں گل سرخ باقی اجزاء سے دو گنا ہے۔ نیز ترنجبین میں آب بزور ملا سکتے ہیں۔ اگر مریض

کے پیروں اور پوٹوں میں تہیج ہو تو سکنجین بالکل زدی جائے کیونکہ اس کے استعمال سے فوراً استسقا ہو جائے گا۔

بلغم خام سے پیدا ہونے والے بخاروں میں مریض کے چہرے اور شکم پر نفع ہو جاتا ہے اور بدن کارنگ سیسہ یا گچ کی طرح ہو جاتا ہے۔ جالینوس کے نزدیک ایسے مریضوں کے مادہ کا استفرغ بذریعہ دلک ہونا چاہیے۔ جب مریض جاگتا رہے تو دلک کی جائے یعنی اوقات کے دو حصے کر دیئے جائیں۔ ایک حصہ سونے کے لئے اور ایک حصہ دلک کے لئے۔ دلک سے متعلق پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ مریض کو مار العسل ہمراہ زوفا و اصل السوس دیا جائے۔ جالینوس ایسے مریضوں کو مار العسل پلاتا ہے۔ لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا کیونکہ ان کے معدے کے لئے مضر ہوگا اور ان کی طبیعتیں بچھ جائیں گی۔ البتہ اس میں مصطکی تھوڑی مرچ سیاہ اور سیخ بادیان ملا کر پلایا جاسکتا ہے۔ بالکل ترک غذا بھی ان کے لئے مناسب نہیں ہے، اگرچہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انھیں بھوکا رکھا جائے کیونکہ ان کے جسم میں اخلاط خام ہوتے ہیں، ایسے اخلاط کا استحالة خون کی طرف بہ شکل ہوتا ہے۔ روٹی سے ان کی غذا زت زیادہ نہیں ہوتی کیونکہ ان کے قوی اس قدر کمزور ہوتے ہیں کہ اکثر حالات میں ان پر غشی سی طاری رہتی ہے۔ اگر ان کے حالات اجازت دیں تو روٹی کے مغز کو مار العسل یا تازہ بنیذ میں بھگو کر کھلایا جائے جس دلک کے متعلق جالینوس نے کہا ہے وہ کھر درے کپڑے سے ہو پہلے دونوں پنڈلیوں اور پیروں کی مالش اوپر سے نیچے کی طرف یعنی گھٹنے سے پیر کی طرف اس کے بعد کچ ران سے گھٹنوں تک پھر دونوں شانوں کی مالش دونوں ہاتھوں تک اسی طرح پیٹھ کی مالش کرنا چاہیے۔ پھر پیروں کی مالش کی جائے اس کے بعد پشت کی مالش کی جائے۔ اسی طرح دن بھر مالش کی جائے۔ جالینوس نے کہا ہے کہ مریض اعضا سکنی محسوس کرے تو قابض روغنوں کی مالش بھی کی جائے جیسے روغن بابونہ اور روغن شبت کی مالش بہتر ہے، پھر بدن سے روغن پونچھ دیا جائے کیونکہ اس سے تکلیف اور بے چینی ہوگی۔ یہ تمھیں جالینوس کی بیان کردہ عمومی بلغم سے متعلق تدابیر اس بخار میں مریض پر اکثر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ اس کو اس مقام پر بیان کیا جائے گا جہاں بخاروں کے متضاد اعراض کے ازالہ کا بیان ہوگا۔

حمی ربع (چوتھیا بخار)

اس بخار میں تفتیح و تفتیح اور تلخیص کی طرف توجہ کرنا زیادہ اہم ہے، تبرید و تریب کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی، اگر ہوتی ہے تو بہت کم۔ اس بخار کی حالت تپ محرکہ کے برخلاف ہے کیونکہ اس میں اسباب کی طرف توجہ ہوتی ہے اسی لئے اس بخار میں لمسی مقطع و ملطف دواؤں کا انتخاب کیا جاتا ہے جو طحال کے لئے مخصوص ہیں مثلاً بیخ کبر، جھاؤ اسقو لو قندریون اور ورج۔ کیونکہ یہ عضو قوی مفتوح دواؤں کو تکلیف کے بغیر برداشت کر لیتا ہے۔ یہ دوائیں سکنجبین زہینی کے ساتھ استعمال کی جاتیں۔ ابتداء بخار میں بسفراج سے تلہین کی جائے اس طرح کہ بوڑھے مرغ کے گوشت کو روغن بلام ڈال کر اور بسفراج ملا کر پکایا جائے پھر اس شوربے کو تلہین کے لئے استعمال کیا جائے۔ اس بخار میں اگر استفراغ کے لئے نفع کا انتظار کرنا بہتر ہو تو ایسا کیا جائے کیونکہ اس میں کم خطرہ ہے۔ اور اگر نفع سے پہلے استفراغ کیا جائے تو کم از کم دو یا تین ہفتوں تک پہلے اس شربت کے ذریعہ مادہ کی تفتیح کی جائے جسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے اس کے بعد استفراغ کیا جائے۔

اس خلط کو نکالنے والی دوائیں بیان کی جا چکی ہیں، ایسی دوائیں مختلف درجات کی ہوتی ہیں پہلے درجہ کی دوا ہلیلہ کابی ہلیلہ سیاہ پھر اس کے بعد مضرات سے محفوظ دوا بسفراج ہے، ہلیلہ میں قبضیت ہے اس لئے ہم اس کے ذریعہ تلہین مناسب نہیں سمجھتے۔ اس کے بعد اقیہون ہے جس کا فعل بسفراج سے زیادہ قوی ہے لیکن یہ بے چینی زیادہ پیدا کرتی ہے اس لئے اس کی دونوں قوتوں (تلخی و خشکی) کی اصلاح کر لی جائے اس مرکب میں اگر ایسی ادویہ مسہلہ لطیفہ ملائی جائیں جو ان کی معاون ہوں تو کوئی حرج نہیں مثلاً دو جبہ (چار جو) سقمونیایا تین جبہ (چھ جو) یا ساڑھے تین رتی ماہودانہ ملا دیا جائے۔ اگر اس موقع پر خلط کا اخراج مقصود نہ ہو تو چونکہ اس خلط میں غلظت ہوتی ہے اس لئے کسی دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے جو اس میں تحریک پیدا کریں۔ اقیہون کے بعد سنگ لاجورد ہے۔ لیکن خربق سیاہ کے استعمال سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔ اس بخار میں نفع مادہ کے بعد یہ قول جالیوس تریاق فاروق بہت مفید دوا ہے، نفع سے پہلے اگر یہ دوا استعمال کی جائے تو اس بخار کو تپ محرکہ کی طرف منتقل کر دیتی ہے۔ اگر موسم سرما ہو اور مریض بوڑھا تو نفع کے بعد معجون فلافلی بھی مفید ہے خصوصاً سرد ممالک میں۔ اس بخار میں طحال کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیے۔ اس لئے طحال پر ایسا لپ لگایا جائے جو اس کی سختی کی تحصیل اور اس کے نفع کو دور کرے (جس طرح تپ صفراوی

• میں مریض کے جگر کی طرف اور تپ بلغمی میں فم معدہ کی طرف توجہ کی جاتی ہے (کیونکہ تپ سوداوی میں طحال ہی ایسا عضو ہے جس میں خلط سوداوی متعفن و مشتعل ہو کر یہ بخار پیدا کرتا ہے۔ تپ صفاوی میں جگر ہے خصوصاً جس بخار میں باریاں نہ ہوں۔ اور تپ بلغمی میں معدہ۔ ان تینوں اقسام کے بخاروں میں ان اعضاء کی تقویت اور ان میں موجود خلط کا استفراغ کیا جائے۔ نیز ان میں موجود اخلاط کا انفضاج و اصلاح کی جائے۔ ان بخاروں کے شروع میں جب کثرت خون ہو تو فصد کھولی جائے لیکن تپ بلغمی میں بچاؤ کرتے ہوئے یہ عمل کرنا چاہیے کیونکہ اس بخار میں اخلاط خام کی کثرت کا اندیشہ بھی ہوتا ہے حتیٰ مطبقہ میں جب عفونت مادہ زیادہ ہو تو اسہال زیادہ مناسب ہے، اگر دونوں چیزوں (فصد و اسہال) کو جمع کرنا ہو تو اسی لحاظ سے اس پر عمل کیا جائے۔

حیات عفونی کے عمومی اور خصوصی معالجہ کے اصول بیان کر دیئے گئے۔ ان بسیطہ بخاروں کے اصول علاج کی معلومات سے مرکب بخاروں مثلاً شطر الغب وغیرہ کے اصول علاج بھی معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ حیات بسیطہ میں سے اب تپِ دِق کا بیان باقی ہے۔

تپ دِق

یہ بخار اس لحاظ سے کہ یہ سور مزاج حار یا بس غیر مادی ہے اس کے معالجہ میں صرف تبرید و ترطیب کی ضرورت ہوتی ہے لیکن تبرید سے زیادہ ترطیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا ایسے انجیولیا کی تبرید و ترطیب کے لئے تمام امکانی تدابیر کی جائیں۔ یہ تیدیر دو چیزوں سے کی جاتی ہے ایک ایسی چیز جو اندرون بدن میں پہنچتی ہے، دوسری ایسی چیز جو بیرون جسم سے ملتی ہے مثلاً لیپ، ہوا اور حمام کرنا۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اس بخار کے تین درجے ہیں، ہر درجہ کم و بیش ہونے کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ پہلے درجہ کی صحت آسان دوسرے درجہ کی دشوار اور تیسرے درجہ کی نامکن ہے پہلے اور دوسرے درجہ کا طریقہ علاج ایک ہی ہے۔ صرف کم و بیش کا فرق ہے۔ ان مریضوں کے لئے مناسب غذا تازہ دودھ ہے۔ سب سے بہتر عورتوں کا دودھ ہے، اگر یہ نہ ہو تو گدھی کا دودھ اگر یہ بھی نہ ہو تو بکری کے دودھ کا خیال رکھا جائے کہ جس عورت کا دودھ استعمال کیا جائے وہ اچھی کیفیت کی غذا کھائے اور ورزش کے بعد اتنی مقدار میں کھائے کہ اسے بد ہضمی نہ ہو۔ اسی طرح گدھی کو ٹھنڈی قسم کی گھاس کھلائی جائے اور اس کی قوت ہضم کا بھی خیال رکھا جائے دودھ چونکہ معدہ میں منجمد ہو سکتا ہے اس لئے تھوڑی تھوڑی مقدار بڑھانی جاتے۔ شروع میں تین تولہ پھر تھوڑا

تھوڑا بڑھاتے ہوئے آئس تو لے تک مقدار کر دی جائے مگر الشیر کا استعمال بھی ان کے لئے ضروری ہے چونکہ ایسے مریضوں کے جسم کے لئے تغذیہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے جبکہ ان کی قوتِ غاذیہ کمزور بھی ہوتی ہے اس لئے انھیں ایسی غذا دی جائے جس کا استعمال جلد ہو جائے اور اچھا کیموس پیدا کرے۔ مسالہ جوڑہ مرغ جس کو گہوں کھلایا جا رہا ہو اس کا گوشت اور جس مرغ کی غذا گہوں اور بادام ہو اس کا خضیہ ان کے لئے بہتر گوشت ہے۔ زردی بیضہ ان کے لئے بہترین غذا ہے۔ اور گرمی زیادہ ہو تو ٹھنڈی بسزیوں کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان بسزیوں میں بہتر کا ہو ہے، کیونکہ یہ مینڈ بھی لاتا ہے اور ان مریضوں کو مینڈ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے ان کے قوی چونکہ کمزور ہوتے ہیں اس لئے تھوڑی تھوڑی غذا کئی مرتبہ میں دی جائے جیسا کہ بعد میں بیان کیا جائے گا۔ ان لوگوں کے لئے حمام کرنا محلِ نظر ہے کیونکہ ان کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ ایسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی جو گرمی پیدا کرے اور نہ مادہ کی تحلیل و استفراغ کی ضرورت ہوتی ہے اسی وجہ سے حمام میں فضلاتِ حارہ کے استفراغ کے لئے جو تدبیر مرضی کی جاتی ہے وہ ان لوگوں کے لئے نہیں کی جاتی کیونکہ یہ تدبیر سور مزاج مادی میں کی جاتی ہے چنانچہ بات واضح ہو گئی کہ انھیں حمام کی ہوا گرم کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی اگرچہ اس سے تطیب ہوتی ہے کیونکہ یہ ان کے جسم کو تحلیل کر دے گا۔ حمام کا ٹھنڈا حصہ اگر وہ برداشت کریں تو ہمارے خیال میں ان کے لئے بہت مفید ہے۔ جالینوس نے تصریح کی ہے کہ انھیں حمام میں داخل کرنے کی ضرورت محض اس لئے ہے کہ ان کے جسم کو ٹھنڈے پانی کے استعمال کے لئے تیار کرنا ہے۔ جسے آخر میں وہ استعمال کریں گے۔

حمام استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو بستر کے ساتھ اٹھا کر لے جائیں جب حمام کے پہلے کمرے میں داخل ہوں تو وہاں چھوٹے بستر پر مریض کو بٹھا دیا جائے اگر پہلے کمرے کی گرمی معتدل ہو تو مریض کے تمام کپڑے اتار دتے جائیں۔ ننگا کرنے کے بعد چار اشخاص بستر کے چاروں گوشوں کو پکڑ کر دوسرے کمرے میں لائیں۔ حمام کے کمروں کا اعتدال یہ ہے کہ بیچ کے کمرے کی مناسبت سے پہلا کمرہ معتدل ہو اور دوسرے کمرے کی مناسبت سے بیچ کا کمرہ معتدل ہو۔ دوسرے کمرے میں اس کے جسم پر نیم گرم تیل ڈالا جائے۔ اس کے بعد دوسرے کمرے میں لے جائیں اور آبن کے قریب کر دیں۔ جالینوس نے کہا ہے کہ حمام کے ہر کمرے میں اتنی دیر ٹھہرے جتنا وقت کمرے میں آہستگی سے گزرنے میں صرف ہوتا ہے۔ اور ایسے حمام میں داخل کیا جائے جس کی رطوبت معتدل ہو اور وہاں اس پر پانی ڈالا جائے۔ گرم پانی کے آبن میں مریض کو کچھ دیر بٹھایا

جائے پھر اس بستر کو کوڑھیلا کر دیا جائے جس پر بیٹھا ہوا ہے تاکہ پورا جسم پانی میں ڈوب جائے۔ پھر ٹھنڈا پانی میں اپنے پورے جسم کو ڈبوئے۔“ تدبیر بذریعہ حمام کے ذریعہ جالینوس نے یہی باتیں کہی ہیں۔ رازی کا خیال ہے کہ حمام میں انھیں نیم گرم پانی کی ضرورت ہے چونکہ ان کا جسم برہنہ ہوتا ہے اور آبرن میں ٹھہرنے اور اس سے نکلنے کے بعد انھیں لرزہ نہیں آنا چاہیئے اس لئے درست طریقہ یہ ہے کہ حمام کے معتدل کمرہ (جو سرد یا گرم نہ ہو) میں آبرن کرایا جائے اور پانی بھی معتدل ہو۔

میرا بھی خیال ہے کہ ان کے لئے حمام کے استعمال کرنے میں اتنا ہی فائدہ ہے جس قدر زفت رطب و ایلس کے لطوخ میں ہے کیونکہ ان کی قوت جاذبہ کمزور ہوتی ہے پھر جب جسم پر گرم پانی پہنچتا ہے تو اس میں جذب کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس حد تک گرم پانی استعمال کیا جائے کہ ان کے مسامات کھل جائیں اور ان کے جسم و تمام اعضاء میں ابھار پیدا ہو جائے پھر فوراً آب زن سے نکل جائیں ورنہ ان کا جسم تحلیل ہو جائے گا جس طرح زفت کے لفظوں سے تحلیل ہوتا ہے۔ چونکہ اس عمل میں وقت تنگ ہوتا ہے اس لئے پوری توجہ کی جائے۔ اس فائدہ کی طرف جالینوس نے اس مقام کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں اس نے معدہ کے سور مزاج حار یا ایلس کے معالجہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ابو مردان بن زہر کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حمام میں داخل کئے بغیر صرف آبرن معتدل کرانے پر اکتفا کرتا ہے۔

حمام سے نکلنے کے بعد انھیں دودھ پلایا جائے جب یہ بالکل مضمم ہو جائے تو دوسری بار حمام میں داخل کر دیا جائے پھر حمام سے نکلنے کے بعد انھیں مارا الشعر پلایا جائے جب یہ پوری طرح مضمم ہو جائے تو خمیری روٹی کا مغزان تکراریوں کے ساتھ دیا جائے جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے بیرونی اشیاء میں ایک حمام کا استعمال اور دوسری چیز ہوا کا استعمال ہے۔ ہوا اگر گرم ہو تو اس طرح ٹھنڈا کیا جائے کہ رہائشی کمرہ کے فرش پر ٹھنڈی چیزیں بچھائی جائیں مثلاً گل سرخ بید سادہ، آس، گل نیلوفر، انگور کی شاخیں اور پتے۔ اور بجانب شمال دیوار کے اوپر سے نیچے تک پانی کا پھراؤ کیا جائے۔ کمرہ میں ایسے روشن دان بنائے جائیں کہ ہوا اندر آسکے اور دھوپ نہ آئے۔ اگر ہوا ٹھنڈی ہو تو اس کی ضرورت نہیں ہوتی خصوصاً جب یہ بخار اس طرح پیدا ہو کہ پہلے معدہ جگر اور پھر سینہ، معاد صائم، رحم اور گردے میں سے کسی ایک میں سور مزاج پیدا ہو پھر اس کے توسط سے قلب میں سور مزاج پیدا ہو جائے۔ کبھی قلب میں شروع ہی سے سور مزاج پیدا ہو جاتا ہے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہیئے کہ وہ کون سا عضو ہے جس سے بخار پیدا ہوا ہے۔ پھر اس کی

ایسی تبرید و ترطیب کی جائے کہ کوئی خلل واقع نہ ہو، خصوصاً جب اس عضو کے اعلیٰ منافع ہوں جس کا طریقہ یہ ہے کہ عضو پر صندل، گلاب اور ٹھنڈے بقول کالیپ یا وہ قیروطی لگائی جائے جو جالینوس کے نسخہ کے مطابق ہے۔ تبرید کے لئے ایسی دواؤں کا انتخاب کیا جائے جو خوشبودار اور اعضائے رئیسہ میں قبض پیدا کریں۔ یہ تدبیر اس وقت کی جائے جب بخار آخری درجہ میں ہو۔ لیکن اگر پہلے درجہ میں ہو تو ہلکی تدبیر سے فائدہ ہو جاتا ہے۔

حیات کے معالجہ کا بیان ہو چکا، سوائے ان اعراض کے جو حیات کے معالجہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ اب اعراض کا طریقہ علاج بیان کرنا ہے۔ جب یہ اعراض انخال قوت یعنی غشی کا سبب بن جائیں تو یہ قلب کی حرارت عزیزسی کا سور مزاج بار دیا جا رہتا ہے۔ سور مزاج حار کبھی بیرونی اشیاء سے ہوتا ہے مثلاً ہوا گرم جیسا کہ اس شخص کو عارض ہوتا ہے جو دیر تک حمام میں ٹھہرتا ہے یا پھر اندرونی اشیاء سے ہوتا ہے مثلاً فم معدہ جیسے اعضاء رئیسہ کا سور مزاج یا پورے جسم کا سور مزاج جیسا کہ حیات محرقہ میں عارض ہوتا ہے۔ سور مزاج بارد، بیرونی اشیاء کے ملنے اور اعضاء رئیسہ کے سور مزاج سے عارض ہوتا ہے جیسے فم معدہ کی برودت اور احتناق الرحم۔ یا پورے بدن کے سور مزاج سے جیسے اخلاط خام سے پیدا ہونے والے بخاروں میں عارض ہوتا ہے۔ شدید استفراغ سے بھی سور مزاج بارد عارض ہوتا ہے کیونکہ جب حرارت عزیزسی کی مقدار کم ہو جاتی ہے تو بدن میں برودت آجاتی ہے اور قلب کے افعال بھی اسی لحاظ سے بارد ہو جاتے ہیں اور اگر برودت کا غلبہ ہو تو غشی طاری ہو جائے گی۔ کیونکہ حرارت عزیزسی کی مقدار کم ہونا بذات خود غشی کا سبب ہے جیسا کہ علم طبیعی میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر کون و فساد کا سبب حرارت، برودت، یوست اور رطوبت کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ استفراغات مضطرطہ کی قسمیں یہ ہیں: اسہال، تے، ناک، مقعد یا کسی دوسرے عضو سے خون جاری ہونا اور عورتوں میں کثرت خون حیض۔ بڑے اور ام میں نشتر دینے یا ان کے پھٹنے سے ہونے والے استفراغ سے بھی غشی عارض ہوتی ہے۔ نیز بیداری غشی لاتی ہے کیونکہ حرارت عزیزسی تحلیل ہوتی ہے اور اس کا استفراغ ہوتا ہے۔ عوارض نفسانیہ مثلاً بہت خوشی یا انتہائی غم سے غشی عارض ہوتی ہے کیونکہ نفس کے زیادہ حرکت کرنے اور سور مزاج سے حرارت عزیزسی ماند پڑ جاتی ہے درد شدید سے بھی غشی ہو جاتی ہے، اس کا سبب وہ مزاج ہے جو درد کا فاعل ہے اور بقول جالینوس اس کا سبب درد کی حالت میں قوت دافعہ کا زیادہ حرکت کرنا ہے۔

غشی لانے والے تمام اعراض یہی ہیں۔ جب بخاروں میں یہ اعراض پیدا ہو جائیں تو ان کے

دور کرنے کی طرف توجہ کی جانی چاہیئے، اگرچہ یہ تدبیر بخار کے معالجہ کے متضاد ہو۔ اب غشی کو روکنے کی تدابیر بیان کی جائیں گی۔ پہلے اس غشی کو بیان کرنا ہے جو متعفن اخلاط کے سبب سے عارض ہوتی ہے۔

بخار کے مریضوں میں غشی کو روکنے کے لئے وہ غذائی تدبیر ہے جو ان مریضوں کے لئے پہلے بیان کی جا چکی ہے ترک تدبیر یا دوسرے عوارض کے سبب سے اگر غشی ہو جائے تو فوراً مریض کو شراب میں بھگوئی ہوئی روٹی دی جائے۔ اگرچہ شریعت نے شراب کو حرام قرار دیا ہے لیکن ان مریضوں کی ویسی اضطراری حالت ہے جیسے کوئی شخص اضطراری حالت میں مردار استعمال کرے۔ اس حالت میں گلابی بہترین شراب وہ ہے جو تلخ اور کیلی نہ ہو نئی شراب کیلی ہوتی ہے پرانی ہونے پر کیلی اور تلخ نہیں ہوتی۔ ہماری مراد وہ شراب نہیں ہے جسے ہمارے شہر کے لوگ استعمال کرتے رہتے ہیں کیونکہ اس میں زفت ملائی جاتی ہے۔ یہ شراب دوائی ہے غذائی نہیں۔ اس میں بوست و حرارت ہوتی ہے جس کے سبب یہ اعضائے رئیسہ کے لئے مضر ہے۔ اگر صرف دواہلک شراب کے ساتھ استعمال کی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ابتداً غشی میں مریض کے چہرے پر گلاب یا ٹھنڈا پانی چھڑکا جائے اور ناک دبائی جائے۔ مختصر یہ کہ وہ تمام تدابیر کی جائیں جن سے روح متحرک ہو کر برانگیختہ ہو جائے۔ اس مریض کے جگر یا معدے یا کسی بھی عضو رئیس میں ورم ہو تو اس کی صحت کی امید نہیں ہے کیونکہ ایسے مریضوں کا تغذیہ جس قدر قوت پیدا کرے گا اس سے زیادہ ورم بڑھادے گا۔ غشی کی حالت میں پنڈلیوں اور ہاتھوں کی مالش عمدہ عمل ہے۔

اخلاط کی تیزی اور خرابی کے سبب سے جن لوگوں کو غشی ہو، یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق بقراہ نے کہا ہے کہ ابتداءً مرض میں ان کے چہرے ایسے ہو جاتے ہیں کہ ان کی ناک نیلی، آنکھیں گہرائی میں اور کپٹیاں دھنسی ہوتی ہیں۔ ایسے لوگوں کی بیماری مندرجہ بالا بیماریوں سے مختلف ہے اس لئے غشی سے محفوظ رکھنے کے لئے آنکھیں بھوکا نہ رکھا جائے۔ جیسا کہ اطباء کا دستور ہے کہ عذارینے کے لئے انتہاء مرض کا انتظار کیا جاتا ہے یا تین دنوں تک بھوکا رکھا جاتا ہے جیسا کہ جالینوس کے زمانے کے اطباء کا دستور تھا۔ اس لئے بہترین غذا روٹی کے مکڑے یا آتش جو انار دانہ کے ساتھ ہے انار دانہ کی یہ خاصیت ہے کہ اس کے سبب سے غذا کا احتمال خراب نہیں ہوتا۔ نیز زردی بیضہ مرغ کے خبیثے اور چوزہ مرغ ان کی اچھی غذا ہے۔

ترک غذا کی وجہ سے اگر غشی عارض ہو تب بھی روٹی کے ساتھ شراب پلائی جائے۔ شراب بگی ہوئی

چاہیے جس کے متعلق بقراط کہتا ہے کہ وہ سفید اور خوشبودار ہو پھر اس میں ٹھنڈا پانی ملا کر استعمال کیا جائے لیکن اگر اخلاط خام کے سبب سے یہ مرض ہو اور پانی ملانا چاہیں تو ٹھنڈا پانی نہ لایا جائے کیونکہ ٹھنڈا پانی ان مریضوں کے لئے بہت مضر ہے دوالمسک کے ساتھ شربت سبب اور غشی میں مفید ہونے والی تمام چیزوں کے فائدے شراب کے برابر نہیں ہیں کیونکہ ان تمام چیزوں کے استعمال کے لئے طبیعت کو زیادہ قوت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن شراب کا استعمال ان چیزوں سے جلد ہوتا ہے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا ہے کہ معدہ میں اس کا ہضم نہیں ہوتا بلکہ صرف جگر میں ہوتا ہے۔ اس لئے حتی الامکان ان لوگوں کو ایسی غذائی جلتے جس کے استعمال کی ضرورت نہ ہو کیونکہ ان کے قوی کمزور ہوتے ہیں اور جلد ان کی حالت کو سدھارنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

جس ہوا میں مریض کی رہائش ہو وہ بارد و قابض ہونی چاہیے اور قابض روغنوں کی مالش بھی کی جائے مختصر یہ کہ ایسے مریضوں کے لئے تمام تدابیر ایسی ہوں جو تحلیل کو روکیں مثلاً ان کے معدہ اور جگر پر ایسی دواؤں کا لیب کیا جائے جو قابض و خوشبودار ہوں۔ اگر حرارت شدید ہو تو ان دواؤں میں برودت بھی ہونی چاہیے۔ ایسے مریضوں کے کسی عضو تیس میں اگر ورم ہو تو ان کی صحت کی امید نہیں ہے۔

فم معدہ میں پائے جانے والے خلط صفراوی کے سبب سے غشی ہو تو گرم پانی پلا کر اور حلق میں کپڑا ڈال کر تے کرائی جائے۔ اگر تے نہ ہو سکے تو ملین دوا دی جائے۔ جالینوس کا خیال ہے کہ اس حالت میں نیم گرم پانی پلایا جائے اگر اس سے تے نہ بھی ہو تو ملین ہو جائے گی۔ لیکن اگر تے اور دواؤں سے قوت میں اتنا خلل ہو جائے جو اس خلط کے ضرر سے بھی بڑھ جائے تو غشی زیادہ ہو جائے گی۔ اس لئے اس حالت میں بہتر یہ ہے کہ مقوی معدہ دوائیں مثلاً مصطلگی اور سنبل الطیب ہمراہ آب بھی یا آب برگ انگور دی جائے اس سے قوت دافعہ قوی ہو جائے گی اور خلط کو دفع کر دے گی۔ تے کرنا بطور عرض ہے جو اس موقع پر اچھی چیز ہے۔ اگر خلط بارد کے سبب سے غشی ہو تو معجون فلافلی کھلائے جائے پھر اس خلط کو اسی طریقہ پر خارج کیا جائے جس کا تذکرہ ہر عضو کے سور مزاج کے معالجات میں ہو چکا ہے۔

درد کو رفع کرنے کے لئے اگر ہوسکے تو اس کے سبب فاعل کو رفع کیا جائے لیکن ایسا معالجات مرض کے متضاد نہیں بلکہ موافق ہوگا۔ یہ معالجات ہر عضو کے سور مزاج کے ضمن میں آتا ہے کیونکہ درد سور مزاج بارد یا حار کے سبب سے ہوتا ہے ان دونوں حالتوں میں مادی یا غیر مادی ہوگا کبھی سور مزاج یا بس غیر مادی کے سبب بھی درد ہوتا ہے جیسا کہ وہ درد جو تشنج یا بس کی حالت میں ہوتا ہے۔

جب درد لاحق ہو اور وقت کم ہو تو اس کے معالجات میں کبھی ایسی دوا دی جاتی ہے جو سبب کو بڑھا

دیتی ہے۔ یعنی جو دوا درد والے عضو کی جس کو سُن کر دے۔ مخدرات کا استعمال بالعرض ہی مفید ہوتا ہے جب ایسی دوا کے استعمال سے اس عضو کی جس کو ہو جاتی ہے جس میں خلط کے سبب سے سور مزاج ہو جائے یا اس کی قوت دافعہ کی حرکت کم ہو جاتی ہے تو اس سے انخلال روح نہیں ہوتا لیکن جب عضو کی حس زیادہ ہوتی ہے تو انخلال روح ضرور ہوتا ہے۔ جب اس قسم کا معالجہ ان دردوں میں کیا جاتا ہے جو برودت کے سبب سے ہوں تو اس کا انجام عضو کے لئے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ لیکن جب حرارت کے سبب سے ہوں تو عضو کے لئے زیادہ مضر نہیں ہوتا۔ لہذا سبب بار د میں دوا اُخذ استعمال نہ کی جائے۔ البتہ اگر درد کے سبب سے مریض کی حالت ابتر ہو جائے تو استعمال کی جاسکتی ہے۔

اس عمل کے لئے معروف دواؤں میں تبون فلونیا ہے کیونکہ اس کے اجزاء میں ایون بھی ہے مخصر یہ کہ انتہائی ضرورت کے وقت مخدر دوائیں استعمال کی جاتیں ہیں مثلاً آنکھ، داڑھ، کان اور آنت کے شدید دردوں میں۔ جالینوس ایسی دوا اسی وقت استعمال کرتا ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے استعمال سے مریض کو اخیر میں ضرر نہیں پہنچے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ضرر کی تلافی کر دی جائے ان حالات میں تبنا ایون استعمال نہ کی جائے بلکہ جذبید ستر سے اس کی اصلاح کر لی جائے جیسا کہ یہ تبون فلونیا کے اجزاء میں مصلح ہے۔ بہترین فلونیا وہ ہے جو زیادہ پرانی نہ ہو کیونکہ اس میں ایون کی قوت کمزور ہو جاتی ہے اور بالکل تازہ تیار کی ہوئی بھی نہ ہو کیونکہ اس میں ایون کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔

دردوں کے لئے تریاق فاروق سے شمار اس طرح ہے کہ یہ سبب درد کو زائل کر دیتا ہے جس طرح وہ دوائیں شافی ہوتی ہیں جو درد پیدا کرنے والے سور مزاج کو رفع کرتی ہیں۔ اسی لئے اس سلسلہ میں فلونیا سے تریاق فاروق کا عمل زیادہ اعلیٰ ہے۔ جب درد کا ازالہ بذریعہ دفع خلط فاعل مقصود ہو تو اس طرح کیا جائے کہ اس کے خلط فاعل کو رفع کیا جائے جیسا کہ جالینوس نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص کی آنت میں دنتھا اس کا خیال تھا کہ اس کا سبب خلط بار د ہے کیونکہ اعلیٰ درجہ کی برودت کے علامات اس میں موجود ہیں۔ لیکن جب مریض کو گرم دوائیں دی گئیں یا ان دواؤں سے حرق کیا گیا تو مریض کمزور ہو گیا۔ اس سے اس نے معلوم کیا کہ درد کا سبب خلط عمراوی ہے جو آنت کے طبقات میں جذب ہے چنانچہ اس نے مریض کو ایسی غذا دی جو سریع الاستعمال نہیں تھی اور صبر سے تیار کی ہوئی مرکب دوا اُٹھلائی جس سے مریض صحت یاب ہو گیا۔ اگر خلط بار د ہو تو اس

خلط کے استفراغ سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ جالینوس نے اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ اس کی آنت میں درد تھا۔ جب حقہ کیا گیا تو خلط خام خارج ہوا اور اس کی صحت ہو گئی۔ کبھی خلط بارود سے اٹھنے والی ریاح نافحہ کے سبب سے بھی درد ہوتا ہے، اس حالت میں دفع ریاح کے لئے گرم دوائیں استعمال نہ کی جائیں کیونکہ ایسی دوائیں اگرچہ ریاح کو دفع کر دیں گی لیکن اس خلط سے بخارات پیدا ہو جائیں گے چنانچہ ایسے دردوں میں شفا ان دواؤں سے ہوتی ہے جن میں حرارت کم ہو اور منفع ہوں۔ اس حالت میں تریاق فاروق مفید دوا ہے۔ سبب فاعل کے رفع کے ذریعہ درد کو دور کرنے کا طریقہ بیان کر کے ہم اپنے موضوع سے باہر آگئے۔ اس کو شفا الامراض کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

اب موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہنا ہے کہ درد میں باعتبار شدت کبھی ایسی دوائیں استعمال کی جاتی ہیں جو دردوں میں سکون پیدا کرتی ہیں جن کا تذکرہ کتاب الادویہ میں ہو چکا ہے مثلاً بط اور مرغی کی چرنی، گرم پانی اور روغن زیتون کا نطول، آبزین کرنا اور اسی طرح کی چیزیں۔ جب طبیب مادہ کے استفراغ میں تاخیر کرے تو بخارات کے سبب سے ہونے والے درد میں بطور مقابلہ خصوصاً مجمر نار یہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے بخارات دفع ہو جاتے ہیں۔ لیکن مجمر کے ذریعہ علاج سے درد اکثر لوٹ آتا ہے، کیونکہ طبیب نے مادہ کا استفراغ نہیں کیا ہے یا مریض کی تدبیر میں کچھ غلطی واقع ہو گئی ہے۔ یہ بخارات اس وقت تک باقی رہیں گے جب تک ان اخلاط کا استیصال نہ کیا جائے جن سے بخارات پیدا ہو رہے ہیں۔

معالجہ میں استفراغات کے چند طریقے ہیں، ۱۔ مخالف سمت کی طرف اماں مادہ ۲۔ جس عضو سے مادہ کا استفراغ کیا جا رہا ہے اس کی تقویت تاکہ اس کی طرف مادہ کا انصباب نہ ہو۔ ۳۔ عضو کے راستوں کا تنگ کرنا ۴۔ اگر قوت دافعہ زیادہ ہو گئی ہے تو اس کو کم کرنا جیسا کہ ہیفزہ عظیم کی حالت ہوتی ہے۔ اس میں قے کے علاج کے لئے دونوں پنڈلیوں اور بازوؤں کو بانڈھ دیا جاتا ہے اور اندرونی و بیرونی طور پر قابض چیزوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس مرض میں اسہال کو روکنے کے لئے دونوں بازوؤں کو بانڈھ دیا جاتا ہے مختصر یہ کہ بیرون جسم کی طرف مادہ کو جذب کیا جاتا ہے۔ اسی لئے جب استفراغات زیادہ ہونے لگتے ہیں تو ہیفزہ کے مریض کو حمام میں داخل کرتے ہیں۔ اگرچہ بیرون جسم کی طرف مادہ کے جذب کے ساتھ حمام میں استفراغ زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لئے احتیاط کرتے ہوئے حمام کا استعمال کیا جائے اور قابض دوائیں دی جائیں جن کا تذکرہ اس سوپر مزاج مادی کے معالجہ کے ضمن میں ہو گا جس میں مادہ ایک عضو سے دوسرے عضو پر گرتا ہے۔

ناک سے خون جاری ہونے میں طریقہ علاج یہ ہے کہ اگر دائیں نکتھنے سے خون آرہا ہے تو جگر پر سنگھی لگائی جائے اگر بائیں نکتھنے سے آرہا ہے تو طحال پر سنگھی لگائی جائے اسی طرح زخم کے نرف الدم میں دونوں چھاتیوں کے درمیان سنگھی لگائی جائے۔ ان تدابیر کے ساتھ ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جو رگوں کے منہ کو جوڑ دیں۔

بیداری کا علاج ان دواؤں اور غذاؤں سے کیا جاتا ہے جو نیند لانے والی ہیں اور خواب و روغن استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً روغن نیلو فر، روغن بنفشہ، روغن کدو اور ایسی خوشبودار چیزوں کا سونگھنا جو نیند لاتیں، اگر بخار نہ ہو تو شراب میں پانی ملا کر پینا۔

حیات کے معالجہ کے وقت جن اعراض سے مقابلہ کی شدید ضرورت ہوتی ہے وہ بیان کر دیا گیا۔ لیکن ان اعراض کے اسباب کا استیصال کر کے ان کی شفا کا بیان شفا الامراض کے ضمن میں آئے گا۔ جسم کے سور مزاج عام کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اب ہر عضو کے سور مزاج کے معالجہ کا اصول کلیہ بیان کیا جائے گا۔ ورم کا علاج اس کے بعد بیان کیا جائے گا۔

ہر عضو کے سور مزاج کے معالجہ کے اصول بعینہ وہی ہیں جو پورے بدن کے سور مزاج کے معالجہ کے ہیں۔ اگر سور مزاج غیر مادی ہو تو اس کا علاج بالصد کیا جائے اگر مادی ہو تو استفراغ اور بالصد دونوں طریقوں سے کیا جائے گا۔ استفراغ اور استعمال ضد کی مقدار متعین کرنے کے لئے جو شرائط پہلے بیان کئے جاچکے ہیں یہی شرائط یہاں بھی ہیں یعنی عمر، مزاج، عادت اور موسم کا لحاظ انھوں نے شرائط ہیں کہ عضو کے مزاج، پیدائشی حالت، وضع، مشارکت، حس اور منفعت کا بھی لحاظ کیا جائے ان تمام چیزوں کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ جو کچھ ہم بیان کر چکے ہیں اس کے مطالعہ کے وقت یہ تفصیلات ذہن میں محفوظ رہیں۔

معدہ کے سور مزاج یا بس غیر مادی کا طریقہ علاج بعینہ وہی ہے جو پورے بدن کے سور مزاج یا بس یہی تپ دق کا طریقہ علاج ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہ صرف معدہ کا سور مزاج یا بس ہے۔ جب معدہ میں ایسا سور مزاج پیدا ہو جائے تو مریض کو حمام کرایا جائے حمام کے لئے معتدل آبن میں داخل کیا جائے، حمام سے باہر آنے کے بعد گدھی یا بکری کا دودھ تھوڑی شکر ملا کر پلایا جائے، جب دودھ ہضم ہو جائے جو کھار اور شکم کی مقدار نفع سے معلوم ہو جائے تو دوسری بار آبن میں داخل کیا جائے۔ دوپہر کے بعد کے اوقات میں دونوں حمام کے درمیان کا وقفہ چار پانچ گھنٹوں سے کم نہیں ہو، ہر بار حمام سے باہر ہونے بعد جسم پر روغن بنفشہ لگایا جائے۔ قدر اس روغن کو روغن زیتون سے ترجیح دیتے ہیں کیونکہ یہ روغن

مرطب ہے اور زیادہ تحلیل ہونے سے روکتا ہے۔ دوسری بارجب حمام سے باہر آئے اور اسے دودھ کی خواہش ہو تو پلایا جائے ورنہ مارالشعیر پلایا جائے۔ جب یہ مضم ہو جائے تو عمدہ آٹے کی خمیری روٹی دی جائے جو تیز میں خوب اچھی طرح پکائی ہوئی ہو کیونکہ روٹی پکانے کا یہ سب سے عمدہ طریقہ ہے اس لئے کہ تنور کے ہوا گرم سے اعتدال کے ساتھ روٹی پک جاتی ہے۔ اس لئے روٹی کا مغز دودھ اور بادام کے ساتھ پکانے ہوئے جو ان مرغیوں کے چوزے یا فرہ مرغ کے خیسے کے ساتھ دیا جائے، پھلیوں کے قیسے اور ایسے پہاڑی پرندوں کے گوشت کے ساتھ جو گرم و خشک نہ ہوں کھلایا جائے۔ ان میں بہتر تہو بیتر، لوا اور چکور کا گوشت ہے کیونکہ ان لوگوں کے لئے مناسب غذا وہ ہے جو بہت سریع الهضم اور کثیر التغذیہ ہو۔ لیکن یہ دونوں صفات متضاد ہیں کیونکہ کثیر التغذیہ غذاؤں کے جوہر میں غلظت ہوتی ہے۔ مریض ایسی غذاؤں کو ہضم نہیں کر سکتا۔ غذا کے ہضم کے بعد سفید اور خوشبودار نبذ استعمال کرائی جائے۔ شروع میں جب پیاس معلوم ہو تو شراب میں پانی ملا کر پیئے، یہ پانی سے زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ پانی پینے سے غذا فم معده میں تیرنے لگتی ہے جس سے قراقرہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن نبذ شرابی سے یہ بات نہیں ہوتی۔ شرابی سے مراد وہ نبذ ہے جس کی قوت اور افعال شراب جیسے ہوں۔ اس موقع پر جو شراب مناسب ہوتی ہے یہ وہی ہے جس کو بقراط "شراب ایض" کہتا ہے۔ اور جس میں تھوڑا پانی لانے کی ضرورت ہوتی ہے نبذ اتنی مقدار میں استعمال کی جائے کہ غذا فم معده پر تیرنے لگے اور وہ اس سے فم معده میں نفع اور گرانی پیدا ہو۔ اگر پہلے دن کے استعمال سے اس قسم کی کچھ شکایات عارض ہوں تو دوسرے دن اس کی مقدار کم کر دی جائے۔ اسی طرح غذا کی مقدار بھی کم کر دی جائے تاکہ معده میں گرانی اور تھوڑا پیدا نہ ہو۔ پھر جب ان کے حالات کچھ بہتر ہو جائیں تو کھانے پینے اور دوسری چیزوں میں تدریجاً ان کی عادتوں میں تبدیلی کی جائے۔

اگر معده میں سہوست کے ساتھ حرارت ہو تو ایسی چیزیں استعمال کی جائیں جو مرطب ہونے کے ساتھ سرد بھی ہوں مثلاً مارالشعیر شربت نیلوفر اور جلاب۔ اگر نبذ پیتا ہو تو اس میں ٹھنڈا پانی زیادہ مقدار میں ملایا جائے مختصر یہ کہ ان مریضوں کے لئے ٹھنڈا پانی پینے کی اجازت ہے کیونکہ ان کے لئے بہت مفید ہے لیکن اگر سہوست مستحکم ہو چکی ہے تو احتیاط کے ساتھ استعمال کیا جائے تاکہ فم معده میں ضرر لاحق نہ ہو اور معده پر روغن سفرجل، روغن زیتون خام روغن بادام کی مالش کی جائے کیونکہ اس لحاظ سے کہ سورمزاج نار یا بس ہے۔ تبرید و ترطیب کا اقتضا کرتا ہے اور اس لحاظ سے کہ یہ معده کا سورمزاج ہے ایسی چیزوں کا اقتضا کرتا ہے جن میں قبض و حرارت ہو اسی لئے ان روغنوں میں تھوڑی مقدار ملا دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر معدہ میں یوسٹ کے ساتھ برودت ہو تو دودھ میں عمدہ شہد ڈال کر پیا جائے یہ وہ شہد یا قوتی ہے جس میں اس چیز کی بونہ ہو جس سے شہد کی مکھی چوس کر لاتی ہے، اس کی بو حاشا کے مانند ہو، یہ نہیں کہ حاشا کے پھول چوس کر لائے۔ اگر برودت زیادہ ہو تو مار الشعیر سے پرہیز کیا جائے۔ مصطکی کو روغن نارین میں بیس لیا جائے اور اس میں خوشبودار روغن بھی ملایا جائے۔ پھر اس میں صوف کو تر کر کے مریض کے فم معدہ پر رکھا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ اس میں روغن بادام ملایا جائے۔ کیونکہ یہ سورمزاج، ترطیب کا اقتضا کرتا ہے اور اس لحاظ سے کہ یہ سورمزاج معدہ میں ہے۔ قبض کا اقتضا کرتا ہے جبکہ قابض اور تلخ چیزیں مقوی معدہ بھی ہیں۔ اس سورمزاج میں روغن سرد بھی مفید ہے جبکہ اس میں روغن بادام یا روغن کنجد ملا دیا جائے بلکہ روغن بادام زیادہ اچھا ہے۔ لطوخ روغن زیتون بھی بہت مفید ہے لیکن تھوڑی میں استعمال کیا جائے یعنی تھوڑی دیر تقریباً نصف گھنٹہ عضو پر رکھا جائے۔

رطوبت میں یوسٹ کو جس قدر جلد قبول کر لیتی ہے، اس کے برعکس یوسٹ رطوبت کو بکھشکل قبول کرتی ہے۔ بالکل اسی طرح حرارت برودت کو جس قدر جلد قبول کرتی ہے، برودت حرارت کو قبول نہیں کر پاتی۔ اسی لئے اگر معدہ میں سورمزاج بار دیا بس ہوتا ہے تو اس کا علاج زیادہ مشکل ہے کیونکہ یہ مرض شیخوخت ہے جسم انسانی کو شیخوخت سے محفوظ کرنا مشکل ہے

معدہ میں اگر سورمزاج حار ہو تو صرف بار د چیزوں سے علاج کرنا چاہیے لیکن اس عضو کی تبرید زیادہ نہ کی جائے کیونکہ فم معدہ کے مزاج پر برودت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور تمام موجودات کو اسی چیز سے تکلیف ہوتی ہے جس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس عضو کے امراض اکثر برودت کے سبب سے ہوتے ہیں۔ مجربین کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عضو میں سورمزاج حار لاحق ہوا ہے تو وہ اس کے معالج میں غلطی کرتے ہیں مثلاً جالینوس نے ایک مریض کا واقعہ بیان کیا ہے کہ اس کے معدہ میں سورمزاج حار تھا اطباء نے اسے ٹھنڈا پانی پینے کی اجازت نہیں دی لیکن مریض نے اس مشورہ کے برخلاف ٹھنڈا پانی استعمال کیا جس سے اس کی حالت بہتر ہو گئی اور اس سے فائدہ ہوا۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر اس عضو کی تدبیر میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگرچہ اس میں سورمزاج حار لاحق ہو۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس عضو کا فعل پورے جسم پر مشترک ہے اور یہ تیس مشارک ہے اور جو اعضاء اس قسم کے ہوتے ہیں ان کی تدبیر میں احتیاط ضروری ہے تاکہ ان کے قوامی میں خلل واقع نہ ہو۔ اسی لئے اطباء نے کہا ہے کہ کوئی روغن اگرچہ بار د بالقوہ ہو اس کو گرم کر کے معدہ پر لگایا جائے۔ استفراغ مادہ کے وقت بھی ضروری احتیاط ہے کہ

دوار محلل کے ساتھ دواہ قابض ہمیشہ پلائی جاتے ورنہ اس عضو کے قوی میں خلل واقع ہوگا۔ جس طرح استفراغ میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے اسی طرح تسخین و تبرید میں بھی ضروری ہے۔ جالینوس کے اس قول کا کوئی مفہوم نہیں ہے کہ سور مزاج کے ازالہ پر عضو کے فعل سے اسی طرح دلیل قائم کی جاتی ہے جس طرح فضلات کے استفراغ پر اس سے دلیل قائم کی جاتی ہے۔ "کیونکہ جس طرح عضو کے فضلات کے استفراغ کے وقت یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ قوت میں خلل نہ ہو اور اس میں سور مزاج پیدا نہ ہو اسی طرح عضو پر استعمال عند سے خصوصاً تبرید سے اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ اس طریقہ علاج سے اعضاء قوت غازیہ میں اکثر خرابی واقع ہو جاتی ہے

اعضار رقبہ کے معالجہ میں یہ قانون اس سبب سے ہے کہ ان اعضاء سے قلب کی مشارکت ہے جالینوس کا بطور مزاج یہ کہنا کہ اریگانیس کا یہ نظریہ ہے کہ قوت مدبرہ قلب میں ہے پھر بھی وہ اس قوت کے تعطل پر دماغ کا علاج کرتا ہے "درست نہیں ہے جبکہ وہ خود اقرار کرتا ہے کہ دماغ کے سور مزاج کے معاملہ میں ایک استدلال اس کا شرف ہے اور یہ شرف قلب سے حاصل ہوا ہے اسی لئے دماغ کے کسی فعل کے معالجہ کے وقت ضروری ہے کہ قلب کی رعایت کی جائے لیکن وہ اریگانیس سے مزاج کرتا ہے کہ وہ قلب کا معالجہ کیوں نہیں کرتے حالانکہ وہ خود قلب کا معالجہ کرتا ہے لیکن اسے اس کا خیال نہیں ہے۔

اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہنا ہے کہ معدہ کے سور مزاج بار در رطب میں ظاہر ہے کہ گرم اور خشک دوائیں دی جائیں گی۔ ایسی دوائیں معروف ہیں مثلاً معجون فلافلی وغیرہ یہ بھی ظاہر ہے کہ صرف سور مزاج بار در میں دوا مسخن اور صرف سور مزاج رطب میں دوا مہیس دی جائے گی۔ سور مزاج غیر مادی کے معالجہ سے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے اور بطور مثال معدہ کا سور مزاج بیان کیا گیا ہے، اسی پر تمام اعضاء کے سور مزاج کو قیاس کرنا چاہیے۔ خصوصاً سور مزاج کی وہ قسم جو پورے بدن میں سور مزاج کا سبب ہو مثلاً اعضاء میں ایسا سور مزاج جاریاں عارض ہو جو تپ دق کے پیدا ہونے کا سبب ہو جبکہ قلب میں بھی یہ سور مزاج پیدا ہو جائے۔ سور مزاج غیر مادی کے بعد اب ہر عضو کے سور مزاج مادی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

سور مزاج مادی کا علاج دو طرح سے ہوتا ہے ۱۔ مادہ کا استفراغ ۲۔ مادہ کے سبب سے عضو میں پیدا ہونے والے سور مزاج کی اصلاح۔ ان کے علاوہ عضو کی وضع، پیدائشی حالت، مشارکت، منفعت، حس اور طبیعت مرض، سبب اور عرض بھی طریقہ علاج کے لئے دلیل بنتے ہیں

جن اعضاء میں فضلات موجود ہوتے ہیں یا خود ان اعضاء میں بنتے ہیں یا پورے بدن سے یا کسی عضو سے گرتے ہیں کیونکہ قوی عضو اپنے سے کمزور عضو کی طرف فضلات کو دفع کرتے ہیں، خصوصاً جب عضو کمزور کی وضع اور وہ راستے بھی معاون ہوں جو دفع کرنے والے عضو سے ملے ہوتے ہیں۔ مثلاً سر کے ساتھ معدہ کا تعلق ہے۔ لہذا کسی عضو سے مادہ کے استفراغ کے وقت ان چیزوں کا بھی خیال رکھا جائے۔ کیونکہ پورے جسم یا کسی عضو سے مادہ اس عضو پر گر رہا ہے تو جب تک سبب فاعل کو دفع نہیں کیا جائے گا اس عضو کا علاج ممکن نہیں ہے یعنی اس عضو یا پورے جسم سے مادہ کا استفراغ کیا جائے جہاں سے اس عضو پر مادہ گر رہا ہے اور ادویہ قابضہ سے اس عضو کو قوی کیا جائے تاکہ اس کی طرف فضلات نہ گریں اور اس عضو کی مخالف سمت کی طرف مادہ کا امانہ کیا جائے۔ اگر اعضاء خادمہ سے اعضاء بشریفہ کی طرف مادہ گر رہا ہے تو پہلے عضو کی طرف مادہ کا امانہ کیا جائے۔ مثلاً اگر کسی شخص کو اکثر زکام ہوتا رہتا ہو اور سر سے فضلات معدہ کی طرف گریں تو پہلے سر سے فضلات کو دفع کرنے کی تدبیر کی جائے گی۔

اعضاء سے استفراغ مادہ کا طریقہ ان کے خلقی حالت سے معلوم کیا جاتا ہے مثلاً معدے سے مادہ کا استفراغ تھو اور اسہال کے ذریعہ کیا جاتا ہے اور جگر سے استفراغ تھو اسہال اور ادرار بول سے کیا جاتا ہے اور آنتوں سے بذریعہ اسہال و حقنہ کیا جاتا ہے۔ کبھی جرم عضو میں خلط جذب ہوتا ہے۔ اس حالت میں قوی الجذب دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے جو اس خلط کو جذب کریں۔ کبھی یہ امراض ایک ساتھ ہوتے ہیں۔ اس وقت اگر ان امراض میں کسی مرض کے ازالہ کی شدید ضرورت ہوتی ہو تو اس کی طرف توجہ کی جائے اور اگر کسی مرض کا پورا ازالہ اس وقت تک ممکن نہ ہو جب تک کہ دوسرے مرض کا ازالہ کیا جائے مثلاً کسی شخص کے جسم معدہ میں خلط حاد ہو اور اس کے جوف میں دوسرا خلط ہو تو استفراغ کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے جوف معدہ کے خلط کا استفراغ کیا جائے اس کے بعد جسم معدہ میں جذب شدہ مادہ کا استفراغ کیا جائے اور اگر جرم معدہ میں پایا جانے والا خلط حاد ایسا ہو کہ اس سے غشی ہو جاتی ہو تو پہلے اس کی طرف توجہ کی جائے اور اگر شدید ضرورت نہ ہو تو معالجہ میں استفراغ کی ترتیب وہی ہو یعنی پہلے اس مرض کو دفع کیا جائے جو سبب کے فایم مقام ہے پھر اصل سبب کا استیصال کیا جائے۔ اسی طرح اگر کسی مرض کی سفارہ اس وقت تک ممکن نہ ہو جب تک دوسرے مرض کی سفارہ نہ ہو تو پہلے دوسرے مرض کا استیصال کیا جائے اگرچہ وہ سبب نہ ہو مثلاً کچھ خلط جرم معدہ میں بنجھ ہو اور کچھ اس کے جوف میں ہو جو دماغ سے معدہ پر گرا ہے۔ تو پہلے دماغ کا علاج کیا جائے پھر اس خلط کا استفراغ کیا جائے جو دماغ

سے معدہ کی طرف گرا ہے۔ اس کے بعد اس خلط کا استفراغ کیا جائے جو جرم معدہ میں منجذب ہے۔ ایسی ادویہ جو ہر عضو سے مادہ کے لئے مخصوص ہیں اور ایسی ادویہ جو ہر عضو کی مقوی ہیں تاکہ فضلات کو قبول نہ کریں ان تمام ادویہ کا تذکرہ کتاب الادویہ میں ہو چکا ہے، اسی سے ہر عضو کی مخصوص ادویہ کا انتخاب کر لینا چاہیے۔ مثلاً جرم معدہ میں خلط حاد منجذب ہو تو اس کو خارج کرنے کے لئے "ایارج صبر بہترین دوا ہے۔ کیونکہ صبر" (ایلو) کی قوت جذب معدہ سے آگے نہیں بڑھتی اور اس خلط کو نکلانے والی دوسری دوائیں ایسی ہی ہیں جو بلاشبہ معدہ سے مادہ کا استفراغ کرتی ہیں لیکن اسے ضرر بھی پہنچاتی ہیں کیونکہ ان میں قوت اسہال زیادہ ہوتی ہے۔

جب خلط، معدہ کے جوف میں گرا ہوا ہو تو اس کو خارج کرنے کے لئے افستین ہمراہ شہد اور بلبلہ زرد کافی ہے۔ جب خلط بلغمی اور رقیق ہو تو اس کو خارج کرنے کے لئے مارالشعیر اور شہد کافی ہے لیکن جب گاڑھا بلغم ہو تو سکینجین بزوری سے اس کی تقطیع کی ضرورت ہوتی ہے، پھر خارج کرنے کے لئے ایسی دوائیں استعمال کی جائیں ہیں جو اس کا استفراغ کریں مثلاً غارلقون اور مسہل صمغ ہاگر شدید ضرورت ہو تو شحم حنظل بھی استعمال کیا جائے۔ اگر معدہ میں خلط سوداوی جمع ہو تو اس کی تقطیع کے بعد مناسب دواؤں سے اس کا استفراغ کیا جائے مختصر یہ کہ ادویہ کے افعال ثلث استعمال کئے جائیں کیونکہ یہ ہر عضو کے استعمال کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں۔ اسی لئے طریقہ کناشیہ (کتابوں کا طرز بیان) یہ ہے کہ ہر عضو کے لحاظ سے امراض بیان کئے جاتے ہیں۔ امراض میں مفید ہونے والی دواؤں کے اوصاف بطور اصول کلیہ بیان کئے جاتے ہیں۔ ہر عضو کے معالجہ کے ضمن میں ہم دونوں طریقوں کو بیان کریں گے۔ کیونکہ اعراض کی شمار اسی وقت ہو سکتی ہے جب ان امراض کا استیصال کیا جائے جو ان کے لئے سبب بنتے ہیں۔ جو شخص محض طریقہ کناشیہ پر اکتفا کرتا ہے وہ قطعاً غلطی پر ہے۔ جیسا کہ ہمارے معاصرین اطباء کرتے ہیں۔ البتہ امور کلیہ پر اکتفا ممکن ہے جبکہ اس کو برتنے والا طبیب حاذق ہو اسی لئے فن میں کمال کی ایک شرط یہ ہے کہ اہل فن میں امور کلیہ سے حسب ضرورت استنباط کی قوت ہو ہر عضو کے سوء مزاج مادی کے معالجہ کا طریقہ یہی ہے جبکہ ورم نہ ہو اب اس سوء مزاج مادی کا معالجہ بیان کرنا ہے جو ورم کے ساتھ ہو۔

ورم کے معالجہ کے دو طریقے ہیں ۱۔ ورم کے مادہ فاعلہ کا استفراغ ۲۔ پیدا ہونے والے سوء مزاج کا ازالہ۔ بعض اور ام کے لئے ان میں سے ایک ہی طریقہ زیادہ اہم ہوتا ہے اور بعض میں دونوں طریقوں کی اہمیت برابر ہوتی ہے مثلاً ورم دموی میں استفراغ مادہ زیادہ اہم ہے اور

ورم ممرہ رقیقہ میں سور مزاج کا ازالہ زیادہ اہم ہے۔ ایسے ورم میں استفراغ سے زیادہ اہم تہ ہے۔
 دوران دونوں ورموں سے مرکب اور ام میں دونوں طریقوں کی اہمیت برابر ہے۔ جب ورم بن کر باطل
 تیار ہو جاتا ہے تو اس کے معالجہ کے لئے دونوں طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن جب ورم بن رہا ہو
 تو معالجہ کے لئے ان دونوں طریقوں کے ساتھ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس سبب کو دور کر دیا جائے جس
 سے یہ ورم بن رہا ہے۔ یعنی اس مادہ کو روک دیا جائے جو عضو پر گر رہا ہے اور گرنے کے سبب کا ازالہ
 بھی کیا جائے۔ مادہ کے گرنے کا سبب یہ ہے کہ پورے جسم یا کسی ایک عضو یا ایک سے زیادہ اعضا
 میں امتلاء مادہ ہو اور یہی اعضاء عضو متورم کی طرف مادہ کو دفع کریں، کیونکہ عضو قوی عضو ضعیف کی
 طرف مادہ کو دفع کرتا ہے خصوصاً جب عضو کی وضع اور اس سے ملے ہوئے راستے بھی معاون ہوں۔

کبھی اس کا سبب خود عضو کا سور مزاج یا شدید درد ہوتا ہے ان میں سے ہر ایک عضو پر مادہ گرنے
 کا سبب ہوتا ہے سور مزاج حار میں ظاہر ہے کہ حرارت مادہ کو جذب کرتی ہے۔ درد شدید اسی طرح
 سبب بنتا ہے کہ اس سے سور مزاج حار پیدا ہوتا ہے یا فضلات کو دفع کرنے کے لئے قوت دافعہ کی
 حرکت زیادہ ہونے سے سور مزاج پیدا ہوتا ہے یا دونوں اباب ہوں جس سے مزاج حار کے سبب سے
 عضو پر مادہ گرتا ہے وہ کبھی بیرونی اشیا سے ہوتا ہے مثلاً کسی حیوان کا زہر یا چوٹ لگنا، یا اس کے
 علاوہ دوسرے بیرونی اسباب۔ کبھی اندرونی چیزوں سے ہوتا ہے مثلاً کھنچاؤ پیدا کرنے والی ریح
 یا چھین پیدا کرنے والا غلط حار یا امتلاء مادہ جس سے عضو بوجھل ہو جائے۔ درد بھی انہی اسباب سے
 ہوتا ہے۔ اور ام کے معالجہ کے تینوں طریقے کبھی دلائل اور ام کے متضاد ہوتے اور کبھی نہیں ہوتے۔ حالت
 تضاد کے طریقہ عمل کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے اب ان چیزوں کو بیان کرنا ہے جن سے شفا اور ام
 کے تینوں طریقے انجام پاتے ہیں۔ پہلے سبب فاعل کے ازالہ کا بیان ہوگا۔

مادہ کے گرنے کا سبب اگر جسم میں امتلاء مادہ ہے تو اس موقع پر استفراغ ضروری ہے۔ اگر
 خون کی کثرت ہو تو فصد کھولی جائے، اگر خون کی خرابی ہو تو اسہال وقتے کے ذریعہ استفراغ کیا جائے۔
 اگر دونوں اسباب ہو تو فصد و اسہال دونوں کے ذریعہ استفراغ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں استفراغ
 کی تمام شرائط پر بھی نظر رکھی جائے۔ استفراغ کی دونوں قسموں میں سے ایک استفراغ کا ہونا ضروری
 جن کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ یعنی مادہ کی مخالف سمت کی طرف جذب کرنا۔ ساتھ ہی وہ سمت سامنے
 یا سیدھ میں ہو یعنی ورم سے ملے ہوئے قریب ترین راستے کی طرف ہو جیسا کہ طبیعت کا فعل ہوتا
 ہے کہ ورم ہلکا کا بحر ان اکثر تکسیر کے ذریعہ ہوتا ہے۔ بعینہ اس مقصد سے بالائی اعضاء کے اخلاط

کا استفراغ بذریعہ اسہال وحقنہ اور زیرین اعضاء کے استفراغ میں قے کرنا چاہیے۔ اگر مادہ کے گرنے کا سبب کوئی عضو ہو تو اگر ممکن ہو تو اسی عضو کا استفراغ کیا جائے مثلاً اس عضو پر پھینا لگا کر نگھی لگائی جاتے۔ مثلاً آنکھ کی طرف فضلات دفع ہوں اور اس کا سبب صرف دماغ ہو تو پشت پر سنگھی لگانے سے فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اس طرح عضو متورم کے استفراغ کے ساتھ مخالف سمت کی طرف مادہ جذب ہو جاتا ہے۔ لیکن عضو کا استفراغ اس وقت مضر ہے جب جسم میں امتلاء مادہ ہو کیونکہ اس میں غلطی کا اندیشہ ہے۔ استفراغ عام اس وقت ممکن نہیں ہوتا جب استفراغ میں جسم کی دلالت اس عضو کی دلالت کے متضاد ہو۔ فضلات کو دفع کرنے کے لئے اکثر اعضاء میں مخصوص راستے بھی ہوتے ہیں۔ انہی راستوں سے فضلات دفع کرنا چاہیے۔ مثلاً دماغ کا استفراغ پھینک لانے والی دواؤں اور غرغہ سے کیا جاتے۔ جب دونوں چیزیں پائی جاتیں یعنی غلطی کے گرنے کا سبب کوئی عضو ہو اور جسم میں بھی امتلاء ہو تو مادہ کو روکنے کے لئے ایک مزید طریقہ یہ ہے کہ عضو متورم کی تقویت کے لئے بارد و قابض دوائیں استعمال کی جائیں لیکن استفراغ کے بعد ہی ایسا کیا جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ مادہ اعضاء خادمہ کی طرف سے اعضاء شریفہ کی طرف منتقل ہو جائے۔ درم کے بننے کے وقت معالجہ کا طریقہ بیان کر دیا گیا۔

اگر مادہ کے گرنے کا سبب عضو متورم کی حرارت ہو تو عضو کے اس سور مزاج کا ازالہ کیا جائے اگر حرارت کا سبب ختم ہو چکا ہے تو صرف سور مزاج کا علاج کیا جائے۔ اور اگر ختم نہیں ہوا ہے مثلاً جب اس کا سبب کسی زہریلے جانور کا کاٹنا ہو تو پہلے جاذب اور احوال کرنے والی دواؤں سے اس زہر کا استفراغ کیا جائے کبھی سنگھی لگا کر بھی استفراغ کیا جاتا ہے۔ اگر حرارت عضو کا سبب کوئی غلط ہو تو صرف اس غلطی کا استفراغ کیا جائے۔ اکثر وہ دلائل جو ان چیزوں سے اخذ کئے جاتے ہیں وہ شفا اور ام کے دوسرے طریقے یعنی استفراغ ورم کے مضاد ہوتے اور کبھی مضاد نہیں ہوتے مثلاً جب مضاد ہوں تو سور مزاج حار کا ازالہ ادویہ باردہ کے ذریعہ اور استفراغ ادویہ محللہ کے ذریعہ ہوتا ہے جب مضاد نہ ہوں اور اس کا سبب بخارات یا کوئی غلط ہو تو نفس عضو کا استفراغ کیا جائے یہ دونوں کام ادویہ محللہ کے ذریعہ انجام پاتے ہیں۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ درد کی شفا اس کے اسباب کے ازالہ سے یا عضو پر ایسی دوائیں رکھنے سے ہوتی ہے جن کا مزاج درد پیدا کرنے والے مزاج کے مضاد ہوتا ہے۔ یہ ایسی دواؤں سے ہوتا ہے جو تسکین درد کے لئے مخصوص ہیں مثلاً بٹ اور مرغی کی چربیاں، روغن زردی بیضہ اور ان کے علاوہ دوسری دوائیں۔ کبھی جس عضو کو سن کر کے درد کو رفع کیا جاتا ہے جیسا کہ

بیان کیا جا چکا ہے۔ ان میں بعض دلائل ایسے ہیں جو ایک دوسرے سے متضاد ہوتے اور سمجھی متضاد نہیں ہوتے۔

شفا اور ادرام کے لئے معالجہ کئے تین طریقوں میں سے ایک طریقہ یہی ہے۔ یہ تینوں طریقے پہلے استعمال کئے جاتے ہیں۔ معالجہ کا یہ طریقہ اورام کے بڑھنے کی مدت میں ہونا چاہئے اورام کا عمومی علاج یہ ہے کہ ابتداء ورم میں استفراغ اور مادہ مخالف سمت کی طرف جذب کرایا جاتا ہے اور ورم پر بارد و قابض دوائیں رکھی جاتی ہیں۔ جلد بڑھنے والے اورام میں سبب فاعل کے ازالہ کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ یہ وہ اورام حارہ ہیں جو خون یا مرہ صفرا یا دونوں سے یا اس خلط سے پیدا ہوتے ہیں جس میں یہ دونوں خلط یا ان میں سے ایک ظاہر ہوتا ہے۔ کتاب الامراض میں اورام کی تمام قسمیں بیان کی جا چکی ہیں۔

جب ورم بن کر تیار ہو جاتا ہے جو زمانہ انتہا ہے تو شفا اورام کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ادویہ منضجہ و محللہ کے ذریعہ ورم کے مادہ کا استفراغ کیا ہے۔ ورم کو پھاڑنے اور مادہ کے استفراغ کے لئے اگر ادویہ محللہ کافی نہیں ہوں تو ادویہ منضجہ استعمال کی جاتی ہیں۔ اگر ورم کی جلد سخت ہوتی ہے تو دوار اکال یا نشتر سے ورم کھولا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ادویہ محللہ کے ذریعہ استفراغ کیا جائے، اور جس قدر استفراغ کیا جائے اس سے زیادہ عضو متورم پر مادہ گرے تو استفراغ کے بعد ورم پر ایسی دوائیں لگائی جائیں جو رادع و قابض اور محلل ہوں۔ کیونکہ صرف قابض دوائیں درد کو ابھار دیتی ہیں۔ جب ورم کا وقت انتہا ہو تو صرف ادویہ محللہ استعمال کی جائیں۔ اور ان دونوں اوقات کے درمیان دونوں قسم کی دوائیں استعمال کی جائیں۔ کتاب الادویہ میں ایسی دوائیں بیان کی جا چکی ہیں۔ دوبارہ بیان لا حاصل ہے۔

ورم حار میں سوء مزاج کی تدبیر

پہلے تبرید کی جائے، اس عمل سے روع مادہ ہوگا نیز حرارت میں سکون آنے سے عضو کی طرف مادہ کم گرے گا۔ اورام بارہ جب پوری طرح تیار ہو جائیں تو مسخن دوائیں استعمال کی جائیں کیونکہ تسخین تحلیل کے مضاد نہیں ہے۔

تمام اورام کے معالجہ کے طریقے بیان کر دیئے گئے، اب کچھ ایسے طریقے بیان کرنا باقی ہے جو عضو متورم اور وقوع ورم سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ پہلے اورام حارہ کو بیان کریں

گے جو اندرونی اور بیرونی اعضاء پر اکثر پیدا ہوتے ہیں۔ اور ام حارہ سے مراد یہ ہے جن میں پیپ بننے کی صلاحیت ہو اور اگر اعضاء رتیبہ میں ہوں تو بخار ہونا ضروری ہو۔ عام ازینکہ یہ بخار دموی بلغمی، صفراوی یا سوداوی ہو بلغمی اور ام جن میں پیپ نہیں بنتی مثلاً سلع (بتوری) اور سوداوی اور ام مثلاً دبیلہ وغیرہ یہ اندرونی اعضاء میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں اور اگر کبھی پیدا ہوتے ہیں تو ان کا علاج ممکن نہیں۔ اسی طرح وہ درم جس کو سرطان کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان اور ام کی تحلیل کے لئے سخت (تیز) دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے جن کو اعضاء رتیبہ برداشت نہیں کر سکتے یہاں تک کہ ان میں سے اکثر اور ام کی شفا اسی وقت ہوتی ہے جب انھیں نشتر کے ذریعہ کاٹ کر باہر کر دیا جائے نیز چونکہ یہ اتنے طویل عرصے میں تحلیل ہوتے ہیں کہ اس سے پہلے ہی مریض کی قوت بہت کم ہو جاتی ہے۔ یہ اور ام اکثر قابل علاج اس وقت ہوتے ہیں جب بیرون جسم پر ہوتے ہیں۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ تین طریقوں سے اور ام کا معالجہ پورا ہوتا ہے لیکن ان کی نوعیت کے لحاظ سے ان طریقوں سے کم و بیش ہوتا ہے۔ اور ام صفراوی میں ابتداءً ایسی دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے جو زیادہ مبرد ہوتی ہیں مثلاً کینج، کینج، کینج (کائی) آب کو اور اس سے تیار کی ہوتی قیر و طی۔ اور ام دموی میں تبرید کے ساتھ قوت قابضہ کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً اگر درد نہ ہو تو انہی ادویہ بارہ میں ایسی دوائی ملانی جائے جو قابض و رادع ہو مثلاً پوست انار، سماق اور ان کے علاوہ دوسری قابض چیزیں اور اگر درد ہو تو مسکن دوائی بھی ملانی جاتی ہیں۔ اور ام بلغمی اور سوداوی میں ایسی دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے جو کچھ مبرد اور کچھ رادع ہوں، اس لئے کہ یہ اور ام آہستہ آہستہ بنتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان تمام اور ام میں اسی غلطی کا استفراغ عام کرنا چاہیے جس کے سبب سے یہ درم پیدا ہوتا ہے۔ درم کے لحاظ سے مندرجہ بالا اصول کے ساتھ مزید اصول معالجہ یہی ہے لیکن اس لحاظ سے کہ درم کسی عضو میں ہے اس کے لئے بھی کچھ مزید اصول معالجہ ہیں جنہیں بیان کرنا ہے۔ کیونکہ اعضاء رتیبہ کے اور ام کے معالجہ میں ان اصول کی بڑی اہمیت ہے۔

کسی اندرونی عضو کے درم میں اگر فصد کے ذریعہ استفراغ کیا جائے تو عضو متورم کی مشارکت اور وضع سے مقام استفراغ معلوم کیا جاتا ہے کیونکہ جب نفس عضو سے استفراغ نہ کیا جائے تو ایسے عضو کا استفراغ کیا جاتا ہے جو عضو متورم کا قریبی مشارک ہے۔ یعنی ان دونوں اعضاء کے درمیان سیدھے راستے اور سیدھی جہت ہو۔ اسی لئے جگر، طحال، گردے اور تمام زیرین اعضاء کے اور ام میں رگ باسلیق

کی فصد کھولی جاتی ہے جو پورے بدن کی رگ ہے اور سر، پھیپھڑا، حنجرہ اور عضلات حلق کے اور ام میں قیصال کی فصد کھولی جاتی ہے جو سر کی رگ ہے اور جب یکساں طور پر ان تمام اعضاء کا استفراغ مقصود ہو تو اکمل کی فصد کھولی جاتی ہے کیونکہ یہ بالائی اور زیرین اعضاء کے درمیان مشترک ہے۔ لیکن ورم جگر میں دائیں ہاتھ کے باسیلق کی فصد کھولی جائے یا بائیں ہاتھ کی یہ محل نظر ہے۔ جالینوس اپنی کتاب جیلنتہ البر میں تصریح کرتا ہے کہ ورم جگر میں دائیں ہاتھ کی اور ورم طحال میں بائیں ہاتھ کی کی رگ باسیلق کی فصد کھولی جائے، لیکن اس کے عمومی اقوال کا اقتضاء اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس نے بیان کیا ہے کہ جب ورم بن رہا ہو تو استفراغ کے دو طریقے مقصود ہوتے ہیں مل مشارک اعضاء سے مادہ کا استفراغ یعنی ان اعضاء یا عضو متورم کے درمیان سیدھے راستے ہوں مل یہ جذب مادہ مضاد (برسنت مخالف) ہو جس طرح ورم جگر میں ناک کے دائیں سو رارخ سے نکسیر کے ذریعہ طبیعت استفراغ کرتی ہے کیونکہ اس استفراغ میں مضادت اور مشارکت دونوں جمع ہو گئی ہیں۔ مذکورہ بیان کے مطابق ورم جگر میں اگر دائیں ہاتھ کی باسیلق کا استفراغ کیا جائے تو ایک ہی (مشارکت کا) طریقہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں عرض جسم کی ایک ہی جانب واقع ہیں۔ جسم کے مضاد جہات یہ ہیں کہ عرض میں دونوں اطراف دائیں اور بائیں، طول کے اطراف اوپر اور نیچے، عمق کے اطراف آگے اور پیچھے، یہی وہ تمام اطراف ہیں جن میں جذب مخالفت ہوتا ہے۔ اس بنا پر چونکہ جگر جسم کے عرض میں دائیں جانب ہے۔ اگر مخالف سمت کی طرف جذب کرنا ہو تو اس کی دوسری سمت بائیں جانب کی باسیلق ہے کیونکہ اس مقام میں دونوں چیزیں جمع ہو گئی ہیں یعنی مشارکت سیدھے طور پر یا تقریباً سیدھے اور مخالف سمت کی طرف جذب کرنا۔ اسی طرح ورم طحال اور ورم صدر یعنی جب بائیں جانب ورم ہو تو دائیں جانب کی باسیلق کی فصد کھولی جائے۔ اور دائیں جانب کے ورم میں بائیں جانب کی باسیلق کی فصد کھولی جائے۔ جب ورم پورا تیار ہو جاتا ہے تو صرف استفراغ کیا جائے اور دوسرے طریقے کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً جب ذبح مستحکم ہو جاتا ہے تو عرق اللسان کی فصد کھولی جاتی ہے اور اگر نفس عضو متورم کی فصد ممکن ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس حالت میں مادہ کا استفراغ مقصود ہوتا ہے جو عضو میں چپکا ہوا ہے۔ لیکن ورم کے وقت تیزی میں دونوں طریقے استعمال کئے جاتے ہیں کیونکہ اگر صرف استفراغ کیا جائے اور مخالف سمت کی طرف مادہ کو جذب نہ کیا جائے تو جس قدر استفراغ کیا جائے گا اس سے زیادہ ورم کی طرف مادہ کی ریزش ہوتی رہے گی مثلاً اگر مادہ کی ریزش بند نہیں ہوتی ہے اور استفراغ

کے پہلے ادویہ مجلہ یا مفتوحہ سد استعمال کی جائیں تو خون کے متحرک ہونے کی وجہ سے جس قدر اس کا اخراج کیا جائے گا اس سے زیادہ مادہ کی ریزش ہوگی۔ امراض رگم میں مابض رکبہ (ورید مابض) یا صافن کی فصد کھولنے سے دونوں طریقے مقصود ہوتے ہیں، اگرچہ اس موقع پر طول کے دونوں انتہائی کناروں کی طرف جذب مادہ نہیں ہوا ہے۔ اسی لیے آنکھ کی بیماریوں میں پشت نقرہ پر سنگھی لگائی جاتی ہے اور امراض پشت میں پیشانی کی رگ کی فصد کھولی جاتی ہے۔

امراض طحال میں بائیں ہاتھ کی رگ اسلم کی فصد سے صرف مشارک عضو کے ذریعہ استفراغ مقصود ہوتا ہے۔ سینہ، معدہ، گردن اور سر کے اورام میں دونوں ہاتھ اور پیروں پر کپڑا باندھنے کا مقصد یہ ہے کہ مخالف سمت کی طرف مادہ کو جذب کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اورام رگم میں صرف مدد حیض دواؤں کے استعمال کو اطباء ناپسند کرتے ہیں۔ اسی طرح ورم جگر کے استفراغ کے لئے مدد بول اور سہل دواؤں کا استعمال ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ اس سے مخالف سمت کی طرف جذب مادہ نہیں ہوتا نیز ایسی ادویہ جب ورم پر گذرتی ہیں تو اس میں ہیجان پیدا ہوتا ہے، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اورام کے بڑھنے کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ اسی طرح ورم معدہ کے استفراغ میں دوا سہل کا استعمال کرنا اور حلق، زبان منہ اور بالائی تالو کے اورام میں غرغزہ کرنا اور اورام گردہ و مثانہ میں صرف مدد دواؤں کا استعمال کرنا، یہ تمام باتیں اس وقت تک ناپسندیدہ ہیں جب ورم دقت تیز میں ہو۔ لیکن اگر ورم کے پیدا ہونے کا سبب ختم ہو چکا ہے تو مذکورہ دواؤں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ عضو مستورم کے استفراغ کے ضمن میں آجاتا ہے۔ اطباء متاخرین اپنی تصانیف میں ان چیزوں کے استعمال سے متعلق یہ تفصیلات بیان نہیں کرتے۔

یہ بات تحقیق طلب ہے کہ دائیں کان اور بائیں کان کے اورام میں فصد کے وقت کس جانب سے استفراغ کیا جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان اورام میں رگ قیفال کی فصد کھولی جاتی ہے۔ اس موقع پر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دائیں کان کے ورم میں بائیں ہاتھ کی قیفال کی فصد نہ کھولی جائے کیونکہ دائیں ہاتھ کی قیفال طول اور وسط کے کناروں کے درمیان تقریباً طول کا کنارہ ہے لیکن اگر اسی کان کے نیچے کی قیفال سے استفراغ کیا جائے تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کے بالمقابل عرض کے کنارے سے خون جذب ہو کر دائیں کان میں پہنچ جائے۔ خصوصاً جب جسم خون سے پر ہو۔ اس لئے محتاط طریقہ یہ ہے کہ بائیں جانب کی قیفال کی فصد کی جائے کیونکہ یہ مقام ایسا ہے کہ مشارکت عضو کے ساتھ انتہائی متضاد سمت کی طرف مادہ کا جذب ہوتا ہے۔ یہاں

طول و عرض دونوں کناروں سے مضادت ہے۔ اگر صرف ایک طرف کی مضادت پر اکتفا کیا جائے تو دوسری طرف سے جذب مادہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ہماری خواہش تو یہ ہوتی ہے کہ اگر ہو سکے تو مخالف سمت میں جذب کے لئے تضاد کے تمام اقسام یعنی اوپر نیچے۔ دائیں بائیں، آگے اور پیچھے استعمال کئے جائیں خصوصاً جب املاء بحسب تجاویف ہو لیکن اکثر معالجہ میں ان تمام اقسام کا استعمال ممکن نہیں ہے، البتہ بعض معالجہ میں ایک سے زیادہ اقسام کا استعمال ممکن ہے۔

فصد کھولنے کے لئے مقام استفرغ کی علامتیں یہی ہیں جو مذکور ہوئیں۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اعضائے ریسہ کے اورام میں اخراج خون اور اسہال دونوں استفرغات ضروری ہیں۔ کیونکہ ان اورام میں اکثر ایک سے زیادہ اخلاط ہوتے ہیں بلکہ خلط کے زیادہ ہونے کے ساتھ اس میں ردارت بھی ہوتی ہے۔ غلبہ اخلاط کے لحاظ سے ان دو استفرغات میں سے کسی ایک کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ ذکر یا رازی نے بیان کیا ہے کہ شوص (ورم غشاء مستبطن الاضلاع) کے کچھ مریضوں کے معالجہ میں صرف فصد کے ذریعہ استفرغ کیا گیا۔ جس سے ان کی موت ہو گئی۔ شفاء اورام کے لئے دوسرا طریقہ تبرید کا ہے اس کے لئے نفس اعضاء کی دلالت کم نہیں ہے جگر اور فم معدہ کے اورام پر کوئی بارد بالفعل دوا نہ رکھی جائے بلکہ اس کو گرم کر لیا جائے مثلاً روغن سفرجل اور روغن آس کی مالش۔ ان روغنوں سے زیادہ مناسب گرم روغن مثلاً روغن مصطکی اور روغن افسنتین وغیرہ کی مالش ہے۔ چونکہ تمام اعضاء جسم کو ان دونوں اعضاء یعنی معدہ و جگر کے افعال کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ان اعضاء کے قوی کو بڑھانا ضروری ہے۔ اور ان تمام خصوصیات سے بڑھ کر مزید یہ بات ہے کہ قلب سے ان اعضاء کی مشارکت ہے جیسا کہ باردا کہا جا چکا ہے۔

دماغ کی تبرید کے لئے دوا کا بارد بالقوہ ہونا کافی نہیں ہے بلکہ دماغ پر جو روغن رکھا جائے وہ بارد بالفعل بھی ہو۔ اور اس میں ایسی دوا ملائی جائے جو روغن کے اثر کو دماغ تک پہنچانے مثلاً یہ قاعدہ ہے کہ روغن گل میں اتنا سرکہ ملا یا جاتا ہے جو اس کے اثر کو دماغ تک پہنچاتا ہے۔ دماغ کے مزاج کے لحاظ سے تبرید کا یہ طریقہ نہیں ہے کیوں کہ اس عضو کا مزاج خوردی بارد ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ دماغ پر سخت ہڈی ہے اسی لئے سر پر دماغ کی دندول کے مقام پر اوپر سے روغن ڈالا جاتا ہے یہ درز، کھلی ہے جو جبانے کے وقت حرکت کرتی ہے۔

آنکھوں میں چونکہ قوت حس زیادہ ہے اس لئے ان کے اورام کے معالجہ میں کوئی دوا یا کوئی روغن

ایسا نہ رکھا جائے جو چھین پیدا کرنے والا ہو، بلکہ تمام دوائیں ایسی ہوں جن سے چھین نہ ہو، ان دواؤں میں سب سے بہتر وہ جس پر قدام کا اتفاق ہے وہ سفیدی بیضہ مرغ ہے یہ عمدہ خصوصیات کی حامل ہے نیز اس سے چھین بالکل نہیں ہوتی اور آنکھوں کی خشونت کو دور کرتی اور ان میں ٹھنڈک پہنچاتی ہے، اس کے علاوہ لیسدار ہونے کی وجہ سے دیر تک ٹھہرتی ہے۔ ورم چشم میں پستان سے آنکھوں پر دودھ ڈالنا بھی مفید ہے اس لئے کہ اس میں قوت انضاج ہے۔

ورم پر کوئی مبرد اور رادع دوا نہ رکھنے پر عضو کے لحاظ سے جو دلیل قائم کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایسے گوشت میں ورم ہے جس کی طرف فضلات دفع ہوتے ہیں مثلاً دونوں کان کے قریب بگلوں کے نیچے اور چڑھوں کے گوشت اور ان مقامات میں اگر بڑے اور ام پیدا ہو جائیں تو ان کی تبرید سے عضو شریف کی طرف ادہ کے لوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کانوں کے نیچے کے گوشت میں دماغ کی طرف اور بگلوں کے نیچے کے گوشت میں قلب کی طرف مادہ لوٹتا ہے، خصوصاً وہ اور ام جن کو طبیعت نے بطریق بحران دفع کیا ہے۔ اسی لئے ورم ریہ میں قوی رادع دوا کا استعمال درست نہیں ہے کیوں کہ یہ قلب کے قریب ہے۔

شفاء اور ام کے طریقے یعنی سبب فاعل کو ختم کرنا اور اس کے سبب سے پیدا ہونے والے سوء مزاج کی تبرید کے لئے نفس اعضاء سے اخذ کئے جانے والے استدالات یہی ہیں، اگرچہ دوسرے طریقے میں پہلا طریقہ شامل ہے کیوں کہ جو چیزیں بار دہوتی ہیں وہ رادع بھی ہوتی ہیں۔

شفاء اور ام کے لئے تیسرے طریقے معالجہ پر متورم اعضا کی دلالت مختلف اقسام کی ہوتی ہے۔ اعضاء رئیسہ کے اور ام کے وقت انتہا میں جو محلل دوائیں استعمال کی جاتی ہیں ان میں ایسی دوائیں بھی ملتی جاییں جن میں قبض و عطیہ ہو۔ ورم کے وقت تیزید میں قابض دواؤں کا استعمال عموماً تمام اور ام میں ہوتا ہے یہ اعضاء جگر، دماغ، معدہ ہیں اور انہی اعضاء کے قریب طحال بھی ہے۔ ان اعضاء کے اور ام میں ایسا معالجہ اس لئے ہے کہ تمام اعضاء کا دار دملار انہی اعضاء کے افعال پر ہے نیز قلب کے مشارک ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے قوی کو بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ادویہ محلا میں مثلاً وہ ضما د ہے جو روٹی، روغن زیتون گرم اور شہد سے تیار کیا جاتا ہے۔ اور قابض و خوشبو دار دواؤں میں مثلاً افسنتین، مصطکی اور یہی ہے عضو کی خلقی حالت، اور ام کے معالجہ پر اس طرح دلیل بنتی ہے کہ مثلاً جب ورم جگر وقت انتہا میں ہو اور جانب محدب ہو تو اس کا استفراغ مدربول دواؤں سے ہوتا ہے اور اگر جانب مقعر ہو تو مسہل شکم دواؤں سے ہوتا ہے۔ ورم محدب جگر کے لئے جو مدربول دوائیں استعمال

کی جائیں وہ قوی النفوذ ہوں کیوں کہ مجرب جگر تک پہنچنے پر ان دواؤں کی قوت اس لئے کمزور ہو جاتی ہے کہ جگر میں ان کا استعمال ہو جاتا ہے لیکن مقعر جگر کے لئے جو ملین دوائیں استعمال کی جائیں ان کی قوت کم ہونی چاہئے۔ اسی طرح ان تمام اعضاء میں قوی دوائیں استعمال کی جائیں کہ ہضم کثیر کے بعد دواؤں کا اثر پہنچتا ہے مثلاً پھیپھڑا۔ کیوں کہ اس کے معالجہ میں تمام اعضاء سے زیادہ قوی دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ کتاب الصحت میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں پر عضو کی وضع کے لحاظ سے معالجہ پر دلیل قائم کی جاتی ہے۔ جگر کے لئے مدربول اور مفتوح سد دواؤں میں افسنتین اور خافت ہے۔ یہ دونوں جگر کی مخصوص دوائیں ہیں جس طرح طحال کی مخصوص دواؤں میں بیخ کبر اور سقو لو قندر یون ہے۔ طحال کے لئے بیخ کبر کی حیثیت وہی ہے جو جگر کے لئے افسنتین کی حیثیت ہے اور سقو لو قندر یون کی حیثیت وہی ہے جو جگر کے لئے خافت کی حیثیت ہے۔ ورم مقعر جگر میں نرمی کے ساتھ تلئیں کرنے والی دواؤں میں مثلاً آب لبلا ب، تخم انجبرہ اور قرطم ہے۔ طحال کے استفراغ کے لئے اسہال کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے۔ اور ام جگر و طحال جب پرانے ہو جائیں تو قوی محلل دوائیں استعمال کی جائیں کیوں کہ ان دونوں اعضاء میں جب ورم جار ہوتا ہے تو اخیر میں اکثر سخت ہو جاتا ہے۔ ورم جگر کے سخت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خورد جگر کے جوہر میں غلظت و کثافت ہوتی ہے اور ورم طحال کے سخت ہونے کی وجہ خود اس کی غلظت ہے جب کہ اس کا جوہر بھی کمزور ہوتا ہے۔ گردے بھی صلابت کو قبول کرتے ہیں کیوں کہ یہ بھی کشیف ہوتے ہیں۔ قوی محلل دواؤں میں مثلاً بیخ سوسن، آسکانگونی، زونا، قنطر یون، زراوند مدحرج اور انہی کی مانند دوسری دوائیں ہیں۔ جب یہ تمام دوائیں استعمال کی جائیں تو ان کی بوست کی اصلاح کے لئے اصل السوس بھی استعمال کیا جائے۔ مختصر یہ کہ جب ایسے اعضاء میں اور ام ہوں تو اس بات کی کوشش ہونی چاہئے کہ یہ پیک کر پھوٹنے نہ پائیں۔ کیوں کہ جب ان میں پیپ پیدا ہو جائے گی یا یہ سخت ہو جائیں تو پوری طرح ان کا ٹھیک ہونا مشکل ہوگا۔ اس حالت میں موت یقینی ہے۔ کیوں کہ ان اعضاء کے اور ام میں ان دو حالتوں میں کوئی ایک حالت پیدا ہو جائے تو ان کا علاج مشکل ہوتا ہے، ایسے اور ام کے پیپ بن کر پھوٹ جانے کا علاج قروح کے معالجہ کے ضمن میں آجاتا ہے۔ پیپ بننے کے بعد متورم اعضاء کی مخصوص حالت ہوتی ہے کہ ابتداء میں ان کے اندر سے پیپ نکلتی رہتی ہے، اس لئے ابتداء میں ان مریضوں کو ایسی دوائیں دی جائیں جو پیپ کو دھو کر صاف کریں نیز ان راستوں کو صاف کریں جن میں پیپ جاری ہوتی ہے۔ اگر پیپ میں غلظت ہو تو مقطع دوائیں بھی استعمال کی جائیں۔ یہ اعضاء جگر، سینہ، پھیپھڑا اور معدہ ہیں۔ ان اعضاء کے لئے ایسی جالی دوائیں استعمال کی جائیں جو چھین پیدا کرنے والی نہ ہوں ورنہ اور ام میں

ہیجان آجائے گا۔ اس کام کے لئے استعمال ہونے والی دواؤں میں مثلاً ماء الشعیر، سوس گندم کا حریرہ، بادام شپیرس، پر سیاہ شاں، اصل السوس، بادام تلخ اور تخم خرپزہ کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ شربت کا کاسنی ہمراہ سکنجبین ورم جگر کی مخصوص دوا ہے۔ سینہ اور پیچھڑے کے اورام میں سرکہ بہت مفید ہے کیوں کہ اس کی خشونت ان اعضا کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ اس لئے ان اورام میں بہت مناسب دوا پر سیاہ شاں اور اس کے ہم وزن اصل السوس یا شربت بنقشہ ہے۔ اس حالت میں تخم خرپزہ اچھی دوا ہے۔ قرصعنا، اپنے جوہر اور افعال ثوانی و ثوالت کے لحاظ سے ان مواقع میں عمدہ دوا ہے۔ یہ اورام اس لحاظ سے کہ ان اعضاء میں ہیں، ان کے استدالات ان استدالات کے مضاد ہیں جو ورم کے لحاظ سے ہوتے ہیں، اس لیے ورم کے وقت انحطاط میں جو ضمرات استعمال کئے جائیں وہ قابض دواؤں سے خالی نہ ہوں اور وقت ابتدا اندرونی طور پر استعمال ہونے والی دوائیں جالی دواؤں سے خالی نہ ہوں۔

زیریں آنتوں کے اورام میں دواؤں کے جن افعال کی ضرورت ہوتی ہے اس کے مطابق خطمی کا استعمال بہت مفید ہے، جس طرح بالائی آنتوں کے اورام میں مناسب ماکولات و مشروبات زیادہ نافع ہیں۔ ان اورام کے معالجہ کے لیے استدلال عضو کی وضع کے لحاظ سے ہے۔ اسی طرح اورام حلق میں ادویہ محللہ کے ساتھ لعاب دار دوائیں بھی ملائی جائیں تاکہ استعمال کے وقت حلق سے چپکتی ہوئی گذریں۔ رارع دوائیں بھی ہونی چاہئیں نیز ایسی دوائیں تھوڑی تھوڑی نگلتے جائیں تاکہ ورم پر گذریں۔

اورام دماغ جب انحطاط میں ہوں تو تحلیل کے لئے قوی دوائیں استعمال کی جائیں خصوصاً اورام بارودہ (بلغمی اورام) میں ایسے حالات میں قوی محلل دوائیں مثلاً جنبدیدستر، روغن سوسن اور اقحوان ہے۔ قوی دواؤں کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ کھوپڑی سے دماغ محفوظ ہے ورنہ خود دماغ و طب اور منفعل ہے۔ ان اورام کے آخر میں استفراغ کے لئے کبھی سنگیباں لگائی جاتی ہیں اور بچھنے استعمال کئے جاتے ہیں، لیکن ایسے استفراغ سے احتراز کرنا چاہئے کیوں کہ اگر بدن میں فضلات ہوں تو اندیشہ ہے کہ عضو متورم انہیں جذب کر لیں۔ یہ معالجہ اس وقت کیا جائے جب اطمینان ہو کہ مادہ کی ریزش نہیں ہو رہی ہے۔ نفس عضو میں اگر مادہ چپکا ہوا ہو تو ادویہ کے ذریعہ اس کا استفراغ دشوار ہے۔ مختصر یہ کہ اعضاء رئیس میں اس معالجہ سے خطرہ ہو سکتا ہے۔

معالجہ میں اعضاء متورمہ کی دلالت اور اورام کی حیثیت سے معالجہ کی دلالت کا بیان یہی ہے۔ اعضاء

یہ کے اورام کا معالجہ بھی ان تمام طریقوں سے پورا ہوتا ہے۔

خالص گوشت کے اورام میں اورام کے لحاظ سے جو معالجہ کے طریقے ہیں وہی استعمال کئے جاتے

ہیں۔ ان اورام میں سے اکثر میں سبب فاعل کو دفع کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً نرم گوشت میں اگر بیرونی سبب سے اورام ہوں اور جسم میں مادہ بالکل نہ ہو تو اس کے علاج میں گرم روغن زیتون کافی ہے۔

اورامِ بارودہ

اورامِ حارہ کے بعد اب اورامِ بارودہ بیان کئے جائیں گے جن میں پیپ نہیں ہوتی نیز ان قروح کا بیان ہو گا جو اکثر سطح جسم پر پیدا ہوتے ہیں مثلاً نملہ جو جلد پھیلتا اور جن میں تاکل ہوتا ہے اور قروحِ جمرہ جو اکثر ہوا و بانی کے زمانے میں عارض ہوتے ہیں۔ نرم اورام جو بلغمِ رقیق کے سبب سے ہوتے ہیں جن میں اکثر کچھ نفع ہوتا ہے۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جو جگر کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ استسقاء کے مریضوں کے ہاتھ پوروں میں سوجن ہوتی ہے، سوء مزاج بدن کے علاج کے ساتھ ہی اس کا بھی علاج ہو جاتا ہے۔ روغن گل میں تھوڑا سرکہ اور نمک ملا کر ان اورام پر مالش کرنا کافی ہے۔ مادہ کی ریزش سے ہونے والے اورام کی شفاء کے لئے عضو سے اس خلط کا استفراغ و تحلیل کی جائے۔ یہ ان چیزوں سے ہو گا جن کا مزاج اس خلط کے مضاف ہو گا یعنی مسخن و مجفف دوائیں استعمال کی جائیں گی چونکہ یہ خلط رقیق و نفلخ ہوتا ہے اس لئے کبھی ایسی دوائے استفراغ کیا جاتا ہے جو اس خلط کو نچوڑے اور خشک کرے۔ اسی لئے اگر ورم خفیف ہوتا ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اسفنج کو پانی ملے ہوئے سرکہ میں بھگو کر ورم پر رکھا جاتا ہے۔ اسفنج الجبر میں قوت تجفیف و قبض ہے کیوں کہ اس کا مزاج وہی ہے جو سمندر کے پانی کا مزاج ہے اور سرکہ میں قوت تجفیف و تقطیع ہے۔ اگر یہ خلط گاڑھا ہو تو سرکہ میں پھٹکری، راکھ اور نمک ملا کر ورم پر لگایا جائے۔ نیا اسفنج استعمال کیا جائے، اگر نیا نہ ہو تو اس کو راکھ، نمک اور پھٹکری کے پانی سے دھو لیا جائے۔

گاڑھے اخلاط کے سبب ہونے والے سخت اورام میں استفراغ، ملین دواؤں مثلاً اونٹ، گاؤ سالہ کی نلی کے مغز اور اشق سے کیا جاتا ہے۔ ان ادویہ کے مزاج پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔ ان اورام کو نرم کرنے کے لئے ایسی دواؤں کا انتخاب اس لئے کیا جاتا ہے کہ اگر عضو پر قوی محلل دوائیں لگائی جائیں تو دفعتاً معج ہوں گی ان کا استعمال اس لئے درست نہیں ہے کہ اس ورم کے اجزاء اس قابل نہیں ہوتے کہ ایک ہی وقت میں تحلیل پاسکیں، ان اورام کے معالج میں چونکہ یہ دونوں اغراض مقصود ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ایسی ملین دوائیں استعمال کی جائیں جو آہستہ آہستہ ورم کو تحلیل کریں۔ ان میں بہتر دوا سرکہ ہے جب کہ ملین دواؤں میں ملا یا جائے لیکن مسلسل استعمال نہ

ایا جائے ورنہ بقیہ ورم متحجر ہو جائے گا۔ جالینوس نے سنگ مرقتیشا ہمراہ سرکہ استعمال کرنے کو بہتر کہا ہے اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر مرقتیشا نہ ہو تو سنگ آسیا استعمال کیا جائے۔ استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ اس پتھر کو آگ میں گرم کر لیا جائے پھر اس پر سرکہ چھڑکنے سے جو بخارات نکلیں ان پر عضو متورم کو رکھا جائے۔ اس طرح ان اورام کو تحلیل کرنے میں جیسا کہ لوگوں نے کہا ہے، بہتر اثر ہوتا ہے خصوصاً ان اورام میں جو وترات اور سخت اعضاء میں ہوں۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ طریقہ عمل اس لئے عمدہ ہے کہ سرکہ کی قوت عضو تک پہنچتی ہے اور یکسال طور پر عضو میں سرایت کرتی ہے کیوں کہ سرکہ کی قوت جو ہر ہوائی میں آجاتی ہے جس طرح کسی چیز کو ہوا گرم کے ذریعہ پکا یا جاتا ہے تو یکسال اور عمدہ طور پر وہ چیز پک جاتی ہے ساتھ ہی ان بخارات میں ایسے پتھروں کا اثر بھی شامل ہو جاتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر پتھر کو گرم کر کے سرکہ میں ڈالا جائے اور گرم سرکہ کو ورم پر رکھا جائے تو سرکہ کا ایسا فائدہ نہیں ہوگا۔ طحال میں ورم صلب ہو تو لیپ کی دواؤں میں سرکہ ملانا بہتر کہا گیا ہے کیوں کہ یہ عضو متخلخل ہے، اس میں سختی اس لئے آتی ہے کہ اس کی غذا کے جوہر میں غلظت ہے۔ مختصر یہ کہ سرکہ اپنے پورے جوہر سے اس عضو کے لئے مناسب ہے کیوں کہ سرکہ کا مزاج ایسا ہے کہ یہ سوداء کے اثر کو کم کرتا ہے۔ اس لئے اندرونی استعمال کی دوائیں سرکہ سے خالی نہ ہوں۔ طحال کے ورم صلب میں صرف بیرونی طور پر لیپ لگانے پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ بلکہ صلابت طحال کو تحلیل کرنے کے لئے اندرونی طور پر استعمال ہونے والی دوائیں بھی استعمال کی جائیں مثلاً ایچ کبر، ستو، قندیلو، جھاڈ اور ایرسا اور ان میں کچھ گرم مصالحہ کا بھی اضافہ کیا جائے۔

جگر میں ورم صلب ہو تو سرکہ کبھی بھی استعمال نہ کیا جائے کیوں کہ اس عضو کا مزاج ایسا ہے کہ صلابت کو زیادہ قبول کرتا ہے اور سرکہ اس کے لئے مضر ہے، بلکہ صرف ادویہ بلینہ سے علاج کیا جائے مثلاً دارچینی، سنبل الطیب، اسارون قسط، اذخر اور انہیں کے مانند دوسری دوائیں۔ جگر کا ورم صلب بمشکل اچھا ہوتا ہے خصوصاً جب شروع میں ورم سخت نہ ہو کیوں کہ ایسے مریض کو عموماً استسقا ہو جاتا ہے۔

خنازیر ایسے اورام صلبہ ہیں جو ڈھیلے گوشت میں بلغم لطیف سے پیدا ہوتے ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ ادویہ بلینہ سے تحلیل کی جائے اور جو گاڑھے بلغم سے ہوں ان کے لئے مفتح اور معفن دوائیں استعمال کی جاتی ہیں۔ ان افعال کی دواؤں کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ یا ان اورام پر نشتر لگایا جائے اور نشتر لگانے والا فن تشریح سے واقف ہوتا کہ کوئی عصب یا شریان نہ کٹ جائے جس میں خطرہ ہے۔ اسی طرح ان تینوں (تحلیل، تعفن اور قطع) طریقوں سے سلع کا علاج کیا جاتا ہے۔ سلع کی ایک قسم وہ ہے جس

میں اور یہ محلہ کا استعمال کافی ہوتا ہے مثلاً سلع علیہ اور ایک قسم وہ ہے جس میں دونوں علاج یعنی تعفین اور نشتر سے فائدہ ہوتا ہے اور صرف ادویہ محلہ کا استعمال کافی نہیں ہوتا اور سلع کی قسم شحمیہ کا استیصال نشتر ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مسوں اور جسم میں بڑھے ہوئے گوشت کو نشتر سے کاٹ کر علاج کیا جاتا ہے۔ اگر اندرون جسم میں سلع پیدا ہو جائے تو ادویہ ملیزہ میں افادہ ملا کر علاج کیا جاتا ہے لیکن جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے یہ بمشکل اچھا ہوتا ہے۔

نملہ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم کو نملہ متاکلا کہا جاتا ہے۔ یہ جلد میں پھیل جاتا اور اس میں تاکل بھجنا ہے اور دوسری قسم کا نام جاورسیہ ہے۔ یہ جاورس (باجرہ) کے دانے کے برابر چھوٹی چھوٹی ٹھنسیاں ہیں۔ جلد میں پھینے والی قسم چونکہ دقیق خلط صفراوی سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اس کے استیصال کے لئے ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جو اس خلط کا استفراغ کریں۔ اس کے لئے عمدہ دوا تھوڑے دودھ کے ساتھ سقمونیا ہے۔ اور پھوڑے پر ایسی دوا رکھی جائے جو بغیر چھین پیدا کئے ہوئے اس کو خشک کرے اور ٹھنڈک پہنچائے مثلاً مامیتا، مکو اور ان کے مانند دوسری دوائیں۔ جاورسیہ کی حالت سے ظاہر ہے کہ اس میں صفراء کے ساتھ کچھ بلغم کی آمیزش ہوتی ہے اس لئے اس میں ایسی دوا استعمال کی جائے جو صفراء و بلغم دونوں اخلاط کا استفراغ کرے۔

جن پھوڑوں کو جبرہ کہا جاتا ہے ان میں پیپ بھری ہوتی ہے، خون کی عفونت و جوش سے ہوا و مانی کے ایام میں اکثر یہ پیدا ہوتے ہیں اس لئے اس کے ساتھ وبائی بخار ضرور ہوتا ہے۔ استفراغ عام کی دونوں قسموں یعنی فصد و اسہال کے ذریعہ ان کا علاج ہوتا ہے۔ ایسی مسہل دوائیں استعمال کی جائیں جو صرف ایک خلط نہیں بلکہ تمام اخلاط کو خارج کریں مثلاً اسطوخورد اور بسفلج کے استعمال کے بعد جب تو قایا وغیرہ استعمال کرنا۔ اگر سقمونیا اور حنظل استعمال کی جائیں تو احتیاطاً مصلح دوائیں بھی ہوں کیوں کہ اس حالت میں جسم کے تمام اخلاط عفونت کو قبول کرتے ہیں۔ پھوڑے پر ایسی دوا رکھی جائے جو بغیر چھین پیدا کئے ہوئے محفف اور کچھ مبرد ہو اور جو تاکل کا مقابلہ کرے مثلاً آردجو، نیل، برگ اوٹنگن، بارتنگ، قرصعہ اور تھوڑی تریاق فاروق جن میں گلاب ملا کر لیب تیار کیا جائے۔ نفس قرصہ پر مثلاً قرص اندروت اور وہ تمام اقراص جو شدید محفف ہیں ان کا لیب کرنا جالینوس کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ عضو مریض پر ایسا لیب لگایا جائے جو کچھ مبرد اور محلل ہو، اس موقع پر رادع دوا کے استعمال میں خطرہ ہے۔ یہ احتیاط اس لئے ہے کہ کسی عضو شریف کی طرف مادہ رجوع نہ کرے۔ مفتہ دوا بھی نامناسب ہے کیوں کہ یہ عفونت کو بڑھا دے گی۔

سرطانی اور ام کے مادہ فاعل کا استفراغ ضروری ہے۔ اس کے لئے ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جو ضد سوداوی کا استفراغ کرتی ہیں۔ یہ دوائیں۔ بارہا استعمال کی جائیں۔ نفس ورم پر ایسی مجفف دوائیں رکھی جائیں جو چھین پیدا کرنے والی نہ ہوں مثلاً معدنی چیزیں اسفیداج اور اقلیمیا وغیرہ۔ چونکہ اس ورم کے خلط فاعل کی کیفیت خراب ہوتی ہے اس لئے اگر مجفف دواؤں میں تھوڑی سی بھی چھین ہوگی تو ورم میں تامل پیدا ہوگا۔ ایسا خلط فاعل سوداء غیر طبعی ہے یعنی سوداء محترقہ جسے اگر زمین پر ڈال دیا جائے تو اس میں نفع و جوش پیدا ہو جائے۔ جس طرح سرکہ کے ڈالنے سے زمین میں جوش ہوتا ہے۔ یہ اور ام شروع میں قابل صحت ہوتے ہیں لیکن جب بڑھ کر تیار ہوتے ہیں تو قابل صحت نہیں ہوتے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ نشتر کے ذریعے ان اور ام کو کاٹ کر نکال دیا جائے کیوں کہ زیادہ گوشت کو کاٹ کر نکالنے کی ضرورت ہوتی ہے، جس سے شریان اور عصب جیسے اعضاء شریفہ بھی کٹ جائیں گے۔ اور ان اعضاء کے کٹنے سے ہلاکت کا اندیشہ ہے، بعینہ اسی سبب سے کسی دواء اکال کے ذریعے اس ورم کو ختم کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر یہ ورم کسی عضو میں ہو جائے تو اس کی صحت ممکن نہیں۔ سو مزاج مادی وغیرہ مادی کے سبب سے ہونے والے اور ام کی تمام قسموں کے معالجہ کے لئے عمومی اصول یہی ہیں۔

اعضاء رئیس میں ہونے والے اور ام کے ساتھ بعض بخار ایسے ہوتے ہیں جن کی صحت کے لئے کسی علاج کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی، ان کے دفع کے لئے طبیعت ہی کافی ہوتی ہے۔ اسی لئے محنتی و جفاکش قوموں میں سخت بیماریوں سے نجات حاصل کرنا اکثر ممکن ہوتا ہے، مثلاً بربر، عرب، گرو اور ان کے علاوہ جنگلی مقامات کے لوگ۔ ایسے مقامات کے لوگوں کا اگر طبیعت علاج کیا جائے تو طبیعت کے لئے مرض کا دفع کرنا آسان ہو جائے اور تھوڑی ہی مدت میں صحت ہو جاتی ہے اور مرض کا انجام بہتر ہوتا ہے لیکن اگر سخت بیماریوں سے طبیعت انہیں نجات دیتی ہے تو اخیر میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کے اعضاء ٹنچ ہو جاتے ہیں جیسا کہ ایک بار مجھے قوی بخار عارض ہوا، جس کا بحران اس طرح ہوا کہ میری دونوں رالوں میں ورم ہو گیا جس سے میرے دونوں قدم ٹنچ ہو گئے۔

کچھ امراض ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کا علاج نہ کیا جائے تو ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے محض طبیعت کافی نہیں ہوتی۔ فن طب کے یہ اعلیٰ افعال ہیں۔ ان امراض یعنی بخار اور اور ام میں بعض ایسے ہیں جن سے نجات حاصل کرنے کے لئے محض فن طب کافی نہیں نیز بعض امراض ایسے ہیں کہ اکثر حالات میں طبیعت اور فن طب دونوں کے ذریعے مرض سے نجات حاصل نہیں ہوتی لیکن اس قسم

کے امراض کم ہی ہیں، مثلاً پھیپھڑے کا پھوٹا اور اس کے مانند دوسری بیماریاں۔ اس فن کے افعال کی غایت اکثر موضوعات یعنی اکثر امراض اور اکثر لیضوں میں بسا اوقات حاصل ہو جاتی ہے۔ اس فن کی غایت کا حصول ویسا ہی ہے جیسا کہ تمام عملی فنون کی غایت کا حصول ہے۔ اس لحاظ سے اس فن کو عملی کہا جاتا ہے۔

تفرق اتصال | اس کے بعد مرض کی وہ قسم بیان کرنا ہے جسے تفرق اتصال کہا جاتا ہے، عام ازینکہ یہ مرض اعضاء متشابہہ اور عالیہ دونوں کو عارض ہو جیسا کہ اطباء کہتے ہیں یا پہلے اعضاء متشابہہ اور بعد میں اعضاء عالیہ کو عارض ہو۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ تفرق اتصال کی ایک قسم وہ بھی ہے جسے خلع (ہڈیوں کا جوڑ سے ہٹ جانا) اور فک (دو ٹلی ہوئی چیزوں کا علیحدہ ہونا) یہ دونوں قسم کے تفرق اتصال صرف اعضاء عالیہ میں پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ قسمیں اکثر ایک دوسرے میں داخل ہوتی ہیں مثلاً سو، مزاج مادی، امراض زیادت میں داخل ہے خصوصاً جب مادہ کی مقدار طبیعی حالت سے زیادہ ہو لیکن اس کے علاوہ حالت میں تسامح فن کے لئے مضر ہے۔ اب ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

تفرق اتصال ہر ایک عضو متشابہہ الاجزاء میں ہوتا ہے، گوشت میں ہونے والے تفرق اتصال کو قرحہ، ہڈی میں ہونے والے کو کسر اور عضلات یا اعصاب میں ہونے والے کو ہٹک کہا جاتا ہے۔ عروق ضواریب وغیر ضواریب میں ہونے والے تفرق اتصال کا کوئی نام نہیں ہوتا، لیکن ہم اسے امتشاق یا انفجار کہتے ہیں۔ اس مرض کے معالج کے لئے ہر ایک عضو بسیط کے لحاظ سے استدلال عام اور استدلال خاص ہے۔ اعضاء عالیہ میں ہونے والے تفرق اتصال کے لحاظ سے بھی استدلالات عضو کے شریف و خسیس اور اس کی خلقی حالت اور وضع کے لحاظ سے ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ امور جو استدلالات میں بیان کئے جا چکے ہیں اور جو سو، مزاج کی شفاء کے لئے معمولات میں سے ہیں۔ معالج کے لئے پہلے اصول کلیہ بیان کئے جائیں گے پھر ہر ایک تفرق اتصال کے خاص علاج کا تذکرہ ہوگا۔

جب کسی عضو بسیط میں تفرق اتصال ہو اور دوسرا مرض نہ ہو تو اس کی شفاء کے لئے صرف ایک طریقہ ہے یعنی اس تفرق کو ملانا اور اس کے ایک کنارہ کو دوسرے کنارے کے ساتھ چپکانا، بعض اعضاء میں یہ کام صرف باندھنے سے پورا ہوتا ہے اور بعض میں باندھنے اور پٹی لپٹنے سے پورا ہوتا ہے جیسا کہ ہڈی کے ٹوٹنے اور اکثر اعضاء کے تفرق میں کیا جاتا ہے خصوصاً جب چوڑائی میں کٹ جائے اور بعض اعضاء میں سلانی کرنے سے یہ کام پورا ہوتا ہے جیسا کہ مراق بطن کی سلانی ہوتی ہے

جب کہ یہ کٹ جائے اور ثرب باہر نکل آئے۔ کیوں کہ اس موقع پر ثرب کو اندر لوٹا دیا جاتا ہے بشرطیکہ یہ خراب نہ ہو اور اگر خراب ہو چکا ہے تو اس کو کاٹ دینا چاہئے کیوں کہ یہ غیر ضروری عضو ہے۔ اور اصلح والنسب طریقہ بھی یہی ہے۔ جیسا کہ کتاب الصحت میں بیان کیا جا چکا ہے لیکن چونکہ اس میں نثرائین و عروق زیادہ ہوتے ہیں اس لئے ان کی جڑوں کے نزدیک باندھ دینا چاہئے۔ اس وقت ٹھنڈی ہوا کے لگنے سے ثرب اس قدر منتفخ ہو جاتا ہے کہ اس کو اندر نہیں کیا جاسکتا۔ اس حالت میں بہت معتدل پانی سے اسفنج کو تر کر کے اس کی تکمید کی جائے۔ جالینوس کا خیال یہ ہے کہ اگر ثرب کو اندر داخل نہ کیا جاسکے تو تھوڑا اصفق کاٹ کر اندر کر دیا جائے۔ لیکن ہمارے زمانہ میں اکثر اعمال بالید ختم ہو چکے ہیں۔ بعض جراحات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے کناروں کو ملانا اور ان کی سلانی کافی نہیں ہوتی، اگر جراحی کے کناروں کو چپکا پانہ جاسکے تو ایسی دوا مدمل رکھی جائے جو پیپ کو خشک کر دے جیسا کہ شکم کی جراحی میں ہوتا ہے لیکن اگر جراحی کے تمام اجزاء ایک دوسرے سے چپک جائیں تو دوا مدمل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مدمل دزجہ کہ بھرنے والی دوائیں وہ ہوتی ہیں جن میں قوت قبض و تخفیف ہوتی ہے۔ قوت تخفیف کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ جراحی کے پیپ کو ختم کر دے اور قوت قبض جراحی کے کناروں کو ملانے کے لئے ضروری ہے۔

بہت سے اعضاء ایسے بھی ہیں جن کا تفرق اتصال مندمل نہیں ہوتا مثلاً بالائی اُستیں اور حجاب حاجز مختصر یہ کہ وہ تمام اعضاء جن میں بسوست زیادہ ہوتی ہے ان میں اند مال نہیں ہوتا۔

گوشت کے اندر پیدا ہونے والے پھوڑوں میں جب گوشت کا کچھ حصہ ختم ہو جائے تو ان کی شفاء کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ جو گوشت ختم ہو چکا ہے اس کے بدل میں گوشت پیدا کرنا دوسرا طریقہ یہ کہ جب گوشت پوری طرح نکل آئے تو اس پر ایسی چیز جمانا جو جلد کے مانند ہو کیوں کہ پہلی جیسی جلد اب نہیں پیدا ہو سکتی جیسا کہ گوشت میں ہوتا ہے۔ پہلے طریقہ میں جب عضو کی طرف پہنچنے والا خون اپنی کیفیت و کیفیت میں بہتر ہو تو گوشت کے اگانے کے لئے طبیعت کا انہ ہوتی ہے، لیکن چونکہ ہضم کے پورے ہونے کے وقت تمام اعضاء میں رو فضلات پیدا ہوتے ہیں جن میں ایک رقیق ایک گاڑھا ہوتا ہے اس لئے یہ فضلات پھوڑوں کے گوشت اگانے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اس لئے طبیعت کو ضرورت ہوتی ہے کہ ایسی دواؤں سے اس کی معاونت کی جائے جو پھوڑے کی مائیت کو خشک اور اس کی گندگی کو صاف کر دے لیکن دوا میں اس قدر قوت جلا نہ ہو جو اگنے والے گوشت کو گھلا دے ایسی دوائیں وہی ہیں جنہیں منبت کم کہا جاتا ہے۔ جالی اور مدمل دواؤں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مدمل دوائیں بہت مجحف ہوتی ہیں

جن میں قوت جلاء بالکل نہیں ہوتی۔ ایسی دوائیں بہت ہیں، مثلاً کندر، آرد جو، آرد باقلا، آرد رسنہ، اصل السوس، اقلیمیا، زراوند، جاؤ شیر اور توتیا۔ ان دواؤں کی تاثیر زائد اور کم ہونے میں مختلف ہوتی ہے۔ کندر، آرد جو، آرد باقلا گوشت لانے میں پہلے درجہ کی دوائیں ہیں۔ انہی کے قریب آرد رسنہ اور اصل السوس ہیں زراوند اور جاؤ شیر تیسرے درجہ میں ہیں۔ عضو کے مزاج اور اس کے ذکی الحس و شریف ہونے کے لحاظ سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ کون سی دوا استعمال کی جائے اس کی مقدار اور طریقہ استعمال کیا ہو۔

عضو یا پورے جسم کے مزاج کا پہلے اندازہ لگانا ضروری ہے تاکہ استعمال ادویہ میں آسانی ہو جیسا کہ بچوں اور عورتوں کا مزاج رطب ہوتا ہے تو انہیں کندر جیسی مثبت لحم دوا استعمال کرانی جائے گی۔ اور جب عضو کا مزاج یا بس ہو تو کندر کا استعمال کافی نہیں ہے بلکہ اس سے قوی دوا ہو مثلاً آرد رسنہ وغیرہ۔ اگر عضو میں شدید سبوت ہو تو ایسی مثبت لحم دوائیں استعمال کی جائیں گی جو غایت درجہ کی یا بس ہوں گی مثلاً کان کے پھوڑے اگر معمولی ہوں تو شیان ماٹھا ہمراہ سرک سے فائدہ ہو جاتا ہے لیکن اگر بڑے قروح ہوں تو قرص اندرون استعمال کی جائے گی۔ اس حالت میں کبھی اس دوا کی ضرورت ہوتی ہے جو خبث الحدید اور سرک سے بنائی جاتی ہے۔ سینہ کے جراثیم میں بھی ایسی ہی دوا استعمال کی جاتی ہے۔ بلاشبہ یہ طریقہ استدلال صحیح ہے۔ جالینوس کا خیال ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی عضو یا بس اس قدر مرطوب ہو جائے کہ اس کی رطوبت اس عضو کی رطوبت کے مساوی ہو جائے جو طبعاً مرطوب ہے تو یہ عضو یا بس اپنی طبیعت سے زیادہ غیر معتدل ہو جاتا ہے اسی لئے زیادہ محفف دوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طریقہ استدلال سے سبب قائم کرنا ایک لحاظ سے صحیح ہے۔ کیونکہ جب یہ فرض کیا جائے کہ عضو پہلے درجہ میں یا بس ہے پھر یہ معتدل یا پہلے درجہ میں رطب ہو گیا تو معتدل ہونے کی صورت میں اپنے مزاج اصل سے ایک درجہ رطوبت کی طرف مائل ہو گیا۔ اور اس کی شفا پہلے درجہ کی یا بس دوا سے ہوگی اور اگر فرض کر لیا جائے کہ عضو کا مزاج پہلے درجہ میں یا بس ہے پھر یہ غیر معتدل ہو کر پہلے درجہ میں رطب ہو جائے تو مزاج طبعی سے دو درجہ کی دوری ہوگئی یعنی درجہ اعتدال اور اس کے بعد کا درجہ۔ چنانچہ جس دوا سے اس کی شفا ہوگی وہ دوسرے درجہ کی یا بس ہوگی کیوں کہ یہ ایسی دوا ہوگی جو دو درجوں سے مقابل ہوگی یعنی پہلا درجہ اور اس کے بعد کا درجہ۔ کیوں کہ اگر پہلے درجہ کی یا بس دوا استعمال کی تو اس درجہ کے مطابق رطوبت کا ایک ہی درجہ کم کرے گی۔ غور کرنے پر یہ بات ظاہر ہے اور اگر دوسرے درجہ کی خشک دوا استعمال کی گئی تو رطوبت کے دو درجوں کو کم کرے گی۔ اس بنا پر اگر عضو

یابس میں قرص ہو جائے تو اس کے لئے دوا قوی کی یقیناً ضرورت ہوگی۔ کیوں کہ دوائیں اسی وقت شفا بخش ہوں گی جب مساوی درجہ میں متضاد ہوں گی۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اعضاء یابسہ کے قروح میں اتنی ترتیب کی جائے کہ اس کی رطوبت اس رطوبت کے مساوی ہو جو اعضاء رطبہ کے قروح میں ہوتی ہے بلکہ ان کی ترتیب انہی کے لحاظ سے کی جائے گی۔ کیوں کہ اگر اعضاء رطبہ کی رطوبت کے مساوی ترتیب کی جائے تو اس سے پہلے ہی اعضاء میں فساد شروع ہو جائے گا۔ مذکورہ تفصیلات کی بنا پر طریقہ استدلال کا تقاضا یہ ہے کہ اعضاء یابسہ اور امر جبہ یابسہ کے قروح میں زیادہ یابس دوا کی ضرورت ہوگی اس کا سبب صرف یہ ہے کہ عضو یابسہ مشکل منفعیل ہوتا ہے اور اس کے فضلہ میں بھی غلظت ہوتی ہے۔ جیسا کہ علم طبیعی میں بیان کیا گیا ہے کہ دوسری کیفیات کی بہ نسبت بیہست میں انفعال بہ شکل ہوتا ہے۔ گویا یہ مسئلہ شیخ و شاب کے مسئلہ کے مانند ہے جس کے متعلق پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ قرصہ میں میں زیادہ ہونے سے طبیب یہ معلوم کر لیتا ہے کہ اس کے تنقیہ کے لئے جو جالی دوا استعمال کی گئی ہے وہ کم درجہ کی ہے۔ اسی طرح زخم کے دونوں کناروں کے سرخ ہونے یا زیادہ گہرے ہو جانے سے طبیب یہ معلوم کر لیتا ہے کہ زیادہ قوی جالی دوا استعمال کی گئی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوا اکال کے استعمال سے قرصہ کا میل بڑھ جاتا ہے یہ طبیب کی غلطی ہے حالانکہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ کم درجہ کی دوا ہی گئی ہے۔ ایسی جالی دواؤں کے درمیان فرق اسی سے کیا جاتا ہے جو ابھی ہم نے بیان کیا ہے یعنی قرصہ کا سرخ ہونا، اس میں حرارت کا محسوس ہونا اور اس کا زیادہ گہرا ہونا۔

قرصہ کے معالجہ میں عضو کی وضع سے اخذ کیا جانے والا استدلال ظاہر ہے کیوں کہ جب قرصہ ایسے عضو میں ہو جہاں تک دوائیں بنیسی تغیر کے پہنچ جاتی ہیں تو اس میں کمزور دواؤں کا استعمال کافی ہے جیسا کہ قروح معدہ میں دوائیں پہنچتی ہیں۔ اسی لئے قروح امعاء میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ اگر زیریں آنتوں میں قرصہ ہوتا ہے تو دواؤں کے ذریعہ حقنہ کیا جاتا ہے اور اگر بالائی آنتوں میں ہوتا ہے تو مریض کو دوا پلائی جاتی ہے۔

جو اعضاء گہرائی میں ہوتے ہیں انہیں زیادہ قوی دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً پھیپڑے کا قرصہ۔ عضلات بھی چونکہ بیرون جسم سے کچھ دور ہیں اس لیے ان کے مسق میں جو دوائیں رکھی جائیں وہ اسی خون کو تحلیل کریں جو عروق سے نکلتے ہیں۔ اور یہ دوائیں قوی ہوں کیوں کہ عضلات میں جو تفرق ہوتا ہے اس میں رطوبت کے بہنے یا ان اجزاء سے نکلنے والے خون کے زائل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے، قصبہ ریبہ کی وضع کے لحاظ سے یہ تکریر کی جاتی ہے کہ اگر اس میں قرصہ ہو جائے تو مریض کو ہدایت کی جاتی

ہے کہ وہ چت لیٹ جائے اور منہ میں دوا رکھ کر چوسے یہاں تک کہ دوا قصبہ ریہ میں منترشح ہو کر قرص تک پہنچے گی اس سے کھانسی بھی نہیں ہوگی اسی لئے قرص مری کے مریض کو بھی کہا جاتا ہے کہ وہ تھوڑا تھوڑی دوا انگلتا رہے اور دوا میں ایسی چیز ملائی جائے کہ جب دوا گزرے تو حلق میں چسکتی ہوتی جائے۔ عضو کی خلقی حالت سے استدلال یہ ہے کہ بعض قروح میں صرف کھانے پینے کی دوائیں استعمال کی جاتی ہیں اور بعض میں بیرون جسم پر دوائیں رکھی جاتی ہیں اور بعض قروح میں دونوں قسم کی تدبیریں کی جاتی ہیں۔ کبھی اعضاء کی خلقی حالت کے مناسب آلات استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً شانہ میں دواؤں کو پہنچانے کے لئے قانا طیر وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ عضو کے ذکی الحس ہونے میں تدبیر ظاہر ہے کہ ایسا عضو قوی دواؤں کو برداشت نہیں کرتا اسی طرح مشارک ہونے کی حیثیت سے جو عضو کثیر المنافع ہے اس کے لئے قوی دوائیں استعمال نہیں کی جاتیں۔

بیرون جسم پر ہونے والے قروح سے متعلق بیان کیا جا چکا ہے کہ ان میں جلد کے بدل میں دوسرا جسم پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ادویہ مدد کے ذریعہ یہ عمل پورا ہوتا ہے یہ وہی دوائیں ہیں جو زیادہ یا بس ہوتی ہیں مثلاً مازو اور گلنار وغیرہ کیوں کہ اس موقع پر ایسی دوا مقصود ہوتی ہے جو عضو میں پوست پیدا کرے۔ ایسی دوائیں عموماً گوشت پیدا کرنے والی دواؤں سے زیادہ مجفف ہوتی ہیں۔

جن قروح میں زائد گوشت پیدا ہو جاتا ہے اس کے لئے ایسی دواؤں کی ضرورت ہوتی ہے جو اس گوشت میں تاکل پیدا کریں۔ یہ دوائیں ادویہ منبتہ سے زیادہ قوی ہوتی ہیں مثلاً کیس او اقلقطار اور اس سے زیادہ قوی زنگار ہے۔ یہ ممکن ہے کہ بعض ابدان میں کیس منبت لحم ہو۔ زائد گوشت ختم کرنے میں طبیعت کی کوئی تاثیر نہیں ہوتی جس طرح گوشت کے اگانے میں طبیعت کی تاثیر ہوتی ہے بلکہ یہ فعل محض معالج سے انجام پاتا ہے۔

سوء مزاج کے بغیر گوشت میں ہونے والے قروح جو بیرون جسم یا اندرون جسم میں ہوتے ہیں ان کا بیان ہو چکا۔ لیکن جب قرص کے ساتھ سوء مزاج ہو تو یہی بمنزلہ سبب ہوتا ہے اور جب سبب کو ختم نہ کیا جائے تو قرص کا اچھا ہونا ممکن نہیں اسی طرح اگر درم ہو تو اس کو دور کئے بغیر قرص اچھا نہیں ہوتا۔ سوء مزاج کا معالج پہلے بیان کیا جا چکا ہے لیکن یہاں بھی کچھ تذکرہ کرنا مناسب ہے۔

قرص کے ساتھ سوء مزاج کبھی اس خون کے سبب سے ہوتا ہے جو اس میں پہنچتا ہے جب کہ خون اپنی کیفیت یا کبیت یا دونوں میں غیر معتدل ہو کبھی نفس قرص میں سوء مزاج ہوتا ہے اور کبھی دونوں باتیں ایک ساتھ ہوتی ہیں۔ اگر قرص میں پہنچنے والے خون کے سبب سے سوء مزاج ہو تو یہ غور کرنا چاہئے کہ لوی

جسم کے اخلاط میں خرابی ہے یا اس کی مقدار زیادہ ہے یا دونوں باتیں ہیں۔ اگر دونوں باتیں ہوں تو استفراغ عام کیا جائے گا اگر صرف مقدار زیادہ ہے تو فصد کے ذریعہ استفراغ ہوگا اگر خرابی ہے تو درواہ مسہل کے ذریعہ استفراغ ہوگا۔ جن مقامات سے یہ استفراغات ہوتے ہیں وہ پہلے بیان کئے جا چکے ہیں دوبارہ بیان کرنا لا حاصل ہے۔ کبھی سوء مزاج کا سبب کوئی عضو ہوتا ہے اس حالت میں اس کے استفراغ کی کوشش کی جائے۔ کبھی عضو کے علیل ہونے سے سوء مزاج ہوتا ہے مثلاً اس میں دوائی وغیرہ ہو جائے اس حالت میں تنقیہ بدن کی طرف پوری توجہ ہونی چاہئے۔ مختصر یہ کہ ردع مادہ کے جتنے طریقے پہلے بیان کئے جا چکے ہیں، ان کے ذریعے عضو متفرج سے مادہ کا ردع کیا جائے یعنی عضو کو قوی کر کے مخالف سمت مادہ کو جذب کریں۔

اگر نفس قرصہ میں سوء مزاج ہو تو اس کے استیصال کی طرف توجہ کی جائے مثلاً اگر قرصہ میں سوء مزاج یا بس ہو تو گرم پانی سے اس کی تربیب کی جائے اور اگر سوء مزاج رطب ہو تو ایسی منہ خنم دوائیں استعمال کی جائیں جو زیادہ مجفف ہوں اسی طرح سوء مزاج حار یا بارد ہونے کی حالت میں مناسب دوائیں استعمال کی جائیں۔ اگر قرصہ کا گوشت سخت ہو کر مے کی مانند ہو جائے تو اس کو شتر سے کاٹ کر اس پر دوا منبت لحم رکھی جائے۔

اگر قرصہ کے ساتھ درم ہو تو جب تک درم کی شفاء نہیں ہوگی قرصہ کی شفاء کی کوئی صورت نہیں ہے اگرچہ درم کی شفاء کے لئے جو دوائیں استعمال کی جائیں وہ قرصہ کے متفاد ہوں۔ اگر قرصہ میں دونوں باتیں ایک ساتھ ہوں یعنی قرصہ کی طرف پہنچنے والا خون فاسد ہو اور خود اس میں بھی سوء مزاج ہو تو دونوں چیزوں کی طرف توجہ کی جائے گی۔ مذکورہ تفصیل سے واضح ہو گیا ہے کہ ابتداء قرصہ کے اسباب کیا ہیں۔ کبھی اس کا سبب ناموافق دواؤں کا استعمال ہے کبھی اس کا سبب قرصہ کی طرف نامناسب مادہ کا پہنچنا ہے کبھی اس کا سبب یہ ہے کہ سوء مزاج کی قسموں میں سے ایک یا ایک سے زیادہ قسموں کے غلبہ سے عضو کی طبیعت کا فعل خراب ہو جاتا ہے۔

خراب اخلاط سے پیدا ہونے والے متاکل قروح مثلاً قروح آکلہ وغیرہ کا معالجہ یہ ہے کہ جسم کا استفراغ اور تعدیل مزاج کی جائے اور قرصہ کی تخفیف کے لئے حتی الامکان مجفف دوائیں استعمال کی جائیں مثلاً تریاق فاروق اور اس کے مانند دوسری دوائیں۔

۱۰ پنڈیوں کی وریدوں کا پھول کرا بھرا آتا۔

گوشت کے تفرق اتصال اور اس کے سو مزاج کا معالجہ بیان کر دیا گیا۔ اب اور ادویہ شریانوں کے تفرق اتصال بیان کئے جائیں گے۔

وریدوں میں ہونے والا تفرق اتصال بہ آسانی مندمل ہو جاتا ہے لیکن شریانوں کا تفرق اتصال پُشکل مندمل ہوتا ہے کیوں کہ ان عروق کے کھلنے سے ایک دوسری اہم کیفیت یہ عارض ہوتی ہے کہ خون جاری ہو جاتا ہے البتہ اگر یہ تفرق چھوٹا ہو یا بچے کے جسم میں ہو تو اند مال آسان ہوتا ہے۔ خون کو روکنے کے لئے وہی ملہم دوائیں استعمال کی جاتی ہیں جو گوشت کے تفرق اتصال میں مستعمل ہیں۔ فرق یہ ہے کہ یہ دوائیں زیادہ خشک ہوتی ہیں رگوں سے خون جاری ہونے کی مختلف وجوہ ہیں ایک یہ کہ رگ پھٹ جائے جس کا سبب کوئی بیرونی یا اندرونی چیز ہوتی ہے۔ بیرونی چیزیں کاٹنے والی یا کچلنے والی یا کھنچاؤ پیدا کرنے والی ہوتی ہیں۔ اور اندرونی چیزیں وہ ہیں جو اپنی حدت سے تامل یا تمدد پیدا کر کے رگوں کو کھول دیں کبھی رگ کے منہ کھلنے سے خون جاری ہوتا اور کبھی مترشح ہو کر جاری ہوتا ہے۔ ان وجوہ میں پھٹنے سے جاری ہونے والے خون کو بند کرنے کی تدبیر پہلے بیان کی جا رہی ہے کیوں کہ یہ زیادہ خطرناک ہے۔

بیرون جسم میں شریان کے پھٹنے سے جب خون جاری ہونے لگے تو اس کو بند کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اسی عضو سے مادہ کا امارہ کیا جائے خصوصاً جب اس کا سبب خون کی کثرت ہو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خون بہنے کی جگہ کو بند کر دیا جائے۔ اگر تھوڑا خون نکل رہا ہے تو اس جگہ پر انگلی رکھ کر دبا یا جائے دبانے سے وہاں پر خون منجمد ہو جائے گا اور خون بند ہو جائے گا۔ یا اس پر پٹی باندھ کر ہی بنا سے یا زخم کے منہ پر داغ دیا جائے اس سے وہاں پر خشک ریشہ ہو جائے گا یا اس پر قابض و مغزی دوائیں رکھی جائیں مثلاً وہ مرکب دوا جو پکے ہوئے گوند، میدہ اور گج وغیرہ ملا کر تیار کی جاتی ہے۔ جالینوس نے شریانوں سے خون نکلنے میں اس دوا کی بہت تعریف کی ہے جو صبر کندر، سفیدی بیضہ اور خرگوش کے بال سے تیار کی جاتی ہے کیوں کہ یہ خون کو بند کرنے کے ساتھ رگ کے اوپر گوشت پیدا کرتی ہے اس موقع پر اسی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ جب رگ کے منہ پر گوشت نہ پیدا ہو تو ام الدم ہو جاتا ہے۔ رگ سے دانے کا عمل محفوظ طریقہ نہیں ہے کیوں کہ کبھی خشک ریشہ گر کر دوبارہ خون جاری ہو جاتا ہے۔ نیز دانے سے گوشت کا کافی حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس موقع پر گوشت اگانے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے نہ کہ گوشت کم کرنے کی۔ البتہ رگ کے تامل سے خون جاری ہونے میں داغنا بہتر عمل ہے کیوں کہ اس عمل سے تامل کے سبب قائل کو کبھی رفع کیا جاتا ہے۔

ام الدم: اسے انور سما بھی کہا جاتا ہے اس مرض میں شریان کے پھٹنے سے زیر جلد خون منجمد ہو جاتا ہے اور وہاں پر ابھارا جاتا ہے۔

کبھی عضو سے خون کو اس طرح لوٹایا جاتا ہے کہ عضو میں ٹھنڈک پہنچائی جاتی ہے کبھی یہ تمام طریقے دشوار ہوتے ہیں اس حالت میں شریان یا ورید کو کاٹنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیوں کہ کاٹنے سے رگ کے دونوں کنارے سکڑ جاتے ہیں پھر خون بند ہو جاتا ہے۔ محتاط طریقہ یہ ہے کہ رگ کی دونوں جڑوں کو باندھ دیا جائے اور پھر رگ کو کاٹا جائے خون کو دوسری جانب مائل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عضو کو اس طرح اوپر اٹھایا جائے کہ زخم کا منہ اوپر رہے اور عضو کی وضع ایسی ہو کہ درونہ ہو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس سمت سے خون جاری ہو رہا ہے اس کے مخالف سمت یا قریبی سمت کی طرف مادہ کا امالہ کیا جائے۔ قریبی سمت کی طرف امالہ کی مثال یہ ہے کہ جو خون منہ سے نکل رہا ہے اسے ناک کی طرف پھیر دیا جائے اور مثلاً سے جاری ہونے والے خون کو زخم کی طرف پھیر دیا جائے۔ اور مخالف سمت کی طرف مائل کرنے کی مثال یہ ہے کہ اگر ناک کے دائیں جانب سے نکسیر پھوٹے تو جگر پر سنگھیاں لگائی جائیں اور طحال میں بائیں جانب سنگھیاں لگائی جائیں۔ نکسیر میں پشت پر سنگھیاں لگانا ایسا معالج ہے کہ مخالف سمت کی طرف خون کا امالہ ہوتا ہے کیوں کہ پشت آگے جانب کی مخالف سمت ہے۔ اسی طرح کا امالہ وہ بھی ہے جب نرف الرحم میں پستانوں پر سنگھیاں لگائی جاتی ہے۔ فصد یا دلک یا اعضا کو باندھنے یا ادویہ کے ذریعہ مخالف سمت یا قریبی سمت کی طرف خون کو جذب کیا جاتا ہے مثلاً مد حیض دوائیں۔ لیکن اس موقع پر فصد کا استعمال علاج عرضی ہے کیوں کہ یہ بالمشکل مسالج ہے اس لئے احتیاط کے ساتھ فصد کا عمل ہونا چاہئے۔ یہ علاج ذاتی کے مانند اس وقت ہوتا ہے جب خون کے جاری ہونے کا سبب اس کی کثرت ہوتی ہے۔

جب اندرون جسم میں خون جاری ہوتا ہے تو اس کو روکنے کا طریقہ یہی ہے کہ قابض دوائیں اور منغلظ غذائیں استعمال کی جائیں۔ عضو کی وضع، اس کی خلقی حالت اور مذکورہ تمام امور سے بھی یہاں پر استعمال ہوتا ہے۔ اس موقع پر استعمال ہونے والی قابض دوائیں چند درجے کی ہوتی ہیں، جس طرح مختلف طریقوں سے خون جاری ہوتا ہے۔ قوی دواؤں میں گلنار، سماق، اقاقتیا، خام بازو اور پوست انار ہے اور کمزور دواؤں میں شادنج، دقاق کندر، بارتنگ اور کمو ہے۔ زخم کے نرف الدم میں بارتنگ کے استعمال کو جالیئوس نے عمدہ کہا ہے کیوں کہ رحم میں تامل ہوتا ہے، اس نے یہ بھی کہا ہے کہ جب اس دوا کو استعمال کرتا ہوں تو اس کے ساتھ کچھ ایسی دوائیں ملاتا ہوں جو شدید قابض ہوتی ہیں۔

اندرون بدن سینہ کے عروق کا پھٹنا زیادہ خطرناک ہے۔ اور اس سے زیادہ خطرناک پھیپھڑے کے عروق کا پھٹنا ہے۔ اطباء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اگر پھیپھڑے کی رگ پھٹ جائے تو اس کے اند مال کے لئے کوئی دوا نہیں ہے۔ جالیئوس کہتا ہے کہ مرض کے شروع میں خون ہی سے زخم مندمل ہو جاتا ہے لیکن جب

زخم میں پیپ پڑ جائے تو پوری صحت نہیں ہوتی لیکن یہ ممکن ہے کہ مریض عرصہ تک زندہ رہے۔ اگر اس کی تدبیر اس طرح کی جائے جیسا کہ میں کرتا ہوں تو اس مرض سے مریض کی موت نہیں ہوتی۔ جالیئوس کے کلام کا مفہوم یہی ہے لیکن اس نے اس تدبیر کی پوری وضاحت نہیں کی ہے۔ متاخرین اطباء نے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ ابن سینا نے کہا ہے کہ ذات الریہ کی ایک مریضہ بیس سال تک زندہ رہی، یہ عورت برابر گلقد شکرسی کے ساتھ روٹی کھاتی تھی۔ اطباء متاخرین میں بنو زہر نے متعدد مریضوں میں اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ کسی بیرونی چیز سے سخت چوٹ لگنے کی وجہ سے اگر پھیپڑے کی رگ پھٹ جائے تو شروع میں اس کا طریقہ علاج یہ ہے کہ اگر امتلاء خون زیادہ ہو تو مریض کی رگ اکھل کی فصد کھولی جائے اور اگر امتلاء نہ ہو تو باسلیت کی فصد کھولی جائے بہتر یہ ہے کہ دو بار میں خون نکالا جائے۔ اور فصد کھولنے سے پہلے اطراف یعنی دونوں بازو باندھ دئے جائیں۔ اور مریض سے کہا جائے کہ حتی الامکان کھانسنے سے پرہیز کرے۔ ابتداء مرض میں اگر طبیب محسوس کر لے کہ پھیپڑے میں خون منجمد ہو گیا ہے تو جالیئوس کا مشورہ یہ ہے کہ مریض کو پانی ملا ہو اس کے استعمال کرایا جائے۔ لیکن یہ معالجہ سبب اور عرض کے مفاد نہیں ہے کیوں کہ سرکہ سے کھانسی ہوتی ہے حالانکہ اس موقع پر اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ کھانسی نہ ہو نیز اس سے قرص میں تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے خون جاری ہونے کے سبب کو بڑھا دیتا ہے۔ اس موقع پر محتاط طریقہ یہ ہے کہ سرکہ سے پرہیز کیا جائے اور مریض کو ایسی دوائیں پلائی جائیں جو رادع، قابض اور تقوی ہوں۔ قابض دواؤں میں وہ دوا منتخب کی جائے جو لطیف ہو کیوں کہ مرض کی جگہ دور ہے۔ میرے نزدیک بہت مفید دوا یہ ہے کہ جوز السرد، جفت بلوط اور لھیستالیس ہوزن کا فیساندہ تیار کیا جائے اور شربت ورد کو اس فیساندہ کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ ابو مروان ابن زہر نے اس پانی کو عمدہ کہا ہے جس میں گرم کیا ہوا لوبان اتنی باز بھایا جائے کہ پانی کا کافی حصہ ختم ہو جائے۔ اس طریقہ علاج سے ممکن ہے کہ یہ قرص اس کے خون سے مندمل ہو جائے۔ ان تمام طریقہ علاج میں تلطیف غذا کی بڑی اہمیت ہے۔ غذا میں یہ کافی ہے کہ صبح کو انار دانہ یا جو کے ستو کے ساتھ ما، الشیر اور شام کو ۶ تولہ روٹی بکائن کے پھل کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ اگر پھیپڑے میں نزلہ گرنے کے سبب اس کی رگ پھٹ جائے اس طرح کھانسی کا میجان ہو جائے۔ یا غلطی سے اس کے جوہر میں تاکل ہو جائے تو اس موقع پر محتاط طریقہ یہ ہے کہ استفراغ عام یعنی فصد واسہال کیا جائے اور سرد دوا مجفف رکھی جائے۔ اگر نزلہ کا سبب خلط باڑ ہو تو لونگ ہرچ سیاہ اور پودینہ بہتر دوا ہے اگر حرارت کے سبب نزلہ ہو تو بیاسہ اور نرنج کا استعمال کافی ہے مختصر یہ کہ ہر ایسی دوا جس میں قوت تجفیف زیادہ اور حرارت کم ہو۔ کیوں کہ اس موقع پر

جب کہ سبب باقی ہے زخم کے اند مال کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس لئے سبب کو رفع کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔ اور ایسا اسی وقت ممکن ہے جب حتی الامکان تجنیف بدن کی کوشش کی جائے۔ اسی لئے اس موقع پر تریاق فاروق بہت اچھی دوا ہے خصوصاً جب یہ مرض نیا ہو نیز لوگوں کا خیال یہ ہے کہ خون کو روکتا ہے جس طرح اسہال کو روکتا ہے۔ اس بنا پر تریاق سے علاج خون جاری ہونے کی دونوں قسموں یعنی بیرونی سبب اور اندرونی سبب سے ہونے والوں کے لئے مشہور ہے۔ اس موقع پر قرص اندرون اور قرص بزور کے استعمال کو جالینوس نے عمدہ کہا ہے۔

پھیپھڑے کے زخم میں جب پیپ ہو جائے تو اس کے متعلق جالینوس کہتا ہے کہ اس کی صحت نہ ہونے کا سبب یہ ہے رکھانے ہی سے قرصہ کی پیپ صاف ہو سکتی ہے لیکن کھانسی ورم کو بڑھا دیتی ہے اور ورم سے پیپ زیادہ ہو جاتا ہے لیکن جیسا کہ جالینوس نے بیان کیا ہے کہ کسی مریض کی ایسی حالت بھی ہو سکتی ہے کہ اس کے پھیپھڑے سے نکلنے والی پیپ بند ہو جائے اور مریض طویل عرصہ تک زندہ رہے۔ "ہو سکتا ہے کہ اس کا سبب یہ ہو کہ جب اس میں ورم ہو جائے تو اس کا قرصہ اچھا نہ ہو کر سخت ہو جائے اور مریض عرصہ تک زندہ رہے۔ ایسا اس عضو کے پورے جوہر سے ہوتا ہے نہ کہ کوئی تدبیر کی جاتی ہے جس شخص کے پھیپھڑے میں پیپ ہو جاتی ہے تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ورم پھٹ کر اس سے سفید پیپ نکلتی ہے یا اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ رگ کے پھٹنے کے بعد اس کو چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ اس میں پیپ پیدا ہو جائے ان دونوں حالتوں میں ایسی دواؤں سے علاج زیادہ مفید ہوتا ہے جو کچھ جالی، مجفف اور مقوی ہوتی ہیں مثلاً پرسیا و شال، قرصہ، پوست ترنج اور اصل السوس۔ نیز گافند یا زریب عسلی کے ساتھ برابر روئی کھائی جائے۔ اس حالت میں دورہ اور ماہ الشیرینا بہتر ہے تبدیلی آب و ہوا کے لئے جنوبی شہروں میں جانا بھی اس قرصہ ریہ میں جس کا سبب زکام بارد ہو مفید ہے۔

قصبہ ریہ کے قرصہ کی صحت زیادہ آسان ہے۔ مختصر یہ کہ اس قرصہ اور قرصہ ریہ کی تجنیف کے لئے مریض سے یہ کہا جائے کہ چت لیٹ کر اپنے منہ میں ایسی زوار کھے جو جالی مجفف اور ملین ورم ہو۔ اس طرح زوار سے کچھ مترشح ہو کر پھیپھڑے تک پہنچے گا جس طرح دیوار پر سایہ پھیلتا ہے۔ رگوں کے کھلنے کے سبب سے خون جاری ہو تو اس کا علاج بھی ایسا ہی ہے۔ خون کے مترشح ہونے کا علاج یہ ہے کہ زوار و قابض دواؤں

لہ: معنف کے ملک کے لحاظ سے جنوبی علاقے، مثلاً بلاد عرب و افریقہ وغیرہ۔

استعمال کی جائیں۔ اگر اس کا سبب خون کی رقت ہو تو منقطع غذا میں استعمال کی جائیں۔ عروق میں ہوے
 والے تفرق اتصال کا معالجہ بیان کر دیا گیا۔ اب عصب کے تفرق اتصال کو بیان کیا جائے گا۔
 اس لحاظ سے کہ عصب میں معمولی رطوبت کے پہنچنے سے تشنج ہو جاتا ہے، ضروری ہے
 کہ اس میں کسی بھی کاٹنے والی چیز کے چبھنے پر فصد و اسہال کے ذریعہ جسم کے استفراغ کی طرف پوری توجہ کی
 جائے ورنہ زخم میں لوہا موجود ہوگا اور وہاں پر درد بھی نہ ہوگا۔ چونکہ عصب اندرونی کثیف اعضا میں سے
 ہے اس لئے پیپ کو خشک کرنے کے لئے ادویہ لمحہ کافی نہیں ہوتیں بلکہ اس کے لئے موافق دوا درج ہے جس
 میں قوت بحیف اور حرارت ہو اور جو بغیر جسم کے ریم کو جذب کرے۔ اسی لئے ابتدا ہی میں اس زخم کو کشادہ
 کر دیا جاتا ہے۔ ایسی دوائیں بعض ضعیف اور بعض قوی ہوتی ہیں۔ ضعیف دواؤں میں عک البطم ہے جب کہ
 اسے تنہا استعمال کیا جائے۔ اگر اس کو ٹھوڑی ذر فیون کے ساتھ استعمال کیا جائے تو قوی ہو جاتا ہے۔ ڈھیلے
 بدن والوں میں اس کا تنہا استعمال مفید ہے لیکن گھٹیلے بدن والوں میں اس مقصد کے لئے سکنج ہمراہ روغن زیتون
 یا ہمراہ گوند بظیم مناسب دوا ہے اسی طرح جاؤ شیر اور مہنگ بھی مفید دوا ہے۔ بغیر بریاں کئے ہوئے گندھک
 میں روغن زیتون ملا کر ان زخموں پر لگانا مفید ہے۔ راتیج کا فائدہ بھی تقریباً وہی ہے جو عک البطم اور تازہ
 گوند کا ہے۔ جب عصب پھٹ جائے اور اس کے اوپر کی جلد علیحدہ ہو جائے تو ایسی دوائیں مفید نہیں ہوتیں
 بلکہ اس موقع پر آہک منسول ہمراہ روغن زیتون اور توتیا منسول کا استعمال کافی ہے۔ اگر جسم گھٹیلے ہو تو قرص
 اندرون کا استعمال کافی ہے۔ اگر عصب چوڑائی میں کٹ جائے تو بہ لمبائی میں کٹنے والے
 عصب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ ایسے مریضوں میں تشنج پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے لہذا ان ٹوٹوں کی تہا
 کی طرف پوری توجہ کرنی چاہئے۔ خون کا اخراج اور استفراغ مادہ کیا جائے اور روغن زیتون کو گرم کر کے
 گردن اور نغلوں میں خوب لگا یا جائے خصوصاً جب ہاتھ میں قرص ہو جیسا کہ پیروں میں قرص ہونے سے۔ دیکھو کہ
 یا ہر وزہ لگا یا جاتا ہے۔ زخم لگنے سے اگر عصب کھلا نہ ہو اور اس میں درد ہو تو سکون کے لئے
 روغن زیتون کو گرم کر کے استعمال کیا جائے کیوں کہ گرم پانی جو بر عصب کے معناد ہے۔ اگر عصب کھلا ہو
 تو روغن کے استعمال سے اس میں میل پیدا ہوگا جس سے درد بڑھ جائے گا۔ عصب پر جو دوائیں رکھی جائیں
 وہ گرم بالفعل ہوں گی، اگر برورت سے اس عضو میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ جب اس میں درد ہو تب
 مریض میں تشنج عارض ہونے کا اندیشہ ہو تو عصب کو کاٹ دیا جائے اس تدبیر کے ذریعہ موت سے نجات
 حاصل ہوگی اگرچہ اس عمل سے وہ عضو بچ ہو جائے گا جس کی طرف یہ عصب پہنچا ہے۔
 رباطات و اتار کا معالجہ عصب کے معالجہ سے زیادہ قوی و شدید ہوتا ہے اگرچہ اتار عصب سے زیادہ

ترب ہے۔ جو رباطات عضلات سے ملے ہوتے ہیں ان کا علاج عصب کے معالج کے مانند ہے اور جو رباطات ہڈی سے ملے ہوتے ہیں ان کے لئے قوی دوائیں ٹھہرنیں ہوتیں۔ عروق و عصب میں پیدا ہونے والا تفرق اتصال بیان کر دیا گیا۔

اب ہڈی کا تفرق اتصال جسے کسر کہا جاتا ہے بیان کیا جا رہا ہے۔ اس پر اس مرض کا بیان ختم ہو جائے گا۔ ہڈی اگر چوڑائی میں ٹوٹ جائے تو اس کا ایک حصہ، دوسرے حصہ سے دائیں یا بائیں یا آگے یا پیچھے مڑ جائے گا اس لئے ضروری ہے کہ اس حصہ کو لوٹا کر درست طور پر جوڑ دیا جائے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہڈی برابر سے نہیں ٹوٹی بلکہ اس میں زوائد ہوتے ہیں اگر ہڈی کو اپنی جگہ پر لانے کی کوشش کی جائے تو ان زوائد کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے جس سے بڑی پریشانی واقع ہوتی ہے، اس لئے عضو کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ کی طرف ہاتھ کے ذریعہ کھینچا جائے جیسا کہ قدامد کا طریقہ تھا اگر ہمارے زمانہ میں بھی کوئی شخص ان آلات کو اچھی طرح استعمال کر سکتا ہو تو ایسا کرے۔ عضو کے کھینچنے سے ہڈی اپنی جگہ لوٹ آئے گی، ہاں تک کہ اس مقام پر پائے جانے والے عضلہ کے ذریعہ سکڑ جائے پھر اگر ضرورت ہو تو وہاں برابر کر دیا جائے۔ چوں کہ مریض کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ جس وضع پر ہڈی جوڑی گئی ہے اس کو قائم رکھے خصوصاً نیند اور اجابت کے لئے حرکت کے وقت، اس لئے اس کی بندش ضروری ہے، بقراط کا خیال ہے کہ دو لفافے تختیاں، باندھی جائیں۔ ایک تختی کے سرے کو ٹوٹی ہوئی جگہ پر رکھ کر اوپر تک باندھا جائے اسی طرح دوسری تختی کو ٹوٹی ہوئی جگہ پر رکھ کر نیچے تک باندھا جائے۔ بقراط نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ اس سے عضو کی خوب بندش ہو جاتی ہے نیز اس عضو پر مادہ نہیں گرتا کیونکہ مادہ کے گرنے سے وہاں پر ورم ہو جاتا گا۔ اس کے برخلاف اگر صرف زخم پر ہی پٹی باندھی جائے تو انصباب مادہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بقراط کہتا ہے کہ پہلے ہفتہ میں ایک روز ناع کر کے پٹی کھولی جائے کیوں کہ وہاں پر ورم پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے جب کچھ درد ہونے لگے تو پٹی کھول دی جائے اور عضو پر درد کو تسکین دینے والی دوائیں لگائی جائیں۔ اگر عضو میں خارش محسوس ہو تو گرم پانی کا نطول کیا جائے۔ جب ایک ہفتہ گزر جائے اور ورم ہونے کا اندیشہ رہے تو عضو کو اپنی وضع پر رکھئے۔

سہرین ان تختیوں کا باندھنا کافی نہیں ہے کیوں کہ اس سے ہڈی کے ٹیڑھے جڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے بلکہ ان تختیوں پر ایسی پٹیاں بھی باندھی جائیں جو ہڈی کے جوڑ کو محفوظ رکھیں۔ رازی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ کے ہڈی جوڑنے والے پہلے ہفتہ کے شروع میں گدی رکھ کر پٹی باندھتے ہیں لیکن ورم پیدا ہونے کے اندیشہ سے بقراط اس سے احتراز کرتا ہے نیز پہلے ہفتہ میں ہڈی کے ٹیڑھے جڑ جانے کا اندیشہ نہیں ہوتا لہذا پہلے ہفتہ میں پوری توجہ ورم کو روکنے کی طرف ہونی چاہئے۔ میں کہتا ہوں

کہ ہمارے زمانہ کی ہڈی جوڑنے والے شروع ہی سے گدی رکھ کر پٹی باندھتے ہیں اور اس کے ساتھ کچھ ایسی دوائیں بھی رکھتے ہیں جو ہڈی کو جوڑ دیں مثلاً میدہ کا آٹا اور سفیدی بیضہ وغیرہ پھر عضو کو اسی حالت میں چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ اچھا ہو جائے، میرا خیال یہ ہے کہ درم سے اتفاقاً کوئی شخص محفوظ رہتا ہے اس لئے ساتویں دن کے بعد پٹی کھولی جائے اور ہر ہفتہ میں سات دن سے کم میں پٹی نہ کھولی جائے۔ پٹی کھولنے کے بعد یہ دیکھا جائے کہ کس طرح ہڈی جڑی ہے۔ کبھی کبھی ہڈی جڑتی نہیں ہے تب بھی جڑی ہونے کا شبہ ہوتا ہے اگر جڑنے کی جگہ پر ضرورت سے زیادہ غلظت ہو تو وہاں پر مجفف دوائیں رکھی جائیں پھر اس پر تختیاں باندھ دی جائیں۔ اگر وہاں پر رقت ہے تو گرم پانی کا نطول کیا جائے اور تختیاں ڈھیلی کر دی جائیں۔ اگر معتدل حالت ہے تو مدمل دوائیں زیادہ موافق ہوتی ہیں کیوں کہ یہ اسی طرح کا جوہر پیدا کرتی ہیں نیز یہ دوائیں اپنی بیہوشی سے ہڈی کو جانے میں معاون ہوتی ہیں۔

پہلے ہفتہ میں غذائی اور دوائی تدابیر یہ ہیں کہ مریض کی رگ کی فصد کھولی جائے اگر امتلاء مادہ ہو تو مسہل دواؤں سے استفراغ کیا جائے اور غذائیں لطیف دی جائیں۔ پہلے ہفتہ کے بعد ایسی غذائیں دی جائیں جو اس جسم کے مانند ہوں جس کی تولید کا ارادہ ہے۔ یہ غذائیں مغلظ اور لیسدار ہوتی ہیں۔ جب کسر کے ساتھ زخم ہو تو زخم کے منہ کو کھلا رکھنا چاہئے تاکہ ریم بہہ سکے۔ اگر ہڈی کا کوئی چھوٹا ٹکڑا تکلیف پہنچائے تو اسے نکال دیا جائے۔ اگر شکاف لمبائی میں ہو تو اس پر پٹی باندھنے اور مذکورہ تدابیر سے فائدہ ہو جاتا ہے۔ کھوپڑی میں جب زخم ہو جائے اور اس کی موئی غشاء تک پہنچ جائے تو ہڈی تک زخم کو گولائی سے کاٹ دیا جائے اور اس کی ریم کو صاف کر دیا جائے ورنہ اس کی صحت نہیں ہو سکتی لیکن ہمارے زمانہ میں ایسا عمل جراحی کرنے والا کوئی موجود نہیں ہے۔

سوء مزاج کی تمام قسمیں اور اولاً اعضاء متشابہہ میں اور ثانیاً اعضاء آلیہ میں ہونے والے تفرق اتصال کی تمام قسمیں بیان کر دی گئیں، اب ایسے امراض بیان کئے جائیں گے جو ابتداءً اعضاء آلیہ میں ہوتے ہیں۔ اعضاء آلیہ کے کچھ امراض ایسے ہیں جو عدد میں کم یا زیادہ ہوتے ہیں، لیکن مقدار میں کم یا زیادہ ہونا اعضاء متشابہہ کے امراض ہیں۔ کچھ غلفی امراض ہیں ان کی قسمیں شکل، ملاست، خشونت، سدہ اور انشاح ہیں۔ کچھ وضع کے امراض ہیں۔ عدد میں زیادہ امراض کچھ طبیعی ہیں مثلاً ہاتھ میں ایک انگلی کا زائد ہونا اور کچھ غیر طبیعی ہیں جن کی چند قسمیں ہیں۔ (۱) مثانہ اور گردوں میں پیدا ہونے والی پتھری۔ (۲) شکم میں پیدا ہونے والے چھوٹے اور لمبے کیڑے۔ (۳) جسم پر پیدا ہونے والے بل اور مسے۔ (۴) نزول الماء۔

(۵) ظفرہ - (۶) بردہ - (۷) آنکھ میں جمع شدہ رجم - (۸) عورتوں کے رحم میں پیدا ہونے والا زائد گوشت کا لوتھڑا (حمل کا ذب)۔ ان تمام امراض کے اسباب سابقہ اپنی کمیت اور کیفیت میں غیر طبیعی ہوتے ہیں یہ بیماریاں اگر پیدا ہو رہی ہوں تو پہلے ان کے اسباب کو ختم کرنے کی طرف توجہ کی جائے یعنی استفراغ عام کیا جائے پھر ان زائد چیزوں کو نکالنے اور زائل کرنے کی تدبیر کی جائے۔ اور اگر یہ امراض پوری طرح تیار ہو چکے ہیں تو شفاء کا صرف ایک ہی طریقہ ہے یعنی زائد چیز کو نکال دینا۔ ان تمام اقسام کا عمومی طریقہ معالج یہی ہے اب ہر ایک کا خاص علاج ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے۔

بقتری کا استیصال و ازالہ ایسی ادویہ سے ہوتا ہے جو اس کے لیے مخصوص ہیں اور جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ شکم کے کیڑوں کے ازالہ کے لیے تلخ دوائیں مثلاً افسنتین اور شیخ (جو ہر اجوائن) استعمال کی جاتی ہیں۔ اور وہ کیڑا جسے حب القرع دگو و دانہ کہا جاتا ہے اس کے لیے زیادہ قوی مثلاً سرخس وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تل اور مسے کا ازالہ ادویہ اور نشتر کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اوندھے مسے کو دور کرنے کے لیے پیر کو اس کی گولائی میں باندھ دیا جائے۔ اس کام کے لیے مرع اور عقاب کے پر زیادہ مناسب ہوتے ہیں۔ آنکھ میں پانی اتزنا (موتیا بند) جب پختہ ہو جاتا ہے تو نشتر کے ذریعہ باہر نکال دیا جاتا ہے۔ آنکھ کی ریم کا ازالہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ نیچے کی طرف اسے گرا دیا جاتا ہے۔ جالینوس کا قول ہے کہ میں ایک کمال کو جانتا ہوں جو مریض کو کرسی پر بٹھاتا تھا اور اس کے سر کو اس طرح حرکت دیتا تھا کہ پیپ اندر کی جانب گرتی ہوتی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن نزول الماء میں یہ تدبیر نہیں کی جاسکتی کیوں کہ یہ پانی عمامہ (ابرم) کے مانند ہوتا ہے اگر نیچے اتارا جائے گا تو پھر اپنی جگہ پر لوٹ آئے گا اس لیے اس کی تدبیر یہی ہے کہ آنکھ کے اندرونی جانب روئیں (احصوں) میں دبا دیا جائے ورنہ یہ لوٹ آئے گا۔ اور پتوں سے تیار کئے ہوئے شیا فات نزول الماء اور ریم میں مفید ہیں، کبھی ریم نشتر کے ذریعہ خارج کی جاتی ہے۔ ظفرہ (ناخنہ) جب زیادہ ہو تو نشتر سے اور چھوٹا ہو تو ادویہ سے اس کا ازالہ ہوتا ہے۔ بردہ کو نشتر سے کاٹا جاتا ہے۔ مرض رجا (حمل کا ذب) کا ازالہ مدر حیض اور مسقط جنین دواؤں سے ہوتا ہے۔

نقص کے امراض میں بالوں کا گرنا اور جھڑنا ہے یہ قرع، داء الثعلب اور داء الجبہ میں ہوتا ہے۔ انگلی یا کسی عضو کے

لے: اولے کے مانند سفید رطوبت جو پوٹے کے اندرونی جانب جم جاتی ہے۔

قرع: سر کا بال گرنا چند لا ہونا۔ داء الثعلب (بالخوره) اس مرض میں سر، ابرو اور دھڑھی اور کبھی پورے بدن کے بال گرتے ہیں۔ داء الجبہ، سر، ابرو اور دھڑھی کے بال گرنے کے علاوہ ان مقامات کی جلد بھی سانپ کی کھیل کی طرح اترتی ہے۔

کم ہونے کا کوئی علاج نہیں ہے۔ بال جمانے اور اگانے کی تدبیر پہلے بتائی جا چکی ہے کہ فضلات دغانی سے بال پیدا ہوتے ہیں اس لئے بال اس وقت گریں گے جب فضلات میں خرابی آئے گی اور وہ اپنی کیفیت میں غیر طبعی حالت پر موجد ہوتے ہیں۔ لہذا ان فضلات کو بذریعہ اسہال خارج کرنا چاہیے۔ نیز عضویں چپکے ہوتے مادہ کے لیے محلل دوائیں استعمال کی جائیں۔ گوشت کے کم ہوجانے میں ان تدابیر کو اختیار کریں جو گوشت پیدا کرنے کے بیان میں گذر چکی ہیں۔

خلقی امراض میں ایک شکل ہے یہ اکثر طبعی ہوتا ہے اس لئے اس کے اصلاح کی کوئی صورت نہیں ہے۔ میر خیال یہ ہے کہ پیدائشی طور پر اگر کسی عضو کی شکل بگڑی ہوئی ہو تو بچے کو پیدائش کے بعد ایسے قالب میں رکھا جائے کہ اس کی شکل درست ہو جائے۔ بچہ کو اس قالب میں زمانہ نمو تک رکھنے سے اس عضو کی شکل درست ہو سکتی ہے۔

ملاست و خشونت کے امراض؛ خشونت کی بیماریاں ہمیشہ کسی تیز خلط یعنی مرہ صفر یا سودا یا بلغم مالح سے پیدا ہوتی ہیں۔ علاج یہ ہے کہ اس خلط کا استفراغ و احوال کیا جائے اور ادویہ قابضہ کے ذریعہ کھردرے اعضاء کی تقویت کی جائے تاکہ ان پر اس طرح کا خلط نہ گرے اور ادویہ مملسہ کے ذریعہ عضو کو چلنا کیسا جائے اکثر اس موقع پر سبب کو دور کرنا عضو کو چلنا کرنے کے مضار ہوتا ہے مثلاً وہ کھج رانتوں کی خراش، جو بلغم مالح کے سبب سے ہو لیکن مذکورہ قوانین سے ظاہر ہے کہ کسی تدبیر کی جائے گی۔ ملاست کی بیماریوں کا سبب لیسڈار اخلاط ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ان اخلاط کا استیصال کیا جائے۔ سدوں کی بیماریاں؛ سدے اگر بن رہے ہیں تو اس کا علاج یہ ہے کہ خلط فاعل کا استفراغ کیا جائے۔ اور ادویہ مفتوحہ کے ذریعہ سدوں کی تفتیح کی جائے۔ اگر سدے بن چکے ہیں اور امتلاء مادہ نہ ہو تو صرف ادویہ مفتوحہ سے علاج کیا جائے گا۔

راستے کشادہ ہو جائیں تو اس کا علاج قابض اور مقوی عضواں سے ہوتا ہے۔ جب قوت واقعہ کا فعل زیادہ ہوتا ہے تو مخدر یا مسکن و ملس دوائیں استعمال کی جاتی ہیں۔ وضع کی معروف بیماریوں میں شکم اور فوطوں کا فتق ہے۔ شکم کے فتق میں یہ تدبیر کی جاتی ہے کہ بعض جت لیٹا رہے اور کروٹ نہ بدلے اور ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جو قابض و لطیف ہوں مثلاً جوز السرو جفت بلوط اور ان کی مانند دوسری دوائیں۔ اگر وہاں پر اس قدر نفع ہو کہ آنت اپنی جگہ پر لوٹ نہ سکے تو ایسی دوائیں استعمال کی جائیں جو محلل نفع ہوں۔ فوطوں کا فتق اگر رطوبت یا ریاح کے سبب سے ہو تو محلل و رادع دواؤں سے علاج کیا جاتا ہے۔ اور اگر ان میں آنتوں کے اترنے کے سبب سے

ہو تو قابض روایتیں استعمال کی جائیں اور مریض اس طرح لیٹا رہے کہ آنت اپنی جگہ پر لوٹ سکے اور
یعنی حرکت نہ کرے۔ فتق کی اس قسم کا علاج دشوار ہے۔ امراض وضع میں حدبہ بھی ہے۔ اس مرض میں
۱، فلط کا استفراغ کیا جائے جس نے پشت کے مہروں کو پھسلا کر اپنی جگہ سے ہٹا دیا ہے اور وہاں
پر محل اور خوشبو دار روغن لگایا جائے۔ امراض وضع میں خلع بھی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ورم ہونے
سے پہلے عضو کو اپنی جگہ پر بٹھا دیا جائے۔ تمام اعضاء جب اپنے جوڑے سے اکھڑتے ہیں تو وضع نہیں بدلتی
کیوں کہ بازو کا سراہٹ کر بغل میں آجاتا ہے اور ران کا سرانج ران میں آجاتا ہے۔ بازو کے جوڑا اکھڑنے
کی علامت یہ ہے کہ بغل کے نیچے گول ابھار ہوتا ہے۔ اور ورک کا جوڑا اکھڑنے سے کنج ران میں ابھار ہوتا ہے۔

اس کتاب میں وضاحت کے ساتھ حتی الامکان بالاختصار تمام اقسام کی بیماریوں کے معالجات
(بطور اصول کلیہ) بیان کر دیئے گئے ہیں۔ البتہ ہر عضو کی بیماریوں کا فرداً فرداً علاج باقی رہ گیا ہے
اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے کیوں کہ گذشتہ اقوال کلیہ میں ضمناً تمام معالجات بیان کر دیئے گئے
ہیں لیکن پھر بھی معالجات تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ لہذا ہر عضو کے لحاظ سے معالجات امراض پر ہم ایک کتاب
تالیف کریں گے۔ جس طرح اصحاب تصانیف نے بیان کیا ہے۔ لیکن ہم اصول کلیہ کے مطابق امور جزئیہ
(معالجات) کو بیان کریں گے۔ کیوں کہ اس فن میں حتی الامکان امور کلیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے امور جزئیہ
کو بیان کرنا چاہئے۔ ہمیں امید ہے کہ اتنا فارغ وقت مل جائے گا کہ ہم اس اہم کام کی طرف متوجہ
ہو سکیں۔ جس شخص کو یہ کتاب دستیاب ہو اور معالجات پر میری تالیف کا حصہ نہ مل سکے اور اس کے
مطالعہ کے بعد معالجات پر کسی کتاب کے دیکھنے کا ارادہ ہو تو معالجات پر عمدہ کتاب وہ ہے جس کا نام
”تیسیر“ ہے اور جس کے مؤلف ہمارے معاصر ابو مروان بن زہر ہیں۔

ابن زہر سے اس کتاب کو طلب کر کے میں نے نقل کر لیا جس سے اس کتاب کی شہرت ہوئی۔ اس
کتاب میں جو کچھ اقوال جزئیہ (معالجات) بیان کئے گئے ہیں وہ اصول کلیہ کے بہت مطابق ہیں۔ لیکن
اس نے معالجات کے ساتھ علامات و اسباب بھی بیان کر دیئے ہیں جیسا کہ معالجات کے مصنفین پر
بیان ہے لیکن ہماری اس کتاب کے پڑھنے والے کو اس کی ضرورت نہیں بلکہ صرف معالجات کافی ہے۔
مختصر یہ کہ جو شخص ہماری اس کتاب کے اصول کلیہ کو معلوم کرے گا۔ اصحاب تصانیف کی
کتابوں میں معالجات اور نسخہ سے متعلق جو کچھ وضاحت ہے اس کے صحیح اور غلط ہونے پر واقف ہو سکے گا۔
اللہ ہی خبر کی توفیق دینے والا ہے اس کے علاوہ کوئی مالک نہیں وہی ہم سب کا نگہبان
اور ہمارا بہترین محافظ ہے۔

